مضامین شرر

یعنی

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

مدظلہ العالی

کے تمام شاعرانہ و عاشقانہ، محققانہ و فلسفیانہ، تاریخی و جغرافی، علمی و ادبی مضامین، دنیا کے مشہور اکابر اور نامور خاتونوں کے سوانح عمری، اور کل متفرق تحریریں جن کی فاضل و محقق موصوف نے از سر نو نظر ثانی فرمائی ہے

جنھیں

سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل مزنگ لاہور نے چھپوایا

إن من البيان لسحرا

مضامین

حصہ دوم

مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند پروپرائٹر چھپا

فہرست مضامین شرر

"شاعرانہ و عاشقانہ"

جلد اول (حصۂ دوم)



مضامین شرر جلد اول

حصۂ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موسموں کی بہاریں

ہندوستان کے شیکسپیر کالی داس نے "رتو سمہرا" کے نام سے چھ مضامین چھ موسمون کے بیان مین لکھے ہین جن مین خاص ہندوستان کی چھ رُتین اس خوبی اور لطف کے ساتھ دکھائی ہین کہ پڑھنے سے موسمی کیفیت کی تصویرین آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہین۔ اگرچہ جس طرح عام جادونگار اور آزاد مشرب شعرا کا معمول ہے کہ جوش مین آ کے بعض اوقات دائرۂ اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہین، اورحسن وعشق کے اُن جذبات کو بیان کر جاتے ہین جن کو بیان کرتے وقت اورون کو شرم آتی ہے۔ ویسا ہی کالی داس نے بھی ان مضامین مین کیا ہے۔ مگر ہم اُردو لٹریچر کے فائدے کے لیے اُن کو ترجمہ کرکے شایع کر دینا ضروری خیال کرتے ہین۔ کیونکہ ان مضامین مین نئی تشبیہیں نئے خیالات۔ اور نئی بندشین ہین۔ جو اُس لٹریچر کے لیے جسکا نشو ونما ہندوستان مین ہوا ہو انگریزی و فارسی لٹریچر کے طرزِ انشا سے زیادہ موزون اور پُراثر ہین اس مرتبہ صرف گرمیون کی رُت کا سمان دکھایا جاتا ہے۔ آیندہ اور رتون کے سین ترجمہ کرکے شایع کیے جائین گے (مگر افسوس کہ سب کا ترجمہ نہ ہو سکا)

گرمیون کی رُت

"پیاری! اب گرمیون کا موسم آ پہونچا۔ جب سورج کی کرنین بہت تیز ہو گئی ہین۔

چاندنی اُجلی اور ٹھنڈی شعاعوں کی تلاش ہے۔ لگاتار لوگوں کے نہاتے رہنے سے
بڑے بڑے تالابوں میں پانی کم رہ گیا ہے۔ اور کام دیوتا کا جوش بھی دھیما پڑ گیا ہے۔

اس رُت میں لوگوں کو چاندنی راتوں اور آبدار خانوں میں ٹھہرنے بعض
خاص قسموں کے جواہرات پہننے۔ اور صندل لگانے کا شوق ہوتا ہے۔

اس رُت کی راتوں میں لوگ خوبصورت اور خوشبو سے مہکتے ہوئے محلوں میں
بیٹھے سانس کی ہلکی ہوا سے حرکت کرنے والے نازک ہونٹوں کے امرت اور ملی ہوئی
بین کے شیریں نغموں کا لطف اُٹھا رہے ہیں۔

پر بچال کنواریاں کمروں میں کردھنیاں پہنے۔ چھاتیوں پر صندل لگائے۔ گلے
میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ اور زلفوں کو مست کرنیوالی خوشبوؤں میں بسائے بیٹھی ہیں
اور مردوں کے دلوں سے موسم گرما کی کلفتوں کو دور کر رہی ہیں۔

خوبصورت کمر والی دلربائیں اپنے پاؤں کو گہرے لال رنگ میں رنگ کے
پازیبوں کے حُسن کو اور بڑھا رہی ہیں۔ اور اُنکی باتیں ہنس کی آواز کی طرح کانوں
کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ چال ایسی ہے کہ اُنکے ہر ہر قدم سے مردوں کے دلوں میں جوش
بڑھتا جاتا ہے۔ او پیاری دیکھ! ان مہ جبینوں کے اُبھرے ہوئے سینے دیکھ کے
جن میں صندل لگا ہے۔ جن کی چھاتیوں کو مالائیں آراستہ کر رہی ہیں اور کمروں کو
سونے کی کردھنیاں رونق دے رہی ہیں۔ کون بجھے ہوئے دل والا ہوگا جسکے سینے
میں عشق کے جذبات نہ جوش مارنے لگتے ہوں؟

ہر گھڑی پسینے میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے نوکیلی چھاتیوں والی اور جوانی میں
بھری ہوئی نازنینوں نے بھاری کپڑے اُتار کے ڈال دیے ہیں اور اپنے سینوں کو
باریک کپڑوں میں چھپا لیا ہے۔

صندل کے پانی میں بسے ہوئے پنکھوں کی ہوا۔ مہوشوں کی ہاروں سے آراستہ
چھاتیوں پر دست درازی کرنے۔ اور بین کے شیریں نغموں سے عشق کے سوتے ہوئے
جذبات بھی لوگوں کے دلوں میں چونک پڑتے ہیں۔

ماہتاب رات کو اُجلے محلوں میں سونیوالی مہوشوں کے چہرے دیکھ کے جو اُسکے
حسن کو ماند کئے دیتے ہیں ایسا نادم ہوتا ہے کہ صبح ہوتے ہوتے زرد پڑ جاتا ہے۔

سورج زمین پر سخت گرمی برسا رہا ہے۔ خوفناک ہوا دھول اُڑا رہی ہے۔ اور یہ عالم ہے کہ وہ لوگ جو وطن آوارہ ہیں اور اپنے معشوقوں سے جدا ہونے کے باعث اُنکے دل آتش فراق مین جل کے خاک ہوگئے ہین۔ وہ بھی نظر اُٹھاکے اس منظر کو نہین دیکھ سکتے۔

ہرنون نے جنھین دھوپ کی تپش نے بہت ستا رکھا ہے اونکی زبانین پیاس کی شدت سے خشک ہو رہی ہین دھوکے مین آکے آسمان کو ایک تالاب خیال کر لیا ہے اور اپنے سر اُٹھا اُٹھاکے دیکھ رہے ہین۔ لگاوٹ باز عورتون کی نگاہین جنکے ساتھ چاندنی رات کی ایسی مسکراہٹ بھی ملی ہوئی ہے۔ اُن لوگون کے دلون مین شوق پیدا کر رہی ہین جو اپنی بیبیون سے جدا پڑے ہین۔

سخت گرمی کے ستائے اور تپتی ہوئی دھول کے جھلسائے ہوے سانپ زور زور سے سانسین لیتے اور اپنے پھنون کو جھکائے ہوے لپکتے اور اپنے دشمن مور کے پرون کے نیچے جا جاکے پناہ لیتے ہین۔

پیاس کی شدت سے شیر ببر ناتوان ہوگئے ہین اور اُنکا سارا جوش جاتا رہا ہے زور زور سے ہانپتے۔ اور مُنہ کھولے ہوے زمین پر پڑے ہین۔ اُنکی زبانین پیاس سے کانپ رہی ہین۔ اُنکی گردن کے بالون مین لرزہ سا پڑا ہوا ہے۔ اور ہاتھیون کو اپنے قریب دیکھنے پر بھی نہین اُٹھتے کہ حملہ کرکے اُنھین مار ڈالین۔

ہاتھی جن کے گلے پیاس سے خشک ہو رہے ہین اور تشنگی اور تپش کے مارے ہوے ہین پانی کی ایک بوند بھی نہ ملنے سے اُسکی تلاش مین اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہین۔ اور ایسے بیخود ہین کہ شیر ببر کو پاس دیکھنے پر بھی دہشت زدہ نہین ہوتے۔

چلچلاتی دھوپ کے صدمے سے مورون کے جسم اور دل کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ گویا اُس آگ مین پڑے ہوے ہین جو چڑھاوے کی چیزین ڈالنے سے اور بھڑک اُٹھتی ہے۔ اور اگرچہ سانپون نے اُنکی دُمون کے نیچے آ آکے پناہ لی ہے مگر اُنھین نہین خبر۔ اور اُنکو نہین مارتے۔

بنڈیلے سور دھوپ کی تپش سے پریشان ہو ہوکے اپنے لمبے تھوتھنون سے تالابون کی سوکھی ہوئی مٹی کھود رہے ہین گویا چاہتے ہین کہ ٹھنڈے پانی کو تلاش کرتے کرتے

پاتال میں جا پہونچیں۔ اور وہیں جا کے پناہ لیں۔

مینڈک گرمی کے مارے کھولتے ہوئے اور کیچڑ کے ایسے پانی سے [illegible] آتے ہیں۔ اور اُن سانپ کے پھنوں کے نیچے ٹھہرتے ہیں جو پیاس کے مارے ہیجان ہو رہے ہیں۔

جھیلوں میں ہاتھی آپس میں لڑ لڑ کر اور ایک دوسرے پر حملے کر کے کنول کے درختوں کو اُکھاڑتے۔ سہمی ہوئی مچھلیوں کو جان سے مارتے۔ خوف زدہ سارسوں کو ہنکاتے۔ اور تالاب کی کیچڑ کو اوپر اُچھال اچھال کے سکھاتے ہیں۔

سانپوں کے پھنوں پر جو نگینہ جڑا ہوا ہے وہ سورج کی جلتی ہوئی کرنوں میں دہک اُٹھا ہے۔ وہ زبان نکال نکال کے ہوا کو اندر کھینچ رہے ہیں۔ اور اپنے زہر کی آگ۔ سورج کی تپش اور پیاس کی شدت سے اس قدر پریشان ہو گئے ہیں کہ مینڈکوں تک کو نہیں مارتے۔

ارنے بھینسوں کے کانپتے ہوئے منھوں سے لال لال کف آلود زبانیں باہر نکلی پڑتی ہیں۔ اور وہ پیاس کے مارے ہوئے پانی کی تلاش میں اپنے منھوں کو اوپر اُٹھائے پہاڑ کے غاروں سے باہر نکلے پڑتے ہیں۔

جنگل کی ہری گھاس کو اُس آگ نے جلا ڈالا جو جنگلوں میں آپ سے آپ لگ جایا کرتی ہے۔ سوکھے پتّوں کو تند ہوا کے جھونکے اُڑا لے گئے اور تالابوں کو دھوپ نے سُکھا دیا ہے۔ ایسی حالت میں جنگل کو جدھر نظر اُٹھا کے دیکھیے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

اگرچہ درختوں کے پتّے گر گئے۔ لیکن پھر بھی اُن پر کبھی کبھی چڑیاں بیٹھ کے ستانے لگتی ہیں۔ تھکے ماندے بندر پہاڑوں کی جھاڑیوں کو ڈھونڈھتے پھرتے ہیں۔ اور چوپاؤں کو بڑی مشکل سے کنوئیں کے اندر کا پانی ملتا ہے۔

آگ جو دہکتے ہوئے سیسے یا نئے کھلے ہوئے کُسم کے پھول کی سی سرخ ہو رہی ہے ہوا کے جھونکوں سے اور بھڑک اُٹھی ہے۔ اور گویا اسلیے بے چین ہو رہی ہے کہ درختوں کی چوٹیوں اور لمبی لمبی بیلوں سے جا لپٹے۔

پہاڑوں کی کھوہوں میں بن کی آگ تیز ہوا کے اندھیانے سے روشن و مشتعل

ہوگئی ہے - شور وغل کرتی ہوئی سوکھے بانسوں کے جنگل میں گھس پڑی ہے - دھوئیں کے ڈھیر
میں ہر جانب سے پھیل رہی ہے - اور ہر [illegible] کے بالوں کو چھوتے ہیں؟ شعلے ہیں؟ ڈالتی ہے
سلمالی (سیمر) کے درختوں کے بن میں آگ سب طرف سے سمٹ کے جمع ہوتی - اپنی
سنہری کرنیں پھیلاتی اور اُنکے کونوں کے اندر گھس پڑتی ہے - پتیوں کو سکھاکے اُنکی
چوٹیوں پر جا پہونچتی اور پھر ہوا کی مدد سے جنگل میں سب طرف حرکت کرنے لگتی ہے -

ہاتھی - نیل گائیں اور شیر ہرن کی آگ سے گھبرا کے اپنی باہمی دشمنی بھول گئے
ہیں - آگ کی لپٹ لگتے ہی ایک دوسرے کے ساتھ دوستوں کا سا برتاؤ کرتے ہوے
جنگل سے نکل رہے ہیں - اور ندیوں کے کناروں پر جاجا کے پناہ لیتے یا اُنکے اندر
پھاند پھاند پڑتے ہیں -

کنول کے پھولوں نے جھیلوں میں کھل کھل کے خوشنمائی کا لباس پہن لیا ہے -
اور تمام اطراف و جوانب پتالا کے پھولوں سے مہک اُٹھے ہیں - ایسے موسم میں
ٹھنڈے پانی میں غوطے لگانا - اور چاند کی کرنوں کا لطف اُٹھانا لوگوں کو مرغوب ہے -
موسم گرما میں بڑی مسرت و لطف کی چیز مہوش عورتوں کی صحبت اور شیریں
نغموں کا سننا ہے -

برکھارت یا برسات

پیاری! برسات کا دلفریب موسم (جو عیش پرستوں کی جان ہے) مینہ سے لدے
ہوے بادلوں کے ہاتھی - بجلی کی جھنڈیاں - اور گرج کے باجے اپنے جلو میں لیے
ہوے شاہانہ آن بان سے آپہونچا -

بیر بہوٹیوں سے ڈھکی زمین لال کنول کے پھول کی سی ہے - کسی جگہ ہری ہے -
اور کسی جگہ پر [illegible] بھونروں کی طرح لبریز مینہ آسمان پر چھا گئیں -

بادل جو پانی کے بوجھ سے جھکے پڑتے ہیں - پیاس کی ماری پپیہا کی درخواست
پر موسلادھار مینہ برساتے اور کانوں کو خوشگوار نغمہ سناتے ہوے آہستہ آہستہ
چلے جاتے ہیں -

[illegible] قوس قزح کی [illegible] - تیز بجلی کا تار چڑھا ہوا ہے -

اور بوندیون سے جو دھار دار تیرون کی طرح دوڑتی ہین اُسے چھیڑ چھیڑ کے ۔ بیدار کرنا شروع کیا ہے کہ لوگون کے دل ہاتھ سے نکلے جاتے ہین ۔

ہری ہری گھاس سے جو بیر بہوٹیا کے نگون کی طرح زمین توڑ توڑ کے نکلی ہے کوندلی بیل کے پتون سے اور بیر بہوٹیون سے زمین بھر گئی ہے ۔ اور اُنھین دیکھ کے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حسن فروش شاہدان بازاری بناؤ سنگار کیے اور جڑاؤ زیور سے آراستہ بیٹھی ہوئی ہین ۔

مور مارے خوشی کے مست ہو رہے ہین ۔ دلکش تانین سناتے ہین ۔ کبھی اپنی دُمین پھیلا دیتے ہین ۔ کبھی اپنی مادہ کی طرف متوجہ ہوتے اور بوس وکنار کی بیتابی ظاہر کرتے ہین ۔ اور یکایک پھر مست ہو کے ناچنے لگتے ہین ۔

مینھ کے گندلے پانی سے ندیون کے دھارے زورون پر ہین ۔ جسکے سبب سے وہ دونون طرف کے کنارون پر درختون کو گراتی ہوئی اس تیزی سے سمندر کی طرف دوڑی جاتی ہین جیسے فاحشہ عورتین اپنے آشناؤن سے ملنے کو جاتی ہون ۔

جنگل جو بندیاچل پہاڑ کے اوپر پھیلے ہوے ہین اپنی اُس نرم نرم ہری گھاس کی بدولت جسے ہرن جابجا چر گئے ہین ۔ اور اپنے اُن درختون کے باعث جنھون نے نئے نئے پتون کا لباس پہنا ہے ۔ اور نئی ٹہنیون سے سنوارے گئے ہین لوگون کے دل ہاتھ سے چھینے لیتے ہین ۔

ہرن جن کے پاس تھرتھراتے ہوے کنول کے پھولون کی ایسی آنکھون کی دولت ہے جنگل کے حسن کو سہمی ہوئی نگاہون سے دیکھ رہے ہین ۔ اور اُنکی یہ حالت دیکھکے لوگون کے دلون پر حیرت طاری ہوتی ہے ۔

بادل ہر وقت ایک وہلانے والی آواز سے گرجتے رہتے ہین ۔ اور رات کی فضا پر اُنھون نے گھنی تاریکی کا گھٹا ٹوپ ڈال رکھا ہے ۔ لیکن اسپر بھی بدکار عورتین بجلی کے کوندنے پر اپنے عاشقون کی تلاش مین جا رہی ہین ۔

نازنین مہوشین جو بچھونون پر لیٹی ہوئی ہین بادلون کے گرجنے اور بجلی کے کڑکنے سے سہم سہم کے باربار اپنے دلدادہ شوہرون کے گلے مین لپٹی جاتی ہین ۔

عہ ایک سبز رنگ کا نگینہ ۔ غالباً زمرد ۔ عہ ایک قسم کی بیل ۔

وہ حسین عورتین جنکے شوہر پردیس مین ہین اپنی کنول کی سی آنکھون کے
آنسوون سے اپنے مُنہ دھورہی ہین - ہار - عطر - اور سارے مزے کی چیزون کو
اُنھون نے الگ پھینکدیا ہے - اور حسرت و یاس کی راتین کاٹ رہی ہین -
نئے پانی پر کیڑون مکوڑون اور گھاس وغیرہ کا ہجوم دیکھ کے مینڈک سانپ
کی طرح لہراتے ہوے پانی کی تہ مین چلے جاتے ہین -
بھولی شہد کی مکھیان کنول کے خوب کھلے ہوے پھولون کو اس دُبدھے کی
وجہ سے چھوڑ دیتی ہین کہ شاید ان مین شہد نکلے یا نہ نکلے - نئے پھولون کی تلاش
مین نکلتی ہین - اور اپنا شیرین نغمہ گاتی ہوئی جاکے تازے کنول کے پھول کے
دھوکے مین ناچنے والے مورون کے پرون پر بیٹھ بیٹھ جاتی ہین -
نئے نئے بادلون کے گرجنے پر مست اور وحشی ہاتھی بار بار چنگھاڑتے ہین - کالی
شہد کی مکھیان امرت کا خزانہ جمع کرنے کے لیے اپنے محل تیار کر رہی ہین -
بدلیان جو پانی کے بوجھ سے جھکی پڑتی ہین پہاڑون کے چارون طرف چھائی
جاتی ہین - جھرنے پانی سے لبریز ہین - اور مور خوش ہو ہو کے ناچ رہے ہین - اور
کوہستانون کا یہ نظر فریب سامان حسن دیکھ دیکھ کے لوگ محوِ حیرت ہوے جاتے ہین -
ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جو پانی سے بھری ہوئی بدلیون سے ٹکراتے ہوے آئے ہین
قدم - سرجا - ارجن - نیپ اور کیتکی کے درختون کو جھلاتے اور اُنکی خوشبوون کو
چارون طرف پھیلاتے ہین - اور وہ کون ہے جسکا دل اُنکی ٹھنڈک پاکے ہاتھ
سے نہ نکل جاتا ہو ؟
لگاوٹ باز مہ جبینین زلفون کو کمر تک بکھرا کے - کانون کو خوشبودار پھولون سے
آراستہ کرکے - اور اپنے سینے پر جو چندن ہار سے سجے ہوے ہین - اور چہرے جن سے
مئے ناب کی بو آرہی ہے دکھا دکھا کے شہوت پرست لوگون کے دلون کو بیتاب
کیے دیتی ہین -
پانی سے لدی ہوئی گھٹائین جن کے ساتھ بجلی کوند رہی ہے اور قوس قزح
نکل آئی ہے - اور مہ جبین عورتین جو کمرون مین جڑاؤ کردھنیان اور کانون مین
مرصع بالیان پہنے ہوے ہین باری باری سے اُن لوگون کے دلون کو اختیار سے

باہر کیسے دیتی ہیں جو اپنی باہوش معشوقاؤں سے بیدار ہیں -

عیش طلب پرویشین کیتکی - قدم - اور کیتیر کے خوشبودار پھولوں کے ہار گوندھ گوندھ کے اور ارجن کے ڈنٹھلوں کی بالیان بنا بنا کے اپنے سروں اور کانوں کو سج رہی ہیں -

نازنینیں جنھوں نے اپنے پنڈے اگر کی خوشبو مین بسا لیے ہیں - پھولوں کی بالیان پہن لی ہین - اور بالوں کو سمیٹ کے جوڑے باندھ لیے ہیں - شام ہوتے ہی اُنھوں نے بادل کی گرج سنی اور بڑے بوڑھوں کے گھر چھوڑ چھوڑ کے اپنی خوابگاہوں کی راہ لی -

جن عورتوں کے شوہر پردیس میں ہیں اُنکے دلوں کو وہ کالے اور گھنگھور بادل چھیدے لیے جاتے ہیں - جنھیں ٹھنڈی ہوا آہستہ آہستہ اُڑائے لیے جاتی ہے جو پانی کے بوجھ سے گویا گرے پڑتے ہیں - اور بجلی کے کوندے اور قوس قزح کا زیور پہنے ہوئے ہیں -

نئے پانی کے چھینٹوں سے گرمی دور ہوگئی ہے - اور قدم کے پھول کھل گئے ہیں - ایسا جان پڑتا ہے کہ جیسے جوش مسرت سے خود جنگل کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں - درختوں کی ٹہنیاں جو ہوا سے ہل رہی ہیں اُنپر ایسا سمان نظر آتا ہے جیسے سارا بن مارے خوشی کے ناچ رہا ہے - اور کیتکی کے پھولوں کے کھلنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جنگل ہنس رہا ہے -

برسات کا موسم گویا خود ایک شوہر بنکے دکھائی دیا ہے - اور مہ جبین عورتوں کے سروں کو چنبیلی - جوہی - مولسری - اور اور قسم کے جنگلی شگفتہ پھولوں کے ہار سے سج رہا ہے - اور اُنکے کانوں کو قدم کے پھولوں کی بالیوں سے سنوار رہا ہے -

اس موسم میں پرجمال عورتیں اپنے اُبھرے ہوے سینے پر زنجیریں پہنتی ہیں اپنے قد کو سنگین کپڑوں سے آراستہ کرتی ہیں - اُنکے بال کھلے اور کمر تک لٹکتے ہوتے ہیں جن سے پسینے کے قطرے بھی ٹپکتے جاتے ہیں - اس لیے کہ چھوٹے پودوں کو پانی دیتے دیتے تھک جاتی ہیں -

نیچو اپنے جو تازے پانی سے شاداب ہوے ہیں اُن سے لدے ہوئے درختوں

[illegible] پھولون کی خوشبو سونگھ سونگھ کے [illegible]

[illegible] خوشی کے پھول [illegible] سماتی ہین -

بادل وندھیا چل پہاڑ کی نسبت یہ خیال کرکے کہ جب ہم پانی کے بوجھ سے گرنے لگین گے اُسوقت یہی ہمارے لیے پناہ کی جگہ ہوگا - اُسے موسلا دھار پانی سے تازہ دم کر رہے ہین جسپر گرمیون کی رُت مین گرمی کی سخت یورش تھی -

او پیاری ! یہ برسات کی رُت جو بہت سی حسین عورتون کے دلون کو چھین لیتی ہے جو درختون اور بیلدار پودھون کی سچی دوست اور مخلوقات کی جان ہے تیرے ساتھ اب اور ہمیشہ اچھی طرح پیش آئے -

موسم خریف

خریف کی کنول کے سے مکھڑے والی اور نہایت ہی خوبصورت رُت ایک نئی بیاہی ہوئی دولھن کی طرح [illegible] کے پھولون کا لباس پہنے اور مست ہنسون کے نگوڑے سے بچھڑون کی جھنکار سناتی ہوئی نمودار ہوئی ہے - جھربیریان جو گویا اُسکے خوشنما ہاتھ پاؤن ہین جدھر دیکھو نظر آ رہی ہین -

اس رُت مین زمین کانس کے پھولون سے - رات اُجلی چاندنی سے - ندیان ہنسون سے - اور [illegible] کے پھولون سے سفید ہو رہی ہین -

ندیان گویا پتلی نازنینین بنی ہوئی ہین جن کی زنانین پھرتیلی اور خوبصورت سہری مچھلیان ہین - ہنسون کی قطارین جو اُنکے کنارون پر دور تک پھیلی ہوئی ہین اُنکے گلے کے ہار ہین - پھیلے ہوئے پشتے اُنکے کولے ہین - اور وہ بدمست پری وشون کی طرح آہستہ آہستہ اٹھکھیلیان کرتی ہوئی چلی جاتی ہین -

آسمان جو کسی وقت سفید کوڑی یا کنول کے پھول کا ایسا ہے ایک بادشاہ کی شان سے جلوہ گر ہے - [illegible] برکے مورچھل چل رہے ہین - جو پانی برسا دینے کے باعث سے ہلکے [illegible] ہوگئے ہین - اور نسیم کے چلنے سے حرکت کر رہے ہین -

کون جوان ہے جسکا دل اس خریف کی رُت کا فریفتہ نہ ہوگیا ہو - جس مین آسمان [illegible] دوپہری کے پھولون سے لہلہا رہی ہے - اور مچھلیان خوبصورت

کنول کے پھولوں سے بھری ہوئی ہین -

سارنگ مکھی جو بدمست ہو رہی ہے کچنال کے درختون کا رس چوس رہی ہے جنکی سہانی ٹہنیان نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکون سے آہستہ آہستہ جھوم رہی ہین اور ملائم کوپلون سے جن مین پھولون کی کثرت ہے لدی ہوئی ہین - کون ہے جس کا دل یہ سمان دیکھکے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیگا ؟

چاندکے ایسے نکھرے والی پیاری رات شفاف کرنون کے کپڑے پہنے اور تارون کے زیور سے لدی ہوئی آئی ہے - بدلیون کا نقاب اُتار کے الگ ڈال دیا ہے - اور ایک نوخیز دوشیزہ کی طرح روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے -

کروندے کے درخت ندیون کی لہرون کا راستہ روک رہے ہین - اُنکے کنارے ہنسون اور سارسون اور کنول کے ڈنٹھلون سے بھرے ہوے ہین - اور ہنس ادھر اُدھر نغمے سُناتے پھرتے ہین - ان خوبصورت نظارون کو دیکھ کے کس کے دل مین جوشِ مسرت نہ پیدا ہو جائیگا ؟

اوس برسانے والا چاند اُن کرنون سے آراستہ ہے جو آنکھون کو مزہ دیتی اور دلون کو چُرائے جاتی ہین - گو ہمیشہ مسرت بخشا کرتا ہے مگر اُن عورتون کے پنڈون پر چُھریان چلا رہا ہے جن پر شوہرون کی موت کا زہر مین بجھا ہوا خنجر پہلے ہی چل چکا تھا

نسیم ادنیٰ ادنیٰ قسم کی بیلون کو جو پھلون کی وجہ سے دبی جاتی ہین ہلا ہلا کے کروندے کے درختون کو جو پھلون کے بوجھ سے جھکے ہوے ہین نچا نچا کے - اور خوب کھلے ہوے کنول کے پھولون کو چھیڑ چھیڑ کے نوجوانون کے دلون کو زبردستی برانگیختہ کیے دیتی ہے -

جھیلین جو مستی پر آئے ہوے ہنسون کے جوڑون - اور پاکیزہ اور خوب کھلے ہوے کنول کے پھولون سے آراستہ ہین، ہلکی نسیم سحر کے نرم جھونکون سے ہلکورے لینے لگنے کے سبب سے یک بیک سب لوگون کے دلون کو آپے سے باہر کر دیتی ہین -

دھنک بدلیون مین غائب ہو گئی ہے - آسمان کی بیرق پر بجلی نہین نمودار ہوتی - کلنگ آسمان کو اپنے پرون کی ہوا سے تھپیڑے نہین دیتے - اور مور سر اُٹھا اُٹھا کے

آسمان کی طرف نہین دیکھتے ہین -

کام دیو سوروں کو چھوڑکے جنھون نے ناچنا موقوف کردیا ہنسون کے پاس آیاہے جو سہی تانین اُڑا رہے ہین - اور قدم - سورجا - ارجن - اور تریب کے درختون کو چھوڑکے وہ سیتاعہ چد کے درختون کے قریب آپہونچا ہے -

شفقتکا کے پھولون سے باغ آراستہ کیے گئے ہین - چڑیان جو وہان رہتی ہین خوشی سے چہچہا چہچہاکے شیرین نغمے سنا رہی ہین - ہرنی جو جنگل کے کنارون پر رہتی ہے اُسکی آنکھین کنول کے پھولون کی ایسی نظر آرہی ہین - ان نظارون کو دیکھ دیکھ کے لوگون کے دل بہت ہی بیتاب ہوے جاتے ہین -

صبح کی ہوا کلھاراعہ کے جنگلون - کنول اور سوسن کے پھولون کو کپکپا کپکپا کے - شبنم کے قطرون سے جو پتیون پر پڑے ہوے ہین لپٹ لپٹ کے خنکی حاصل کرتی اور اُس ٹھنڈک کو چارون طرف پھیلا پھیلا کے لوگون مین بڑا ہی جوش پیدا کررہی ہے -

گانون کے پاس والے میدان جو پکّی جھربیریون سے بھرے ہوے ہین جنھین گائے بیلون نے جو اپنی مرضی کے موافق چر رہے ہین خوشنما بنا دیا ہے - اور جن مین ہنسون اور سارسون کے نغمے گونج رہے ہین لوگون کو خوشی سے مگن کررہے ہین -

ہنس پریجال نازآفرینون کی کمرون کا - خوب کھلے ہوے کنول کے پھول اُنکے پیارے مُکھڑون کا - لال کنول اُنکی خوبصورت نگاہ ناز کا - اور تھرین اُنکی بھوون کی لبھانے والی حرکتون کا نقشہ اُتار رہے ہین

سنفدی کی پتیان جو پھولون کے بوجھ سے نیچے کو جھکی ہوئی ہین اُن جواہرات کی خوشنمائی کا نقشہ اُتار رہی ہین جنھین نازنین دلربائین پہنے ہوے ہین - اور اسوک کے پھولون کے ہار اُس مسکراہٹ کا نقشہ اُتار رہے ہین جو پریجالون کے نازک ہونٹھون کی زیب و زینت ہین -

عہ سیتا چد اور شفقتکا جس کا نام اسکے بعد آیا ہے کون درخت ہین اور اُردو مین کیا کہلاتے ہین یہ ہمین باوجود کوشش کے نہین معلوم ہو سکا - ناظرین سمجھ لین کہ کوئی ایسے درخت ہین جو موسم خریف مین کھلتے اور بہار پر ہوتے ہین -

عہ کلھارا اُس کنول کو کہتے ہین جو رات کو کھلا کرتا ہے -

نازنینین اپنی سیاہ پیچ دار زلفوں کو [illegible] آراستہ کر رہی

ہیں - اور بہت سے کنول کے پھول اپنے اُن کانوں میں لگا رہی ہیں جن میں نہایت

ہی کھرے سونے کی بالیاں پڑی ہوئی ہیں -

مہوش نازنینیں خوشی کے جوش میں آ کے اپنے گلوں کو اُن زنجیروں سے

آراستہ کر رہی ہیں جو صندل کی خوشبو میں بسی ہوئی ہیں - اپنے بڑے بڑے کولوں میں

کردھنیاں پہن رہی ہیں - اور پیروں کو گھونگھروؤں سے رونق دے رہی ہیں جن سے

نہایت ہی سہانی آواز نکلتی ہے -

اس خریف کی رُت میں چاند کو بدلیوں سے چھٹکارا مل گیا ہے - آسمان کی

پیشانی پر تاروں کی افشاں چُنی ہوئی ہے - اور جھیلیں تازہ کھلے ہوئے نیلوفر کے

پھولوں سے پٹی ہوئی ہیں - ہنس اُن پر تیرتے پھرتے ہیں - اور پانی زمرد کا ایسا پاک

و صاف ہے جس کی وجہ سے وہ نہایت ہی خوشنما معلوم ہوتی ہیں - نسیم جو اس رُت

میں چلتی ہے وہ پھولوں سے ٹکراتی ہوئی آتی ہے - آسمان بدلیوں سے پاک ہے -

زمین کیچڑ سے پاک ہے - اور آسمان چاندی کی کرنوں کے زیور اور تاروں کے ہار سے

آراستہ ہے -

اس رُت کی صبح میں کنول کے پھول [illegible] کی کلیاں کھلاتی ہیں ایک

نہایت ہی حسین اور جوبن پر آئی ہوئی کنواری کی [illegible] جاتے ہیں - اور جب

چاند کی کرنیں غائب ہو جاتی ہیں تو سوسن کے پھول [illegible] چھپا جاتے ہیں - اور اُنکی

[illegible] عورتوں کی ہنسی ہے [illegible] ہیں -

[illegible] لال کنول کے پھول [illegible] حسینوں کی آنکھوں

کا حُسن - [illegible] حسینوں [illegible] کی خوشنمائی

گل دوپہری کے پھولوں میں [illegible] کانوں کی [illegible] دیکھنے والے

پھرتا ہے اور [illegible] ہیں -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خوبصورت [illegible]

کے چہروں کو [illegible] - حسینوں کی [illegible]

[illegible] گل دوپہری کے پھولوں کی [illegible]

دے دی ہے اور خود غائب ہو جانے کو ہے -

موسم شریف جسکا چہرہ کنول کے پھول کا ایسا ہے - جس کی آنکھیں لال کنول کی سی ہیں - جو کاس کے پھولوں کا سفید لباس پہنے ہوئے ہے اور جو سوسن کے پھولوں کی طرح مسکرا رہا ہے - تمہارے دلوں کو بے انتہا خوشی دے - ویسی ہی خوشی جیسی کہ کسی نشے میں ڈوبی ہوئی نازنین کے دل میں ہوتی ہے -

ہیمنتا یا اوس کی رُت

پیاری - اُوس کی رُت آ پہونچی - پودھے نئی نئی پتیاں نکل آنے سے اس رُت میں بڑے خوبصورت ہو گئے ہیں - تو دھر (پٹھانی لودھ) کے درختوں میں کلیاں آ گئی ہیں - جھربیریاں پک کر تیار ہو گئی ہیں - کنول کھل گیا ہے - اور اوس کثرت سے پڑ رہی ہے -

اُٹھتے جوبنوں والی دلرباؤں کے سینوں پہ صندل کے ٹیکے نہیں ہیں - اور بدن کو نوازشی کے پھول اور چاند کی اُجلی کرنوں کو ایسے آبدار موتیوں کے ہار نہیں آراستہ کرتے -

نازنینوں کی کلائیوں اور بانہوں پر چوڑیاں اور جوشن وغیرہ ٹکنے نہیں پاتے - اور یوں ہی نہیں کپڑوں کو اُنکی کمر اور چھاتی پر ٹھہرنا نہیں نصیب ہوتا -

کنواریاں اپنی نازک گردنوں کو سونے کی جڑاؤ زنجیروں سے اور اپنے کنول کے ایسے پاؤں کو بچھوؤں سے نہیں سنوارتیں -

نازآفریں دلربائیں شربتِ وصال پلانے کے لیے یہ سامان کر رہی ہیں کہ پنڈلیوں کو ہلدی میں رنگتی - کنول کے ایسے مکھڑوں کو پتیوں سے سنوارتی - اور سروں کو کالے اگر اور لوبان کی خوشبوؤں میں بساتی ہیں -

وصل کی گرمجوشیوں سے نازک بدن معشوقوں کے چہرے پیلے پڑ گئے ہیں - اور خوشی کا جوش بڑھنے پر بھی یہ اندیشہ انکھیں زور سے نہیں ہنسنے دیتا کہ ہونٹھوں کو عاشقوں کے دانتوں نے زخمی کر دیا ہے -

جاڑے نے نازنینوں کے سینوں اور رانوں پر دست درازی کی ہے - اس کی

دست بردے وہ صبح کو اُٹھ اُٹھ کے روتی اور یون ٹپ ٹپ آنسو گراتی ہین جیسے
پتیون پر سے شبنم کی بوندین گرتی ہون -

کھیتون کی مینڈین لوگون کے دلون کو خوشی سے از خود رفتہ کیے دیتی ہین -
جہان جھربیریون کی گھنی جھاڑیان ہین - ہرنیان اُنھین رونق دے رہی ہین - اور
اُن خوبصورت سارسون کی اُن مین آوازین گونج رہی ہین جو ادھر اُدھر ٹہلتے
پھرتے ہین -

ٹھنڈی جھیلین دیکھنے والون کا دل ہاتھ سے چھینے لیتی ہین - اسلیے کہ خوب
کھِلے ہوے لال کنول کے پھولون - مستی پر آئے ہوے ہنسون - اور پاک و صاف
پانی کا زیور پہنے ہوے ہین -

او پیاری - مہندی کی جھاڑیون کو برف مین چلی ہوئی ٹھنڈی ہوا بار بار چھیڑتی
ہے اور اُن پر بیچاری عورتون کی طرح زرد اور افسردہ کیے دیتی ہے جو اپنے پیا کے برہ
کی ستائی ہوئی ہین -

پھولون کا امرت پینے سے لوگون کے منھون سے خوشبو آ رہی ہے - اُنھین کی
سانسون نے اُنکے پنڈون کو خوشبو مین بسا دیا ہے - اور وصال کے شوق مین وہ
ایک دوسرے کے گلے مین ہاتھین ڈالے اور لپٹے ہوے ہین -

وصال کی بے رحمی کی گرمجوشیان جوشِ شباب مین ڈوبی ہوئی کنواریون کی
صورتون سے یون آشکارا ہین کہ ہونٹون پر دانتون نے نیل ڈال دیے ہین - اور
سینون پر ناخنون کے کھرونچے بنے ہوے ہین -

بعض دلربائین آئینے ہاتھ مین لیے صبح سویرے سورج کی تازی کرنون مین
اپنے پھول سے ایسے مُکھڑون کا بناؤ کر رہی ہین - اور اپنے اُن نازک ہونٹون کو خود
کاٹ رہی ہین جنھین رات کو عاشقون کے دانت کاٹ چکے ہین -

کوئی باہوش وصل کی دست درازیون سے بہت تھک گئی ہے - رات بھر
جاگنے سے آنکھین لال ہو گئی ہین - اُلجھی ہوئی زلفین بچھونے کے کونون تک بکھری
ہوئی ہین - اور سورج کی ہلکی ہلکی کرنون کی گرمی پا کے اُسکی آنکھ لگ گئی ہے -

دوسری نازک بدن کامنی جو اپنی کالی کالی زلفون مین بہت پیاری معلوم ہو رہی

ہے - اور اپنے اُبھرنے والے جوبنون ہی کا بوجھ اُٹھاتے اُٹھاتے تھک گئی ہے - اُن ہارون کو جو باسی ہونے اور روح افزا خوشبو کے جاتے رہنے سے پہلے پہنے گئے تھے گلے سے نکال نکال کے پھینکتی اور بالون کو سمیٹ سمیٹ کے جوڑا باندھتی ہے -

ایک اور جوانی پر آئی ہوئی نازنین اپنے عاشق کو دولتِ وصل سے مسرور دیکھکے خود بھی خوش ہو گئی ہے - اس خوشی مین اُسکے ہونٹون کا رنگ روپ اور بڑھ گیا ہے - وہ بکھری ہوئی زلفون کو باندھنے کے لیے سمیٹتے سمیٹتے اپنی ابرون مین ایک خفیف سا خم بھی پیدا کر دیتی ہے - اور پہلا لباس اُتار کے نیا جوڑا پہنتی ہے -

بعض مہ جبین پریزادین وصل کی محنت مین بہت ہی تھک گئی ہین - اُنکا پنڈا چور ہو گیا ہے - رانین جنھین وہ پھیلائے ہوے ہین - اور چھاتیان سوج گئی ہین - جس دُکھ کے دور کرنے کے لیے وہ اپنے پنڈون مین خوشبودار تیل اور ہلدی مل رہی ہین -

گانون کے اطراف و جوانب مین پکی جھربیرون کی جھاڑیون کی کثرت ہے - یہ اوس کی رُت جو بہت سی خوبیون کی کھان ہے دلربا نازنینون کا دل چھیننے والی ہے اور جسمین سارس کی آوازین گونجتی رہتی ہین - تمھاری خوشیون کو بڑھاتی رہے -

آنے والی گھڑی

اے بُعد کے دُھندلکے کی نقاب کے اندر سے جھانکنے والے سرِ بفلک پہاڑو! تمھارے سانولے چہرے مین کون سی خوبیان اور تمھاری خوشنما چوٹیون مین کس قسم کی دلربائیان ہین کہ موسمِ بہار مین جب دُنیا کی بہار زورون پر ہوتی ہے - اور انسانی طبیعتین ہر دلچسپی کے سامان سے لطف اُٹھانے کو تیار ہوتی ہین اُسوقت بھی ہماری نگاہین گرد و پیش کی ساری بہار اور پاس کی تمام دلچسپیون کو چھوڑ کے تمھارے چہرۂ زیبا کی طرف متوجہ ہو جاتی ہین - یہ کیا بات ہے کہ وہ بلند چوٹیان جو مسافت کی تیرگی کا برقع اوڑھے ہوے ہین پاس کی پُرفضا مرغزار اور قریب کے کھیتون کی لہلہاتی ہوئی بہار سے زیادہ بارونق اور خوشگوار نظر آتی ہین - اُنکے عیوب بھی حسن بنکے ہماری آنکھون کے سامنے پہنچتے ہین اور اُنکے نشیب و فراز مین بھی ایک عجیب نظر فریب موزونیت دکھائی دے رہی ہے - چوٹیان کسی معشوقۂ ملیح کا اُبھرا ہوا سینہ ہین تو

دروں اور فضاؤں کو ڈھکا ہوا سلسلہ کسی کی زلف گرہ گیر کا پیچ و خم ۔ اگر تیرگی کسی کافر
چشم کی آنکھ کا سرمہ ہے تو اُٹھ کر اسے اور کبھی کسی چہرۂ زیبا کے خط و خال ۔ یہ جانتے
ہیں کہ پاس جا کے دیکھیں گے تو سوا سنگلاخ چٹانوں ۔ قدم قدم پر دامن پکڑنے والے
کانٹوں ۔ غیر موزوں نشیب و فراز ۔ تھکا کے بٹھا دینے والی چڑھائی ۔ وحشتناک جنگل ۔
اور دیوؤں کی طرح منہ پھیلائے ہوئے غاروں کے کچھ نہ ہوگا ۔ مگر انھیں [illegible] اور آزادہ
چیزوں پر دُور سے کچھ ایسا سماں نظر پڑتا ہے کہ جی چاہتا ہے کسی کے پیارے چہرے
کے عوض انھیں پر جان قربان کر دیجیے ۔ آخر یہ بات کیوں ہے؟ اور [illegible]
دھوکا دے رہا ہے؟

یہ فقط دوری ہے جو ہمیشہ کارخانۂ قدرت کی مشاطہ گری کیا کرتی ہے ۔ یہی مسافت
ایک طرف ہماری نگاہوں پر جادوگری اور دوسری طرف ان پہاڑوں کو لاجوردی
خلعت پہناتی ہے ۔ یا اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں کہا جائے کہ یہ کوہسار
ہنوز ہمارے پاس نہیں آئے ۔ بلکہ ابھی تک "آنے والی گھڑی" کے آغوش میں ہیں
اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری کرشمہ سازی اور جادوگری اسی "آنے والی گھڑی"
کی ہے ۔ جو ہر چیز اور ہر کام کو ہماری نظروں میں دلفریب اور دلربا بنا دیا کرتی ہے ۔

اے "آنے والی گھڑی" ہم بیان نہیں کر سکتے کہ تجھ میں کیسی کیسی دلچسپیاں اور
کیا کیا مزے ہیں ۔ تیرے دامن میں ہم اپنی ہزارہا آرزوؤں کو پلتے ہیں اور لاکھوں
ارمانوں کو تیرے ہی آغوش میں تھپک تھپک کے سُلا دیتے ہیں ۔ تو ہر بیکس و حرمان
نصیب کا سہارا اور ہر شکستہ پا کے ہاتھ کا عصا ہے ۔ تو ایک عجیب جادو بھری اور طلسمی
دوربین ہے جس میں ہر شخص اپنے مذاق اور اپنے مطلب کی چیزیں دیکھا کرتا ہے ۔ [illegible]
نصیب اپنی معشوقۂ نازآفریں کا چہرۂ زیبا ۔ اولاد کے نہ ہونے والے [illegible]
صورت ۔ بیوہ مایوسی ہی کے دامن میں طرح طرح کی دلچسپیاں ۔ قوم اپنی [illegible] کی زندگی
میں ہر قسم کی ترقیاں ۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

کو وقت کو یا نصیب اپنا عیب چھپانے بلکہ اپنے سر سے الزام کی بلا ٹالنے کے لیے
یہی کہیں گے کہ "افسوس وفا دے گئی" موجودہ گھڑی کی ہمیں قدر نہیں - اسکی قدر
تو کچھ وہی لوگ خوب جانتے ہیں جو فی الحال ترقی کر رہے ہیں - جن لوگوں کا سرمایۂ ناز
صرف گذشتہ نسل کی ترقیاں اور بزرگوں کے کارنامے ہوں اُنھیں موجودہ گھڑی اور
اُسوقت سے کیا سروکار جو گذر رہا ہے - اور ہمیں کس موجودہ نعمت اور کس ہمصحبت
دوست کی قدر ہے جو اُسکی ہوگی - لہذا ہماری ساری امیدیں تو اسی "آنیوالی گھڑی"
کے دم سے قائم ہیں -

ہم اس "آنے والی گھڑی" میں اچھی اچھی آرزوؤں - مزے مزے کی تمناؤں
خوشگوار لطفوں - اور دل خوش کن کامیابیوں کے منصوبے باندھتے ہیں - جن کا تخیل
ہمارے دل کو ستاتی ہیں اور کامیابیوں کا چاروں طرف ہجوم ہوتا ہے اُسوقت یہ
"آنے والی گھڑی" دور ہی سے ہمیں ایسی ایسی ترقیوں اور کامیابیوں کی دلفریب صورتیں
دکھاتی ہے کہ ہم محو حیرت ہو جاتے ہیں - اور جب ہمارے گوش دل میں اُسکی یہ الہام
کی ایسی اطمینان بخش صدا آتی ہے کہ "یہ سب تیرے لیے ہیں" تو پھر ہمیں نہ کوئی صدمہ
یاد رہتا ہے اور نہ کوئی رنج و الم - ہماری اُس پُر مصیبت زندگی کو صرف یہی چیز
گوارا بلکہ خوشگوار بنائے ہوئے ہے کہ زندگی کے آنے والے میدان ہیں اور اُس کے
اُن مرغزاروں میں جن میں ابھی ہمارا گذر نہیں ہوا ہے ہم عجب جوش مسرت سے اُن
خوشیوں اور دلچسپیوں کو دیکھا کرتے ہیں جنھیں اُمید دور سے دکھا دکھا کے ہماری
دلفریبی و دلربائی کیا کرتی ہے - اور اسی کی برکت ہے کہ سامنے کا ہر منظر جو دھندلکے
کے دامن کے اندر سے مٹا مٹا نظر آتا ہے ہمیں اُن تمام مناظر سے زیادہ دلچسپ
معلوم ہوتا ہے جنھیں ہم طے کر چکے ہیں - اور اسی شان سے ہر وہ خیالی تصویر بھی
زیادہ دلربا اور نظر فریب دکھائی دیتی ہے جسے واہمہ ہم سے دور ہٹا کے بعد و مسافت
کی تیرگی کے دامن پر بنا دیتا ہے -

واقعی وہ عجیب فرشتۂ رحمت ہے جو ہماری محو حیرت آنکھوں کو اس سامنے کی
"آنے والی" فضا میں لے جاتا اور اُن میں یہ قوت پیدا کر دیتا ہے کہ استقبال کے
تیرہ گوں دامن کو چاک کر کے اُن دلربا صورتوں کو دیکھیں جو اور کسی جگہ نہیں نظر

ہو سکتی ہے - مگر اسکی کتنی بڑی عجیب وہ فرشتۂ غضب ہے جو "موجودہ گھڑی" پر مسرت
ہے حقیقت میں یہ کتنی بڑی افسوس کی بات ہے کہ وہی "آنیوالی گھڑی" جب پاس
آپہونچتی ہے اور "موجودہ گھڑی" بن جاتی ہے تو نہ کہیں وہ دلچسپیاں ہوتی ہیں اور
نہ وہ دلفریبیاں - نہ اُن آرزوؤں کا پتہ لگتا ہے جنھیں ہم نے اس آنے والی گھڑی
کی گود میں تھپک تھپک کے سُلایا تھا - اور نہ اُن ارادوں کا جو اسکے دامن میں
پل رہی تھیں -

آہ! کیا قیامت ہے کہ ہم دل میں جو جو منصوبے باندھتے ہیں اور جن جن ہوسوں
کو تیرے دامن سے وابستہ سمجھتے ہیں جب تو ہمارے پاس آپہونچتی ہے تو وہ سب
ایک خواب و خیال کی طرح محو ہو جاتے ہیں - ہم اپنے دل سے عہد و پیمان کرتے ہیں
کہ "آنے والی گھڑی" میں یہ کرینگے اور وہ کرینگے - اس اس طرح پسینہ بہا کے
کوشش کرینگے اور یون جان توڑ توڑ کے محنت و مشقت کرینگے" - مگر اودھر وہ آئی
اور ہم اُس سارے عہد و پیمان کو بھول گئے - اور جس طرح تمام موجودہ گھڑیوں کو پڑے
ہی پڑے کاہلی و غفلت سے کھو دیا کرتے ہیں تجھے بھی کھو دیا - سچ بتا! تو وہ دلدار
نازآفرین تو نہیں جسکا وصل نصیب ہوتے ہی ہم اپنی ساری شکایتیں اور دل کے
تمام منصوبے بھول جایا کرتے ہیں؟ تو وہ پریوش تو نہیں جسکا ایک جلوہ ہوشربا ساری
آرزوؤں اور ارمانوں کو بُھلا دیا کرتا ہے؟ نہیں - ایسا نہیں ہے - وصالِ یار جتنا
تو مسرت و کامیابی کی محویت پُرانی آرزوؤں کو بُھلاتی ہے - اور تو جب پاس آکے
پہونچتی ہے تو بجائے خوشیوں اور مسرتوں کے ہر طرح کی مصیبتوں اور ہر قسم کی فکروں
کو اپنے ساتھ لاتی ہے -

افسوس "آنے والی گھڑی" میں [illegible] امیدوں کا جلوہ دیکھنے کے
علاوہ ہم نے کیسے کیسے خیالی کرشمے دیکھ پائے تھے؟ اس آنیوالی گھڑی [illegible]
اپنے خیال کی طبع آزمائی سے کیسی کیسی عالیشان عمارتیں قائم کی تھیں؟ کیسے کیسے [illegible]
اور روح افزا باغ لگائے تھے؟ جن میں تیرے دامن تک اپنا ہاتھ پہونچنے کے بعد
دیکھا تو وہ تمام عمارتیں منہدم تھیں - اور وہ چمن شداد کی جنت کی طرح نظر سے غائب
تھے - آہ! کیا کسی اور کو بھی یا ہمیں کسی اور حالت میں بھی اتنا بڑا نقصان برداشت

کرنا پڑا تھا ہرگز نہیں ۔ اے "آنیوالی گھڑی" بیتی تو اپنی "آیندگی" کی حالت میں دریا دشفیق تھی اُتنی ہی "موجودگی" کی حالت مین تو ظالم و ناخدا ترس ہے ۔

ہم زمانے کی تیز رَو گاڑی مین بیٹھے ہوے ہین جو بڑی تیزی کے ساتھ دنیا کی بہار دکھاتی ہوئی ہمین عرصۂ ہستی سے نکالے لیے جاتی ہے ۔ آنے والی چیزون کے دیکھنے کا شوق اتنا بڑھا ہوا ہے کہ پیچھے پھر کے دیکھتے نہین ۔ موجودہ گھڑی پر تیز رَوی کے سبب سے نظر نہین جمتی ۔ آنے والی فضا مین طرح طرح کے زندگی بخش سبزہ زار اور عجیب عجیب قسم کے لہلہاتے ہوے کھیت ہین ۔ امیدین یقین دلا رہی ہین کہ اُن مرغزارون مین پہونچ کے ہم اپنی روح تر و تازہ کر لین گے ۔ اور اُن کھیتون سے اپنے حوصلے کے کھلیان اور اپنی ہوس کے کھتے بھر لین گے ۔ مگر قریب آتے ہی وہ مرغزار اور کھیت کچھ ایسا بہروپ بدل کے اپنی دلفریب صورت اسقدر بگاڑ کے ۔ اپنی صورتون پر کچھ ایسا بے مزہ بُرقع ڈال کے ۔ اور اس عجلت و تیزی سے نکل جاتے ہین کہ ہم دیکھتے ہی رہ جاتے ہین ۔ پاس سے گذرتے ہین اور ہمین خبر نہین ہوتی بلکہ ہم تو یہ کہین گے کہ ہماری بدقسمتی سے یہ گاڑی ہی ہماری تمام آیندہ خوشیون اور مسرتون کو کچلتی اور پیستی ہوئی نکل جاتی ہے ۔

کیا اچھا ہوتا اگر اے "آنیوالی گھڑی" تو ہمیشہ آنے والی ہی رہتی ۔ کبھی آ نہ چکتی ۔ یہ عمر روان کی گاڑی کسی ایک ہی جگہ پہ کھڑی رہ جاتی اور ہم موجودہ حالت سے قطع نظر کر کے جس مین تکلیفون اور مصیبتون کے سوا کچھ نہین ۔ آنیوالی آرزوون اور امیدون کا خواب ہی دیکھا کرتے ۔ کیا خوب کہا ہے جذبات فطرت سمجھنے والے دہلوی شاعر نے ۔

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن ـــ بیٹھے رہین تصور جانان کیے ہوے

ٹوٹا ہوا ستارہ

ہماری نظرین جس شوق سے ایک ٹوٹے ہوے تارے کے ساتھ دوڑتی ہین اس طرح ان آہستہ خرامی کی ادا دکھانے والے شاہدان فلک یعنی تارون مین سے کسی ایک کے بھی چہرۂ زیبا کی طرف نہین دوڑتین ۔ چاند اور سورج کے گِرد اور روشن

چہرے روز ہی اپنی آب وتاب اور اپنے حسن کی بہار دکھایا کرتے ہین - مگر ہم نے انھین
اس توجہ و مصروفیت سے کبھی نہین دیکھا جیسے کہ اُس روز دیکھتے ہین جب یہ کمہلائے
ہوئے ہوتے ہین - اور انکے بٹے ہوے حسن - بگڑے ہوے بناؤ - اور انکے اداس چہرون
پر ایک حسرت برستی ہوتی ہے -

بعینہ اسی طرح جس متاثر دل اور محویت کی نگاہ سے ہم کسی ٹوٹے ہوے کھنڈر -
منہدم قلعے اور شکستہ ایوان کو دیکھتے ہین آباد محلون - باشان وشوکت قصرون - اور
بارونق ایوانون کو ہرگز نہین دیکھتے - دنیا کے مشہور و معروف شہرون مین جاتے - انکی
عالیشان عمارتون کی سیر کرتے - اور انکے خوشنما محلون اور سربفلک قصرون کے پاس
سے ہوکے گذرتے ہین - لیکن اُن مین ہمین کبھی کوئی ایسی بات نہین نظر آتی کہ خواہ
مخواہ ٹھہرنا پڑے اور انھین غور و دلچسپی سے دیکھنے پر مجبور ہو جائین - مگر اسکے مقابل
جب ہمارا گذر ان پرانے شکستہ محلون - اُفتادہ ایوانون - اور منہدم قلعون کے پاس
سے ہوتا ہے تو حسرت پُر درد آوازے ہمین پکارتی - عبرت چونکاتی - اور بیکسی ہمارا
دامن پکڑ لیتی ہے - اور ہزار عجلت ہو مگر ہمارا قدم رُک ہی جاتا ہے - کسی زبردست کشش
سے مجبور ہوکے ہم وہان کھڑے ہو جاتے ہین - نظر اُٹھاتے ہی عبرت کی ایک تصویر
ہمارے پیش نظر ہو جاتی ہے - اور ہم اُس داستان حسرت کو سننے لگتے ہین جسے وہ
اپنی خاموش زبان سے سناتے اور اپنی متانت کے چشم و ابروے اُس مین اثر
پیدا کرتے ہین -

دنیا کے آباد اور بارونق محلات مین چاہے کیسے ہی دولت کے کرشمے -
اور جاہ و ثروت کے نمونے ہون مگر وہ کشش اور دلچسپی ہرگز نہین جو ان شکستہ عمارتون
اور منہدم آثار سلف بلکہ گری پڑی اینٹون مین ہے - تمہین قدامت کی ان عبرت خیز
یادگارون پر رشک آتا ہوگا - اور بے شک آنا چاہیے - تم چند روزہ دولت کے
نشے مین اس قدر چور ہو کہ نہ تم مین ایسے سچے جذبات ہین اور نہ تمھاری حس اس قدر
صائب ہے - تم مین یہ مادہ ہی نہین رہا کہ دوسرون کے انجام سے اپنی ہستی موہوم
کے متعلق کوئی سبق حاصل کرو -

دیکھو ! ان عالیشان آباد اور بارونق قصرون مین ہر قسم کی دھوم دھام ہے -

انکا عروج عنفوان شباب کے مزے لے رہا ہے - ان مین ہر طرح کی دلچسپیون کے سامان ہین شان و شوکت ہے - دولت و حشمت ہے - مگر ان سب چیزون مین طفلانہ مزاجی کی بو آرہی ہے - سب کچھ ہے لیکن ایک فلسفی اور عالی خیال حکیم کے مذاق کی دلچسپیان نہین ہین

اے فخر و ناز سے سر اٹھانے والے ایوان! تجھ مین چہل پہل ہے - شور و ہنگامہ ہے - آنے جانے والے بھیڑ لگائے ہوے ہین - ایک میلا سا لگا ہوا ہے - دولت کے کرشمے ہین - امارت کی خود پرستیان ہین - اور اُس دولت پر جو خدا کی سب سے بڑی رحمت و نعمت ہے ہر قسم کے ظلم ہو رہے ہین - تجھ مین غرور ہے اور خود ستائی ہے - ناعاقبت اندیشی ہے اور نشۂ بادۂ نخوت ہے - جو لوگ تیرے سامنے کھڑے ہوے چلا چلا کے دعائین دے رہے ہین اُن مین جیسی اور جس قدر خوشامد اور چاپلوسی ہے اُس سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ اُن لوگون کی بے زبانی کی بددعا مین اثر ہے جو تیرے ستائے ہوے ہین اور تیرے قدمون کے پاس خاموش کھڑے ہین -

افسوس تو اپنی شانداری و خوشنمائی پر نازان ہو کے منہدم محلون اور سرنگون ایوانون کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتا - اور اپنی موجودہ رونق پر اترایا جاتا ہے - مگر یہ نہین دیکھتا کہ تیرے دامن مین کیسے کیسے دھبے ہین - اور تیرا آغوش کس قدر ناپاک ہے - تجھ مین دنیا بھر کی بداخلاقیان اور ہر قسم کی سیہ کاریان ہین - تجھ مین عیش پرستیا اور ناعاقبت اندیشیان ہین - تجھ مین انتہا درجے کی غفلت ہے اور نہایت ہی خطرناک نکبت - تجھ مین حقیقت و اصلیت کا نام و نشان نہین بلکہ جو کچھ ہے نمائش اور بناوٹ ہے - تیرے خوبصورت دروازون پر پُر تکلف اور نظر فریب پردے پڑے ہوے ہین - مگر وہ پردے ان سے زیادہ موٹے اور سنگین ہین جو تیرے مکینون کی آنکھون پر پڑے ہوے ہین - تجھ مین وہی لوگ آتے ہین جو تیرے اصلی دشمن ہین - اور وہ لوگ تجھ سے دور ہی دور بھاگتے ہین جو تیری خرابیون - تیرے نقصانون اور تیری نکبتون کو بخوبی سمجھ گئے ہین - اور جو تیرے حقیقی دوست ہین - ہمین صاف نظر آرہا ہے کہ تو نے اپنے بدخواہون اور دشمنون کو گود مین بٹھا لیا ہے - اور دوستون اور خیر اندیشون پر اپنا دروازہ بند کر دیا ہے - افسوس! نہ اپنے سچے دوستون کے لیے تیرے آغوش مین جگہ ہے اور نہ تیرے مکینون مین اُنکی قدر کرنے کی لیاقت ہے - آہ! تو

وہ شکر بن گیا ہے جسپر بھڑین بیتابی اور آزفتگی سے دوڑ دوڑ کے گرتی ہین جو کسی دن تیرے مکینون ہی کے ڈنک مارین گی۔

تیرے سامنے نوکرون چاکرون کا ہجوم ہے۔ چوبدار اور شاگرد پیشہ دوڑ رہے ہین۔ نوبت بج رہی ہے۔ اور طرح طرح کے نغمے سنے جا رہے ہین۔ شان و شوکت کے اظہار اور دولتمندی کا ٹھاٹھ دکھانے کے لیے بہت سا جلوس جمع ہے۔ مگر افسوس کہین یہ وہ جلوس نہ ہو جو مُردے کو آخری دھوم دھام کے ساتھ قبر کی طرف لیجاتا ہے۔

اے بدکاریون کے گھر۔ اور اے شہوت پرستیون کے نشیمن۔ تیری ظاہری نمایش چاہے کیسی ہی نظرفریب ہو۔ اور تو اپنے دکھاوے کی باتون سے چاہے کیسا ہی دھوکا دیتا ہو مگر تیرا باطنی رُخ اس قدر تیرہ و تار ہے کہ تو وہ کاجل کی کوٹھری بنا ہوا ہے جس مین اگر کوئی ایک گھڑی کو بھی آجاتا ہے تو اُسکے دامن مین دھبہ ضرور لگ جاتا ہے۔

تیرے مکینون نے صفحاتِ تاریخ کو کبھی عاقبت اندیشی کی نظر سے دیکھا ہوتا تو انھین نظر آتا کہ ان شکستہ و منہدم ایوانون مین جو انقلاب زمانہ کی مار کھا کے اور بیوفائی روزگار کا تجربہ اُٹھا کے ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے ہین۔ کبھی تجھ سے زیادہ شان و شوکت اور دھوم دھام تھی۔ اُنکی سطوت اور اُنکا جبروت تیرے رعب و داب سے کہین زیادہ بڑھا چڑھا تھا۔ جو قوت اور جیسی حکومت ان ٹوٹے کھنڈرون والون کو حاصل تھی تیرے مکینون کو ہرگز نصیب نہ ہوگی۔ اسلیے کہ اب پبلک کی قوت امارت و شاہی کی قوت سے بڑھ گئی اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ نہ اب ویسے بادشاہ پیدا ہونگے اور نہ ویسے امرا و رؤسا مگر اُنھین بھی زمانے نے تیرے مکینون کی طرح دھوکا دیا۔ وہ غلط فہمی سے یہ سمجھ گئے کہ دنیا کا ہمیشہ یہی رنگ رہیگا۔ اور اسی غلطی وناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے کہ اُنکے قصر و ایوان آج اس حالت مین پڑے ہین کہ دوسرون کے لیے سرمایۂ عبرت اور تیرے لیے آیندہ قسمت کی تصویرین ہین۔ اور قدرت نے اُنکے بگڑے ہوے حسن۔ اُنکی حسرت و یاس۔ اُنکی عبرت ناک صورت اور اُنکی خاموش زبان مین وہ درد اور اثر پیدا کر دیا ہے کہ جس کشش سے وہ ہمارے دلون کو اپنی طرف کھینچتے ہین تو نہین کھینچ سکتا۔

اے سراپا عروج عالیشان قصر جس مین طفلانہ مزاجیون کے سوا کچھ نہین ہے تو ایک گھڑی کے لیے اپنی اقبالمندی پر ناز کرنے اور اپنی خود پرستی و خود نمائی کو چھوڑ کے ذرا یہ تو دیکھ کہ اُس ٹوٹے پھوٹے کھنڈر مین کیا کیا باتین ہین جو تجھ سے دور ایک نہایت ہی خاموش و سنسان مقام مین کھڑا ہے اور اپنی زبان حال سے عجب حسرت و درد کے لہجے مین قدامت کی داستانین سُنا رہا ہے۔

وہ تاریخ کا ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ ورق ہے۔ کسی اگلی بزم طرب اور گذشتہ صحبت عیش کے گُل ہونے کے قریب پہونچی ہوئی شمع ہے۔ اُسکے نقش و نگار کسی گذرے اور مٹے حسن کے بگڑے ہوے خط و خال ہین۔ اُسکے شکستہ اور گرے ہوے کنگرے وہ سر ہین جنھین سرکشی کے جُرم مین زمانے کے بے رحم ہاتھ نے مار مار کے زبردستی اپنے آگے زمین پر جھکا دیا۔ وہ مجسم کتاب نصیحت اور مرقع عبرت ہو رہا ہے۔ اُن سرکشون کی سرگذشت سناتا ہے جو اپنے سامنے کسی کی ہستی نہ سمجھتے تھے۔ اور آخر قدرت کے دربار سے سزایاب ہوے۔ اُن حقیقت شناسون کو یاد دلاتا ہے جو دنیا کی بے ثباتی دیکھکے ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے۔ نمایش اور خود پرستی کے سارے سامان اُس سے چھین لیے گئے اور اب جو کچھ رہ گیا ہے وہ صرف حقیقت و اصلیت ہے۔ اب اُس مین نہ وہ چند روزہ دولت کا غرور ہے اور نہ وہ امارت کی بدمستی و خود فراموشی۔ نہ سفلہ جاہ و حشمت کی نیرنگیان ہین اور نہ غیر پایدار شان و شوکت کی خود پرستیان۔

اے پرانے ایوان کے ٹوٹے ہوے کھنڈر! تجھ مین ایک صاحب باطن صوفی صافی کی ایسی سادہ مزاجی ہی نہین بلکہ محویت و از خود رفتگی بھی ہے۔ دنیا ہر پرانی چیز کو ایک متبرک اور دور اولین کی یادگار سمجھ کے ادب و عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اسی خیال سے اب وہ تیرا ادب بھی کرنے لگی ہے۔ اور جس طرح دنیا پرست لوگ کسی تارک الدنیا مرد خدا کی زیارت کے لیے بڑے شوق سے جاتے ہین اسی طرح اب تیری زیارت کے لیے بھی ہر ملک کے قافلے روانہ ہونے لگے ہین۔ مصر مین جا کے وہ ممفس اور تھیبس کے سنسان ویرانون مین کھڑے ہوتے ہین اور تجھے ایک عقیدت کیش کی طرح نہایت ادب کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔ شام مین وہ بعلبک اور پالمیرا کے گرے پڑے پتھرون پر کھڑے ہو کے تیرا دلکش جلوہ دیکھتے ہین۔ اور تیرے کائی بھرے

دامن کو کسی کے متبرک دامن کی طرح آنکھوں سے لگاتے ہیں - بغداد و موصل کے قریب
وہ بابل و نینوا کے افتادہ در و دیوار ہیں ایک ہیبت بھرے دل سے آہستہ آہستہ قدم
رکھتے ہوئے جاتے ہیں اور خلوص دل و عقیدت کیشی سے تیرے قدم چومتے ہیں - ایلورہ
اور اجنتا کے پہاڑوں میں کھدے ہوئے پُرہیبت و عظمت بتکدوں میں وہ تیرا ادب
کرتے ہوئے قدم رکھتے ہیں اور دہلی مرحوم کی پُرحسرت افتادہ عمارتوں میں اب تیرے
لیے جن آداب کا وہ لحاظ رکھتے ہیں شاید شاہی کے اُس رعب و داب میں کہ زمانہ نہ
رکھتے ہوں گے - بہرحال جہاں جہاں تیرا جلوہ نظر آرہا ہے وہاں اگرچہ حسرت
ہی حسرت برس رہی ہے - اور سوا سنسان منظر بھیانک محرابوں - اور شکستہ ثبات
ستونوں کے کچھ نہیں ہے - مگر ہر طرف کے قافلوں کا رُخ زیادہ تر تیری ہی طرف
پھر گیا ہے - اسلیے کہ جیسا اچھا سبق تیری خاموش صحبت اور تیری پُرجلال صفات
اُنھیں دیتی ہے ویسا نہ کسی مدرسے میں مل سکتا ہے اور نہ کسی صحبت و عظ میں - اور کیونکر
نہ ہو - جس طرح جوانی کی بے اعتدالیوں سے بڑھاپے میں متنبہ ہو کے کوئی با خدا اور
نیک نفس و پاک باطن ہو جاتا ہے اُسی طرح اے اگلے زمانے کے [illegible]
ساری نمایشوں - کُل اخلاقی بُرائیوں اور سارے عیوب کو دُور کر کے پاک صاف
اور پاک باطن ہو گیا ہے - اگلی سیاہ کاریوں کے دھبے تیرے دامن سے دُھل گئے - اور
اب تیرا دروازہ اُن بد اخلاقیوں کے لیے کبھی نہ کُھلے گا - وہ پرانی بدمستیاں اور
خود پرستیاں تجھ سے دور ہو گئیں - اور اب پھر وہ بیحیائی و بے شرمی کی صحبتیں
تجھ میں کبھی نہ ہونگی - اب تیرا سکوت اُن حقیقت شناسوں کو یاد دلاتا ہے جو دنیا کی
بے ثباتی دیکھکے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے - اور تیری تنہائی اور سنسان حالت اُن
پاکبازوں اور مرتاض ولیوں کی معصومانہ صورت دکھاتی ہے جنھوں نے دنیا کے ہر رنگ کو
پھیکا اور بے مزہ دیکھ کے ترک لذات کر دیا ہے -

اب تجھ میں وہ بدکار رنگین کبھی نہ آئینگے جو عیش پرستی کے وقت دنیا و مافیہا درکنار
خدا کو بھی بھول جاتے تھے - اور اُنکی بدکاریوں کی صحبتوں کا سماں اب کبھی تیری ٹوٹی پھوٹی
محرابوں اور شکستہ چھتوں کے نیچے کبھی نہ نظر آئیگا - وہ تجھ میں اب قدم بھی رکھینگے تو
خدا سے ڈرتے ہوئے - اور اپنے انجام کی ہولناک تصویر دیکھ دیکھ کے سہمتے اور کانپتے

ہوے - اب جس مخلوق نے تجھے اپنا نشیمن قرار دیا ہے وہ بھی دنیا سے ویسا ہی متنفر ہے جیسا کہ تو ہے - ابابیلین تیری گری پڑی چھتوں مین اپنی اسا فردن کی سی رات کاٹتی ہین - چمگادڑین کے فتنوں سے بچنے کے لیے تیرے دامن مین آکے پناہ لیتے ہین اور اُسوقت تجھے چھوڑتے ہین جب دنیا کی ہر بُرائی و بدکاری پر رات آکے اپنا پردہ ڈالدیتی ہے - اُلّو نے تجھے اپنی شب بیداری کی خانقاہ بنایا ہے - جہان وہ گویا سارے عالم سے الگ ہو کے صرف مین لگا تا اور اُس خدا کو یاد کرتا ہے جسکی عظمت و جلال کا جلوہ تیرے سناٹے مین سب جگہ سے زیادہ وضاحت کے ساتھ نظر آتا ہے -

اَچھوتا پن

اے دنیا کے پُرتکلف باغو! اور نظر فریب گلستانو! تمھاری آراستگی مین کوئی کوتاہی نہین کی گئی - تمھین سرسبز و شاداب بنانے اور تمھارے پھولون کو نظر فریب ترتیبون سے سجنے - اور تمھارے پودھون کی رونق بڑھانے مین کوئی کسر نہین اُٹھا رکھی گئی - پھر بھی تم مین وہ دلکشی و نظر فریبی اور وہ زیبائی و رعنائی نہین جو اُن غیر قابل گذر پہاڑون کے قدرتی اور خود رو بیل بوٹون مین ہے جہان انسان کا گذر نہین ہوا - جہان کے پودھون مین انسان کا ہاتھ نہین لگا - جہان کے پھولون تک کسی گلچین کی رسائی نہین ہوئی - اور جنکی روح افزا مہک ابھی کسی کے دماغ سے آشنا نہین ہونے پائی - اس مین کیا راز ہے کہ تم گو ہمارے پاس اور ہم سے قریب موجود ہو ہماری دلربائی کے لیے تم اچھی طرح نکھر بھی گئے ہو - جو لوگ شاہدان چمن کی مشاطہ گری کیا کرتے ہین اُنھون نے ہر طرح کی تدبیرون اور کوششون سے تمھین بنا چنا کے خوب سنوار بھی دیا ہے - اور تم مین ہر قسم کے لطف بھی پیدا کر دیے ہین - مگر ہمارا خیال ہمیشہ ہمالیہ کی اُن پیچیدہ اور دشوار گزار گھاٹیون ہی مین گھسنے کی کوشش کیا کرتا ہے جہان تک ابھی انسان کا قدم نہین گیا - اور جہان کے گُل بوٹے ابھی کسی کی نظر سے نہین گزرے - آخر یہ کیون ہے؟ اور ہم انکے سامنے کے حُسنون اور بیش پا اُفتادہ خوشنمائیون کو چھوڑ کے اُن خیالی تصویرون کے کیون اس قدر والہ و شیدا ہو رہے ہین؟ محض اسلیے کہ وہ ابھی "اچھوتے" ہین - اُنھیں کسی کا ہاتھ نہین لگا - کسی کی

واسطے نئے لذت اُٹھا کے
لذتوں پر جو مہر لگائی ہے
ہے کے ہمیں لالچ دلاسا

باتے ہیں اندا ور ڈھنڈلا
ہے تو مرجھا جاتی ہیں
دستہ بُو دستہ پھیکا
ی سونگھتے اُنکی خوشبو
کے حسن وجمال کو
تے اُنکے حسن کو پھیکا
گھڑی میں بگاڑ
ح کرتے ہیں ایسے
ہے لطف اُٹھانا
اُسکی خوبیاں اگر

[illegible]
رہا ہے جو اچھوتی
ش کرتا ہے۔
کسی کو رسے پینے
ب غذا کا رسیا

جا چکا اور
و نئی آن بان
اور کہیں نئیں
بنئے بانکپن

کی ادا دکھاتے ہوئے آجاتے ہیں تو ہماری بیتابیاں معمول سے بدرجہا زیادہ بڑھ جاتی ہیں - باغوں اور صحراؤں کی سیر کرتے کرتے اگر کوئی نئی وضع کا پھول نظر کے سامنے آ جاتا ہے تو ہم معمول سے کہیں زیادہ ذوق و شوق کے ساتھ اسکی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں - وہ نظر فریب جلوہ جو نظر سے نہیں گذرا - وہ دلکش رسیلی آواز جو ابھی کانوں سے آشنا نہیں ہوئی - اسی طرح ہر لذت و مسرت کی چیز جسے ہماری حس نے ابھی محسوس نہیں کیا - غور سے دیکھیے تو اپنی جگہ پر اچھوتی ہے - اور اسی سبب سے اُس میں لطف بھی بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا ہے -

فردوس بریں کے ہم حد سے زیادہ دلدادہ ہیں - وہاں کی لذتوں کا خیال اور وہاں کی حوروں کا حُسن و جمال جب یاد دلایا جاتا ہے ہم میں ایک عجیب محویت پیدا ہو جاتی ہے - یہ کیوں؟ محض اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہاں کی ہر چیز اچھوتی ہے - نہ وہاں کے پھولوں کو کسی نے دیکھا نہ وہاں کے پھلوں کو کسی نے چکھا - نہ وہاں کے دلکش نغمے کسی کے گوشزد ہوئے - اور نہ وہاں کی مہ طلعت کنواریوں تک کوئی اپنا دست شوق دراز کر سکا - بس یہی اچھوتا پن ہے جو ہمیں اُس ملأ اعلیٰ کے شوق میں بیتاب کیے ہوئے ہے - کہتے ہیں کہ شداد کی جنت اس دنیا میں ایک غیر معمولی زیب و زینت کے ساتھ آراستہ کی گئی تھی مگر تیار ہوتے ہی دنیا سے غائب اور اُس ملاء اعلیٰ کی جنت میں شامل کر لی گئی - اگر یہ صحیح ہے تو اسکا بھی غالباً یہی سبب تھا کہ شداد نے اُس سے لطف اُٹھانا اُسوقت پر ملتوی رکھا تھا جب وہ بنکے تیار اور خوب آراستہ ہو جائے - مگر تیاری کے بعد ہنوز اُس سے کوئی لطف اُٹھانے نہیں پایا تھا کہ یکایک نظروں سے غائب ہو گئی - اور ویسی ہی اچھوتی بنی رہی -

آسمان کے یہ خوبصورت اور روشن تارے جو اپنے دور کے منظر سے نہایت ہی حسین و خوشنما معلوم ہوتے ہیں جن میں انسان کبھی مذہبی عقیدت سے طرح طرح کے کرشمے مانتا ہے اور کبھی اُنھیں اپنی صحبت ہائے عیش کی جان تسلیم کرتا ہے اگر سچ پوچھیے تو اُنکی اصلی خوبی صرف یہ ہے کہ وہ ایک ایسے مامن میں ہیں جہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی - اور ہر ایک کے دست شوق سے بچے رہنے کے سبب سے اچھوتے ہیں - انکی روشن اور آبدار سطح میں کسی کا ہاتھ نہیں لگا کہ اُنھیں میلا اور ماند کرتا

موجودہ علم ہیأت بتا رہا ہے کہ اُن میں روشنی وروشنی خاک نہیں یہ صرف آفتاب کی کرنیں ہیں جو اُنھیں چمکا رہی ہیں۔ اصل میں وہ بھی ہمارے ہی کرۂ ارض کے ایسے کُرے ہیں جن میں ایسے ہی پہاڑ ہیں اور ایسے ہی سمندر۔ ایسے ہی جنگل ہیں اور ویسے ہی سبزہ۔ ہم مانے لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہے۔ مگر اب بھی اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اچھوتے ہیں۔ اُنکے جمال جہان آرا کو کوئی پاس سے جاکے نہیں دیکھ سکا۔ ہماری دنیا والوں میں سے نہ کسی کا ہاتھ اُن تک پہونچا ہے اور نہ کسی کا نقش قدم اُنکی اس سطح پر پڑا ہی جو دُور سے ہمیں عجب لطف دکھایا کرتی ہے۔

حضرت رسالت (صلعم) کا معمول تھا کہ مینہ برسنے لگتا تو آپ اُسکی بوندوں کو اپنے جسم مبارک پر لیتے اور فرماتے "حدیث عہد بربنا" (ہمارے پروردگار کے پاس سے نیا نیا چلا آتا ہے) اور واقعی خیال فرمائیے کہ مینہ میں اعلیٰ درجے کا اچھوتا پن ہوتا ہے؟ ہمارا ہاتھ کیا معنی ہماری ہوا تک اُسے نہیں لگی ہوتی ہے۔ لہذا کس قدر عزیز ہوتا ہے قطع نظر اُن فائدوں کے جو دنیا کو اُس سے حاصل ہوتے ہیں ہم اُس سے لطف کیسے کیسے اُٹھاتے ہیں؟

سچ یہ ہے کہ دنیا میں اگر مزہ ہے تو اُسی چیز میں جس میں کچھ نہ کچھ اچھوتا پن بھی پایا جاتا ہے۔ وہ ناپیدا کنار ریگستان جہاں تشنگی انسان کو موت کا آرزومند کر دیتی ہے۔ وہاں بھی اگر اس جانب خیال جاتا ہے کہ دامن ریگ پر کسی انسان کا نقش قدم نہیں پڑا۔ اور اس جگہ تک ہم سے پہلے کسی کا گذر نہیں ہوا۔ تو اس مصیبت میں بھی دو گھڑی کو کچھ مزہ سا آجاتا ہے۔

یہی شوق ہے جو موجودہ سیاحوں کو باوجود اطمینان وفارغ البالی کے ایک جگہ نچلا نہیں بیٹھنے دیتا۔ ہزارہا حوصلے والے قطب شمالی کی سرزمین کا سماں دیکھنے کے لیے جاتے ہیں اور برف وسردی میں مبتلا ہو کے جان دیتے یا مرتے مرتے بچتے ہیں اُنھیں کس چیز کا شوق اُس غیر آباد اور غیر ممکن السیر حصۂ زمین کی طرف لیجاتا ہے؟ صرف یہ کہ دنیا بھر میں اگر کوئی قطعۂ ارض قطعاً اور یقیناً اچھوتا ہے تو وہی ہے۔ آج تک نہ وہاں کسی کی رسائی ہوئی اور نہ کسی کو اُس جان ستان برف کی زمین اور اُن روح فرسا برف کے پہاڑوں کی طرف قدم بڑھانے کی جراُت ہوئی۔ بس اُس

مقام اور زمان کے نئے منظر کا اچھوتا پن ہے جو لوگون کو اُدھر کھینچ رہا ہے -

اسی اچھوتے پن کی دلچسپی نے ہمارے ہندوستون مین چھوت کا مسئلہ پیدا کیا ہے - بظاہر یہ تنگ خیالی اور معاشرت کی غیر قابل برداشت دشواری نظر آتی ہے کہ کسی نے چوکے مین پانون رکھا اور وہ چھوت ہوگیا - کسی نے کسی برتن کو ہاتھ لگا یا اور وہ گیا گذرا ہوا - کسی کھانے کی چیز تک کسی کا ہاتھ پہونچا اور وہ ناپاک ہوگئی - مگر سچ یہ ہے کہ انھین قیدون کی بدولت وہ ہر چیز مین اچھوتے پن کا مزہ پاتے ہین اور معاشرت کے ہر کام مین تازگی اور جدت کا لطف اُٹھا لیا کرتے ہین -

کوہ قاف کے دامن مین رہنے والے سمجھتے تھے کہ اُس عظیم الشان کوہستان کی ایک ایسی گھاٹی مین جہان کسی کا گذر نہین ہوا ایک دنیاوی جنت ہے - جسکی مسرتون سے وہی لطف اُٹھا سکتا ہے جسکا وہان تک گذر ہو جائے - اور سچے فطرت پرست ہند و معتقد تھے کہ جنت ہمالیہ کی برف آلود چوٹیون کے پاس ہے - انھین پر منحصر نہین انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ جس مقام تک اُسکی رسائی نہ ہو سکے اُسے اپنے خیال مین وہ ہر قسم کی لذتون اور ہر طرح کی نعمتون کا لازوال خزانہ تصور کرتا ہے مگر یہ سب محض اسی سبب سے ہے کہ وہ مقامات اُسکے نزدیک اچھوتے ہین - اور وہان کی لذتون سے ابھی تک کوئی لطف نہین اُٹھا سکا ہے - اگر سچ پوچھیے تو یہ اس اچھوتے پن ہی کا شوق ہے جو انسان کو عموماً سفر کا شائق بناتا ہے اور اولوالعزم سیاحون سے دنیا کے ایک ایک کونے کی خاک چھنوا دیتا ہے -

زمانہ

اگلے حکما کہتے تھے کہ زمانہ حرکت فلکی سے منتزع ہوا ہے - یا دوسرے الفاظ مین یون کہا جائے کہ جب آسمانون نے پہلے پہل حرکت شروع کی تو اُنکے انقلاب نے ایک نئی قسم کی وسعت پیدا کی جو ظرف اور جگہ ہونے کے علاوہ ایک نئی امتدادی حیثیت رکھتی ہے اور جسکی بدولت مختلف چیزون کے قبل و بعد ہونے کی نسبت معلوم ہوتی ہے - بعد والون نے زمانے کو اس سے بھی زیادہ مفروض اور عرضی چیز بتایا - اور کہا آسمان کی حرکت ہی پر منحصر نہین - جہان تک خیال ابتدا و انتہا کے سلسلے کو بڑھا اور پھیلا سکے

وہان تک زمانے کی وسعت بھی پھیلتی چلی گئی ہے -

مگر خیر زمانہ چاہے جو کچھ ہو اور جس چیز سے عبارت ہو - کوئی حقیقی چیز ہو یا فرضی - ذاتی ہو یا اعتباری ہم نے اُسکو اپنی قسمتون کا مالک - اور اپنی خوش اقبالی و بدبختی کا ذمہ دار قرار دے لیا ہے ہم مین سے اگر کوئی شخص ترقی کرتا ہے تو ہم اُسے زمانے کی مساعدت خیال کرتے ہین - اور ہم کو اگر محرومیان اور ناکامیان نصیب ہوتی ہین تو اُسے زمانے کی سرد مہری اور کج ادائی خیال کرتے ہین - سچ یہ ہے کہ انسان کے بہت زیادہ حصے نے زمانے کو کوستے ہی کوستے دنیا کو رخصت کیا - زمانے ہی پر منحصر نہین - قدما کے خیال کے مطابق چونکہ زمانہ آسمان کی گردش سے پیدا ہوا ہے لہذا ہمنے چرخ گردان اور اُسکی گردش کے کوسنے مین بھی کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا -

ہماری تمام تاریخین شکایت زمانہ کے طومار ہین - اور ہماری ساری واقعہ نگاری زمانے کو گالیان دینے کے دفتر - ہم قدیم الایام کے حالات پر نظر ڈالتے وقت کسی بادشاہ کو بے تاج وتخت ہوتے دیکھتے ہین تو زمانے کو بُرا بھلا کہتے ہین - کسی سلطنت کو اُلٹتے اور اُسکے جاہ وجلال کو خاک مین ملتے دیکھتے ہین تو بیساختہ زبان سے نکلتا ہے

ع - تفو بر تو اے چرخِ گردان تفو ۔ ہم نے اپنی تحریرون اور اپنے الفاظ سے گویا یہ اعتقاد ظاہر کردیا ہے کہ دنیا کے بادشاہون کو آزار پہونچا تو زمانے کے ہاتھ سے - اُمرا فلاکت مین مبتلا ہوے تو زمانے کی بے رخی سے - پیغمبرون کو ناکامیان اور نامرادیان حاصل ہوئین تو زمانے کی بے رحمی سے - علما و اولیا اپنی تمناؤن اور اپنی آرزوؤن سے محروم رہے تو زمانے کی ناقدردانی سے - بڑے بڑے کمالات اور اعلیٰ اعلیٰ درجے کے فنون مٹے تو زمانے کی خرابی سے - اور صاحبان کمال کی محنتین اکارت گئین تو زمانے کی لاپروائی سے - خلاصہ یہ کہ اس دنیا کو جو کچھ نقصانات پہونچے سب زمانے ہی کے ہاتھون سے پہونچے -

اس گذشتہ دفتر سے قطع نظر کرکے ہم خود اپنی حالت کی طرف توجہ کرتے ہین تو اور زیادہ بھیری زمانہ کا دُکھڑا سننے مین آتا ہے - ہمارا خیال کبھی اس طرف تو جاتا نہین کہ ہماری ناکامیون اور ہماری نامرادیون مین خود ہماری نالائقی و کاہلی کو بھی کچھ دخل ہے - یا نہین اگر روز بد سے سابقہ پڑتا ہے تو خود اپنے کرتوت اور اپنی ہی

بد اعمالیون سے بلکہ ہمیشہ ہم اپنی تمام ناکامیون کو زمانے کے سر منڈھ دیا کرتے ہین۔
اور آسمان ہی کو کوس کے اپنے دل کی بھڑاس نکال ڈالا کرتے ہین۔ اگر ایک گھڑی کے
لیے ہم اپنی گذشتہ زندگی پر ایک اجمالی نظر ڈالین اور اُن ناکامیون کو بیان کرین جو
ہمین مراحل زندگی طے کرنے مین پیش آتی گئی ہین تو ہم ہر جملے پر یہی کہین گے کہ زمانے
نے ہمین یون ستایا یون پریشان کیا۔ فلان معاملے مین جو نامرادی نصیب ہوئی ہے
وہ زمانے کے ہاتھون سے تھی۔ فلان تجارت مین جو بے نیل مرام رہے تو وہ زمانے
کا جور تھا۔ فلان خدمت اور عہدے سے جو محروم رہے تو وہ صرف زمانے کی درازدستیون
کا ایک کرشمہ تھا۔ الغرض تاریخ ہی نہین ہماری ساری زندگی بھی بدسلوکی زمانہ اور
ناہنجاری چرخ کا ایک طولانی دفتر ہے۔ جس مین ہر موقع پر ہم اپنے آپ کو مظلوم اور
زمانے کو ظالم و جابر۔ اپنے تئین محروم و نامراد اور چرخ عربدہ جو کو جفا جو و ستمگر
بتاتے ہین۔

عشق کی دنیا مین آکے دیکھین تو زمانے کو ہم اور بھی زیادہ بے رحم و جفاکار بتاتے
ہین۔ انسان کے دل مین عشق کے جذبات تمام جذبات سے زیادہ پُرجوش ہوتے ہین۔
ایک مہ جبین ناز آفرین کے وصال کا شوق اور اُس محفل مین بار پانے کی آرزو جسکی
شمع کسی کا رخسار تابان ہو۔ اس عالم مین ہماری سب سے بڑی تمنائین ہین۔ مگر
اُنھین آرزوؤن اور تمناؤن مین ہم انتہا سے زیادہ ناکام و نامراد رہتے ہین۔ اور
ہمین ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے زمانے نے ہماری عداوت و دشمنی پر قسم کھالی ہے۔ اور
گو وہ رقیب نہین ہے مگر شاید رقیب نے ہمین اتنا نہ ستایا ہوگا جتنا کہ یہ چرخ ستم شعار
ستاتا ہے۔

لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ محض زبردستی کا کوسنا اور بے وجہ بُرا بھلا کہنا ہے
زمانے کو نہ ان چیزون سے کچھ علاقہ ہے اور نہ غرض ہے۔ اُسکی ایسی حالت و حیثیت
ہی نہین کہ کسی پر ظلم و جور کرے۔ یا کسی کو ستائے۔ بلکہ انصاف سے پوچھیے تو وہ کوئی
چیز ہی نہین ہے۔ محض ایک خیالی اور اعتباری شے ہے۔ پھر اُسکے ہاتھ سے ظلم و جور
ہونا کیسا؟ رہا فلک دوّار جسے ہم جفاکار و ستم شعار بتاتے ہین اُسکا دور دورہ بھی
موجودہ عہد کی تحقیق و تنقید کی نذر ہو گیا۔ اگلے محققین اور قدمائے علمائے ہیأت اُسے

ایک چیز مانتے بھی تھے۔ مگر اب تو علما نے اُسکے وجود سے انکار کر دیا۔ اور صاف کہہ دیا
کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ اور یہ نیلی چادر جو ہمیں اپنے سامنے نظر آ جاتی ہے اور جسمیں
رات کو تارون کے چراغ روشن ہو جاتے ہین محض ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ جس پوچھو
تو یہ وہ سراب ہے جو دور سے پیاسے کو دھوکا دیتی ہے۔ اور خلاے بسیط [illegible]
پر مسافت کا نقاش اپنا لاجوردی غازہ مل دیا کرتا ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ ایسی خیالی اور
وہمی چیز کو کوسنا اور گالیان دینا اُس صدا لگانے والے کو کوسنا ہے جو پہاڑون کی
گھاٹیون مین ہماری آواز سنتے ہی چلا اٹھتا ہے۔ یعنی وہ گونج کی آواز جو ہماری ہی آواز
کے ٹکرانے سے پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی وجہ سے ہمارے ہادیِ برحق اور مخبرِ صادق علیہ التحیۃ والثنا نے آج سے
تیرہ سو برس پیشتر ہمارے متنبہ کرنے اور اُس غلطی سے بچانے کے لیے ہمیں خداوند جل
وعلا کا یہ پیغام پہونچا دیا تھا کہ "لا تسبوا الدھر انا الدھر" زمانے کو گالیان نہ دو۔ اس
لیے کہ جسے تم زمانہ کہتے ہو وہ اور کوئی نہیں۔ مین ہون"۔ تعجب ہے کہ جو لوگ نیچر ہی
کو اپنا خالق و خدا بتاتے ہین اُنھون نے اس صحیح و مستند حدیث سے کیون استنا [illegible]
اسلیے کہ بادی النظر مین معلوم ہوتا ہے کہ خدا کہہ رہا ہے مین ہی دہر ہون۔ مگر نہین۔ خداوند
جل وعلا نے حقیقتًہ یہ نہین فرمایا کہ مین دہر ہون۔ بلکہ یہ کہا کہ جس شخص کی طرف تم اپنی
مقصدوری و نامرادی کو منسوب کیا کرتے ہو وہ زمانہ نہین بلکہ مین ہون۔ لہذا تم زمانے
کو ان باتون پر بُرا بھلا نہ کہا کرو۔ کیونکہ یہ میرے افعال ہین جن پر تم گستاخی کی زبان
دراز کیا کرتے ہو۔

ہمارے مدرسین ہمارے لٹریچر مین زمانے اور فلکِ ناہنجار کو سخت و سست کہے
جانے کا یہ سبب بتاتے ہین کہ ہمین اپنی زندگی مین صدمات و آلام اور [illegible] اور
مایوسیون سے سابقہ پڑتا ہے تو جس طرح ہم کسی دنیاوی آزار رسان اور انسانی دشمن
سے تکلیف پا کے اُسے بُرا بھلا کہہ کے اور گالیان دیکے دل کی بھڑاس نکال ڈالتے
لیکن یہان خداوند جل وعلا اور حضرت رب العزت سے سابقہ [illegible]
کسی قسم کی گستاخی کرنا معاذ اللہ نہایت ہی ناپاک کفر ہے۔ اور شاعری ایسی چیز [illegible]
انسان جوش پر آتا ہے اور جذبات کے ساتھ قدم بڑھاتا ہے تو [illegible]

سے آزاد کر دیا ہے ۔ لہذا ممکن ہے کہ تنگ مواقع پر کوئی کلمۂ کفر انسان کی زبان سے نکل جائے ۔ بس اسی خطرے اور اسی لغزش سے بچانے کے لیے زمانہ اور فلک سامنے لا کے قائم کر دیے گئے کہ انسان کو جس قدر کوسنا ہو اُنھیں کوس لے ۔ اور جتنی گالیاں دی جا سکتی ہوں اُنھیں کو دے کے اپنے دل کی بھڑاس نکال ڈالے ۔

غیر مقلد جو ہر چیز کے نہایت ہی ظاہری رُخ پر جاتے ہیں غالباً کہدیں گے کہ کسی مصیبت پر زمانے اور فلک کو کوسنا گناہ ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہے ۔ اسلیے کہ اس میں حضرت رسالت کی نافرمانی کے علاوہ اس بات کا بھی شائبہ پایا جاتا ہے کہ گویا ہمارے عقیدے میں خدا کے علاوہ زمانے اور فلک کو بھی ہمارے معاملات میں کچھ دخل ہے ۔ مگر نہیں ۔ ایسا سخت حکم نہ لگانا چاہیے ۔ ہم زمانے کو اسلیے نہیں کوستے ہیں کہ وہ ہمارا اچھا بناتا یا بگاڑتا ہے ۔ بلکہ اصلی سبب یہ ہے کہ ہم نے اُسے محض دل کا بخار اور غصّے کا جوش نکال ڈالنے کا ایک نشانہ قرار دیا ہے ۔

مگر اس موقع پر ہم کوئی فتوے دینے کو نہیں بیٹھے ہیں ۔ اس سے ہمیں نہیں غرض کہ یہ کفر ہے یا شرک ۔ وہ چاہے ان دونوں میں سے کوئی ہو یا نہ ہو ۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہے یہ ایک بہت بڑی بداخلاقی کہ خواہ مخواہ کے لیے کسی کو بیکار کوس رہے ہیں ۔ فلک و زمانہ کو کوسنا اصل میں قسمت کو کوسنا ہے ۔ اور درحقیقت جن لوگوں نے ان دونوں کی نسبت سخت و سست الفاظ استعمال کیے ہیں انھوں نے اُنکا نام لے کے اپنی قسمت ہی کو کوسا ہے ۔

قسمت اور تقدیر کے مسئلے نے مسلمانوں میں ایک عجیب شان پیدا کر لی ہے ۔ سوا لامذہبی کے دنیا میں اور شاید کوئی مذہب نہ ہوگا جو تقدیر کا قائل نہ ہو ۔ جو خدا کا قائل ہے ۔ جو اُسے اپنے اور اس عالم کے اوپر حاکم و متصرف تسلیم کرتا ہے وہ لازمی طور پر تقدیر کا قائل ہے ۔ مگر بدقسمتی سے الزام مسلمانوں ہی کو دیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے تمام معاملات بلکہ جملہ الزامات کو خداوند جل و علا کی طرف منسوب کر کے خود کو آزاد بنا لیا ہے ۔ علمائے اسلام نے اس مسئلے کو عجیب عجیب خوبصورتی کے رنگ میں اور نہایت متانت کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ مولانائے روم جو محض شاعر نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کے حکمائے متالّہین میں ہیں فرماتے ہیں ۔ ع ۔ بر توکل زانوے اشتر ببند

مگر مسلمانون نے بدقسمتی سے ان سب باتون کو کونے مین پھینک کے اپنے تئین معطل محض بنا لیا ہے۔ واقعی بعض واقف کار محققان مغرب نے ٹھیک کہا ہے کہ مسلمانون مین کاہلی سُستی۔ اور سعی و کوشش سے بھاگنے کا آزار اسی تقدیر کے مسئلے نے پیدا کر دیا۔ لیکن سمجھ مین نہین آ سکتا کہ ایک ہی عقیدہ جو دنیا کے تمام مذاہب مین موجود ہے اُسنے صرف مسلمانون ہی کو نقصان پہونچایا۔ کاہلی اور کسی گروہ مین نہ پیدا ہوئی اور پیدا ہوئی تو مسلمانون مین! مین سمجھتا ہون کہ اس مین بھی زیادہ دخل اسی چیز کو ہے کہ ہم جب مایوس و محروم ہوتے ہین تو زمانے اور آسمان کو کوسنے لگتے ہین اس سے ایک طرف تو یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ ہم کو ہر وقت یہی نظر آتا رہتا ہے کہ ہمارے اقبال اور ہماری نامرادیون کا ذمہ دار کوئی اور ہے۔ زمانہ اور فلک برائے نام ہی سہی مگر ہے کوئی اور۔ ہم اپنی مصیبتون اور تباہیون کے بالکل ذمہ دار نہین ہین۔ دوسری طرف یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ فطرتِ انسانی کا معمول ہے کہ اپنی ناکامی کے وقت اگر انسان جی بھر کے اور دل کھول کے کسی کو اچھی طرح کوس لیتا ہے تو پھر اُس مین انتقام لینے یا ہاتھ پانوٴن ہلا کے اُس مصیبت سے نکل جانے کی قوت نہین باقی رہتی۔ ایک بہادر شخص کو کوئی سخت حملہ کہے تو نہ وہ گالی دے گا نہ سخت و سُست کہے گا بلکہ ہاتھ سے جواب دیگا۔ برخلاف اسکے ایک بُزدل اپنا سارا جوش صرف گالیون ہی پر صرف کر ڈالے گا۔ مرد کسی مخالف سے مقابلہ کرتے وقت متانت اور تمکنت سے کام لیگا مگر عورت ایک دم بھر مین ہزارون گالیان دے ڈالیگی۔ اور سات پیڑھیون کو پُن کے رکھدیگی۔ اسی قاعدے کے مطابق جو لوگ اپنی مصیبتون اور ناکامیون پر آسمان اور زمانے کو کوس لیا کرتے ہین اُن سے یہ اُمید نہ رکھنی چاہیے کہ اُن آفتون سے نکلنے اور اُن بلاؤن کے دور کرنے کی کوئی تدبیر بھی کبھی عمل مین لا سکین گے۔

مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ ہماری اسی بے عقلی اور فضول زبان درازی سے تقدیر و قسمت کا نہایت ہی اعلیٰ درجے کا روحانی مسئلہ جس سے ہم مین صبر و تحمل کی قوت پیدا ہونی چاہیے بدنام ہو گیا ہے۔ اور یہ جو الزام دیا جاتا ہے کہ "قسمت کا خیال انسان [illegible] بدقسمتی پیدا کر دیتا ہے" سچ ہو جاتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر آیندہ ہم [illegible] کہ اپنے لٹریچر اور اپنی اخلاقی صحبتون مین زمانے اور فلک کو کوسنا [illegible]

اگر ہم [illegible] سے ہاتھ پاؤن ہلانے اور کوشش کرنے پر آمادہ ہوتے - دوسری وجہ سے ہم [illegible] - ان لوگون نے ہمپر بڑا احسان کیا ہے جنھون نے ہمارے شعرا کو مشورہ دیا ہے کہ آیندہ وہ شکایت زمانہ اور فلک جفاکار کو برا بھلا کہنے مین حد سے نہ گذرا کرین -

شمع خاموش

رونے والا جب روتے روتے رُکتا اور آنسو پونچھ کے چُپ ہو جاتا ہے اُسوقت اُسکے سراپا حسرت چہرے سے دل کی بھڑاس نکل جانے اور ایک گونہ تسلی سی حاصل ہونے کے آثار نمایان ہوتے ہین - اُسکی خاموشی دل کے سکون اور جذبات حسرت کے ہجوم کے کم ہو جانے کی خبر دیتی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مصیبت و حرمان کی گھٹا جو ابھی گھری ہوئی تھی اور برس رہی تھی سامنے سے ہٹ گئی - ابر کا رونا موقوف ہوا اور مطلع صاف ہو گیا -

مگر شمع خاموش کا سکوت کس قیامت کا ہے کہ وہ جب چپ ہوتی ہے تو اُسکے یاس نصیب چہرے پر پہلے سے بھی زیادہ بلکہ بدرجہا زیادہ حسرت برسنے لگتی ہے - اور اسی وجہ سے وہ شخص فطرت کا نہایت ہی سچا نبض شناس تھا جسنے کمال دانشمندی سے شمع خاموش کو شمع کشتہ کا بھی لقب دیدیا ہے - اور بہت سچا لقب دیا ہے - اور کسی کا سکوت چاہے کیسی ہی حسرتون کو ظاہر کرے مگر پھر بھی اُس مین اُمید کی ایک جھلک ہے - ناکامی و محرومِ القسمتی پست کرتی ہے تو اُمید و آرزو کبھی کبھی دل کو اُبھار بھی دیتی ہے - لیکن شمع خاموش شمع کشتہ کہی جاتی ہے - جسکے معنی ہوے کہ اُس کا کام ہی تمام ہو چکا - زندگی ہی نہ رہی تو پھر اُمید کہان ؟ اور آرزو کیسی ؟

اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ہر ناکام قسمت اور ہر یاس نصیب کی مایوسانہ خموشی مین قیامت کا اثر ہے - وہ خوبصورت چہرہ جو خیالات غم اور افکار الم مین ڈوبا ہوا ہے - جسپر یاس و حرمان نے اپنا پھیکا رنگ بھر کے اُسکے ماندہ اور افسردہ بنا دیا ہے - اور یہ حالت ہے کہ آنکھین زمین سے لگی ہوئی ہین - اور وہ ناتوان تھکا ہوا ہاتھ جو گھنٹون تک حسرت کے ساتھ ملتے رہنے کے بعد بڑی مشکلون سے روکا

ا - اُس زرد اور پژمردہ رخسارے کے سنبھالنے مین مصروف ہے جس پر پوشیدہ
آنسوؤن کی نمی ابھی کچھ باقی ہے - یہ دلخراش صورت کیا دل کے پاش پاش
ہونے کے لیے کافی نہیں ہے ؟ کیا اس قدر دردناک منظر نہین ہے کہ انسان ایک نظر
دیکھ کر بیتاب - اور پریشان ہوجائے ؟ یہ ٹھیک ہے - مگر پھر بھی شمع خاموش کا
بلا کا ہے -
شمع خاموش کی حسرت کا اندازہ کرنے کے لیے تم ایک گھڑی بھر کے واسطے اُس
کا خیال کرو جب وہ خاموش نہ تھی - یا اُسکے مُردہ اور کُشتہ تصور کیے جانے کی
پر یہ کہیے کہ وہ زندہ تھی ؟ اسی سے تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کن کن صحبتون کی یاد
ع کے آنسو خشک ہوے ہین - اور جن پر ہم صحبتون کی وہ داستانیں سنا رہی
کیسی دلچسپ اور کس لطف کی تھین -
اگلی پچھلی اور بُری بھلی تمام صحبتون مین سے کوئی بھی ہے جسکی کیفیتون اور
ون کو اسنے نہایت ہی خموشی و خوشی کی نگاہون سے نہین دیکھا ؟ اُسوقت
ب اسکی آنکھین کھلی تھین اور تارے کی طرح چمک رہی تھین - اور اُسوقت
ب اسنے باد تند کی سرد مہریون سے تنگ آکے اپنی آنکھین بند کرلی تھین اُسکے
ے کچھ ایسی خموشی و بے زبانی کی معصومانہ کیفیت طاری تھی کہ ہر شخص نے اس کا
کیا اور اُسے اپنا رازدار بنالیا - اس نے اپنا اعتبار یہان تک قائم کر لیا کہ
یا تا تھا "دیوار ہم گوش دارد" مگر کان نہ تھے تو اسکے جو ہمہ تن چشم بنی ہوئی تھی
پنے پوشیدہ سے پوشیدہ اور گہری سے گہری رازداری کے کامون مین مشغول تھے
آنکھون ہی آنکھون مین دیکھتی مگر دم نہ مارتی تھی -
بڑے بڑے بادشاہون نے اسکے سامنے مشیران سلطنت کے ساتھ بیٹھ کے اپنی
ہ پالسیان طے کین - بڑے بڑے سپہ سالارون نے اسکے آگے رازدارون پر
منصوبے ظاہر کیے - سازش کرنے والون نے اسکے روبرو دنیا کو پلٹ دینے
ے اور عالم کو برہم کردینے والے ہنگامون کی تجویزین قرار دینا - چورون اور
ون نے اسکے پاس بیٹھ کے اپنی ظالمانہ لوٹ کے مال کو باہم تقسیم لیا - سنگدل قاتل
ی روشنی مین اپنا خنجر نکالا اور اسکی آنکھون کے سامنے غافل منتظم پر ظالمانہ وار کیا -

رندسیہ کار سے اسکے دیکھتے ہی دیکھتے مے ارغوانی کی بوتلین خالی کین اور انتہا درجے کی سیہ کاریون اور شاہد پرستیون مین مشغول ہوگیا -

اور تو اور حضرت شیخ اور زاہد شب زندہ دار نے بھی اسے آشنا محرم راز تسلیم کرلیا کہ معتقدون بلکہ سارے زمانے سے چھپا کے ریاکاری کے سجادے پر سے اُٹھے ہین اور اُس زاہد فریب دلربا کے پاس پہونچے ہین جسے ان سے چاہے کیسی ہی نفرت ہو مگر یہ رازدار شمع کے سامنے بیٹھ کے اپنے دل کی ہوسین نکالے ڈالتے ہین -

یہی نہین اسکے سامنے سے جس طرح دنیا کی تمام عیش پرستیون کے سین گذرے ہین اُسی طرح اسنے لاکھون مرتبہ حسرت و داستان کا سمان بھی دیکھا ہے - اسنے بزم ماتم کا وہ سمان دیکھا ہے جہان کسی ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے جانے والے کی لاش کے گرد سینہ کوبی ہو رہی تھی اور پھر یہی اُسکی قبر کی مجاور بن بیٹھی ہے - اس نے اُس ستم زدہ بیوہ کو چوڑیان توڑتے اور زیور اُتارتے دیکھا جسکا کوئی والی وارث نہین رہا - اور ساری زندگی حسرت و یاس کے ساتھ کاٹنی تھی - اور اسی نے اُس معصوم بچے کو یتیم ہوتے دیکھا جسکے لیے بے رحم زمانے نے کوئی خبرگیران نہین رکھا - اور خدا جانے وہ کہان کہان کھاتا پھرے گا - اس نے اُس نازک گھڑی کو بھی دیکھا جب پیارے مہمان شب نے ایک ناز کے ساتھ خدا حافظ کہکے کسی کا دل توڑ دیا - اور اُس بیتابی و بیقراری کو بھی دیکھا جب کوئی ہجران نصیب کسی وعدہ فراموش کی یاد مین اُلجھتا اور گھبراتا تھا -

یہ پُرانے قصر و ایوان جو آج منہدم اور شکستہ پڑے ہوے ہین ان سب مین یہ روشن ہوئی ہے - اور سب کے عروج و اقبال کو اسنے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے - مصر کے پُرعظمت کھنڈرون اور ایلورا کے بارونق پہاڑ مین ترشے ہوے محلون مین یہ مدتون روشن رہی ہے - اور بڑی حسرتون کے ساتھ خاموش کی گئی ہوگی - طاق کسریٰ اور قیصر کے منہدم قصر مین کبھی یہ عجب تمکنت سے جلوہ دکھا رہی ہوگی جہان اب ہمیشہ کے لیے گُل کر دی گئی - خلاصہ یہ کہ آج تک دنیا مین جتنی صحبتین قائم ہوئین عام اس سے کہ اچھی ہون یا بُری - خوشی کی ہون یا غم کی سب کو اس نے بنتے بگڑتے اور جمتے اُکھڑتے دیکھا - اور ایسی اگلی کوئی محفل نہ ملیگی جس مین اسنے عظمت و شان یا فرحت و انبساط کا چراغ نہ جلایا ہو - اور وہ ارمان بھری گھڑیان بھی اسکی دیکھی ہوئی اور اسے یاد ہین

جب یہ بڑے ذوق وشوق سے اُن قصروں اور ایوانوں مین روشن کی گئی تھی - اور وہ جگر خراش گھڑی بھی اُسکی آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے جب یہ نہایت ہی حسرت و یاس کے ساتھ وہان گل کی گئی تھی -

یہ داغ اسکے دل سے نہین مٹ سکتے کہ بابل کے معلق ایوان مین ایرانیون نے گھس کے اسے گُل کیا - ممفس کے پُر ہیبت و عظمت قصرون مین یونانی گھُسے اور یہ اُنکی وحشیانہ پھونکون سے بجھائی گئی - رومی ایتھنز کی باجاہ وجلال عمارتون مین اُلطان کی طرح گھُس پڑے اور اسے خاموش کر دیا - عرب اپنے ریگستان سے ایک آندھی کی طرح اُٹھے - اور طاق کسریٰ - قصر قیصر - مصر کے محلون اور ہسپانیہ کے ایوانون مین اسے ہمیشہ کے لئیے خاموش کر دیا - اسی کے مقابل یہ صحبتین بھی اسکے خیال سے نہین اُتر سکتین کہ اُس اعلیٰ دربار کی رونق اسی کے دم سے تھی جسمین ملکۂ سبا بلقیس حضرت سلیمان کی شان و شوکت دیکھکے متحیر ہوئی تھی - وہ جوش طرب کا جلسہ اسی کی شعاعون سے جگمگا رہا تھا جو رامچندر جی نے سیتا جی سے ملنے - دشمن پر فتح پانے - اور بن باس کی مدت پوری کرنے کے بعد اجودھیا مین قائم کیا تھا - اُس جشن کی آب وتاب اسی کی ذات سے تھی جس مین اسکندر رومی نے نوشابہ کو پہلو مین بٹھایا اور تمام فکرون کو دل سے نکال کے پھینکدیا تھا - زلیخا نے جس کا شانۂ عیش مین جناب یوسف کے ایسے پاکباز کو بلا کے اپنا گرویدہ بنانا چاہا تھا اور جہان بمصداق "ہم بہا" پیمبرانہ عصمت کا قدم بھی لغزش کھاتے کھاتے رہ گیا - اُسکی ساری دلکشی و زاہد فریبی اسی شمع کی بدولت تھی - ملکۂ مصر کلیوپیٹرا اور انیٹونی کی پُر لطف صحبتون مین اگر جان پڑی تو اسی کی کرشمہ سازیون سے - اور خسرو پرویز شیرین کے عشق مین مبتلا ہو کے دین و دنیا سے بیخبر ہو گیا تو اسی کی زینت آرائیون سے -

غرض اے شمع وہ کون سی صحبت ہے جہان تو نہین ؟ اگر تو شمع حرم ہے تو تو ہی چراغ دیر بھی ہے - اگر صحبت ہاے عیش وطرب کی دلچسپیان تجھ سے ہین تو تو ہی شمع مزار بن کے قبرستان کے سناٹے مین بھی ایک حسرت پیدا کر رہی ہے - پھر بھلا تجھ سے بڑا آزمودہ کار اور جہان دیدہ اور کون ہو سکتا ہے ؟ کون چیز ہے جو تیری نظر سے نہین گذری ؟ اور کون سی صحبت ہے جسے تو نے نہین دیکھا ؟ پھر جب تو ایسی ایسی حالتین اور ایسے ایسے

رنگ ۔ پگھل چکی ہے تو تجھ سے زیادہ درد کس کی زبان مین ہو سکتا ہے ؟ اور کس فسانہ گو کا افسانہ اس داستان سے زیادہ پُرسوز و گدازنہ ہو سکتا ہے جسے تو اپنی زبان بے زبانی سے سناتی ہے ؟ یہ اُسی کا اثر ہے کہ تو پہرون رو رو کے خاموش ہوتی اور پہرون خاموش رہ کے پھر رونا شروع کرتی ہے ۔ لوگ چاہے کیسی ہی عیش و عشرت کی صحبت مین تجھے روشن کرین مگر تو روشن ہوتے ہی رونا شروع کر دیتی ہے ۔ پروانے ہجوم کر کر کے تیرے رخِ زیبا کی طرف دوڑتے ۔ گرمی محبت سے جل جل کے گرتے اور تیرے دامن کو اپنا گنج شہیدان بنا دیتے ہین ۔ مگر تجھے اسکی پروا نہین ۔ شعرا سمجھتے ہین کہ تو اُنھین پر روتی اور اُنھین کے لیے آنسو بہاتی ہے ۔ اور یہ نہین جانتے کہ جلسے جیسے کارخانے تیرے سامنے بنا بنا کے بگاڑے گئے ہین اُنکے آگے پروانون کی بیکسانہ موت کی کوئی ہستی نہین ۔ اور یہی سبب ہے کہ رونے کے وقت گو تیرے آنسو جاری رہتے ہین اور ایک زمانہ دیکھتا ہے کہ تو آنکھون ہی آنکھون مین روتی اور زبان سے ایک لفظ بھی نہین نکالتی ہے ۔ مگر جو سوز و گداز تیرے خاموش ہونے کے وقت تجھپر طاری ہوتا ہے اور جو حسرت تیرے کشتہ ہونے کی گھڑی مین تجھپر برسنے لگتی ہے وہ اُس رونے اور آنسو بہانے کی گھڑی مین ہرگز نہین ہوتی ۔

تیری اس خموشی کے سوز و گدازہی کو دیکھکے ہم تیری داستان تیری زبان خاموشی ہی سے سننا چاہتے ہین ۔ تیرے روشن ہونے کے وقت ہم تیرے رونے کا خیال بھی نہین کرتے اور اپنے کامون اور اپنی عشرتون مین منہمک ہو جاتے ہین ۔ مگر جب تو خاموش ہو جاتی ہے اور تیری صورت اندھیرے کا سوگوارانہ لباس پہن کے ناامیدی و یاس کی تصویر بنجاتی ہے ۔ اُسوقت ہمپر خواہ مخواہ ایک عبرت طاری ہوتی ہے ۔ اور تیری پُردرد داستان سننے کے لیے تیری طرف متوجہ ہوتے ہین ۔ اور گو جانتے ہین کہ جن لوگون نے تجھے اپنا رازدار بنایا تھا اُنکے ساتھ تو اب تک وفاداری کر رہی ہے اور اُنکے متعلق ایک حرف بھی اپنی زبان سے نہ نکالیگی ۔ مگر ہم تیرے خشک ہونٹ ۔ تیرے بجھے ہوے چہرے ۔ تیری بند آنکھون ۔ اور تیری زبان بے زبانی سے اتنی ایک حسرتناک باتین پوچھ لیتے ہین کہ اگر تو بیان کرنا چاہتی بھی تو نہ بیان کرسکتی ۔

—— ؛ ؁ ؛ ——

عنقاء

اس عنوان پر ایک مضمون ہم گذشتہ نمبر مین لکھ چکے ہین - مگر ہمارے معزز دوست سید نظام الدین شاہ صاحب دلگیر کی تاکیدی فرمایش ہے کہ اسی سبجکٹ پر ایک شاعرانہ رنگ کا مضمون بھی لکھا جائے - لہذا ہم اپنے کرم فرما کی تعمیل ارشاد کرتے ہین :—

اے عنقا تو ہمیشہ لوگون کے خیال ہی مین رہا - کبھی کسی کو تیری صورت نظر آئی؟ تو وہان جاکے چھپا ہے جہان تک ہماری کوششین نہین پہونچ سکتین - اور ہماری جستجو کے جال مین نہ کبھی پھنسا ہے اور نہ پھنسے گا - اور سچ یہ ہے کہ تیری ساری خوبیان اُسی وقت تک ہین جب تک توکسی نہ ملنے والے مہ جبین کے مثل خیال کی وسیع فضا مین ایک موہوم جُگنو کی طرح چمک جاتا ہے اور ہاتھ نہین آتا - اور تیری یہ کرشمہ سازیان اُسی گھڑی تک ہین جب تک کہ توکسی دل مین چٹکیان لیتے والی نازآفرین کی طرح دل ہی مین رہتا ہے اور آنکھون کے سامنے نہین آتا -

دلربایان فلک اور عالم بالا کے مہ جبینون یعنی سروشتانِ فلک کے غرفون سے جھانکنے والے تارون نے بھی ہماری دست بُرد سے بچنے کے لیے پاکدامنی کی یہ شان دکھا رکھی ہے کہ دُور ہی سے اپنی آب وتاب اور اپنے رُخ زیبا کی جھلک دکھاتے ہین کبھی پاس نہین آتے - مگر اے عنقاء تیری دلکشی اُن سے بھی بڑھی چڑھی ہے - وہ اپنی صورت کا جلوہ ترسا ترسا کے سہی کبھی دکھا تو دیتے ہین - مگر تو اپنے مشتاقون پر اتنا ترس بھی نہین کھاتا - وہ ہم سے بہت دور ہین اور اُس عالم مین ہین جہان تک ہم جانتے ہین کہ ہماری رسائی نہین ہوسکتی - مگر تو زیادہ بیتاب کرنے اور اپنا شوق بڑھانے کے لیے ہمارے قریب آگیا ہے - اور اپنے مخفی نشیمن کو اُسی تیرہ خاکدان عنصری پر بناتا ہے جس مین ہم رہتے ہین - پھر اس پر بھی تیرا ہماری رسائی اور ہماری گرفت سے باہر ہونا ہماری آتش شوق کو تھوڑا بھڑکاتا ہے؟

ستھری طبیعت اور نازک مزاج والے ہر لذت کے لیے اُس چیز کو ڈھونڈھتے ہین جو اپنی لذتون مین اچھوتی ہو - جس سے کبھی کوئی لطف نہ اُٹھا چکا ہو - جو ہار پھول کچھ دیر کے لیے کسی کے گلوے مصفا مین پڑ لیے نازک مزاجون کے کام کے نہین - اور جو

سفیدی کسی کے گورے ہاتھوں کو تیجۂ مرجان بنا چکی ہاسی ہے۔ نکھرے ذاق والے اُس
حُسن کو بیکار سمجھتے ہین جسے مشتاقون کا ہجوم پامال کر چکا۔ وہ اُس حُسن کے دلدادہ ہین
جسکی نسبت کہا گیا ہے کہ "لم یطمثہن انسٌ ولا جان" اور اُن لذتون کو ڈھونڈتے
ہین جن سے ابھی تک کوئی مزہ نہین اُٹھا چکا۔ اسی بنیاد پر مسلمانون کے مذاق کی حورین
مسیحیون کے خیال کی آسمانی لڑکیان۔ اور ہندوؤن کے اعتقاد کی اپسرائین سب کنواری
ہین۔ اسی وجہ سے جنت کی ہر چیز اچھوتی ہے اور طوبےٰ کے پھل کو آج تک
کسی نے نہین چکھا۔

دوسرے عالم کی چیزون پر کیا موقوف ہے دنیا مین بھی ہماری سب سے بڑی
آرزو یہی رہتی ہے کہ اُن نظر فریب مناظر قدرت کو دیکھین جن مین ہم سے پہلے کسی کا
گذر نہ ہوا ہو۔ اُس حُسن کا جلوہ دیکھین جسکے قریب تک کسی اور کی رسائی نہ ہوئی ہو۔
ایسی اچھوتی نزہت گاہون کے شوق مین ہم ہمالیہ کی اُن دشوار گزار گھاٹیون مین
گھس جاتے جن مین ہمارے خیال مین ہم سے پہلے کوئی نہین گیا تھا۔ جان پر کھیل
کے قطب شمالی کے اُس منجمد سمندر کا سفر کرتے ہین جس سفر مین ہمین یقین ہے کہ کسی
اور کو قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوئی ہو گی۔ اُن برفستانی اونچے ٹیلون پر چڑھ جاتے
ہین جہان زندگی دشوار ہے۔ اور غبارون مین بیٹھ کے اتنی بلندی تک پرواز کر جاتے
ہین کہ گویا ہم آسمان سے تارے توڑ لائین گے۔ یہ سب کیون ہے؟ کون سی کشش ہے
جو ہمین اس طرح جان کو خطرے مین ڈالنے پر آمادہ کرتی ہے؟ اور کس کا شوق ہے
جو ہمین ایسی کڑی جھیلنے کے لیے تیار کر دیا کرتا ہے؟ صرف اتنی بات کا شوق کہ وہان
کی ہر چیز مین ایک قسم کا اچھوتا پن ہے اور قدرت کے اس باغ کی کلیون مین دوشیزگی
اور کنوارپن کی ایک ادا پائی جاتی ہے۔

یہی اچھوتا پن۔ یہی دوشیزگی۔ اور یہی کنوارپن ہے جو اے عنقاء تیرا جوہر ہے جسکی
بدولت تو ہر خیال مین ہے۔ اور ہر ایک کا دل تجھے ڈھونڈھ رہا ہے۔ تو ہماری وہ
تمنا ہے جو کبھی بر نہ آئی۔ اور وہی ہمین سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ آرزو ہے جو
کسی طرح نہ نکلی اور اُسی کا ہمین سب سے بڑھ کے شوق ہے۔ وہ معشوقہ ہے جسکا وصال
کسی طرح نہین نصیب ہو سکتا۔ اور اُسی کے ہم سب سے زیادہ دلدادہ ہین۔ وہ

محمل نشین ہے جو کبھی پردے سے جھانک کے بھی نہین دیکھتی - اور اسی کا جلوہ دیکھنے کے لیے ہم حد سے زیادہ بیتاب ہین - وہ ناقہ لیلی ہے جسکی موہوم جھلک ریگستان کے اُڑتے ہوئے بگولون مین بہتون نے دیکھی مگر دیکھ کسی نے بھی نہ پایا - حالانکہ کون ہے جو اُسکی بیدکے لپکے مین ہر جرس کاروان کی آواز سُن کے از خود رفتگی کے ساتھ نہین دوڑتا ؟ تو وہ نوشگفتہ کلی ہے جسکی خوشبو سے کسی کا دماغ آشنا نہین ہوا - وہ نغمۂ دلکش ہے جسے کسی کے مشتاق کانون نے نہین سُنا - وہ جنت کا پھل ہے جسکے مزے کے خیال سے سب کے منہ مین پانی بھر آتا ہے - مگر کسی کو چکھنا نہین نصیب ہوا - اور وہ بہار حسن ہے جسکے شوق مین ہر نظر سراپا شوق بنی ہوئی ہے -

جو مہ جبین اپنا جلوۂ حسن دکھانے مین بخل کیا کرتے ہین ہم اُنھین ظالم کہتے ہین - تو کیا تو بھی وہ خوبصورت ظالم ہے جسکے ظلمون کا بھی ہمین ارمان ہوا کرتا ہے ؟ بیشک ہر وہ چیز جو انسان کی دست بُرد سے باہر ہو اور جسکی جستجو مین لوگ تھک کے عاجز آگئے ہون وہ آخر مین انسان کی دلفریب و دلربا معشوقہ بنجاتی ہے - اور اُسکے ذوق و شوق مین انسان ایسے ایسے کمالات دکھا دیا کرتا ہے جنکو یون ہرگز نہ دکھاتا - دُنیا کی ہر تحقیق اور دنیا والون کے ہر کمال کی یادگارین اب چاہے کتنی ہی معمولی اور عام نظر آتی ہون مگر اُنکی ابتدائی ایجاد عموماً اسی قسم کی کوششون اور ایسے ہی ذوق و شوق کا نتیجہ ہے جو نہ ملنے والے کی تلاش کی دُھن اور نہ نظر آنے والے کے شوق دید مین دکھائے جاتے ہین - محققین اور صاحب عقل فلسفیون کا مسلم الثبوت مقولہ ہے کہ سائنس کا کوئی مسئلہ تا وقتیکہ اُسپر بہت سی قیمتی جانون کی قربانی نہ چڑھ لے نہین طے ہوتا "

اسی قدر نہین - ہمین تو یہ نظر آرہا ہے کہ انسان کا مطلوب وہی ہے جو نہ ملتا ہو - اور اصلی معشوقہ وہی ہے جو کسی طرح ہاتھ نہ آتی ہو - جسکو ہم پا جائین وہ ہمارا مطلوب نہین - اور جسکے پاس تک ہمارا ہاتھ پہونچ جائے وہ معشوق نہین - معشوق تو وہی ہے جو دُور سے صورت دکھائے اور پاس آنے کا نام نہ لے - وعدہ کرے اور وفا نہ کرے - وصل کی امید دلائے مگر ہمیشہ ہجران نصیبی ہی مین مبتلا رکھے اور جب اصلی معشوقیت نہ ملنے ہی کا نام ہے تو اے عنقاء نوع انسان کا سب سے

بڑا معشوق تو ہی ہے -

لیکن معشوق کی دلربا اداؤن مین یہ بھی ہونا چاہیے کہ قریب نہ آئے مگر دور سے صورت ضرور دکھا دے - تاکہ لوگون مین شوق کو ترقی ہو - جب تک "دیدارمی نمائی و پرہیز میکنی" کا کرشمہ نہ نظر آئے دل مین شوق کی آگ نہین لگتی - مگر اے عنقاء تیرا معشوقانہ ناز و انداز اس بلا کا ہے کہ تو ہمیشہ تمناؤن کے آغوش اور آرزوؤن کے دامن ہی مین چھپا رہا - تو نے کبھی کسی کو اپنا ایک جلوہ بھی نہ دکھایا - شاید یہ خیال ہو کہ اس طرح شوق مین جوش و خروش پیدا ہوگا - اور مشتاقون کی بیتابی و بیصبری ترقی کر جائیگی - اس مین شک نہین کہ تیری اس ازلی عزلت گزینی اور دائمی پردہ پوشی سے ہم مین زیادہ بیصبری پیدا ہوگئی - لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ہوا کہ بے حسون اور درد کی چوٹ سے آشنا نہ ہونے والون کو تیری ہستی مین بھی ایک قسم کا شک پیدا ہوگیا - اُنھین یہ کہنے کی جراٴت ہوگئی کہ تو اصل مین کہین نہین - اور ہے تو وہم پرستون کے خیال مین - تیرا صرف نام ہے - جسم نہین - یہ ایک ایسا خیال ہے کہ بہت سے لوگون کو تیری طرف سے بے پروا کیے دیتا ہے - وہ جب تجھے ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھکتے ہین اور منزل شوق مین پاشکستہ ہو کے گرتے ہین تو اپنی آرزو مین ناکام ہو کے کہنے لگتے ہین کہ سچ مچ تو کہین نہین ہے - اسلیے اے عنقاء مغرب اتنی بے رُخی بھی نہین اچھی - اگر تو نے زمانے کو کبھی اپنی ایک جھلک بھی دکھا دی ہوتی تو تنگ خیالون مین تیری طرف سے یہ بے اعتقادی نہ پیدا ہونے پاتی - پھر تو چاہتا کبھی اپنی صورت نہ دکھاتا مگر لوگ تیری تلاش ہی مین رہتے - وہ سنسان اور خاموش جنگل جہان تیرا نشیمن خیال کیا جاتا شوق والون کی نظر مین کوے جانان سے کم وقعت نہ رکھتا - اگلون نے تیرے شوق مین تیری پرستش کی - مگر پچھلے لوگ زیادہ سیانے ہین - انکا معمول ہے کہ جن چیزون تک نہین پہونچ سکتے اُنکو اپنی آرزوؤن کی طرح مٹاتے اور صفحۂ دنیا ہی سے ناپید کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہین - اے عنقاء - مانا کہ تو عنقاے مغرب ہے - مگر ہمیشہ غروب ہی رہنا دلچسپ نہین - غروب ہونیوالے طلوع بھی کیا کرتے ہین - تو اُن لوگون کے کہنے پر عمل کر جو تجھے رُخ کہتے ہین - اور اپنا رُخ زیبا دکھلا -

گو اپنی صورت نہ دکھانے اور اپنے نشیمن کا کوئی صحیح پتہ اور نشان نہ دینے سے

تو نے ہمارے شوق جستجو کو پھیکا کر دیا ہے۔ اور اب تیرے نام میں وہ کشش نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اور بہت سے لوگوں نے تیرے نہ ہونے ہی کو ذریعۂ تسکین بنا لیا ہے۔ مگر ہمارے دل سے تیری آرزو نہیں جاتی۔ اُس کیمیاگر کی طرح جو ہزار ہا ناکامیوں کے بعد بھی ہمت نہیں ہارتا۔ اور ایک موہوم ہوس کے پیچھے ہمیشہ اپنی زندگی تلخ کیا کرتا ہے ہم بھی ہمت نہیں ہارتے اور اُسی طرح تجھے تلاش کر رہے ہیں جس طرح کہ اگلے خوش عقیدہ لوگ تلاش کیا کرتے تھے۔ ہمارا ہر سیاح اسی تمنا میں ہے کہ سندباد جہازی کی طرح اُسے بھی تیرا جلوہ نظر آئے۔

خیر تو چاہے ملے یا نہ ملے یہی کیا کم ہے کہ تو ہماری شاعری کا زیور۔ ہمارے لٹریچر کی جان۔ اور ہماری بلند پروازیوں کی نردبان ہے۔ اور اسی خیال سے ہم خوش اور مطمئن ہیں کہ تیرا جلوہ چاہے نظر آئے یا نہ نظر آئے مگر ہماری شاعری اور ہماری انشاپردازی تیرے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ کیونکہ اس شاعری ہی کی بدولت ہماری تمام آرزوئیں تیرے آغوش خیال میں پرورش پاتی ہیں۔ اور ہمارے حوصلے تیرے ہی سہارے پر نکلنے والے ہیں۔ تیرے پروں اور تیرے نشیمن کو ہم نے اپنی تمام ہوسوں اور کل آرزوؤں کا مامن بنا رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ تو جہاں رہے خوش رہے۔ کیونکہ ہماری بہت سی خوشیاں وہیں ہیں جہاں تو ہے۔

صحبتِ برہم

کچھ آج ہی پر منحصر نہیں۔ لوگ ہمیشہ سے مانتے چلے آئے ہیں کہ جو مزہ گذری صحبتوں میں تھا موجودہ صحبت میں نہیں۔ ہمیں یاد وہی صحبت آتی ہے جو برہم ہو چکی اور جس کے نقش دنیا سے مٹ جانے کے بعد صرف ہمارے دل میں رہ گئے ہیں۔

یوں تو گذرے دوستوں اور پرانی صحبتوں کو ہم رات دن یاد کرتے ہیں مگر ایک گھڑی کے لیے ہم گردن جھکا کے اُس دُھن میں بیٹھ جائیں جس کا مزہ کچھ غالب مرحوم ہی خوب جانتے تھے جو کہتے ہیں ؎

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن　　بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوے

تو حافظے کا دفتر ہمارے خیال کی آنکھوں کے سامنے کُھل جائیگا۔ اور شکارگاہ کی قندیل

کی طرح فانوس خیال ایسی ایسی پُر حسرت یادوں کو ہمارے سامنے پیش کر کے ہٹانے لگا۔
اور ایسی ایسی مزہ دار صحبتوں کو جما جما کے برہم کرے گا کہ ہمیں ایسے دھوکے میں ڈال
دیگا کہ خود اپنی ہستی میں بھی ہمیں تردد ہو جائیگا۔ ہمیں شک ہو جائیگا کہ ہم بھی زندہ ہیں
یا نہیں۔ بیٹھے ہیں یا انھیں مُردوں کے ساتھ ہم بھی دنیا سے رخصت ہو گئے جنکی یاد
ہمیں بیتاب کیے ہوئے ہے۔

اس موقعے پر معلوم ہوتا ہے اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بھول اور نسیان بھی خدا کی
بڑی بھاری رحمتیں ہیں۔ یہ نہ ہوتیں۔ اور حافظے کا یہ ہوشربا اور جگر خراش منظر ہر
گھڑی نظر کے سامنے ہی رہتا تو ہم جی نہ سکتے۔ نسیان ہمارے خیال کے تھیٹر میں پردوں
کا کام دیتا ہے۔ اسی کی برکت ہے کہ ایک سین کے ہٹنے کے بعد ہم دوسرے سین کی
کرشمہ سازیوں میں محو ہو جاتے ہیں۔ اور گذشتہ سین کی دلچسپیوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔
اور حقیقۃً نسیان ہی ہے جو موجودہ زمانے اور اس پیش نظر حالت کو ہماری نگاہ میں
دلچسپ بنائے ہوئے ہے۔

صحبتِ برہم کی جگر خراش تصویریں دیکھنے کے لیے آؤ ہم ان پردوں کو ابتدا سے
اُلٹنا شروع کریں اور حافظے کے البم کی اول سے آخر تک ورق گردانی کر جائیں۔
اگرچہ یہ تصویریں ہماری نظر میں نہایت ہی دلچسپ ہونگی اور ہر صفحہ کا یہ عالم ہو گا کہ "کرشمہ
دامن دل میکشد کہ جا اینجاست" لیکن جب وہ نگاہ کے سامنے سے گذر جائیں گی اور نظر
سے گذر جانے کے بعد ہم اُنھیں یاد کرینگے تو ہمارے لیے حسرت و اندوہ اور یاس و حرمان
کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔

اس البم کا پہلا صفحہ ہمارا بچپن ہے جو ہماری زندگی کی پہلی صحبت ہے۔ جب ہم
بالکل سادہ لوح ہیں اور اپنے نفع و ضرر سے نا واقف۔ ہماری فکریں محدود ہیں۔ اور
ہماری آرزوئیں اور تمنائیں چھوٹی اور مختصر۔ جو بہت تھوڑی ہیں اور آسانی سے پوری
ہو جاتی ہیں۔ مگر خدا نے ہماری مختصر و محدود آرزوؤں کے پورا کرنے کے لیے چند ایسے
لوگ موجود کر رکھے ہیں جو ہماری اس بچپن کی صحبت کے سراپا محبت ارکان ہیں۔ اُن
میں خلوص ہے اور انتہا درجے کی گرمجوشی۔ ہم اُنکے ہاتھ کا کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ ہم اُنکی
نظر میں کسی بات کے مکلف نہیں۔ اور ہماری نظر میں وہ اس قدر زیادہ مکلف ہیں جتنا

کلفت شاید دنیا مین کوئی نہ ہوگا - باوجود اسکے وہ ہماری متعدد ضدون کو پورا کرتے - باتین

نخرون کو بہلاتے - اور ہر گھڑی ہماری خاطر داشت کرتے ہین اُس صحبت کے زمانے

مین ہمارے حال پر خدا کی سب سے بڑی رحمت یہ تھی کہ ہماری کل آرزوئین پوری

ہونے والی - اور تمام تمنائین بر آنیوالی تھین - ہم جو چاہتے تھے اول تو وہ کوئی

ایسی چیز ہوتی ہی نہ تھی جو نہ ہوسکتی ہو - اور اگر اس مین کچھ دشواری ہوتی بھی تو خدا نے

ہمین ایسے شفیق و ناز بردار ہمصحبت دیے تھے کہ اُسے جس طرح بنتا کرہی دکھاتے - اس

صحبت کے ہزارون رنگ ہمارے خیال کی آنکھون کے سامنے ہین - کبھی ہم ضد کر رہے

ہین اور وہ ہمین بہلا پھسلا کے منا رہے ہین - کبھی ہم بھولی اور ناسمجھی کی باتین کرتے

ہین اور وہ اُنپر خوش ہو رہے ہین - کبھی شرارت پر اُنھون نے ہمین ڈانٹ دیا ہے - اور

کبھی ہم بیمار ہین اور وہ نہایت ہی جانکاہی سے ہماری تیمارداری کر رہے ہین -

بھلا یہ دلچسپ اور پاکیزہ محفل اور ہماری بیگناہی و معصومی کی صحبت برہم ہونے کے

قابل تھی؟ مگر نہین - زمانے نے ورق اُلٹا - اور افسوس وہ صحبت ایسی برہم ہوئی

کہ پھر نصیب نہ ہوگی -

دوسرا ورق اُس زمانے کا ہے جب ہم شیرخوارگی کے درجے کو طے کرکے بڑے

لڑکون مین شامل ہوے تھے اور تعلیم پا رہے تھے - اب ہمین گھر کی اور بزرگون کی صحبت

سے نکل کے غیرون سے ملنے جُلنے کا اتفاق ہوا تھا - مکتب اور اساتذہ کی مختلف صحبتین

تھین جن مین کبھی ہم سبق نہ یاد کرنے پر پٹتے اور کبھی لیاقت کا کوئی ثبوت دیدینے پر شاباشی

پاتے تھے - کبھی سزا پانے پر روتے - اور کبھی انعام ملنے پر خوش ہو جاتے تھے -

اگر اِن تمام باتون سے قطع نظر کر لیا جائے تو بھی ساتھ کھیلنے والون - ہم سبقون اور ہم مکتبون مین

سے ایسی ایسی ہزارہا صحبتین ہوئین جنکے مزے آج بھی یاد آجاتے ہین تو تھوڑی

دیر کے لیے بُڑھاپے کی متانت بھول جاتی ہے - آہ! کیا بیفکری کے دن تھین اور کیا دلچسپیان

تھین - کبھی زندہ دلی تھی اور کبھی بے غمی - ایسے ایسے خالص دوستون سے سابقہ

پڑا کہ بغیر اُنکی صحبت کے چین نہ آتا تھا - اور ایسے ایسے ہم مذاقون مین بیٹھنے اُٹھنے

کا اتفاق ہوا کہ عزیزون اور گھر کے پرانے نازبردارون کو بھی بھول گئے - وہ پیاری

دلچسپ اور مزہ دار صحبتین جب اپنے ہم عمر دوستون کے جھرمٹ مین باغون اور

پُر لطف صحبت کی یاد - وہ جنگلوں کی سیر کو جاتے تھے - اب دریا - [illegible]

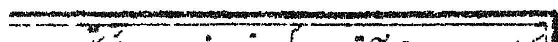
بذلہ سنجیاں جب دل لگی کی باتوں اور بذلہ سنجیوں میں ہم میں سے ہر ایک دوسرے پر فوقیت لیجاتا تھا - کبھی صفحۂ دل پر سے مٹ نہیں سکتیں - افسوس اُس دور میں کیسے کیسے خوشرو اور زندہ دل دوستوں سے ملتے جُلتے - اور قہقہوں اور چہچہوں میں رہتے تھے - اُن صحبتوں کے بہت سے دوستوں کی صورتیں آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہیں - اُنکے بشاش چہروں کو آنکھیں ڈھونڈھ رہی ہیں - مگر آہ! کہیں پتہ نہیں - ڈھونڈھتے ہیں اور نہیں پاتے - اُن میں کے بہت سے دوست اب بھی موجود ہیں - مگر ہماری طرح وہ بھی بدل گئے - نہ وہ ہم ہی رہے ہیں اور نہ وہ وہی رہے ہیں - پُرانی صحبت کو یاد کرکے اُنسے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے - مگر جاتے ہیں تو اب اُن میں وہ بات نہیں پاتے جو پہلے تھی - اور جیسے دل چاہتا ہے - ہماری ہی سی افسردہ دلی اُنپر بھی طاری ہوگئی - اور جن افکار نے ہمیں وہ اگلی زندگی بھلادی ہے اُنھیں نے اُنکو بھی افسردہ و پژمردہ بنا دیا ہے - افسوس یہ صحبتیں کیسی برہم ہوگئیں - اے ناہنجار زمانے! یہ مٹنے والی صحبتیں تھیں؟ اور یہ دلفریب نقش بھلا اس قابل تھے کہ تو اُنھیں بگاڑ دے؟ مگر کیا کیا جائے کہ تو ظالم ہے اور بے رحم -

ان صحبتوں نے زندگی کے البم کا ایک ہی صفحہ یا ورق نہ لیا ہوگا - خدا جانے ان دلچسپیوں اور ان محفلوں کے مزوں میں محو اور از خود رفتہ ہوکے ہم کتنے ایک ورق اُلٹ گئے ہونگے - کیونکہ اس تھوڑے ہی زمانے میں ہماری پُرلطف صحبتوں نے جیسے جیسے رنگ بدلے - اور یکے بعد دیگرے جن ہم مذاق و زندہ دل دوستوں سے صحبت گرم ہوئی اُنکی حالتیں دکھانے کے لیے چند اوراق کیسے کوئی بڑا ضخیم البم بھی نہیں کافی ہو سکتا -

غرض اب ہم اپنی عمر کے البم کی دوسری جلد کھولتے ہیں - اور اپنے آپ کو اُس زمانے میں پاتے ہیں جبکہ عہد شباب تھا - اور گو فطرت کا مزاج شناس شاعر خوب کہہ گیا ہے کہ ؎

عہدِ پیری شباب کی باتیں ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

مگر ہم یہ خواب دیکھیں گے اور اپنے دوستوں کو بھی دکھائیں گے - کیونکہ اس عہد



آن کی صحبت کو سرمایۂ برکت خیال کرتے تھے تو وہ ہماری ملاقات کو اپنی مقبولیت اور مرجعیت کی گرم بازاری خیال کر کے ہماری طرف زیادہ التفات کرتے تھے۔ سچ یہ ہے کہ چاہے اُنکی علمی صحبت مین ہم ایک ابجد خوان کی حیثیت بھی نہ رکھتے ہون مگر پھر بھی ہماری ہی صحبت اُنکی محفل کے لیے بھی باعثِ رونق تھی۔ ہماری بیتابانہ گرمجوشی اور ہماری محویت اور دُھن ان پاکبازی کی صحبتون اور ان مبارک محفلون مین بھی ایسا رنگ ضرور دکھادیا کرتی تھی کہ اور عمر والون سے زیادہ ہماری قدر ہوتی تھی۔

آہ! ان دونون ایک محفل اور ایک ہی طرح کی صحبت نہ تھی۔ ہزارہا صحبتین تھین۔ اور سب دلچسپ تھین۔ اور ہم سب کے رُکن بنے ہوے تھے۔ کیا وہ یارون کی بےفکریان۔ ناچ گانے کی محفلین۔ کلیجے مین اُتر جانے والی دلکش تانون پر ہماری بیقراریان۔ وہ تاک جھانک کا لپکا۔ وہ میلون اور تماشون مین سب سے پہلے پہونچنا۔ وہ کوے یار مین صدہا چکر لگانا اور نہ تھکنا۔ بھولنے والی باتین ہین؟ ہرگز نہین۔ یہ باتین مرتے دم تک یاد آئین گی۔ اور یقین نہین کہ اُس عالم مین جانے کے بعد بھی بھولین۔

جوانی کی صحبتون کے رخصت کرنے کے بعد کچھ ایسے صدمے پہونچے تھے کہ دل و دماغ مین ایک دائمی افسردگی و مردہ دلی پیدا ہوگئی تھی۔ مگر اب ہمارے سامنے چند زیادہ متین و مہذب صحبتین قائم تھین جن مین دل کچھ نہ کچھ ضرور بہل جاتا تھا۔ اس مین شک نہین کہ اکثر ہم عالم شباب کے گزرے ہوے خواب کو یاد کر کے روتے اور آپ اپنی مرثیہ خوانی کیا کرتے تھے۔ مگر خُردون مین اپنا ادب اور صحبتون مین اپنا احترام و وقار دیکھ کے اکثر اس بات کا خیال کر کے اطمینان بھی ہو جاتا تھا کہ اب ہم پہلے سے زیادہ معزز ہین۔ اور جو عزت ہمین اب حاصل ہے کبھی نہین حاصل تھی اسی وجہ سے اس عہد کی صحبتون مین ہماری رائے کی زیادہ وقعت ہوتی تھی۔ ہمارے خیالات کی زیادہ قدر کی جاتی تھی۔ لوگ ہمین پختہ مغز و تجربہ کار خیال کر کے ہمارا ادب و لحاظ کرتے تھے۔ اور اکثر محض ہمارے دعوے کو سُن کے اپنی دلیلون کو اُٹھا رکھتے تھے۔ اب ہم اُن ارباب حل و عقد مین تھے جو اپنی قوم اور اپنی جماعت کی رہبری کرتے ہین۔ بجاے اسکے کہ نوجوان بیٹھ کے ہنسی مذاق کی باتین کرین اور

اچھا ہنر سنجی و خوش مذاقی کی بے رکشندیان دکھائین - ہمارے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے اور ہماری باتین اُنکے نزدیک ناصح مشفق یا حضرت شیخ کی نصیحتین تھین - پیٹھ پیچھے یا شاعری کی دُھن مین چاہے ہمین بُرا بھلا کہین اور ہماری توہین کرین مگر سامنے حسن عقیدت اور ارادت مندی ہی کی شان سے بیٹھتے تھے - وہ نازنین پریجمالین جنکا کام تھا کہ ظلم و جور کرین اور جن کی نازبرداری ہمارے لیے زندگی کا سب سے بڑا سرمایۂ نشاط تھی - اب ہماری ہر بات پر ہان اور سجا کرتی تھین - اب اُن مین بے مہری و بیوفائی نہ تھی - ہم جو کہین اُسے نہایت ہی خلوص عقیدت سے مان لیتی تھین - اور گویا ہمارے اشارون پر چلنے کو تیار تھین - مگر افسوس ہمارے جذبات مُردہ ہو چکے تھے - اور چاہے دکھانے کے لیے ہم زندہ ہون مگر دل و دماغ کب کے مر چکے تھے

کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

بہر تقدیر یہ ارمان اور حسرتین جو مردہ ہو چکی تھین چاہے کسی کسی وقت یاد آکے بیتاب و بیقرار کردین - مگر غور سے دیکھیے تو ہم بُرے نہ تھے - اور یہ صحبتین بھی غنیمت تھین - یہ بھول نہین سکتا کہ ہم کیسے کیسے معزز و محترم اور مشہور و معروف لوگون سے ہمصحبت تھے؟ کیسے کیسے اعلیٰ درجے کے لوگ ہم سے مشورہ لیا کرتے تھے؟ اور بوڑھے جنٹلمینوں مین کبھی کبھی مختلا بالطبع ہو کے ہم کیسی کیسی جوان مزاجیان اور شوخ طبعیان دکھا دیا کرتے تھے؟ جس مجمع مین گذر ہو جاتا لوگ کس حسن عقیدت اور کیسی سادگی و خلوص کی محبت سے ہمارا استقبال کرتے تھے - کس طرح ہاتھون ہاتھ لیتے اور ہمارے لیے آنکھین بچھاتے تھے -

آخر فرشتۂ اجل نے آکے اس دور کو بھی ختم کر دیا - اور اب ہم قبر مین لیٹے ہوے ہین - تنہا ہین اور خاموش - اپنے اچھے کامون کے صلے اور اپنی سیہ کاریون کی پاداش کا انتظار کر رہے ہین - قیامت آتی نہین مگر اسکے دھڑکے مارے ڈالتے ہین تنہائی مین معمول ہے کہ نظر کے سامنے جب واقعات اور معاملات نہین آتے تو خیالات کا ہجوم ہوتا ہے - لہذا اب جس طرح ہم ایک خیال بنکے اپنے دوستون اور اپنے سے بچھڑے ہوؤن کے دل مین آتے اور اُنھین ستا جاتے ہونگے اُسی طرح خود بھی شب و روز خیال ہی کے عالم مین رہا کرتے ہین - یہ عالم جس مین اب ہمارا مسکن و نشیمن ہے اسکو موجودہ

معاملات سے کوئی علاقہ ہی نہیں - یا یون کہیے کہ اُس مین زمانۂ حال ہی نہین تو گذرا زمانہ ہے یا استقبال - اور اسی وجہ سے یا تو اگلی صحبتون کی یاد ہے یا آنے والی صحبتون کا دھڑکا - آرزوئین اور تمنائین ہین جو بے نکلے رہ گئین - اور یہ اندیشہ ہے کہ دیکھیے اب کس سے اور کیسا سابقہ پڑتا ہے - خلاصہ یہ کہ مرنے پر اگرچہ وہ سب اگلی برہم صحبتین چھوٹ گئین اور اُن سے کوئی علاقہ نہین رہا - مگر اُنکی یاد دم نکلنے پر بھی نہین بھولتی - وہ تمام برہم صحبتین آنکھون کے سامنے پھر رہی ہین - اور خدا جانے کیسی کیسی پیاری اور دلچسپ صورتین خیال کے سامنے آ آ کے تڑپا تڑپا دیتی ہین اور ہماری بوسیدہ ہڈیان اپنی زبان حال سے بار بار یہ شعر پڑھنے لگتی ہین جو زندگی مین کبھی تفنن طبع کے طریقے پر زبان سے نکل جایا کرتا تھا - ؎

دنیا کے جو مزے ہین ہرگز یہ کم نہ ہونگے ‏ ‏ چرچے یہی رہین گے افسوس ہم نہ ہونگے

غرض عدم آباد کی سادی بستی اور موت کی خلوت و فرصت مین سوا اس کے اور کوئی شغل نہین کہ شب و روز اپنی زندگی کی صحبت ہاے برہم کے اس البم کی ورق گردانی کیا کرتے ہین - ہزارہا دفعہ اول سے آخر تک دیکھ گئے - اور ہر منظر کو گھنٹون دیکھا مگر جی نہین بھرتا - جب آخر تک دیکھ چکتے - تو پھر سرے سے اُلٹنا شروع کر دیتے ہین - جس طرح کوئی مستسقی پانی پی پی کے پانی مانگتا ہے اُسی طرح ہم ان صحبتہاے برہم کے مناظر کو دیکھ دیکھ کے بیتابی سے پکار اُٹھتے ہین "ایک بار دیکھا ہے اور دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے"۔

پیرِ فلک

ہمارے شعرا آسمان کو بوڑھا بتاتے اور پھر اُس پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہین - چاہیے تھا کہ اگر یہ بڈھا ہے تو اس بڑے وضعدار کا ادب و احترام کرتے - کیونکہ ہر قوم اور ہر صحبت مین بڑے بوڑھون کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے مگر رند مشرب شاعرون مین گستاخیون کا مادہ بہت ہے - وہ جہان جناب شیخ - حضرت ناصح اور زاہد پاک طینت کو برا بھلا کہتے ہین وہان اس خاموش بوڑھے کو بھی چھیڑتے ہین چاہتے ہین کہ ستا ستا کے اور کوس کوس کے اُسے اپنی مخالفت پر آمادہ کر لین - اور یہانتک

بڑا کیا کہین کہ اُسکے منہ سے بھی کچھ نکل جائے - مگر وہ اسی طرح خاموش ہے - آنکھون ہی آنکھون مین دیکھتا ہے اور کچھ نہین کہتا - اور اپنی تجربہ کارانہ متانت و پختہ مغزی کا ثبوت دے رہا ہے -

دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ سچ مچ بڑھا ہے ؟ اس مین شک نہین کہ صبح کی روشن کرنین بعض وقت اُسکی نورانی ریش دراز کا ثبوت دے دیا کرتی ہین - اسکی کُبڑی پیٹھ ہمین اکثر کسی پیر خم کمر کو یاد دلادیتی ہے اور گو کہا جاتا ہے کہ یہ کسی وقت ایک حالت پر قرار نہین لیتا - اور اسکے پانوٴن مین ایک چکر ہے مگر ہم اسے بظاہر ایک یکسان حالت ہی مین خاموش پڑا ہوا پاتے ہین - جس سے پیرانہ از کار رفتگی کا اور یقین ہو جاتا ہے بعض موقعون پر جبکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے لرزے سے بخار آگیا ہے یہ ابر غلیظ کا اس قدر بھاری لحاف اوڑھ لیتا ہے کہ کسی جوان شخص سے اُسکے برداشت کرنے کی امید نہین کی جا سکتی - جاڑون کے پرلطف موسم مین جب یہ خاموشی کے ساتھ ہلکی بدلیون سے لپٹا ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی پیر فاقہ کش پھٹی پُرانی گدڑی اوڑھکے دھوپ کھانے کے لیے میدان مین آکے لیٹ گیا ہے -

اسکی عمر کا پتہ لگانا انسانی قوت سے باہر ہے - جب سے انسان نے آنکھ کھولی ہے اسی حال مین اور اسی وضع پر پایا - اور گو یہ ہر سال اپنی سالگرہ خود آپ کر لیا کرتا ہے مگر اسکا کوئی جاننے والا نہین کہ اسکی عمر کی پہلی گرہ کب لگی تھی - اور اب کی برس یہ زندگی کے کونسے سال مین قدم رکھے گا - یہ بتانا اس سے بھی زیادہ دشوار ہے کہ اسکی عمر کتنی ہوگی - ہمین اپنی عمر کا حال تو معلوم ہی نہین پھر اسکی عمر کا پتہ کیونکر لگا سکتے ہین - مگر کاش اتنا ہی معلوم ہو جاتا کہ اسکی عمر طبیعی کتنی ہے -

اور جب یہی نہین معلوم تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہین کہ یہ بوڑھا ہے یا جوان کیسی کی جوانی یا بڑھاپے کا پتہ اُسوقت لگ سکتا ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ اُسکی عمر طبعی کتنی ہوتی ہے - اُس مین کتنی گذری اور کتنی باقی ہے - یہ مانا کہ زال دنیا نے اسی کے آغوش مین پرورش پائی ہے - اور اسی کی گود مین مچل مچل کے وہ اس سن کو پہونچی ہے مگر اسکی بھی کسے خبر کہ اس زندہ دل بُڑھیا کی کتنی عمر ہے - ہم جانتے ہین کہ دنیا کو موجودہ حالت تک پہونچنے مین ہزارون نہین لاکھون برس گذرے ہونگے - خدا جانے

کیسے کیسے واقعات اور کس کس قسم کے حالات اس نے دیکھے ہونگے۔ کن کن قومون کا بننا اور کن کن گروہون کا بگڑنا اُسکی آنکھون سے گذرا ہوگا۔ گر پھر بھی جب اسی بات کی خبر نہین کہ اسکی عمر کتنی باقی ہے اور کتنی گذر گئی تو اسے بھی بڑھیا کہنا فضول اور بے محل معلوم ہوتا ہے۔ اپنی ظاہری حالت سے تو یہ جوانی کی شان اور شباب کے لطف دکھا رہی ہے۔ بڑھاپا انحطاط یعنی قویٰ کے گھٹنے اور اعضا کے کمزور ہونے۔ اُمنگون کے مٹنے اور ذوق و شوق کے جاتے رہنے کا نام ہے۔ گر دنیا جسے شعرا دھوکے مین آکے اکثر زال یا بڑھیا کہدیا کرتے ہین آج ایسی اُمنگون پر ہے جیسی کہ شاید کبھی نہ ہوگی۔ وہ بجاے تنزل کے ترقی کر رہی ہے۔ بعوض گھٹنے کے بڑھ رہی ہے۔ جو بہار اس مین آج آئی ہوئی ہے کبھی نہین آئی تھی۔ اور جیسا رنگ روپ اسنے آج کل نکالا ہے کبھی نہین نکالا تھا۔ پھر کون سی بات ہے جسکی بنیاد پر اسے بڑھیا کہا جائے اور خیال کیا جائے کہ زندگی کی آخری گھڑیان کاٹ رہی ہے۔ جو قومین پرانی اور ازکار رفتہ ہوگئی ہین اور جو چلنے والے پا شکستہ ہوکے بیٹھ رہے ہین وہ اگر اپنے ضعف اور اپنے بڑھاپے کو اسکی طرف منسوب کرتے ہین تو اُنھین معذور اور فاتر العقل خیال کرو۔ اور دیکھو کہ دنیا جوانی کے کیسے کیسے ولولے اور شباب کے کیسے کیسے حوصلے دکھا رہی ہے۔ ہم کو تو یہ نظر آتا ہے کہ یہ بچپن کا بھولا پن چھوڑ کے اب جوانی پر آئی ہے۔ اور ایک نئی اُٹھان اور پر بچاؤ ناز آفرین دولھن کا جلوہ دکھا رہی ہے۔ اور دولھن بھی کون جو ابھی ابھی بیاہی گئی ہے۔ جسکے بنڈے سے شباب کی مست کرنیوالی بھینی خوشبو آرہی ہے اور جسکے ہاتھون سے ابھی تک مہندی کا رنگ بھی نہین چھوٹا۔

اگر یہ صحیح ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی مان لیا جائے کہ دنیا اس ارضی خلقت کی ماں ہے اور فلک اُن کا باپ تو پھر یقین کر لینا چاہیے کہ آسمان کو جو لوگ پیر فانی کہتے ہین وہ غلطی پر ہین۔ اس نوجوان اور شوخ چنچل اور منچلی دولھن سے اس بات کی امید نہین کیجا سکتی کہ اُس نے کسی پیر فانی کے ساتھ شادی کرکے اپنی قسمت پھوڑ لی ہو۔ مشرقی رسم و رواج کی پابندی کرنے والون سے تعجب نہین کہ کہدین کہ اس مین (خود دولھن یعنی دنیا) کو کیا دخل؟ ولیون نے جسکے ساتھ جی چاہا نکاح کر دیا اور اسکا اپنی قسمت پر رونا صاحب علم اولیا کی نظر مین ہونکاری بھرنا سمجھ لیا گیا۔ بلکہ

اسکی دائمی خموشی کو وہ لوگ ایک حجت و ثبوت کی حیثیت سے بھی پیش کرینگے - مگر نہین - ہم اسکے قائل نہین - دنیا کا شباب مغربی رنگ اور مغربی کرشمہ سازیون کے بدولت نمودار ہوا ہے اہل مغرب ہی نے اپنے کمالات سے اسے لباس عروسی مین اور شباب کی شوخ مزاجیون کے ساتھ دکھایا ہے - چنانچہ یہ شادی بھی مغربی مذاق اور اصول یورپ کے مطابق ہوئی ہوگی - رہی اسکی خموشی - تو جیسی خاموش یہ دولھن ہے ویسا ہی خاموش دولھا بھی اس نے پایا ہے - لہذا قاضی قدرت کے سامنے جس زبان مین "ایجاب" ہوا ہوگا اُسی زبان مین "قبول" بھی ہوگیا ہوگا -

بہر تقدیر اس مین شک نہین کہ اسکے بُڑھاپے کا خیال بے اصل ہے - دنیا کی جوانی سے اگر قطع نظر کر لیا جائے تو بھی ہم کہہ سکتے ہین کہ آسمان اپنی ذات سے بھی جوانی کے بہت سے ثبوت دے رہا ہے - اسکے بُڑھاپے کے جو علامات دکھائے جا چکے وہ اگر سچ پوچھیے تو ہمارے شعرا کے اوہام ہین - وہ فلک کو پیر فانی تسلیم کر لینے کے بعد نظر اُٹھا کے دیکھتے ہین تو اُنھین اسکی وضع و حالت مین ہر طرف بُڑھاپا ہی بُڑھاپا نظر آتا ہے مگر آؤ ہم تمھین اسکی جوان طبیعتون اور شباب کی نیرنگیون کے کرشمے بھی دکھا دین جسکے بعد تم کو یقین آجائیگا کہ بوڑھا ہونا درکنار یہ جوان ہے بلکہ ابھی عنفوانِ شباب ہی کی بہار دکھا رہا ہے -

تم نے اُسکے لحاف اور اسکی گدڑی کو تو دیکھا جنھین یہ کبھی کبھی تفنن طبع کے لیے اوڑھ لیا کرتا ہے - مگر اسکے اصلی لباس کا خیال نہین کیا کہ کسی شوقین نوجوان کی طرح یہ ہمیشہ نیلگون حریر کی قبا پہنے رہتا ہے - جسکی بدولت اسے چرخ اطلس کا خطاب دیا گیا ہے - تم نے صبح کی کرنون کو اسکی نورانی ڈاڑھی تو بتا دیا مگر اس طرف نہین توجہ کی کہ اپنی کمر مین کہکشان کا زرین پٹکا باندھ کے کیسی کیسی وقت شفق کا شوخ رنگ کرتا پہن کے - اور کبھی کبھی اپنے لباس مین قوس قزح کی رنگ آمیزیان کر کے جوانی کی کیسی کیسی شوخ طبعیان دکھا دیا کرتا ہے - تم اسے بظاہر ساکت و صامت اور ایک حالت پر ٹھہرا ہوا دیکھکے ازکار رفتہ شیخ فانی خیال کرتے ہو - اور اس بات کا لحاظ نہین کرتے کہ غور کرنے والون کو پوری طرح نظر آگیا ہے کہ اسکو کسی کمسن نازنین کی طرح ایک پہلو پر قرار نہین آتا - ایک شباب مین ڈوبے ہوے نوعمر کی طرح کسی حال مین

چین نہین پاتا۔ ایک عاشق بیتاب کی طرح پاؤن مین ایسا چکر ہے کہ ممکن نہین ایک جگہ ٹھہر جائے۔ اور ایک ضدی بچہ ہے کہ ممکن نہین جو دم بھر کو نچلا بیٹھ جائے۔ بجلی کا کوندنا اسکی ہنسی ہے۔ اور ابر کی قطرہ باری اسکا رونا۔ بھلا یہ نیرنگیان اور یہ گرمجوشیان کسی بڈھے مین ہو سکتی ہین؟ ہرگز نہین۔

اس سے بھی زیادہ اسکی جوان مزاجیون کا ثبوت چاہتے ہو تو مہ طلعتانِ عالمِ بالا کو دیکھو حورین اسکے دامن مین چھپی ہوئی ہین۔ اپسرائین اسکے صحن مین کھیلتی رہتی ہین۔ پریون کا نشیمن اسکے قریب ہی ہے۔ اور پیارے نازنینانِ فلک جن کے آتشین رخسارون کی چمک دمک ہمین بھی جو اتنے فاصلے پر ہین بیتاب کر دیا کرتی ہے ہر وقت اسکی گود مین رہتی ہین۔ اور انھین اسنے اس طرح بھینچ کے گلے سے لگایا ہے کہ ایک گھڑی کے لیے بھی جدا نہین کرتا۔ یہ آسمانی دلربائین اسکے آغوش مین ہین اکثر خرام ناز مین مشغول بھی دکھائی دیتی ہین۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ چاہتی ہین کہ اسکے زبردست پنجے سے ہاتھ چھڑا کے بھاگ جائین۔ مگر یہ نہین چھوڑتا۔ یہ انھین دن کو تھپک تھپک کے اپنے آغوش مین سلا دیتا ہے اور رات کو پھر جگا کے اپنی جوانی کے شوق مین ڈوبی ہوئی آنکھون کے سامنے نچاتا اور رات بھر ایک عجب محویت کے ساتھ بیٹھ کے راجہ اندر کی طرح پریون کا ناچ دیکھتا ہے۔

اسکی ان ظاہری عشرت پرستیون کو چھوڑو اور اسکے مزاج و مذاق کا خیال کرو۔ سلف سے معمول چلا آتا ہے کہ مصیبت زدہ لوگ اسے کوستے اور اسکی جان کو روتے رہے ہین۔ انھین شکایت ہے کہ انکی پریشان حالی و آفت زدگی اور انپر جو کچھ ظلم و جور ہوتا ہے سب اسی فلک پیر کے ہاتھون ہے۔ اگر کسی کو نوکری نہین ملتی تو اسی کا فتور ہے۔ اگر کسی کی کوئی آرزو بر نہین آتی تو یہی کھنڈت ڈالتا ہے۔ کسی کا بیٹا داغ دے گیا ہے تو اسی ناہنجار کے خنجر خون ریز سے۔ اور کسی کو کسی پیارے انیس و جلیس سے مفارقت نصیب ہوئی ہے تو اسی کی بے رحمی سے۔ معشوق بیوفائیان کرتا ہے تو اسی کی لگائی بجھائی ہے۔ اور رقیب فرشتۂ عذاب کی طرح سر پر مسلط رہتا ہے تو اسی ظالم بڈھے کے بھرنے اور ابھارنے سے۔ ہم اس بات کے نہین قائل کہ آسمان کو ان امور سے کسی قسم کا علاقہ ہے۔ لیکن اگر اپنے شعرا اور اپنے اہل سخن کے اس خیال

تو ہم گھڑی بھر کے لیے تسلیم کر لین کہ یہ سب اسی کے کرتوت ہین ؟ یہ دم خم اور ایسی تیزی و مستعدی جوان کے سوا کسی بڈھے مین ہو سکتی ہے ؟ ہرگز نہین -

دوستو! اس فلک اطلس کو تم بڈھا نہ سمجھو - یہ جوان ہے - اس مین جوانون کی سی چلت پھرت - نوعمرون کی سی پھرتی اور چالاکی - اور جوان ہمتون کی سی سرگرمی و مستعدی ہے - عنفوان شباب والون کی سی رندمشربی - جوان طبیعت والون کی سی عاشق مزاجی - اور رنگین مزاجون کی سی رنگین طبیعتی موجود ہے - جو آثار فلکی دنیا کو سرسبز و شاداب رکھتے ہین اُن مین اگر غور سے دیکھو تو روز بروز ترقی ہی ہوتی جاتی ہے - جس سے اندازہ ہی نہین یقین کر لیا جا سکتا ہے کہ اسنے شیخوخت کیسی ابھی سن انحطاط مین بھی قدم نہین رکھا - اور اُس نوجوانی کے مزے لوٹ رہا ہے جو روز بروز نئے جلوے دکھاتی اور نئی دلچسپیان پیدا کرتی ہے -

غرورِ حُسن

صاحبو! جس طرح ہمارے نیاز کی مزہ داریان نازسے ہین - اُسی طرح یار کے حُسن کی رونق بھی ناز سے ہے - اس رُکاوٹ کا مزہ کوئی ہم سے پوچھے کہ ہم رُخ زیبا کے بوسے کی آرزو کرین اور اُدھر سے نہین سُنی جائے - ہمارا دست شوق بیتابیان دکھاتا ہوا بڑھے اور کوئی شوخ ادا ہمین بیرحمی سے ڈھکیل کے الگ کر دے - سچ یہ ہے کہ پری وشون کے عالم آشوب حُسن کے ساتھ ضرور ہے کہ اُن مین خودداری بھی ہو اور اپنے اوپر ناز بھی کرتے ہون - یہ ناز و خودداری جسکے بغیر ہمین کسی کی صورت زیبا پہ دل و جان قربان کرنے مین مزہ نہین آتا - کیا چیز ہے ؟ دوستو! یہی غرورِ حسن ہے جسکا نام مذہب عشق اور اصطلاح محبت مین ناز یا خودداری رکھدیا گیا ہے -

ایک اگلا فارسی سخن سنج غرور حُسن کی تعریف تو نہین کر سکا - مگر اُسکی دلربایانہ شان کو ان دلچسپ الفاظ مین دکھاتا ہے -

غرورِ حسن اجازت مگر نداد اے گُل
کہ پُرسشے بکنی عندلیب شیدا را

مگر نہین - پھول کو تو اپنے برہم مزاج شیدا کی نغمہ سنجیون پر ہنسی بھی آ گئی - اگر اُس نے التفات نہین کیا تو اتنی بے تفضلی بھی اُس سے ظاہر ہو گئی کہ پہلے مسکرایا اور پھر ہنا تک

بیتاب ہو اکہ بے اختیار ہنس پڑا - مگر ہم باغ حسن کے شوقین جس پھول پر شیدا ہین اُسکا غرور اس سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا ہے - ہنسنا اور مسکرانا کیسا اُسکی جبین ناز پر ہمارے اظہار شوق سے بل پڑ گئے - اُسنے ہنسنے کے عوض اور منہ پھولا لیا - اُسکا مزاج اُسی کی زلف شبگون کی طرح اور برہم ہو گیا -

سچ یہ ہے کہ اگر غرور و ناز نہین تو حسن بے مزہ ہے - یہ حسن ہی کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو چیز اورون کے لیے عیب ہے وہ اُسکے حق مین ایک دلفریب زیور کا کام دیتی ہے - خدا تعالیٰ چونکہ جمیل اور حسن محض ہے لہذا متکبر بھی ہے - اور اسی سبب سے حسن جو مظہر یزدانی کا سب سے مکمل اور اعلیٰ نمونہ ہے اُس مین بھی غرور وہ مزہ دے جاتا ہے کہ ہمین اپنی تمام بدنصیبیان اور حرمان نصیبیان گوارا ہین اور یہ گوارا نہین کہ حسن ہو اور اُسکے ساتھ غرور و ناز نہ ہو -

آپ نے بھی اسکا بھی خیال کیا کہ یار کے غرور حسن کا جلوہ دیکھنے اور اُس سراپا ناز کی ناز برداری کرنے کے لیے ہم نے کن کن باتون کو گوارا کر لیا ہے ؟ اسکی بیجا رکھی ویپھری ہمارے جوش کو اور بڑھا دیتی ہے - اُسکا انکار پر انکار ہم سے بار بار سوال کراتا ہے - وہ بگڑتا ہے تو ہم اور بیتاب ہو جاتے ہین - وہ پیاری صورت دکھلانے مین بخل کرتا ہے تو ہم اُسکی خیالی پیکر تصویر ہی کا دھیان باندھتے اور دل ہی دل مین اُسکی پرستش کرتے ہین - در یار پر دربان بٹھایا جاتا ہے تو ہم کوے یار ہی کی سیر کرنے کو اپنی خوش نصیبی تصور کرتے ہین - اور اگر کوے یار مین بھی گذر دشوار ہو جاتا ہے تو منزل لیلیٰ کی طرف رخ کر کے دشت نجد مین بیٹھ جاتے ہین - پھر اسکے سوا ہمین کسی کا خیال بھی نہین ہوتا - اور جو محویت اب ہوتی ہے ایسی کبھی نہ تھی -

یہی نہین - ہجران نصیبی کی سزائین ہمین ایسی غیر قابل برداشت مدت کے لیے دی جاتی ہین کہ عمرین پوری ہو جاتی ہین اور اُنکا زمانہ ختم ہونے کو نہین آتا - صرف ہمارے ستانے اور جلانے کے لیے رقیب روسیہ پہلو مین بٹھایا جاتا ہے - اور ہم دکھلا دکھلا کے ترسائے جاتے ہین - ہماری آتش شوق پر تیل ڈالنے کے لیے اگر ہماری ہر بات پر "نہین" ہے تو وہ خوش نصیبی سے "ہان" کے لطف اُٹھاتا ہے - یہ سب ہے مگر ہم اُسی طرح رخ زیبا پر جان فدا کرنے کو تیار اور ہر طرح کی کڑی جھیلنے کو موجود ہین

پہ کیون؟ اس لیے کہ پیاری صورت والون مین غرورِ حسن نے ناز کی شان پیدا کر لی ہے۔ اور ہم اسی خنجر ناز کے بسمل ہین۔ اور اسی "نہین" کے پیارے لفظ پر جان دیتے ہین۔

اے اپنے حسن خداداد پر اترانیوالو! کیا اس سے بھی زیادہ ہمارا امتحان لینا چاہتے ہو؟ کیا یہ کم ہے کہ نگاہ ناز کے تیر سینہ سامنے کر کے کلیجے پر لیے اور زبان سے اُف نہ نکلی؟

خنجر مژگان ہزارون بار گلے پر پھرا لیکن ہم نے لذت ظلم سے نہ اُکتانے کی بدولت دم نہ توڑنا تھا نہ توڑا۔ شمشیر ابرو سے صدہا مرتبہ شہید ہوے مگر ناز کے مزون کا ایسا چسکا تھا کہ زخم پر زخم کھانے کے لیے پھر جی اُٹھے؟ شہیدون کی زندگی کے ہماری طرح سب لوگ قائل ہین۔ کون ہے جو اُنکی قبرون پر چراغ جلانے اور اُن سے مرادین مانگنے کو نہین جاتا؟ مگر پھر بھی وہ ایسے زندہ نہین ہین کہ دنیا مین کسی کو اُن کی صورت نہین نظر آتی۔ اور ہم شہیدانِ تیغ ناز کی زندگی ایسی ہے کہ اُسکے برحق ہونے مین کسی ملحد و بیدین کو بھی شبہہ نہین ہو سکتا۔ سب دیکھتے ہین کہ تیغ ناز کا کاری زخم کھاکے گرے اور پھر اُسی پہلے بلکہ اُس سے زیادہ جیالے پن کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا ؎

دزدیدہ فگندی ہین از ناز نگاہے قربان نگاہِ تو شوم باز نگاہے

یہ ہمارا ہی دل و جگر اور کسی کے غرور حسن کی کرشمہ سازی ہے کہ اپنے زخم جگر کی پروا نہین اور قاتل کے دست و بازو کی تعریف کر رہے ہین۔ جلّاد تلوار تول تول کے زخم لگاتا ہے اور ہم بجاے آہ کے اُسکے زبردست حربون کی داد دینے کے جوش مین آفرین و مرحبا کی صدا بلند کر رہے ہین۔

غرور اخلاق انسانی مین ایک سخت عیب ہے مگر نازآفرینون نے اُسے پر لطف اور حسن بنا دیا ہے۔ اُنھین کے غرور حسن سے اور صدہا بے مہریون اور رُکاوٹون پر بھی اُنھین کامیاب ہوتے دیکھ کے ہم نے اُن سے سلف رسپکٹ کا سبق لیا ہے اور قائل ہو گئے ہین کہ جو آپ اپنی قدر نہین کرتا اُسکی کوئی قدر نہین کرتا۔

غرور حسن کی اصلی معجز نمائی ہمین اُسوقت معلوم ہو سکتی ہے جب ہم اس بات پر فلسفیانہ طور پر نظر ڈالین کہ رُکاوٹ مین کیا مزہ ہے؟ اور کیون مزہ ہے؟ ہماری فطرت ہے

کہ جس چیز سے روکے جاتے ہین اُسی کی ہوس دل مین بڑھتی ہے۔ جو چیز نہین ملتی اُسی کی آرزو ہوتی ہے۔ جس سڑک پر گذرنے سے منع کیے جائین اُسی پر جانے کو جی چاہتا ہی اور جہان تک نہ پہونچے ہون وہان پہونچنے کی تمنا ہوتی ہے۔ سو پریجمال سامنے موجود ہون مگر آنکھ بار بار اُسی پر پڑتی ہے جسکے رخ زیبا پر نقاب ہو۔ ہزارون حوروش دلدہی و دلچسپی کرنے کو موجود ہون مگر آنکھین اُسی ایک کو ڈھونڈھتی ہین جسے ہمارے کلبۂ احزان تک آنے مین انکار ہے۔

غرور ناز حسن مین یہ رکاوٹین پیدا کرتا ہے اور یہ شان پیدا کر دیتا ہے کہ قتل کرنے کے لیے آنا تو چاہتے ہین مگر اسلیے نہین آتے کہ کمبخت صورت دیکھ لے گا۔ بس یہی چیز ہے جس پر ہم جان دیتے ہین۔ اور اسی انکار نے حسن مین یہ قیامت کی عالم آشوب کشش پیدا کر دی ہے کہ جانتے ہین ماسوا اللہ کی عبادت کفر اور شرک ہے۔ مگر دلِ از خود رفتہ کے ہاتھون مجبور ہو کے کسی کافر ادا کی پرستش کرنے لگتے ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ اے غرور حسن اگر تو نہ ہوتا تو نہ حسن مین اتنی دلبری و دلربائی ہوتی اور نہ ہم مین اتنی بیتابی و بیقراری۔

ذوق وشوق

اے پُر لطف صحبتون اور دلچسپ محفلون کے زندہ دل دوستو! کبھی تم نے اس بات کا بھی خیال کیا ہے کہ تمھاری اس نکھری صحبت اور دل لبھانے والی محفل مین یہ لطف اور مزہ کیون ہے؟ اور کیا سبب ہے کہ جب تک دو گھڑی دوستون مین نہ بیٹھ لو زندگی بے مزہ سی معلوم ہوتی ہے؟ سنو۔ یہ صرف ذوق وشوق کی برکت ہے۔ اسلیے کہ ذوق وشوق ہی ہے جو ہماری صحبت ہاے عیش کی شیرازہ بندی کر رہا ہے۔ شاعرانہ جوش اور رندانہ مشربی کے مزے مین آ کے تم ہمیشہ اپنی بیتابی و بیقراری کا دُکھڑا رویا کرتے ہو۔ ہر وقت کسی جفا شعار کی شمشیر تغافل کے شاکی نظر آتے ہو۔ اپنی سب سے بڑی آرزو اسی بات کو خیال کرتے ہو کہ در جانان تک رسائی ہو۔ اور اس دُھن مین مر رہے ہو کہ وہ مہربان ہو جس نے آج تک بیمہری ہی کی یا مہر و وفا کو جانتا تک نہین مگر اُس چیز کی قدر نہین کرتے جسنے تمھاری ان بیتابیون مین بھی مزہ پیدا کر دیا ہے۔

خیال کرو کہ تمھاری اس صحبت کو ذوق وشوق نے کیسا دلکش اور دلفریب بنا رکھا ہے۔ مانا کہ حسن عالم فریب اپنی طرف کھینچتا ہے اور اُس مین قیامت کا جذب ہے۔ مگر اُسکے لیے وہ دل بھی چاہیے جس مین کھنچنے کا مادّہ ہو۔ اور اُس دماغ کی ضرورت ہے جو اثر کو قبول کرے۔ اگر ہم مین اثر قبول کرنے اور کسی چیز سے متاثر ہونے کی قوت نہین تو حُسن کوئی لطف نہین دکھا سکتا۔ مقناطیس کے کمال مین صرف مقناطیس کو نہین بلکہ لوہے کو بھی دخل ہے۔ کوئی پتھر کا ٹکڑا اُسکی طرف نہین دوڑ سکتا۔ کہربا ایک تنکے ہی کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ کوئی لکڑی کا ٹکڑا اس سے نہین لپٹ سکتا۔

اگر غور سے دیکھیے تو ساری دنیا اسی ذوق وشوق سے قائم ہے۔ اگر ذوق وشوق نہین تو یہ صفحۂ ہستی کچھ نہین۔ یہ تو بعد بتانے کی باتین ہین کہ ہمارے ذوق وشوق نے دنیا مین کیسے کیسے کرشمے دکھائے۔ اور دنیا کو کیا سے کیا بنا دیا۔ پہلے ہمین اسکی تحقیق کرنی چاہیے کہ اگر ہمارا ذوق وشوق نہ ہو تو یہ عالم باقی بھی رہیگا یا نہین؟ مین تو سمجھتا ہون کہ اگر آپ ذوق وشوق کی خیال آرائیون اور معجز نمائیون کو مطالعہ فرمائین گے تو فلسفیون کے اُس گروہ کے ہم عقیدہ بن جائین گے۔ جسکا اعتقاد ہے کہ دنیا کوئی چیز نہین۔ یہ سامنے جو کچھ نظر آرہا ہے سب ہمارے خیال کی کرشمہ سازیان ہین۔ ہم ایک خواب دیکھ رہے ہین۔ اور اگر خیال کی عینک نہ ہو تو یہ سارا طلسم پادر ہوا ہے۔ آنکھ کھُلی اور الہ دین کے عجیب وغریب قصر مرصع کی طرح نظر کے سامنے سے غائب ہوگیا۔ ایک سراب ہے جو اُسی گھڑی تک دھوکا دے رہا ہے۔ جب تک ہم اس ہیأت انسانی مین ہین۔ یہ ہمارا جسم ان تشخصات انسانی کو چھوڑ کے ریگ کے ذرون مین ملا اور کچھ نہین ہے۔ ہماری حسین لذتون اور المون کو محسوس کر رہی ہین۔ ہماری آنکھین پیاری صورتون اور دنیا کے دلربا حسنون کی بہار دیکھ رہی ہین۔ ہمارے کان دلکش نغمون اور وجد مین لانیوالی دُھنون کو سُن رہے ہین ہماری ناک روح افزا خوشبوؤن سے ہمارے دماغ کو تر وتازہ کر رہی ہے۔ ہماری زبان عجیب وغریب غذاؤن سے مزے لے رہی ہے۔ اور یہ سب لذتین اس گھڑی تک ہین جب تک ہم آنکھ۔ کان۔ ناک اور زبان رکھتے ہین۔ ان مین سے ایک

سب بھی اگر جاتی رہتی اور معطل ہو جاتی ہے تو ہم اپنی بے حسی پر روتے اور زندگی کو
بے لطف و بے مزہ خیال کرتے ہین - لیکن اگر ابتدائے فطرت ہی سے وہ حس سلب ہو
تو ہمین کسی قسم کا صدمہ اور افسوس نہین ہوتا - کیونکہ ہم اُس پُرلطف لذت ہی سے
نا آشنا ہوتے ہین پھر روئین تو کس بات کو یاد کرکے ؟ اور پچھتائین تو کس بات پر ؟ اور
جب ان حسون کے پہلو سے ہمین یقینی طور پر نظر آرہا ہے کہ اگر ہم مین ذوق نہ ہو تو دنیا
کا نہ کوئی لطف لطف ہے اور نہ کوئی لذت لذت - نہ کوئی تکلیف تکلیف ہے اور نہ کوئی
الم الم - تو پھر اسکے تسلیم کرنے مین کیا عذر ہو سکتا ہے کہ اگر ہم مین ذوق و شوق نہین
تو دنیا مین کچھ بھی نہین ہے -

واقعی انصاف یہ ہے کہ معشوق اسلیے معشوق ہے کہ ہم اُسے چاہتے ہین - اور
دشمن اسلیے دشمن ہے کہ ہمین اُس سے تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہے - یہ پُرفضا باغ - یہ لہلہاتا
ہوا سبزہ - یہ دور سے خوشنما نظر آنیوالے کوہستانی سلسلے - یہ بہتی نہرین - یہ متلاطم
سمندر - اس مین چاہے جو کچھ ہون اور جیسے ہون مگر انھین دلچسپ اور مسرت بخش
ہمنے آپ ہی اپنے لیے بنا لیا ہے -

اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اکثر چیزون مین لذت ہمین اُسوقت ملتی ہے جب
ہم اپنے آپ کو اُنکا عادی بنائین - اکثر غذاؤن مین ہمین مزہ اُسوقت ملنا شروع
ہوتا ہے جب ہم اُنکی عادت ڈالتے ہین - بہت سی خوشبوؤن کو ہم اُسوقت خوشبو
سمجھنے کے قابل ہوتے ہین جب ہمارا دماغ اُن سے آشنا ہو جائے - مختلف قومون اور
ملکون کا مذاق ہر قسم کی لذتون مین بدلا ہوا ہے - ایک غذا ایک قوم کو اچھی معلوم
ہوتی ہے اور ایک کو بُری - ایک خوشبو ایک کے نزدیک فرحت بخشنے والی ہے اور
ایک کے خیال مین دماغ کو پریشان کر دینے والی - ایک پھول ایک زیور یا ایک
لباس ایک کے نزدیک خوشنما ہے اور دوسرے کے مذاق مین بدنما - یہی نہین -
عشق و محبت جسکا جذبہ سب جذبون سے قوی خیال کیا جاتا ہے اُس مین بھی اختلاف
پڑا ہوا ہے - ایک کی نظر مین جو حُسن ہے وہ دوسرے کی آنکھون کو عیب اور بدصورتی
نظر آتا ہے - اور سب کی یہ حالت ہے کہ اِسکی معشوقہ کو وہ بُرا سمجھتا ہے اور اُسکی
معشوقہ کو یہ - یہ کالی آنکھون کا دلدادہ ہے تو وہ نیلی آنکھون کا - اسکا دل زلف

شگون کے جال مین پھنسا ہوا ہے تو اُسکے گلے مین زرد سنہری کاکلون کی کمند پڑی ہوئی ہے۔

پھر کیونکر کہہ سکتے ہین کہ کسی چیز مین حقیقۃً لذت یا الم ہے۔ یا کسی چیز مین ذاتی طور پر خود ہی مزہ دینے یا دل دُکھانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اے دلدادگان یار تم بڑے دھوکے مین پڑے ہوے ہو۔ اسلیے کہ تم جس کی یاد مین سر دُھنتے ہو جسکے فراق مین تم تڑپتے اور بیتاب ہوتے ہو وہ کچھ نہین۔ جو کچھ ہے خود تمھاری نظر اور تمھارا دل ہے۔ اپنے دل و دماغ یا اپنے ذوق و شوق کی قدر کرو۔ اور عاشق ہونے کو جی چاہتا ہے تو خود اپنے اوپر عاشق ہو۔ اسلیے نہین کہ تم سب سے زیادہ خوبصورت ہو بلکہ اسلیے کہ یہ جتنے مزے اور جتنے لطف ہین اُنھین خود تم نے تصنیف کیا ہے۔ تم نے پھول کو نظر فریب۔ نغمے کو دلکش۔ اور بوے خوش کو روح افزا بنایا ہے اور تم ہی نے معشوق کو معشوق بنا لیا ہے۔

اے ہمارے ذوق و شوق بس تو ہی تو ہے۔ یہ تیری ہی برکتین ہین کہ ہم ایک اصول یا مذہب کو اختیار کرتے ہین اور پھر اُسکے لیے جان دینے تک کی پروا نہین کرتے۔ ایک ناز آفرین حسین کے شیدا بنتے ہین اور پھر اُسکے رُخ زیبا پر اپنی ساری مسرتون کو قربان کر دیتے ہین۔ تو ہم مین دلچسپیان اور طرح طرح کے جذبات پیدا کرکے ہمین عجیب عجیب مقامات مین لیجاتا ہے۔ ہم حضرت واعظ کی صحبت وعظ مین شریک ہو کے گناہون سے توبہ کرتے ہین۔ ہم جادو بیان اسپیکرون اور خطیبون کے پُرجوش و پُراثر الفاظ سُننے کو جاتے اور انتہا سے زیادہ مشتعل و برانگیختہ ہو جاتے ہین۔ ہم پیر خرابات کے حلقۂ ذوق مین بیٹھ کے خُم پر خُم لنڈھاتے ہین۔ ہم دنیا و آخرت سے بے پروا ہو کے دریا پر جاتے اور اُسکے چوکھٹ پر جبہ سائی کرتے ہین۔ اسی قدر نہین۔ تیرے ہی اُبھارنے سے ہم رن کے ہیبت ناک میدان مین صفین باندھ کے کھڑے ہوتے۔ اور قوم مذہب۔ ملک یا بادشاہ کے نام پر جان دینے مین دریغ نہین کرتے۔

تیرے ہی اُبھارون سے ہم کبھی دشت پُرخطر کی خاک چھان رہے تھے۔ اور اپنی آبلہ پائی کی بھی پروا نہ تھی۔ تو ہی ہمین بہکا کے اُس سفر بحری مین لیگیا تھا جب سمندر کی موجین غضب آلود دیوؤن کی طرح جہاز پر جھپٹتی اور گویا ہمین موت کے جھولے مین

جھلا رہی تھین - تو ہی نے بیتاب کیا تھا جب ہم گھر چھوڑ کے صحرا نوردی پر آمادہ ہوے تھے - جنگلون کی خاک چھانتے اور پہاڑون سے سر ٹکراتے پھرتے تھے -
اور تو ہی نے ڈھکیل کے نکالا تھا جب ہم یار آشنا - عزیز و اقارب اور اُس دلربا تک کو چھوڑ کے گھر سے نکل کھڑے ہوے تھے جسکی یاد مین ہر وقت سر دُھنا کرتے ہین - تو ہی ہمین فرحت بخش باغون مین لیجاتا ہے - اور تو ہی کوہ و صحرا کی ٹھوکرین کھلواتا ہے - تیرے ہی ہاتھون ہم اچھے کام کرتے ہین - اور تو ہی ہم سے سخت سے سخت سیہ کاریان کراتا ہے - خلاصہ یہ کہ اے ذوق و شوق تو ہی ہمین کبھی آب حیات پلاتا ہے اور کبھی جام زہر - تو ہی ہمین نیکنامی کا تاج پنھاتا ہے اور تو ہی ہمین قتل گاہ مین لیجاتا ہے - دُنیا مین آج تک جو کچھ ہوا ہے اصل مین پوچھو تو اسی ذوق و شوق کی تاریخ ہے - ترقی کرنے والون نے اسی کے ولولہ دلانے سے ترقی کی - اور تنزل کرنے والے اسی کے ہاتھون تباہ و برباد ہوئے - اسی نے مصر کو مصر بنایا اور اسی نے یونان کو یونان - اور اسی کے ہاتھون مذہب صابئین والون کا بابل پرانا بابل تھا - اور اسی کی بدولت انگلستان والون کا لندن نیا بابل ہے -
یہی تھا جو قدیم الایام مین رومیون کی اُولوالعزمیون سے نمایان ہوا تھا - اور یہی تھا جو عربون کی تہذیب و شجاعت سے ظاہر ہوا - اسلامی فوجون اور عربی بہادرون کے سرون پر اسی کا علم لہرا رہا تھا - وہ اسی کا نور تھا جو پہلے اُنکی تلوارون پر چمکا - اُنکے نیزون کی نوک پر تارون کی طرح جگمگایا - اور پھر وہ اسی کا ستارہ تھا جو اُنکے علم و فضل اُنکی تہذیب و شائستگی اور اُنکی فصاحت و بلاغت کو ساری دنیا مین چمکا رہا تھا -
خلاصہ یہ کہ اے ذوق و شوق اسی قدر نہین کہ دنیا اور سارا عالم ہستی تیرے دم قدم سے ہے بلکہ اگر تو ہے تو ہم سب کچھ ہین - اور اگر تو نہین تو ہم بھی نہین - جب تک تو تھا ہم سب ہی کچھ تھے - اور جب سے تو نہین ہم بھی کچھ نہین ہین -

خوابِ دوشین

جو لوگ فلسفیانہ تدقیق و تحقیق کا دعوے رکھتے ہین اُنکے نزدیک "خواب خیال" کا لفظ بہت ہی معمولی اور کم وقعت لفظ ہے - وہ خواب کو ہمارے اوہام اور ہماری

پریشان خیالیوں کا ایک موہوم خاکہ خیال کرتے ہیں مگر ان باطنی حقائق کا قائل مادہ پرست فلسفی جانے جو ظاہری نمایشوں کا گرویدہ اور ظاہر پرستی کے مرض مین مبتلا ہے - ان کا حال حقیقت شناس صوفی سے پوچھو جس نے بے ثباتی عالم کو دیکھ کے یقین کر لیا کہ ساری دنیا خواب و خیال ہے - ہستی مطلق ان ظاہری اور نمایشی محسوسات سے پاک ہے - اور جو کچھ ہمین نظر آ رہا ہے سب ہمارے اوہام اور خیالات ہین - وہی بتائے گا کہ ان باطنی اور روحانی لذتون کی اصلیت کیا ہے اور اُس خواب کی تعبیر کیا ہے جسے ہم عجب محویت کے ساتھ پلنگ پر پڑے ہوے دیکھ رہے تھے - اُسکا مزہ تو ہمارے سوا کوئی نہین جانتا - اور یہ ہمین جانتے ہین کہ ہمارے خواب دوشین مین کیا مزے تھے اور کیسے لطف تھے - کس بلا کی دلچسپیان تھین اور کس قیامت کی کرشمہ خیزیان -

اُردو کے کسی شاعر نے لذت خواب سے بےصبر ہو کے انتہا درجے کی بےضبطی ظاہر کر دی اور کھول کے کہہ دیا کہ ؎

یہ کسنے عین مزے مین جگا دیا ہم کو ۔۔۔ ابھی تھے خواب مین اُنکو گلے لگائے ہوے

مگر سچ یہ ہے کہ یہ ایک بہت ہی حقیر کرشمہ اُن دلچسپیون اور لذتون کا ہے جو خواب دوشین کی بدولت ہمین حاصل ہوتی رہی ہین -

آج کل کے دقیقہ سنجون نے ایسی ایسی دوربینین ایجاد کر دی ہین جنکی مدد سے ہم لاکھون اور کروڑون کوس کی چیزون کو صاف اور اپنے قریب دیکھ لیا کرتے ہین - یہان تک کہ ہم تارون کو اُنکی اصلی حالت مین چکر کھاتے اور حرکت کرتے دیکھ لیا کرتے ہین - باوجود اسکے اِن محسوس پرستون کے یہ کمالات ہمین صرف وہی چیزین دکھا سکے ہین جنھین یون بھی ہم ایک اجمالی وضع و شان مین دیکھ سکتے تھے - مگر اسے خواب دوشین تو وہ دُوربین ہے جس کی استعانت سے ہم اپنی اُمیدون اور آرزوؤن کو دیکھ لیا کرتے ہین - جو اتنی دور ہین کہ نظر بھی نہین آسکتین - اور ہماری گرفت سے اس قدر باہر ہین کہ گمان کا ہاتھ بھی وہان تک نہین پہونچ سکتا -

انسان کی دو جہتین ہین - ایک مادی - اور ایک روحانی - مادی جہت سے وہ محسوسات عالم کو اپنی انھین مادی اور ظاہری آنکھون سے دیکھتا ہے - مگر روحانی

جنت سے وہ مشاہدِ قدرت اور عالم کی نیرنگیون کو اُن باطنی آنکھون سے دیکھتا ہے جو ایک بہت بڑا رمزِ قدرت ہین - اور جنکی حقیقی ماہیت سوا خاص خاص لوگون کے شاذ و نادر ہی کسی کو معلوم ہو سکی ہے - بڑا ہی [illegible] جنھین اپنے محسوسات کی نسبت حقیت و واقعیت کا دعوے ہے اسی مادے کے دائرے مین بند ہین - [illegible] کے بوجھ نے اُنکی نظر کے پاؤن مین کشش ارض کی ایسی زنجیرین ڈال رکھی ہین کہ تھوڑی ہی دور تک جا کے تھک جاتی ہے - مگر باطن کی آنکھین رکھنے والون کی نظر روح کے سبک سیر پرون سے اُڑ کے اُس مقام تک جا پہنچتی ہے جہان تک [illegible] کا وہم و خیال بھی نہین پہنچ سکتا -

مگر ہمین ان نازک باتون سے تعلق نہ رکھنا چاہیے - کیونکہ ہمین اسوقت رموزِ تصوف پر لکچر نہین دینا ہے - ہم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہین کہ روحانی آنکھون سے یا خواب کے عالم مین جبکہ روح مادی پابندیون سے آزاد ہو کے بلند پروازیان دکھانے لگتی ہے ہم اپنی باطنی نظر سے کیا کچھ تماشا دیکھ لیا کرتے ہین - غور سے دیکھو اور انصاف کرو کہ کبھی بیداری کے تماشون مین بھی ہمین ایسی کیفیتین نظر آئی تھین جیسی کہ عالم خواب کی باطنی آنکھون سے نظر آ جایا کی ہین ؟ خواب ہمین سخت سے سخت تکلیفون اور انتہا درجے کی مایوسیون مین بھی اپنے دلفریب کرشمے دکھا کے اس قدر خوش کر دیا کرتا ہے کہ اُن نا امیدیون کو ہم بالکل بھول جاتے ہین - یاد بھی نہین رہتا کہ کبھی اسیر غم اور مبتلاے حرمان تھے - یا کسی وقت غم کا کوئی کانٹا دل مین کھٹک رہا تھا -

جو آرزوئین کسی طرح پوری ہی نہ ہو سکتین خوابِ دوشین کی مدد سے پوری ہو گئین جن امیدون کا خیال کرنے سے بھی اپنے اوپر مجنونانہ ہوس پرستی کا گمان ہوتا تھا ایسے اطمینان و فارغ البالی سے بر آئین کہ خود ہمین حیرت معلوم ہوتی ہے - جن تمناؤن کے نکلنے مین ڈر تھا کہ حاسدون اور رقیبون کو خبر ہو گئی تو درانداز ی کرینگے بلا مشقت و زحمت ایسی تنہائی اور ایسے گوشۂ خلوت مین پوری ہوئین کہ کسی اور کو کانون کان خبر ہونا درکنار خود اپنی آنکھین بھی بند تھین - صاحبو! جس خوابِ دوشین نے ہمین اپنی دلچسپیون پر فریفتہ کر لیا ہے اگر تم اسکی ان

کرشمہ سازیون کو دیکھو گے جو سارے عالم کو بہلا لیا کرتی ہین تو شاید تمھین یقین ہو جائیگا کہ دنیا اسی خواب کے سہارے پر چل رہی ہے۔

دیکھو وہ مایوس بیوہ جسکی کلائیون پر ابھی تک اُن چوڑیون کے کھڑدیجون کے نشان بنے ہوے ہین جو کل ہی توڑی گئی تھین نسیم سحر کے ہلکے ہلکے ٹھوکون سے چونکی ہے۔ اور آنکھین ملتی اور مسکراتی ہوئی اُٹھ بیٹھی ہے۔ اس مایوس چہرے پر مسکراہٹ! اور ان مرجھائے ہوے ہونٹون پر ہنسی! تمھین کیا خود اُسے حیرت ہے! مگر کیا کرے جب کوئی پہلو مین گدگداتا ہے تو انسان چاہے کیسے ہی رنج والم مین مبتلا ہو ہنس ہی پڑتا ہے۔ بیچاری کیونکر نہ ہنسے۔ اسلیے کہ وہی فرشتۂ غیب جسنے خواب دوشین مین آکے ہین جوش مسرت سے از خود رفتہ کردیا تھا اس ستم رسیدہ کے خواب مین ایک جادوگر کی شان سے آیا اور یہ دلچسپ تماشا دکھانے لگا کہ اُسکے پیٹ کا بچہ جسنے ابھی دنیا مین قدم بھی نہین رکھا کھیل کود کے بڑا ہو گیا ہے۔ سعادت مندی کی تصویر اور خوش اقبالی کا نمونہ ہے۔ خوبصورت ہے۔ صاحب علم و فضل ہے۔ دولتمند ہے۔ اور اپنی تمام آرزوؤن مین کامیاب اور اُسی کی مقصد وریون کی بدولت اس بیوہ ماں کی مُرادین ایسی آسانی اور عمدگی و شادکامی کے ساتھ پوری ہو رہی ہین کہ ضبط نہ ہو سکا جوش مسرت سے مُسکرادی، اور ساتھ ہی آنکھ کھُل گئی۔

مگر اس سے بھی زیادہ دلفریب طلسم وہ ہے جو اس خواب دوشین نے اُس سراپا یاس بیوہ کو دکھایا جسکے خیال کو ترقی دینے کے لیے اتنی سی موہوم ننھی جان کا سہارا بھی نہ تھا۔ اُسے یاس و ناکامی کے ناپیداکنار صحرا مین کسی عزیز و قریب یا دوست کی صورت نظر آئی جسے اسی کی خبرگیری کے لیے عروج حاصل ہوا۔ اور گویا اسے آرام دینے ہی کی غرض سے وہ اس عزت و حرمت اور دولتمندی و حکومت کو پہونچ گیا کہ دنیا کا کوئی عیش نہین جو اُسکی فیاضی سے اُسے حاصل نہ ہو جاتا ہو۔ اور کوئی خواہش نہین جو بے پوری ہوے رہ جاتی ہو۔

خیر اُس دُکھیا کے لیے امید کا کچھ سہارا تھا۔ خواب دوشین کی اصلی معجز نمائی تو ہین اُس سب سے زیادہ غم کی ستائی ہوئی بیوہ کے سوکھے ہونٹون پر آثار تبسم ظاہر ہونے مین نظر آتی ہے جسکے لیے نہ کسی بچے کا سہارا تھا اور نہ کسی عزیز و قریب کا۔ وہ ہے

نالۂ نیم شبی - اُسکی دنیا ہے اور اُسکا خدا - اُسکی آہ فلک دوز سے چاہے تارے جھلملانے
لگین مگر دنیا والون مین کسی کا دل نہین پسیجتا - مگر ایسے بدنصیب کا بھی اس حرمان
یاس کے عالم مین مسکرادینا بتارہا ہے کہ یہی فرشتۂ غیب اُسکے خواب مین بھی پہونچا جسکے
بتلانے سے اس آفت نصیب کو اس عالم سے گذرنے کے بعد اُس دوسرے عالم کی
دلچسپیان نظر آئین جنکی مشخص و محسوس صورتین دیکھکے وہ اپنی دنیوی مصیبت کو بھول
گئی - اور مسکرا مسکرا کے دیکھ رہی ہے کہ خدا نے صبر کرنے والون کے لیے کیسا اجر جمیل
مقرر کیا ہے - اور شکر کرکے پانی کے سہارے خشک نوالہ حلق سے اُتارنے والون کے
واسطے کیا کیا نعمتین فراہم کر رکھی ہین -

لوگ امید و آرزو کے گرویدہ ہین - اور کہتے ہین کہ انسان صرف امید کے سہارے
پر جی رہا ہے - بیشک یہ صحیح ہے - مگر خواب دوشین امید کا راہوار ہے - خالی خولی اُمید
محض ایک وہمی چیز تھی - خواب نے اُسے واقعیت اور حقیقت کا جامہ پہنا کے
ایسا بنا دیا کہ جب تک یہ فرشتۂ رحمت اُمید و آرزو کے باغ کو نظر کے سامنے رکھتا ہے
انسان کے دل مین اُسکے بے اصل اور محض وہمی ہونے کا خیال بھی نہین گذرتا -

اے خواب دوشین کے فرشتے! کون ہے جسکی تمنا تو نہین بر لاتا؟ اُس مایوس
مریض کو جسے سارے اطبا جواب دے چکے تو اپنی مسیحائی سے اُٹھا کے کھڑا کر دیتا ہے -
اُس فلاکت زدہ کو جسکی پریشانی و سرگردانی انتہا کو پہونچ گئی تو کامیاب و بامراد کر دیتا
ہے - اُس یتیم کو جسکے سر پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہین تو امید و آرزو کے خواب دکھاتا ہے
اور سب تو سب تو اُس عاشق حرمان نصیب کا غمگسار ہے جسے سارا زمانہ دشمن نظر آتا
ہے - ہان اے ہمارے پُر لطف خواب تو اُسوقت ہمین عیش و عشرت اور مسرت و
شادمانی کا تماشا دکھاتا ہے جب اپنے پرائے سب ساتھ چھوڑ دیتے ہین - صرف اتنا
ہی نہین کہ خواب دوشین کی مدد سے عاشق ناکام کو دولت وصل حاصل ہو جاتی ہے
اور غم و الم کا ستایا ہوا عیش و مسرت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے - اے فرشتۂ رحمت
اکثر تو ہمین اُن لوگون سے ملا دیا کرتا ہے جنکے پاس تک پہونچنا ظاہر پرستون کے
اعتقاد مین غیر ممکن ہے - کتنے ہین جو تیری مدد سے اُن لوگون سے مل لیے ہین جو
دنیا سے رخصت ہو چکے - اُس باپ نے اپنے داغ دے جانے والے بیٹے کی پیاری

صورت تجھ سے بین بگڑی ہے اور خوشی خوشی اٹھ بیٹھا ہے - اُس بیٹے سے شفیق باپ کی زبان سے کچھ نصیحتین خواب مین سنی ہین اور بڑے اطمینان و دلجمعی کے ساتھ چونکا ہے اُس بیوہ نے کہ خوش تنا بہ سونیوالے شوہر کو سوتے مین دیکھا ہے اور نہایت ہی بشاش چہرے کے ساتھ بچھونے سے اُٹھی ہے - اُس غم نصیب کو جس کی معشوقۂ دلنواز نے جام مرگ پیا اور آغوش لحد مین میٹھی نیند لے رہی ہے سوتے سوتے معشوقۂ ناز آفرین کا وصال نصیب ہوا ہے اور دو گھڑی کے لیے سارا غم بھول گیا ہے -

اس سے بھی بڑھکے یہ ہے کہ اے خواب دوشین تو بعض اوقات تمین اُن لوگون کی زیارت کرا دیتا ہے جنکا جمال جہان آرا دیکھ پاتا ہمارے لیے دنیا مین سرمایۂ سعادت اور عقبیٰ مین وسیلۂ نجات ہے - تیری بابرکت فیاضی سے ہم حضرت رسالت روحی فداہ (علیہ التحیۃ والثنا) کے نورانی چہرے کو دیکھتے آپ کی صحبت فیض مین پہونچتے اور آپ کے مقدس ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہین - تیری نظر عنایت ہوتی ہے تو ہم دیگر بزرگان دین - صحابۂ کبار - اہل بیت اطہار - اور دیگر علما و فضلا - اولیا و اتقیا کی پاک محفل مین ہوتے ہین اور اپنی زندگی کی اُن مبارک گھڑیون پر جو تیری بدولت نصیب ہوئی تھین جب تک جیتے ہین فخر و ناز کرتے ہین - بلکہ اے سراپا رحمت فرشتۂ خواب تیری دستگیری سے ہمین بعض مبارک گھڑیون مین وہ جلوہ نظر آ جاتا ہے جسکی آرزو مین حضرت موسیٰ کو بھی لن ترانی کا جواب ملا تھا -

واہ وا اے خواب دوشین بڑے ناقدرشناس ہین وہ لوگ جنھین تیری قدر نہین ان برکتون اور سعادتون ہی پر منحصر نہین - دونون عالمون مین کوئی مقام نہین جہان تک تو ہمین پلک جھپکنے مین پہونچا دیتا ہو - اور کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز ایسی نہین جو تیری بدولت ہمین نظر نہ آ سکتی ہو - تیرے اُلو العزمی کے ارادون کے سامنے ہر چیز ممکن ہے سارے عالم ہستی مین کوئی جگہ نہین جہان تیرا عمل نہ ہو - اور جہان تیرا عمل ہو وہان کوئی چیز غیر ممکن نہین - جو زبان تیرے امن مین بولی جاتی ہے اُس مین غیر ممکن اور محال سے لفظ ہی نہین ہین - ہم نے کس چیز کا شوق کیا ہے جسے تو نے پورا نہین کر دیا اور کون سی آرزو ہے جو تیری نظر عنایت کے بعد بر نہ آئی ہو؟ جنت و دوزخ کی تو ہمین سیر کرا دیتا ہے - ملاء اعلیٰ اور تحت الثریٰ تک تو ہمین پہونچا دیتا ہے - تیری

مزے سے ہوتے کے جھولے ہم تو اڑاتے ہین۔ آسمان کے تارون کو ہم چھو آتے ہیں۔ فرشتون سے ہم سے باتین ہو جاتی ہین۔ جنت کے روزن دیوار سے جھانک کے حورون کا جلوہ ہم دیکھ آتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ تیرے اُڑن کھٹولے مین بیٹھ کے ہم وہان تک تو ہو آتے ہین جہان تک حضرت رسول اکرم شب معراج کو پہونچے تھے یا جہان تک کہ انسان کا وہم وگمان بھی نہین پہونچ سکتا۔

ہان اے خواب دوشین بعض اوقات تو ہمین ڈرا بھی دیا کرتا ہے اور ہمین ایسی ایسی ہولناک تصویرین دکھا دیا کرتا ہے کہ ہم سہم کے رہ جاتے ہین۔ مگر وہ بھی ہماری نصیحت۔ ہمارے متنبہ کرنے اور ہمین عبرت دلانے کے لیے ہوتا ہے۔ یا یون کہنا چاہیے کہ وہ نیش ہے جسکے بغیر نوش کا مزہ نہین۔ وہ کانٹا ہے جسکے بغیر گلچینی کا لطف نہین

خلاصہ یہ ہے کہ اے خواب دوشین ہماری زندگی تیرے سہارے پر چل رہی ہے

ہماری موجودہ حالت ہر طرح ابتر ہے۔ ہم ترقی سے دور ہین۔ تعلیم مین پیچھے ہین۔ دولت وعزت ہمیشہ کے لیے ہاتھ سے جاتی ہے۔ مگر تو جو ہمیشہ بیکسون اور غمزدون کا مونس وغمگسار رہا ہے ہمارا دل بہلاتے اور ہمین تسلی دینے کے لیے ہمارے ساتھ ہے اگر آجکل ہمارے ہاتھ مین کچھ نہین تو اندیشہ نہین۔ اسلیے کہ تو گذشتہ اقبالمندیون کے خواب دکھا دکھا کے ہمین خوش کر دیا کرتا ہے۔

آج

ہان آج ہی کسی ناز آفرین دلربا نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر جب وہ کشمکش بھی آج کو آج نہ آئے!! افسوس تو اسی بات کا ہے کہ جو روشان بھری کل ہمیشہ کل ہی رہی۔ قیامت کی نسبت بھی مدت سے سنتے آئے ہین کہ کل آئیگی۔ مگر نہین۔ اُنکی ضد بھی کبھی ٹوٹ جاتی ہے۔ اکثر محشر خرامون کے فراق مین اور بارہا اُنکی مستانہ خرام ناز کی ٹھوکرون سے قیامت نے اپنا جلوہ دکھا دیا۔ صبح وصال کی حسرتناک صبحون مین اکثر اوقات کسی محشر ادا کے رخصت ہونے کے ساتھ تارون کی اُتری ہوئی صورت دیکھی تو فردائے قیامت نے امروزہ صبح محشر بن کے دکھا دیا لیکن اسکی قیامت کی گھڑی مین جو کل کا وعدہ کر کے گئے تھے اُنکی کل ایک کیا ہزارہا کلین گذر جانے

پر بھی کل ہی رہی -

ہم نے اپنی کتنی آرزوؤں کو آج پر اُٹھا رکھا تھا لیکن افسوس اُن میں سے ایک بھی پوری نہ ہوئی اور ہم پچھتاتے رہ گئے - دنیا میں اگر سچ پوچھو تو ہم کل کے آغوش میں ہیں - جو گذر گئی وہ بھی کل تھی اور جو آنیوالی ہے وہ بھی کل - یہ گذشتہ اور آئندہ دونوں کلیں جس موہوم نقطے پر آکے ملتی ہیں اُسکا نام ہمنے آج رکھ چھوڑا ہے - حالانکہ یہ نقطہ اس قدر موہوم و بے حقیقت ہے کہ اہل ہندسہ کے نقطے کی طرح گو موجود ہے مگر علیحدہ کر کے کبھی نہیں بتایا جا سکتا کہ کہاں ہے -

ایک جہاز سمندر میں چلا جاتا ہے - آگے بھی پانی ہے اور پیچھے بھی پانی ہے - وہ صدہا میل کی مسافت طے کر جاتا ہے مگر دونوں طرف جیسا منظر تھا ویسا ہی بنا رہتا ہے - سامنے کا پانی ہمارے پاس سے ہو کر بیشک گذرتا ہے - مگر اس سبک روی سے کہ ہماری نظر بھی اُسپر اچھی طرح نہیں جمنے پاتی - اسی طرح زمانے کے سمندر میں ہماری کشتی عمر رواں ہے - سمندر کے پانی کی طرح ایک کل ہمیں سامنے نظر آتی ہے اور ایک پیچھے - آرزوئیں اور ہوسیں ہمیں اکثر آگے ہی کی طرف متوجہ رکھتی ہیں - ہم اُنکی دلچسپیوں اور دلفریبیوں میں اس قدر محو ہیں کہ ہمارا خیال پاس کی چیزیں درکنار اپنی ذات کی طرف بھی بہت کم متوجہ ہوتا ہے - جس طرح مرنے والے کی آنکھیں چھت سے لگی ہوئی ہیں اُسی طرح ہماری آنکھیں آگے کے منظر پر جمی ہوئی ہیں - سامنے کا زمانہ چپکے سے کھسک کے پاس آتا ہے اور اس طرح آناً فاناً ہمیں چھو کے نکل جاتا ہے کہ ہمیں خبر بھی نہیں ہونے پاتی - جب تک ہم دیکھیں دیکھیں وہ نظر کے ہاتھ سے دامن چھڑا کے گذشتہ زمانے اور اُس کل میں مل جاتا ہے جو ہو چکی - اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پس پشت والا ناپید اکنار سمندر بن جاتا ہے جس سے ہم خود نکل آئے ہیں -

جسے ہم آج کہتے ہیں وہ ایک ایسی نہ ٹھہرنے والی آن ہے جو ایسی زبردست قوت کے ساتھ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی ہے کہ اگر ساری دنیا روکنا چاہے تو بھی نہ روک سکے - اپنی عمر رواں کی رفتار ہمیں گذشتہ اور آئندہ زمانوں میں نہیں بلکہ صرف موجودہ زمانے یا آج کی ناپائدار گھڑی کو دیکھ کے نظر آسکتی ہے - اور اسی وجہ سے جن مسرتوں اور خوشیوں کا ہمیں مدتوں انتظار رہتا ہے وہ اول تو وعدہ فراموشوں کی تغافل شعاری

سے آتی ہے بہت کم ہیں - اور آتی بھی ہیں تو اس پھرتی سے گذر جاتی ہیں کہ ہم لطف اُٹھانے کا ارادہ ہی کرتے رہ جاتے ہیں اور وہ گرفت سے باہر ہو جاتی ہیں-

اس آج کی گھڑی کا امتداد اگرچہ مختلف لوگوں کو اپنے مذاق و حالت کے لحاظ سے کبھی کم اور کبھی زیادہ نظر آیا - تم دیکھتے ہی ہو کہ کسی کی شب ہجر کاٹے نہیں کٹتی ہے اور کسی کی خوش نصیبی کو ایک شمع بھر سے زیادہ پائداری نہیں - کوئی درازی شب فراق کا شاکی ہے - اور کوئی شب وصل کے اختصار کا شکوہ کرتا ہے - تاہم آج کا جس قدر حصہ حقیقۃً موجود ہے اور جس پر آج کا لفظ صحیح طور پر صادق آتا ہے وہ اس قدر ناپائدار اور تغیر پذیر ہے کہ اُسکے فوری انقلابات کا خیال کر کے ہم متحیر ہو جاتے ہیں - جہاز کو یہی نظر آتا ہے کہ پانی اُسے اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہے مگر وہ پانی ایک حیرت انگیز سرعت سے بدلتا رہتا ہے - جو پانی ایک منٹ پیشتر تھا وہ اب نہیں - اور جو اب ہے وہ بعد والے منٹ میں نہ ہوگا - اسی طرح ہمیں اپنی کشتی عمر کی رواتی میں ہمیشہ یہی نظر آیا کرتا ہے کہ نہ ہمیں زمانۂ گذشتہ سے واسطہ ہے اور نہ آیندہ سے بلکہ ہم ولادت سے موت تک ہمیشہ آج ہی کے آغوش میں رہتے ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ گویا جو کچھ ہوتا ہے آج ہی ہوتا ہے - آج ہی ہماری جولانگاہ ہے - اور آج ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے - مگر غور سے دیکھو تو ہر آج ایک دوسری گھڑی کا نام ہے - وہ گھڑی بھی آج تھی جسمیں ہم کامیاب و بامراد تھے - اور وہ گھڑی بھی آج ہے جس میں ہم ناکام و نامراد ہیں - وہ بھی آج ہی کا واقعہ ہے جب ہمارا دست شوق کسی کے گلے سے صفا میں پڑا ہوا تھا - اور وہ بھی آج ہی کا ذکر ہے کہ ہم کسی نامرادی پر کف افسوس مل رہے تھے -

ہنستا ہوا مُنھ

دنیا بھر کے افکار و آلام کے مٹا دینے اور ہر طرح کے اندوہ و غم کے دور کر دینے میں جو دخل ایک بشاش چہرے اور ہنستے ہوئے مُنھ کو ہے کسی چیز کو نہیں کسی عزیز - کسی ہمدرد - اور کسی جانی دوست کا ہنستا ہوا مُنھ ہول دل کا سب سے زیادہ موثر اور زود اثر تعویذ ہے - کیسے رنج والم میں مبتلا ہوں - کیسے ہی صدمات و

و حوادث نے پریشان کر رکھا ہو کسی تسلی دینے والے نے ہنستے ہوے چہرے کے ساتھ آکے تسلی دی اور سارے تکلفات کافور ہوگئے - وہ دردمند بیوہ اور وہ بھی ہندوستان کی ستم زدہ بیوہ جس سے دنیا نے ساری لذتیں چھین لی ہیں جسے یاس و ناامیدی کے سوا امید و آرزو کی کبھی صورت بھی نہیں نظر آتی اپنے اُس بچے کا منہ دیکھ دیکھ خوش ہو جاتی ہے جو گود میں سوتا اور سوتے میں اپنے بچپن کا خواب دیکھ دیکھ کے بار بار مسکراتا ہے - اس ہنستے ہوے معصوم چہرے نے زندگی کی تمام نامرادیاں بھلا دی ہیں - اور اُن [illegible] کو گھڑی بھر کے لیے بالکل دور کر دیا ہے جسکے ہجوم سے اُسکی اکثر راتیں اس طرح گذرتی ہیں کہ پلک سے پلک نہ جھپکی -

دنیا کے تمام حکیموں اور ہر قوم کے عقلمندوں کا اسپر اتفاق ہے کہ مرد کی فکروں اور اُسکی ہر قسم کی پریشانیوں کا دور کرنے والا ایک شریک غم بی بی سے بڑھ کے کوئی نہیں ہو سکتا - لیکن اس فلسفیانہ دعوے کے ماننے سے پہلے اس بات پر بھی غور کرو کہ کیوں؟ اسلیے کہ ہم کیسے ہی افکار و آلام میں گھرے ہوے ہوں - کیسے ہی پریشان و کبیدہ خاطر بیٹھے ہوں ہماری یہ رفیق زندگی اپنا پیارا ہنستا ہوا منہ لیکے سامنے آئی - رسیلی آنکھوں سے دیکھا - تسلی و دلدہی کی دو باتیں کیں اور سارا غم غلط ہوگیا - اس میں شک نہیں کہ بعض جاہل بیبیاں ایسی بھی ہیں جو شوہر کے سامنے بجاے بشاش چہرہ بنانے کے منہ تھوتھا لیا کرتی ہیں - اُنکا برتاؤ مرد کو اور زیادہ مصیبت و آفت میں مبتلا کر دیا کرتا ہے - اور اُس غریب کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ خود اُسکا گھر اُسکے حق میں عذاب ہو جاتا ہے لیکن ایسی ہی عورتوں کے حق میں ہمارا فلسفۂ اخلاق کا مسلم الثبوت امام کہ گیا ہے ؎

زن بد در سراے مرد نکو — ہم دریں عالم ست دوزخ او

ایسی عورتیں بیبیاں نہیں بلکہ بلاے جان ہیں - اصلی اور اپنے فرض کو ادا کرنیوالی بی بی وہی ہے جو شوہر کی مونس و غمگسار ہے - اور رنج و الم کی حالت میں اپنے بشاش چہرے سے میاں کی ساری فکریں بھلا دے -

بی بی تو زندگی بھر کی رفیق و مونس ہے - معمولی ہمصحبت و ہمسفر بھی جب کبھی ہنستے ہوے منہ سے کسی غمزدہ اور حرمان نصیب کی طرف دیکھ لیتے ہیں تو اُسکے دل کو ڈھارس بندھ جاتی ہے - پرانا سیاح ابن بطوطہ اپنے سفر کے ابتدائی ہی زمانے میں جب گھر

سے نکل کے مصر کو جا رہا تھا اور سواحلِ بحیرۂ روم کے شہروں میں سے ٹونس میں فروکش
ہوا۔ کہتا ہے میں اُس شہر میں پہونچا تو لوگ اہل قافلہ کے استقبال کو آئے۔ بشاش
چہروں کے ساتھ ایک دوسرے سے ملنے اور باہم اظہارِ محبت کرنے لگے۔ مگر میں بالکل
اجنبی تھا۔ ایک کونے میں تن تنہا کھڑا تھا اور کوئی میری طرف نہ آتا تھا۔ اپنی یہ
محرومُ القسمتی دیکھ کے میرے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور
چند لمحوں میں یہ حالت ہو گئی کہ زار و قطار رو رہا تھا۔ دل میں ایک عجیب حسرت و
یاس کے ساتھ یہ خیالات گذر رہے تھے کہ اسوقت میں وطن میں ہوتا تو میرے احبا بے
اسی طرح مجھ سے ملتے۔ میرے عزیزوں کو مجھ سے بغلگیر ہو کے مسرت حاصل ہوتی۔ مجھے
یوں بیتاب و بیقرار دیکھ کے ایک شخص میرے دلی خیالات کو سمجھ گیا۔ فوراً آکے مجھسے
ملا۔ اپنے بشاش چہرے سے میری تسلی و تشفی کی۔ اور ایسی باتیں کہیں کہ میرا سارا
غم غلط ہو گیا۔" ابن بطوطہ تو خیر ہم مذہبوں اور ہم خیالوں کے ایک مجمع کثیر میں تھا
کسی آبلہ پا آوارہ گرد کو بھی اُس وحشت میں جہاں کوئی اپنا پرایا نہیں نظر
آتا اگر کسی کی مانوس صورت نظر آجاتی ہے تو دل کو تسلی ہو جاتی ہے۔

مشہور ہے کہ مرض چاہے کیسا ہی شدید ہو صبح کے وقت اُس میں تھوڑا بہت
سکون ضرور ہو جاتا ہے۔ ساری رات چاہے کراہتے اور بےچینی کی کروٹیں بدلتے
گذری ہو مگر نسیم سحر کے جھونکوں میں کچھ ایسی فرحت ہے کہ سخت سے سخت بیمار کی بھی
آنکھ لگ جاتی ہے۔ کیوں؟ اسلیے کہ خندۂ صبح مشہور ہے۔ اس گھڑی آسمان حرمان
نصیبوں کی طرف ہنستے ہوے منہ سے دیکھتا ہے اور افسردہ دلوں کی مسکرا مسکرا کے
ڈھارس بندھاتا ہے۔ شمع کی اشکباری ہر شخص دیکھتا ہے۔ اُسکی سوگوارانہ خموشی
سے بھی سب لوگ واقف ہیں۔ مگر چونکہ اُسکے رونے میں بھی ایک ہنسنے کی شان نظر
آتی ہے لہذا صحبتہاے عیش کی ہمدم و ہمراز قرار دی گئی۔

غریب کے جھونپڑے میں ماند اور ٹمٹماتا ہوا چراغ اگرچہ ہر وقت ناکامی و پژمردہ
دلی کی تصویر بنا رہتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ جو سامان ہر وقت اُسکے سامنے موجود
رہتا ہے وہ رنج و الم اور حسرت و اندوہ ہی کا ہے۔ اس نے اکثر بچوں کو بھوک سے
بلکتے اور بوڑھوں کو فاقہ کشی کی مصیبتیں جھیلتے دیکھا ہے۔ یہ ایسے مناظر ہیں کہ انکو

دیکھ کے کیسا ہی سنگدل ہو ممکن نہین کہ چہرہ نہ اُتر جائے - لیکن اس چراغ کے اُترے
ہوے حسرتناک چہرے سے جب دو چار پھول جھڑ پڑتے ہین تو بوڑھون بچون سب کے
اُداس اور یاس زدہ چہرون پر ایک رونق سی آجاتی ہے کہ چراغ ہنس رہا ہی اور
ہمین کوئی خوشی نصیب ہونیوالی ہے -

اس سے بھی زیادہ وہ درد و غم کی ستائی ہوئی بیوہ ہے جس نے اپنی امیدون
کے پُتلے یعنی یتیم بچے کے لیے خُدا جانے کتنی دیر کے بعد اور کس قدر بھوک مار کے ایک
پُر آفت شام کو ایک ٹکیہ پکائی تھی - مگر بدقسمتی سے وہ ٹکیہ بھی جل گئی - ستم زدہ بیٹا
جلی ہوئی ٹکیہ کو حسرت سے دیکھ رہا ہے - اور دُکھیا ماں نے عجب مایوسی کے خیالات
سے چولھے پرسے توا اُتارکے رکھا ہے - اتفاقاً توے کی سیاہی مین ایک آتشبازی کا
تماشہ نظر آیا - اور دونون کے مرجھائے ہوے ہونٹون پر یہ خیال کرکے ایک مسکراہٹ
نمودار ہوئی کہ توا ہنس رہا ہے - اور یہ کسی آیندہ خوشی کا مقدمہ ہے -

ہر روشنی اور چمک کسی کی ہنسی کا نمونہ ہے - تارے کھل کے نکل آتے ہین تو ہمین
خیال ہوتا ہے کہ فلک بیمہر کا سا سیہ دل بھی ہنس رہا ہے - بجلی زور شور سے چمک کے
دہلا دہلا دیتی ہے - مگر ہمین یہ سمجھ کے گونہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ ابرسیہ اپنے سوگوارانہ
لباس مین روتے روتے ہنس پڑا ہے - سپیدۂ صبح کو بھی ہم کالی ڈراونی راتون کی ہنسی
تصور کرتے ہین - آسمان چھوڑ کے دنیا مین آئے تو یہ تیرہ خاکدانِ عنصری بھی اس قسم کی
تسلی بخش ہستیون سے خالی نہین ملتا - برسات کی اندھیری راتون مین اگر کسی درخت
پر بہت سے جُگنوؤن کا ہجوم ہو جاتا ہے اور وہ اُسکی پتیون مین ایک طرح کی زندہ اور
متحرک دمک پیدا کرتے ہین تو ہمین ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے رات کسی زندہ دل
سانولی معشوقہ کی طرح ہنس رہی ہے - یہ سب روشنیان چونکہ ہمین ایک پُرلطف
ہنسی کا جلوہ دکھاتی ہین اسلیے ہمارے افسردہ دلون [illegible] دیتی اور انتہا سے زیادہ
مایوسی وحسرت کے عالم مین بھی ہمین ہنسا دیتی ہین -

زندگی تو زندگی ہم مرنے والے عزیزون کے چہرون پر بھی ہنسی اور مسکراہٹ کو
ڈھونڈھا کرتے ہین - جسکے چہرے پر دُکھاپن برستا ہے وحشت طاری ہوتی ہے اور
مُدّت کا بھیانک پن ہمارے دلون پر رعب ڈالتا ہے اُسکی نسبت ہمین خیال ہوتا ہی

کہ اسکی موت اچھی نہین - اور اسکی اُس عالم کی زندگی کی نسبت اندیشہ ہوتا ہے کہ اُسکے حق مین آزار دہ نہ ہو - لیکن اسکے مقابل جن مرنیوالون کے چہرون پر ہمین پُر اطمینان متانت - اور تسلی بخش مسکراہٹ کے آثار نظر آتے ہین - اُنکی مردہ صورت دیکھکے بھی ہمارے دل کو ایک لطف حاصل ہوتا ہے - اُنکے خاموش ہونٹون کا تبسم دیکھکے اُس غم و الم کی گھڑی مین بھی ہمارا یہی جی چاہتا ہے کہ بے تحاشا ہنس پڑین -

دنیا کی بہار و خزان اسی ہنسنے اور رونے کا نام ہے - بہار اسلیے پُر لطف ہے کہ اُس حسرت خیز موسم مین صحن چمن مین جدھر نظر دوڑائیے پھول مسکراتے اور ہنستے ہی نظر آتے ہین - موسمی کیفیتین کچھ ایسا لطف پیدا کر دیتی ہین کہ معشوقان چمن اپنی ہنسی کو کسی طرح ضبط نہین کر سکتے - ہوائے سرد اور نسیم مشکبار کے جھونکے آ آکے گُدگداتے ہین - اور نازنینان باغ بیتاب ہو ہوکے ہنس پڑتے ہین - اگر یہ عام ہنسنے اور کھلکھلانے کا سمان نہ بندھا ہوتا تو موسم گل مین ہرگز یہ دلکشی اور فرحت نہ ہوتی - اسی خندۂ گُل کی برکت ہے کہ ہم کیسے ہی پریشان و فکرمند ہون باغ مین آئے اور دل بہل گیا -

بخلاف اسکے خزان مین افسوس وہ ہنسنے والے رخصت ہو جاتے ہین - ہر چیز پر ایک خشک مزاجی و افسردگی برسنے لگتی ہے - وہ بلا کی بدمزہ متانت اور تھرکی پژمردگی و افسردہ دلی ہوتی ہے کہ بجاے جی بہلنے کے اُن دنون انسان کے دل پر ایک حسرت طاری ہوتی ہے - اور جس چیز کی طرف وہ نظر اُٹھا کے دیکھتا ہے گویا اُس سے یہی آواز آتی ہے کہ میری طرف نہ آتا - آئے اور پریشان ہوے - اسلیے کہ ؎ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را -

فرشتہ

مقدس بزرگون کے اعتقاد اور تعلیمات دینی کی تصریحات کے موافق فرشتہ ایسے مخلوقون کا نام ہے جو جسمانیت سے مبرا - خداوند جل و علا کے مقرب - دربار ایزدی کے ہرکارے - اور اُس حضرت رب العزت کے سفیر ہین - دنیا مین جو کچھ ہوتا ہے

انھین کے ہاتھوں ہوتا ہے - اور حضرت سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت جس چیز سے متعلق ہوتی ہے اُنھین کی معرفت متعلق ہوتی ہے - وہ چونکہ مجرد عن المادہ اور روح محض ہین اسلیے کوئی خاص شکل و صورت نہین رکھتے - لیکن ضرورت کے اوقات مین کبھی کبھی کسی صورت مین بھی نمایان ہوے ہین - جیسے حضرت سرور کائنات کی خدمت مین کبھی دحیہ کلبیؓ کی اور کبھی کسی اجنبی شخص کی صورت مین حاضر ہوے - اور جب قوم لوط پر عذاب الہی نازل کرنے کو جاتے تھے راستے مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس مسافر اور ابن السبیل بن کے آئے - لیکن ان عارضی صورتون کی بنا پر یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ کوئی خاص صورت و حلیہ رکھتے ہین یا کسی خاص شکل و شمائل کو اُن کے ساتھ تخصیص ہے -

تاہم ہر گروہ و امت نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق اُنکے لیے کوئی صورت ضرور تصنیف کی ہے - مسیحیون کی مذہبی تصویرون مین فرشتے شاید معصومی و بیگناہی کی بنیاد پر چھوٹے چھوٹے خوبصورت پردار بچون کی وضع مین دکھائے گئے ہین - جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکے فرشتون اور یونانیون کے عشق کے دیوتا کیوپڈ کی صورت مین کوئی فرق نہین باقی رہا -

ہندوون مین فرشتون کی جگہ دیوتاؤن نے لی - اور اُن دیوتاؤن کو چونکہ عالم کے مختلف انتظامات و جذبات سے علاقہ تھا - لہذا ہر دیوتا کی صورت اُسکے کام اور مذاق کے مطابق بنا دی گئی - اُن مین سے کوئی عورت ہے کوئی مرد - کوئی بدصورت ہے اور کوئی خوبصورت - کسی کی صورت نہایت ڈراؤنی اور مہیب ہے اور کسی کی شکل دلکش و دلربا اور نہایت ہی تسلی بخش -

مسلمانون مین بتایا تو یہ گیا تھا کہ وہ نہ مرد ہین نہ عورت - نہ صورت رکھتے ہین نہ شکل - محض نور کے پتلے ہین - اور نور بھی ایسا جو نظر نہین آتا - بلکہ صرف دل کی آنکھون سے محسوس و معلوم ہو سکتا ہے - مگر بعض روایتون اور قصون کی بنیاد پر یہان بھی اُنکی صورتین قائم کر دی گئین - صاحب عجائب المخلوقات نے ہر آسمان کے فرشتون کی تصویرین عجیب و غریب وضع کی بنا کے دکھا دین - کہین تو وہ دیوون کی صورت مین ہین اور کہین پریون کی شکل مین ہین - کہین وہ دلربا اور دلفریب عورتون کی

شان رعنائی و دلبری دکھا رہے ہین - اور کہین اپنے اعضا اور خوفناک اسلحہ سے ڈرا رہے ہین - یہی نہین - اسرافیل و عزرائیل - میکائیل و جبرئیل سب کی صورتین بنادین نوبت یہان تک پہونچی کہ روضے والیان ہر گھر مین جا کے عورتون کو فرشتون کی تصویرین دکھاتی اور اپنی عقیدت کیشی کی نغمہ خیز آواز مین اُنکے حالات سُناتی ہین -

مگر خیر یہ تو وہ سب کرشمے ہین جن کا جامہ رسمی و تقلیدی مذہب فرشتون کو ہمیشہ پہنا دیا کرتا ہے - مگر یہ بات ہماری سمجھ مین نہین آتی کہ ہمارے شعرا کو فرشتون کی کس ادا نے گرویدہ کر لیا ہے کہ معشوق کے حسن و جمال کی تشبیہ مین اُنھین پیش کیا کرتے ہین - ہندوؤن کے نزدیک دیوتاؤن یا فرشتون کی صورتون کا کوئی عام اور سب پر صادق آنیوالا حلیہ نہین کہ اُس سے تشبیہ کا کام لیا جا سکے - رہے مسیحیون کے فرشتے - وہ گو خوبصورت ہوتے ہین - مگر نابالغی اور بچپن کی وجہ سے معشوق کے حسن کے لیے تشبیہ کا کام نہین دے سکتے - اگر کیوپڈ کی اور اُنکی خوبصورتی نے یہ خیال پیدا کیا ہو تو بھی صحیح نہین معلوم ہوتا - کیونکہ اول تو مسلمانون کے لٹریچر مین یونانیون کے اس دیوتا کو کبھی جگہ نہین ملی - اور کوئی مسلمان جانتا بھی نہین کہ کیوپڈ کون اور کیسا تھا - اور بفرض محال یہ صحیح بھی مانا جائے کہ فرشتون کی خوبصورتی کا خیال مسلمانون مین کیوپڈ کی وجہ سے آیا تو بھی بات نہین بنتی - کیونکہ کیوپڈ عشق کا دیوتا ہے حُسن کی دیوی نہین - اُس سے شاعرانہ جذبات مین اگر کام لیا جا سکتا ہے تو جذبات عشق کے ظاہر کرنے اور بیتابی و بیقراری کا ثبوت دینے مین نہ حُسن و جمال کا کمال دکھانے مین -

یہ بھی نہین تو پھر آخر فرشتون مین کون سی بات ہے کہ شعرا انکی خوبصورتی کے دلدادہ اور اُنکے حسن و جمال پر مٹے ہوے ہین؟ کیا کوئی فرشتہ کبھی دنیا مین معشوق بن کے آیا تھا؟ ہرگز نہین - بلکہ دنیا مین فرشتے آئے بھی تو عاشق بن کے - اور اس طرح کہ اپنے حسن و جمال کی آن بان دکھانا درکنار خود انسانی معشوق کے فریب مین پھنس گئے - بابل اُجڑ گیا اور اُسکے ساتھ اُسکا مشہور کنواں بھی نہ جانے کیا ہوا - ورنہ ہم بتا دیتے کہ انسانی حُسن نے فرشتون پر کس طرح فتح پائی - اور فرشتے بجاے اسکے کہ کسی آدمی کا دل چھینتے خود اپنا دل ہاتھ سے کھو بیٹھے -

غالبًا شعرا کو فرشتون کی تخلیق نے دھوکا دیا - اُنکو نورانی و نوری سنا تو خیال کر بیٹھے کہ وہ نور کے سانچے مین ڈھلے ہوے ہین - اور جب نور کے سانچے مین ڈھلے ہین اور نور ہی سے بنے ہین تو ہونگے بھی نہایت خوبصورت - مگر یہ بھی غلطی ہے جس نور کی ضرورت حسن کے لیے ہے وہ روشن اُجلا - سفید - اور دمکتا ہوا ہونا چاہیے - جسکو دیکھ کے ہمین کسی حسین کے آتشین رخسار یاد آجائین یا کسی کا کندنی رنگ ہماری نظر کو محو حیرت بنائے - اور یہ بات اُس نور مین نہین ہو سکتی جس سے فرشتون کی تخلیق ہوئی ہے اور جسکی بنا پر ہمنے پریون کو عموماً اپنی عشقبازی کا نمونہ بنا رکھا ہے - فرشتون کی حالت یہ ہے کہ وہ عابد و زاہد اور شب و روز زہد و تقوی مین مصروف رہتے ہین - اُنکی زندگی عبادت الہی ہے - اور اُنکا کام صرف اتقا و پرہیزگاری ہے - ایسے لوگون کی نسبت گستاخی معاف ہمین تو اکثر یہی تجربہ ہوا ہے کہ بدصورت و بدقطع ہوتے ہین - اور اگر خدا اُنھین اچھی صورت بھی دیتا ہے تو بے پروائی کے ہاتھون اُنکی ایسی مٹی خراب کرتے ہین کہ بُری صورتون سے بھی بدتر ہو جاتی ہے -

پھر آخر کیا بات ہے کہ ہمنے فرشتون کو خواہ مخواہ اور بغیر تحقیق و تدقیق کیے حسین و صاحبِ جمال مان لیا ہے؟ اصل یہ ہے کہ جو چیز آنکھون سے غائب ہوتی ہے ہمارا حسنِ عقیدت اُسے حسین ہی باور کراتا ہے - دور کی چیزون کو بھی ہم زیادہ خوشنما اور پُر لطف پاتے ہین - چنانچہ جو دوست دور رہتا ہے وہی زیادہ یاد آتا ہے - پھر کیون تعجب کی بات ہے اگر کسی آنکھون سے چھپی ہوئی چیز کو ہمنے اپنے عام حسن عقیدت کے مطابق خوبصورت تسلیم کر لیا -

ندیون کا بہاؤ

اے دلفریب اداؤن اور دلستان مستانہ خرامیون سے بہنے والی ندیو! تم اگرچہ شور کرتی اور ہنگامہ مچاتی ہوئی چلتی ہو مگر پھر بھی خاموش ہو - ہمارے سیاحون کا معمول ہے کہ دنیا کے کسی چھوٹے حصے کی بھی سیر کر آتے ہین تو جہان دو گھڑی کو بیٹھ جاتے ہین اپنے سفر کے حالات اور اپنی آپ بیتی کہانیان سنانا شروع کر دیتے ہین - اپنے سفر کے حالات اخبارون مین چھپواتے - سفرنامے شایع کرتے - اور بڑے بڑے

مجمعوں مین کھڑے ہو کے اپنے تجربات اور چشم دید واقعات بیان کرتے ہین - مگر اے باغ آفرینش کی ازلی و ابدی سفر کرنے والیو! تم کیون ایسی چُپ ہو کہ کسی کو ایک لفظ بھی نہین سناتین۔

تمھاری داستان اور تمھارے سفر کی سرگذشت نہایت دلچسپ تھی مگر افسوس کسی کے سننے مین نہین آئی - تمھارے تجربات بہت بکارآمد تھے مگر کسی کے گوشگزار نہ ہوسے - تم نے اُن مقامات کو دیکھا ہے اور اُن کیفیتون کا لطف اُٹھایا ہے جن سے ہمارے کان آشنا نہین - اور تم اُن مقامات مین گذری ہو - اُن نظرفریب وادیون اور دلکش مرغزارون کو تم نے دیکھا ہے کہ لا عینٌ رَأَتْ ولا اُذنٌ سَمِعَتْ - تاہم یہ کہنا غلطی ہے کہ تم خاموش ہو اور تمھارے زبان نہین - نہین خدا نے تمھین ایک زبان دی ہے اور ایسی زبان جو کسی وقت رُکتی ہی نہین - لیکن گوش شنوا چاہیے جو سنے اور چشم بینا چاہیے جو دیکھے - تم اپنی زبان بے زبانی سے بولتی اور زبان حال سے وہ وہ باتین بیان کر رہی ہو جن کو اگر کوئی سنے تو ساری دنیا کے سفرنامون کو بھول جائے۔

آؤ تمھاری ہی زبان حال سے سن کے تمھارے سفر کا حال اُن سیاحون کو سُنائین جو اپنے سفرون اور اپنے چند روز کے کارنامون پر فخر کر رہے ہین - دُنیا کے بہت سے دریا ہین جن مین سے ہر ایک کے سفر کی سرگذشت بیان کرنے کے لیے ہماری موجودہ عمر کافی نہین - لہذا ہم ایک ایسے دریا کا سفرنامہ سناتے ہین جو ہندوستان ہی مین بہا ہے - اُسکی حدبندی کرتا ہے - جو پنجاب کا سرمایۂ ناز ہے - اور جو اپنی وضع و حالت سے مغربی ہندوستان کو مملکت مصر کے مماثل ثابت کر رہا ہے - واقعی دریاے اٹک کی سرگذشت سننے کے قابل ہے اور جو لطف اسکی داستان مین ہے کسی مین نہین۔

ایک گھڑی بھر کے لیے اُسکے دہانے کے پاس جا کھڑے ہو جہان وہ ہزارہا کوس کا تھکا ماندہ آکے سمندر کے آغوش مین چھپ جاتا ہے اور پتہ بھی نہین چلتا کہ کیا ہوا اور کہان گیا - لیکن اگر گوش عبرت کھول کے کھڑے ہو تو وہ اس آغوش راحت مین سونے سے پہلے تمھین زبان حال سے اپنی کہانی سنا دے گا - دیکھو اُس شور و تلاطم کی آواز سے جسے لوگ مہمل و بے معنی خیال کرتے ہین وہ حقیقت شناسون سے کہ رہے

کہ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ اور بڑی محنتیں برداشت کر کے یہاں تک پہونچا ہوں سست اور کاہل لوگوں کی طرح میں نے کسی جگہ ایک گھڑی کو بھی قرار نہ لیا۔ اور گویا مجھے ستانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ میرا سفر مستعدی۔ پھرتی۔ چالاکی اور مصروفیت و مشغولیت کی تصویر تھا۔ بڑے بڑے پہاڑ اور گھنے سے گھنے جنگل میرے راستے میں آئے۔ مگر میں کودتا پھاندتا۔ ڈانٹتا ڈپٹتا۔ گرتا پڑتا۔ اور پھیلتا سمٹتا چلا ہی آیا۔ کوہستانوں نے میرا راستہ روکنے کیلیے چٹانوں کی دیواری کھڑی کیں مگر میں بغیر اسکے کہ ایک دم کے لیے بھی رُکوں یا اُنکی ذرا بھی پروا کروں اُنھیں پھاند گیا اُنکے پہلو سے چکر کھا کے نکل ہی آیا۔ جنگلوں کے زبردست درختوں نے اپنی ٹہنیوں کے ہاتھ جھکا جھکا کے میرا دامن پکڑنا چاہا مگر میں نے اُنکی کمزور گرفت کا بھی خیال نہ کیا اور اُنکے ناتوان ہاتھوں سے دامن چھڑا کے چلا آیا۔

میں ہمالیہ کے اُس حصے سے نکلا ہوں جو کیلاس کہلاتا ہے۔ جو اہل ہند کی جنت ہے۔ یہاں پریوں اور دیووں کا نشیمن ہے۔ اور وہاں سے آتا ہوں جہاں تک جانے اور بار پانے کی بڑے بڑے ناموروں کو تمنا ہوتی ہے۔ کیلاس کی صدہا اونچی چوٹیاں برف کی سفید ٹوپیاں پہنے رہتی ہیں۔ اُنکی اُن نظر فریب ٹوپیوں کی چاندی کی جھلجھل نیکے میں غاروں اور سوراخوں میں ہوتا ہوا پہاڑ کے شمالی دامن پر اُترا۔ اور اُسکے دامن میں نقرئی چٹکی کا لہریا بناتا اس جبروت و عظمت کی شان سے تبت کے سرسبز میدانوں میں پہونچ کے مغرب کی طرف دوڑا کہ میری اس جھپٹ کو دیکھکر لوگ مجھے "سنگھ کا باپ" یعنی شیر کا منہ کہنے لگے۔ اور اسی نام سے میں وہاں مشہور ہوں۔ وہاں دس دس کوس کی آٹھ منزلیں طے کر کے میں ایک دوسرے دریا "گار" سے بغلگیر ہوا ہوں۔ اب ایک ہم مذاق دوست کے مل جانے سے میری ہمت بڑھ گئی ہے حوصلوں میں ترقی ہوئی ہے۔ اور اب ہم دونوں نے ایک ساتھ اور ایک جان و دو قالب ہو کے سفر کرنا شروع کیا ہے۔ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ خدا نے مجھے کشمیر کی پرفضا وادیوں اور اُس جنت ارضی کے مرغزاروں میں پہونچا دیا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں جنت سے چلا اور پھر جنت میں پہونچ گیا۔ یہاں کی بعض دلچسپ اور کسی کا پھولوں سے بھرا دامن بنی ہوئی بہاڑیوں نے مجھے چھیڑا۔

اور مین نے اُنکی خدمت مین گستاخیان کین۔ بلکہ اُنکے ستانے اور ادھر اُدھر پہلوون مین
ٹھوکے بتانے مین مین اور زیادہ اٹھلا اٹھلا کے اور لہرا لہرا کے چلا۔ تھوڑی ہی دور
گیا ہونگا کہ مقام اسکردوھ کے قریب روح افزا اور دلفریب وادیون اور فرحت بخش
گھاٹیون مین مجھے ایک سرنگ مل گئی اور مین بے تکلف اُس مین گھس پڑا۔ اور گو
مین ارض مغرب کی طرف رخ کیے آگے بڑھتا چلا جاتا تھا مگر اس سُرنگ کے
آغوش مین قدم رکھتے ہی مین جنوب کی طرف جُھک پڑا۔ اور میرے دل مین اُس
ملک کی سیر کرنے کی آرزو پیدا ہوئی جسکے دیکھنے کی قدیم الایام سے آج تک تمام قومین
آرزومند چلی آئی ہین۔ یہان سے چند قدم آگے چل کے گلگٹ نام ایک چھوٹی ندی
مجھ سے آکے ہم آغوش ہوگئی ہے۔ اور اُسے مبدأ فیاض کی ایک امانت کی طرح
اپنی گود مین لیکے مین سمندر کی طرف چلا ہون۔ تقریبًا ایک سو بیس میل تک مین
پہاڑون کی گھاٹیون اور ہمالیہ کے نشیب و فراز مین کسی آوارہ گرد کی طرح سر ٹکراتا
پھرا ہون۔ اور ایسے ایسے مقامات پر میرا گذر ہوا ہے جہان تک انسان کی رسائی
نہین ہو سکتی۔ مجھے ایسی ایسی تیرہ و تار گھاٹیان ملی ہین جنکے دونون طرف سر بفلک
دیوارین ہین اور درمیان مین مین ہون۔ کہین اتنی گنجایش نہین کہ انسان کا قدم
ٹک سکے۔ اُن مقامون پر یہان میری روانی کی بہار دیکھتی ہین اور روحانی مخلوق
کے زندہ دل میری ست خرامیون سے لطف اُٹھاتے ہین۔ جا بجا مجھے کشادہ
اور سدا بہار مرغزار مل گئے ہین جنکی آبیاری و باغبانی کرتا ہوا مین اپنے ابدی
سفر کی منزلین طے کرتا چلا آیا ہون۔ یہان تک کہ آخرکار پہاڑون کی بلندی سے
نیچے اُترنے لگا ہون۔ اسوقت تک میرا سفر جیسا دشوار اور حیرت انگیز ہے دیکھنے
کے قابل ہے مگر افسوس کوئی دیکھنے والا نہین۔ مجھے آج تک دنیا مین کوئی ایسا
اُلوالعزم نہین ملا جو دو قدم بھی میرا ساتھ دے سکا ہو۔ اب مین علاقہ درہ بند مین داخل
ہوا ہون جو پنجاب کا سرحدی علاقہ ہے۔ اور جہان تک مین اپنے اصل مرکز و منبع
سے ۸۱۲ میل کی کوہستانی مسافت طے کرکے پہونچا ہون۔

یہان سے آگے بڑھ کے مین وادی چچ مین داخل ہوا۔ جو اُس آخری دور
کے اُلوالعزم ہندو راجہ کو یاد دلا رہی ہے جس نے مملکت سندھ کی حدود کو کشمیر

کی حدون سے لا کے بھڑا دیا تھا اور جسکی عظمت و جبروت کی گواہی دینے کو مین آج بھی موجود ہون - اسلیے کہ مین نے اُسے دیکھا ہے - اور وہ زمانہ میری آنکھون کے سامنے پھر رہا ہے جب وہ کشتیون مین بیٹھ کے میری سطح پر سفر کرتا تھا - اور مین اُسکے بیڑون کے لیے ایک سبک سیر راہوار کا کام دیتا تھا - اور اسی لیے وادیِ پیچ مین پہونچ کے پہاڑون کی کشمکش اور گھاٹیون کی روک تھام سے آزاد ہوتے ہی مین نے ادھر اُدھر پھیلنا شروع کر دیا ہے - اور گو بہت کم گہرا اور جابجا سے پایاب ہون مگر اس قابل ہوگیا ہون کہ میری سطح پر کشتیان آمد و رفت کر سکین - اسی بے محل پھیلاؤ کی وجہ سے یہان میرے آغوش مین جابجا بہت سے جزیرے اور بالو کے چھوٹے چھوٹے میدان پیدا ہوگئے ہین - غرض اب مین وسیع میدان مین زنجیرہ بندی کرتا اور بالو اور پانی کا جال بچھاتا ہوا چلا جاتا تھا کہ دریاے کابل سے مڈبھیڑ ہوگئی - اور وہ اس طرح اچانک مجھ پر آکے گرا ہے جس طرح کوئی زبردست دشمن بڑے بھاری لشکر کے ساتھ روانہ ہو کے اپنے حریف پر آپڑتا ہے - یہ دریا چونکہ ہندوکش - کوہ سفید قلمروِ افغانستان - اور چترال کے وادیون کی سیر کرتا ہوا اور بڑی زبردست قومون کی جفاکشی و نبرد آزمائی کے تماشے دیکھتا ہوا آیا ہے - لہذا عجب بپھر انہ ٹھاٹھ کے ساتھ مجھ سے ملا ہے - اگرچہ دشوار گذار منزلین طے کرنے اور تجربہ کاری کی حیثیت سے مین اُس سے زیادہ باوقعت تھا مگر بلحاظ زور و شور پھیلاؤ پانی کی مقدار اور بہاؤ کے وہ مجھ سے کم نہ تھا - نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دونون نے برابر کا مقابلہ کیا اور اس مقابلے مین گو ہم نے اپنی اصلی غرض یعنی سمندر کے وصال کے شوق سے ذرا بھی غفلت نہین کی مگر دور تک ہماری لہرین اور موجین باہم دست و گریبان ہوتی لڑتی بھڑتی اور ایک دوسرے کو مغلوب و پسپا کرتی چلی گئی ہین -

ہمارا یہ غصہ بہت دور پر جا کے کم ہوا ہے - شہر اٹک مین جا کے مین اپنے اصلی مرکز اور سرچشمے سے دو ہزار فیٹ نشیب مین آگیا ہون - اب مین مملکت پنجاب کے مغربی پہلو پر کوہستان سلیمان کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف دوڑنے لگا ہون - اور جو جو آگے بڑھتا گیا ہون پنجاب کی ندیان مجھ سے ملتی گئی ہین - اور میرا زور و شور بڑھتا گیا ہے - ان دریاؤن کے ملنے سے پہلے میرا پاٹ ۶۰۰ گز کا تھا - انکے ملنے

کے بعد ۱۰۷۶ گز کا پھیلاؤ ہو گیا - اور آگے بڑھ کے مین دو ہزار گز زمین پر پھیلا ہوا بہتا ہون -

پنجاب کے پورے علاقے مین جہان جہان میرا گذر ہوا ہے کسی خوبصورت انگوٹھی کے نگینون کی طرح مین نے بہت سے ٹاپو اپنے درمیان مین لے لیے ہین - جن مین سے بعض مین آبادی بھی ہے - اور دو ایک شہر بھی آباد ہو گئے ہین - اب سمندر مجھ سے صرف سوا سو میل کی مسافت پر رہگیا ہے اور وصال کا ذوق و شوق مجھ مین اسقدر بڑھ گیا ہے کہ مین آپے سے باہر ہونے لگا ہون - بے صبری و بیقراری اور شوق لقائے مواصلت کے بیسیون راستے پیدا کر دیے ہین - اور جنوبی سندھ کی زمین پر مین نے اپنی مستانہ خرامی سے ایک ایسا جال بچھا دیا ہے جو تقریباً تین ہزار میل مربع زمین پر پھیلا ہوا ہے - یون اور اس شان سے مین اٹھارہ سو میل سے زیادہ کی مسافت طے کر کے گرتا پڑتا - لڑتا اور ٹکراتا - پھیلتا اور سمٹتا - ست خرامی و سینہ چاکی کے تماشے دکھاتا بحر عرب مین گر کے سمندر کے آغوش شوق مین غائب ہو گیا ہون - سمندر کی سطح پر کچھ دور تک تو نظر بھی آتا ہے کہ میرا آب شیرین کس طرح بہتا اور کدھر جاتا ہے - پھر کسی کو خبر بھی نہین ہوتی کہ مین کیا ہوا؟ اور کہان گیا

یہ تو میرا سفرنامہ تھا - لیکن اگر کوئی اس بات کو معلوم کرنا چاہے کہ مین نے اپنی طولانی زندگی مین کیا کیا دیکھا ہے - کن کن لوگون کے آنے کی شان و شوکت اور جانے کی مصیبت میری آنکھون سے گذری ہے - کون قومین میری ان بیدار آنکھون کے سامنے بنی ہین اور کون بگڑی ہین - خلاصہ یہ کہ میری رام کہانی میری ہی زبان سے سنے تو اُسے معلوم ہو کہ کیسے کیسے تاریخی واقعات مجھے یاد ہین اور ان آنکھون نے کیا کیا دیکھا ہے "

مگر افسوس کہ اسوقت ہمین اس حیرت انگیز دریا کے حالات زندگی سننے کی فرصت نہین - لہذا دوستو ہم اس صحبت کو اسی مقام پر ختم کرتے ہین - اور فرصت ملی تو کبھی اسکی یہ داستان بھی اطمینان سے بیٹھ کے سنین گے - اور اپنے پُر شوق ناظرین کو سُنائین گے -

---

دہات کی شام

آفتاب کا روشن چہرہ تو اس دھڑکے سے زرد ہونے لگا ہے کہ جدائی کی گھڑی سرپر آگئی - اور اُسکی نورانی صورت پر حسرت برس رہی ہے کہ دیکھیے کل بھی عالم کا یہی نقشہ نظر آتا ہے یا کوئی اور صورت ہوتی ہے - مگر بخلاف اسکے یہیں دنیا زیادہ خوش اور مسرور نظر آتی ہے - اور اُدہر اُسکے اسوقت اُسکی چہل پہل دیگر اوقات سے بڑھ گئی ہے - واقعی سچ کہتے ہین کہ دنیا سیہ کاری کی طرف زیادہ مائل ہے - اسکا نتیجہ یہ ہے کہ طلوع سحر اُسے اس قدر برانگیختہ نہین کر سکا تھا جسقدر کہ رات کی آمد آمد بیخود اور آپے سے باہر کر دیتی ہے - صبح کو جبکہ طلوع آفتاب کا انتظار تھا اکثر لوگ محو خواب تھے - اور جو جاگے تھے غفلت دوشین کے خمار مین چور ہو رہے تھے - حسینون کے بناؤ بگڑے ہوے تھے - اور رات کے ہار دل کے باسی ہوگئے تھے - ہان مرغ سحر اور طیور نے بہت کچھ ہنگامہ مچایا - موذن نے بھی "الصلوٰۃ خیر من النوم" کی صدا بلند کر کے متوالون اور نیند کے ماتون کو جگایا لیکن انسان کی کاروباری دنیا کا بازار جس سے بزم عالم کی چہل پہل ہے گرم نہ ہو سکا - مگر اب رات کو کسی سانولی لیلی ادا معشوقہ کی طرح قریب آتے دیکھ کے لوگون کی سرگرمی اس شدت سے بڑھ گئی ہے کہ جوش بیخودی مین یہ بھی نہین خیال کرتے کہ آفتاب کا سا زندہ دل مہمان رخصت ہو رہا ہے - اور اسکے جاتے ہی ہم خدا کی کتنی نعمتون سے محروم ہو جائینگے -

اسوقت کا سمان دیکھنے کے قابل ہے - مگر شہرون مین نہین - جہان انسان اپنی کاریگری اور خود اپنے ہاتھ کے پیدا کیے ہوے لطفون کے سامنے خدا کی اصلی نعمتون اور قدرت کی اچھوتی کرشمہ سازیون کو بھول گیا ہے - جس طرح عید کا چاند دیکھنے کے لیے ہم گھرون سے نکل کے کھلے میدانون مین جاتے اور افق مغرب پر نظر دوڑاتے ہین اُسی طرح شام کی سچی کیفیت دیکھنے کے لیے ہمین دہات کی طرف جانا چاہیے

مگر وہان پہونچ کے ہمین حیرت ہو جائیگی کہ ہم تو سیر و تفریح کے شوق مین گھر سے باہر نکلے ہین لیکن ہمارے سوا ساری خدائی کا یہ عالم ہے کہ جو ہے قریب و بعید کی تفریح گاہون کو چھوڑ کے اپنے مسکن کی طرف چلا آتا ہے - دیکھو دن بھر کے تھکے ماندے

مویشی اور وہ بھی جو چرنے کے لیئے سارے دن گھر سے باہر رہے تھے سید افون اور جنگلون کو چھوڑ چھوڑ کے آبادی کی طرف چلے آتے ہین - راستے اُن سے بھرے ہوے ہین - اور جس طرح کوئی ذی ہوش انسان اپنا راستہ آپ ڈھونڈھ لیتا ہے- اُسی طرح وہ بھی تہذیب و متانت کے ساتھ آہستہ آہستہ اپنے گھرون کی طرف آتے اور بغیر کسی کی رہبری کے خود ہی اپنے اپنے گھرون مین چلے جاتے ہین - گویا ہمین تمدن کا سبق دے رہے ہین کہ بیرونی کامون مین کس طرح ہمجنسون مین ملا جُلا رہنا چاہیے - اور خانگی زندگی شروع کرتے ہی کس طرح الگ ہو جانا چاہیے -

انھین گاے بیلون - بھینسون اور بھیڑ بکریون کے ساتھ جو بغیر اسکے کہ لڑنے بھڑنے یا کسی کو آزار پہونچانے کا ارادہ بھی کرین اور ایکدوسرے مین ملے جُلے آبادی کے تمام راستون پر گذر رہے ہین بستی کے آدمی بھی ہین جو اپنے دن بھر کی مشقت کے کامون اور عرقریزی کی محنتون سے فارغ ہوکے یا دوسرے گانون اور بستیون مین اپنی غرضین پوری کرکے واپس آرہے ہین - اور یہ مسرت اُنکے چہرون سے ظاہر ہو رہی ہے کہ اب دوستون اور عزیزون مین اطمینان و فارغ البالی سے بیٹھ کے باتین کرینگے -

وقت کی قدر جاننے والی جفاکش عورتین اور اپنے گھربار اور خاندان کی خادمہ بہو بیٹیان قریب کی ندیون اور تالابون پر ہجوم کیے ہوے ہین کہ سورج ڈوبنے سے پہلے اپنے گھر کے باہر کے کامون سے فراغت کرلین جس طرح آزاد طیور کا جھیلون پر ہجوم ہوتا ہے اور خوشی کے چہچہے ہوتے ہین - اُسی طرح یہ عورتین جن مین خوبصورت بھی ہین اور بدصورت بھی - اپنی باہمی نسبت سے امیر بھی ہین اور غریب بھی - پانی کے کنارے میلہ لگائے ہوے ہین - پانی کے اندر اُتر کے کپڑے دھوتی - ہاتھ پانون کو مَل مَل کے صاف کرتی - ساتھ والیون کے انتظار مین ٹھہرتی - ادھر اُدھر دوڑتی اور کھیلتی ہین - گاتی بھی ہین اور کُلیلین بھی کرتی ہین - مگر باوجود اسکے اپنے فرض اور اپنے کام سے غافل نہین سب کو یہی دُھن ہے کہ لبِ آب کی ضرورتون سے فراغت ہوتے ہی اپنے گھڑون کو کولے پر رکھ کے گھر کا راستہ لین -

مویشیوں اور آدمیوں کی سرگرمی و مستعدی دیکھ کے آزاد طیور بھی جوش میں آ کے اُن کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ گو اُن کو ان دنیا ئیوں کے کاروبار سے کوئی علاقہ نہیں۔ مگر انکی پاک و بے عیب سادی زندگی پر فریفتہ ہو کے انھوں نے باوجود آزادی کے انھیں کے ساتھ سکونت اختیار کر لی ہے۔ انھیں کے آس پاس درختوں پر اپنا نشیمن بنایا ہے۔ اور سب کو کاروبار چھوڑ کے گھر آتے دیکھ کے اُنھوں نے بھی اپنی سیر و تفریح سے دست بردار ہو کر نشیمنوں کا راستہ لیا۔ اور ہر چہار طرف درختوں پر ہجوم کر کے وہ ہنگامہ مچا دیا کہ معلوم ہوتا ہے گو یا نیچر کے دلفریب ایوان کے برجوں پر شام کی نوبت بج رہی ہے۔

ہرے کھیت آبادی کے چاروں طرف پھیلے اور گانوں کو اپنے آغوش شوق میں لیے ہوئے ہیں۔ گو یا خود قدرت نے دہات کی جفاکش مخلوق کو ناز پروردہ بچوں کی طرح اپنے ہرے آنچل میں لے لیا ہے۔ ان کھیتوں کی سبزی پر آخر وقت کی سنہری دھوپ نے اپنا ہلکا ملمع چڑھا کے عجب لطف پیدا کر دیا ہے اور اُنکے دامنوں پر ست خرام اور آہستہ رو ہوا سے سرو لہرا لہرا کے دھوپ چھاں کی کیفیت پیدا کر رہی ہے۔

آخر آفتاب اُفق سے جا ملا۔ رخصت ہونیوالی آخری کرنیں زمین سے چھتوں اور چھتوں سے درختوں کی پھُننگیوں پر گئیں۔ اور وہاں تک پہونچ کے اوپر ہی اوپر آسمان پر چڑھ گئیں اور اُس کے منہ پر شفق کا غازہ ملنے لگیں۔ مشرقی اُفق سے تیرگی کی ایک چادر نمایاں ہوئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف پھیل گئی۔ دور کی آبادیوں اور درختوں کو دھوئیں کا برقع اُٹھایا۔ اور چند منٹ میں وہی دھواں بڑھتے بڑھتے رات کی نقاب سیاہ بنا اور سارے عالم کے چہرے پر پھیل گیا۔ آفتاب کی برکتوں سے فائدہ اُٹھانے والے طیور اپنے آشیانوں میں نہیں جانے پائے تھے کہ شب بیدار چڑیاں چمگادڑ اور اُلّو رات کے موکلوں کی طرح اپنی حکومت جتاتے ہوئے نکلے اور جن پروں سے دن بھر کام نہیں لیا گیا تھا انکی پرواز دکھانے لگے۔ ساتھ ہی ہوشیاران فلک یعنی تاروں نے اپنی خمار آلود آنکھیں جھپکا جھپکا کے کھولنا شروع کیں۔ جنکا جواب صفحۂ زمین پر یوں دیا گیا کہ

مکانون مین دُھندلی روشنی کے چراغ روشن ہوئے - اور گانون کے آس پاس غریبون نے الاؤ روشن کیے -

یہان نہ ہمارے شہرون کے سے کلب ہین - اور نہ وہ خوش گپی اور بذلہ سنجی کی صحبتین جن مین اکثر ہم اپنا سارا وقت ضایع کر دیا کرتے ہین - اور جن کی شکایت کوئی جاکے یورپ کی بیبیون سے سنے کہ میان کے انتظار مین تنہا بیٹھے بیٹھے رات کے بارہ بج گئے ہین اور وہ کسی طرح آہی نہین چکتے - یہان کے کلب یہی الاؤ ہین جنکے گرد یہ منکسر المزاج اور سادے مذاق کے دیہاتی بیٹھ کے لطف صحبت اُٹھاتے ہین - اور یہی وہ آگ ہے جسکے آگے انگلستان و فرانس کی صحبتون کا رنگ سب جگہ سے زیادہ دلچسپ ہوا کرتا ہے - یہی آگ فیاض صحرانشینانِ عرب کی طرف سے راہ چلتے مسافرون اور تھکے ماندے سیاحون کو پیام دعوت دیکے اپنی طرف بلا یا کرتی ہے اور یہی ہمارے گانون مین گولڈ اسمتھ کے ہرمٹ (جوگی) کا وہ چراغ ہے جسنے ایک شکستہ پا راہزن کی رہبری و مہمان نوازی کی تھی - اس آگ کے گرد بیٹھ کے یہ سادہ دل دیہاتی ہنستے بولتے - ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اُٹھاتے اور دن بھر کی تھکن مٹاتے ہین

اب اندھیرا غالب ہوا - اور اندھیرے کے ساتھ ہی ہرطرف سناٹا بھی ہو گیا - سوا اِن لوگون کے جو الاؤن کے آس پاس بیٹھے تاپ رہے ہین - سب لوگ گھرون مین پہونچ گئے - طیور کا شور بھی موقوف ہوا - اور کُتون نے غل مچا مچا کے اونی اونی کھٹکون کی طرف جھپٹ جھپٹ کے اپنے مقامون اور محلون مین پہرہ دینا شروع کیا - ان لوگون کے گھرون مین کوئی ایسی بڑی دولت بھی نہین جسکے چوری جانے کا زیادہ خوف ہو - ہان اندیشہ ہے تو جنگل کے وحشی جانورون اور درندون کا جو بعض اوقات اُنکے پالو جانورون اور مویشیون کو اور کبھی کبھی اُنکے ننھے بچون کو اُٹھالیجاتے ہین - اُنکی دستبرد سے بچانے اور حفاظت کرنے کے لیے اُنکے شب بیدار اور وفادار کُتے کافی ہین - اُنکی اصلی دولت کھیتون کے حلقون اور کھلیانون کے اندر ہے - جہان حفاظت اور رکھواری کے لیے شام ہی سے وہ اور اُن کے چالاک کُتے موجود ہو جاتے ہین -

یہان شام ہی سے سناٹا ہو جاتا ہے اور جس وقت کہ شہرون کی چہل پہل دگر

وفات سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے یہان شہر خموشان کا سمان نظر آتا ہے - اسلیے کہ یہان
شہرون کے ایسے کاہل اور بےفکرے نہین جو دن بھر کی بیکاری و بےشغلی کا خمار رات
کی سیر سے دور کیا کرتے ہین - یہان حسن فروشی و عصمت فروشی کا بازار نہین جو ناپاک
نگاہون کو اپنا فریفتہ کرتا اور پاک نظرون کو بھی ناپاک بناتا ہے - یہان کی حسین
و نازنین پری جمالون نے خودآرائی اور بناؤ چناؤ کے لیے کوئی وقت نہین معین کیا ہے
اُن کا حُسن چونکہ اصلی اور فطرتی ہے اور بناوٹ کو اس مین دخل نہین - اسلیے وہ ہر وقت
اور ہر حالت مین یکسان رہتا ہے - ان حسینون کے پیارے چہرے دلبری و دلربائی
کرتے ہین مگر خود انھین خبر نہین کہ دلبری کیا چیز ہے اور دلربائی کسے کہتے ہین محنت
مشقت اور چلنے پھرنے کی بدولت اُنکی صحت برقرار ہے - اور انکا شباب پائدار
گو اُنکے گھرون مین فرش نہین اور زمین ہی پر اُٹھتی بیٹھتی اور لیٹتی پوٹتی ہین مگر کچھ
تو اپنے میل خورے کپڑون کی برکت سے اور کچھ باربار تالابون مین جاکے منہ ہاتھ دھو
کے باعث وہ نہایت ہی پاک و صاف نظر آتی ہین - جس طرح مرغزارون کی سبک خرام
ہرنیان خدا کے فرش پہ چلنے پھرنے اور ہر جگہ بےتکلفی سے اُٹھنے بیٹھنے ہی کی
حالت مین زیادہ پاک و صاف نظر آتی ہین - یا جنگل کی آزاد مشرب خوبصورت اور
خوشرنگ چڑیان ہین جو سونے کے پنجرے مین اتنی پاک و صاف نہین رہتین جتنی کہ
آزادی سے ہر جگہ آنے جانے زمین پر لوٹنے اور تالابون مین نہانے کی حالت مین ہوتی
ہین - اُن مین پوری صفائی ہے مگر بناوٹی نہین اصلی - اُن مین خوبی ہے مگر مصنوعی
اور تکلفی نہین بلکہ حقیقی اور فطرتی -

ان جفاکش دہقانون کے جذبات نہ بڑے ہین اور نہ حد سے گذرے ہوے - انکے
حوصلے تھوڑے ہین اور تھوڑے ہی مین پورے ہو جاتے ہین - اُنکی آرزوؤن کا دامن
زیادہ وسیع نہین بلکہ اُنھین چیزون تک محدود ہے جو آسانی سے حاصل ہو سکتی ہین - اور
اُنکی تمناؤن نے ہوس کی صورت نہین اختیار کی کہ مرتے دم تک نکلنے ہی کا نام نہ لے -
اُنکے دلون مین ہر سال نئی آرزوئین پیدا ہوتی ہین اور اکثر سال ختم ہونے سے پہلے پوری
ہو جاتی ہین - اور جو نہین پوری ہوتین وہ اُنکے دل مین کانٹے کی طرح کھٹکا بھی نہین
کرتین بلکہ چند ہی روز مین پرانی ہو کے بھول جاتی ہین - اُن مین گنہگار ہین مگر ویسے

تنگ خالق نہین جیسے کہ شہرون کی شام مین ٹہلتے ہوے نظر آتے ہین - دہات کا گنہگار
شہر کے گنہگارون کے مقابل سادہ اور بھولا ہے - اور اُسکا گناہ بھی ویسا ناپاک
نہین جیسے کہ ہمارے گناہ ہوتے ہین -

قدرت کے باغبان نے اگرچہ یہان شہرون کے ایسے پُر تکلف باغ اور چمن نہین
لگائے ہین - مگر یہان کی سیر حاصل زمین سے صدہا لالۂ خودرو پیدا ہوتے - کھلتے اور
اپنی شگفتگی کی بہار دکھا دیتے ہین - دہات عصمت اور بیگناہی کے ایسے مامن ہین کہ
گلچین کا گستاخ ہاتھ بھی اُن تک نہین پہونچنے پاتا جو قبل از وقت چھیڑ کے شاہدان چمن
کے حسن و جمال کو بہت جلد پژمردہ کر دیا کرتا ہے - دیہات کی حسین لڑکیون کا لباس
موٹا اور زیور بھدا ہے - مگر اُنکی اسی بے تکلفی نے سادگی کی کچھ ایسی شان پیدا کر دی ہے
کہ ہزارہا بناوٹین اُن پر قربان ہین -

یہان شام مین بظاہر ہمین یہ بہت بڑی کمی نظر آتی ہے کہ چراغ کے سامنے بیٹھکر
پڑھنے اور سبق یاد کرنے والے لڑکے نہین - بیشک گانون ہماری آرزو کی ترقیون
سے دور ہے - اُس مین مدرسے اور دار العلوم نہین - مگر ہمین اُنھین ضرورت بھی نہین
خود فطرت اُنکی معلم ہے - اور زمانے کا ورق جسکا ایک صفحہ سفید (دن) ہے اور ایک
صفحہ سیاہ (رات) ہے ہر وقت اُنکے مطالعے مین رہتا ہے - یہ ورق اُنکے سلسلۂ درس
مین عمرو عیار کی زنبیل کی شان رکھتا ہے - کیونکہ انھین دو صفحون پر اُنھین دنیا و دین
کے تمام ضروری مسائل لکھے نظر آجاتے ہین - اور شاید اس سے زیادہ بکار آمد
کوئی درسی کتاب شہر والون کو بھی نہ نصیب ہوگی - مگر افسوس اسکا جس قدر مطالعہ
دیہات والے کرتے ہین شہر والے نہین کر سکتے - کیونکہ وہ اس کتاب کے عملی علم و فن
کو چھوڑکے اپنے ایجاد کیے ہوے خیالی و وہمی علوم مین زیادہ منہمک ہوگئے ہین -

اسوقت ہمنے شہر والون کو اکثر شادمان و فرحان - افکار دنیا سے بیخبر - اور عیش و
عشرت مین منہمک دیکھا ہے - مگر کسی شہر والے کو وہ سچی خوشی کبھی نہ نصیب ہوئی ہوگی
جو ان دہاتیون کو حاصل ہے - جنھین نخوت کی خود فراموشی کی بدولت کبھی ہم انسانیت
مین اپنے سے کم رتبہ خیال کرتے ہین - اصلی عیش وہ ہے جو مشقت اور تھکن کے بعد ہو -
جو اپنی حالت سے ثبوت دے رہا ہو کہ وہ اپنے فرائض بجا لانے کا صلہ اور اپنی

جانفشانی کا پھل ہے - اگر غور سے دیکھیے تو جو مسرت شام کے وقت دیہات والوں کو خوش و خرم کرتی ہے وہ انکی دن کی محنت اور ورزش کے بعد آرام کا لینا اور سستانا ہے - اسکے مقابل شہر کے جو لوگ اس گھڑی خوشیاں منانے کو باہر آتے ہیں وہ دن بھر کی کاہلی و سستی کا خمار رستانے کو آتے ہیں - خلاصہ یہ کہ دیہات کی عشرت پرستی ورزش کے بعد کا سکون ہے اور شہر کی عیش طلبی شام غیر معمولی سکون کے بعد کی ورزش - اس سے خود ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس کا عیش اصلی اور کس کی خوشی سچی ہے -

ذرا مسرت کے قدرتی سامانوں کو دیکھو - نکھری اور صاف چاندنی - یا جگمگاتے ہوے تارے - نزہت بخش سبزہ زار - وسیع فرش زمردیں - جنتی حلہ ہاے سبز پہنے ہوے درخت - خنک ہلکی اور لطیف ہوا کے جھونکے - یہ وہ اصلی لذت بخش اور دل لبھانے والی چیزیں ہیں جو ہماری روح کو تر و تازہ کرتی اور ہمیں جوش مسرت سے بیخود کر دیتی ہیں - مگر یہ سب شہر والوں کو اس قدر نہیں نصیب ہوتیں جس قدر کہ دیہات کے لوگوں کو - لہذا ناظرین اگر سچی خوشی چاہتے ہو تو دیہات کی سیر کرو -

خاموش آسمان

اے پیر فلک ! تجھ میں کتنا بڑا ضبط اور تیرا کس بلا کا ظرف ہے - تو خدا جانے کب سے تغیرات عالم کا تماشا دیکھ رہا ہے مگر زبان سے ایک حرف نہیں نکالتا - واقفیت حاصل کرنے میں تو اس قدر سرگرم ہے اور ہمارے واقعات کا پتہ لگانے کی تجھے اس قدر دھن لگی ہوئی ہے کہ دن کو اگر سورج کی روشنی تجھے ہمارا تماشا دکھاتی ہے تو رات کے اندھیرے میں ہماری کیفیت دریافت کرنے کے لیے تو اپنی مشعلیں روشن کر لیتا ہے - اور ہمارے یہاں کی کوئی بات نہیں ہوتی جسے دریافت نہ کر لیتا ہو - لیکن یہ کیا قیامت ہے کہ تو سب کچھ دیکھتا ہے اور سنتا ہے مگر کہتا کچھ نہیں - تیری خموشی کا طلسم توڑنے کے لیے ہمنے تیرے کواکب پر غور کرتے کرتے اور انکے اثروں کا تجربہ اٹھاتے اٹھاتے ہیأت و نجوم کے سے مشہور فن پیدا کر دیے اور تیری خموشی سے بھی بہت کچھ پوچھ لیا - مگر افسوس تیرے منہ سے آواز نہ نکلی - کاش تو اتنا ہی بتا تا کہ تیری ہی کیفیتوں سے اخذ کر کے ہمنے جو کچھ دریافت کیا ہے وہ سچ ہے یا نہیں -

یہ صحیح ہے کہ عبرت بین نگاہین اکثر پرانی چیزون کو صفحۂ عبرت خیال کرتی اورجن چیزون نے قدامت کی مار کھائی ہے - اُن سے اگلون کی سرگذشت پوچھتی ہین - وہ اگلی پُراثر داستانین سننے کے لیے کبھی منہدم قصرون کی طرف متوجہ ہوتی ہین اور کبھی سنسان قبرون کی طرف - اورسلف کے کارنامے کبھی وہ قدما کی یادگارون سے دریافت کرنا چاہتی ہین اور کبھی اُنکی بوسیدہ ہڈیون سے - گو یہ سب تیری طرح سے خاموش وبے زبان ہین مگر متجسس نگاہون کے سامنے عبرت وحسرت کا کوئی نہ کوئی صفحہ ضرور پیش کردیا کرتی ہین - ہم جس طرح اگلون کی ہڈیون سے اُس عہدِ عتیق کے واقعات دریافت کرتے ہین اُسی طرح اپنی ہڈیون کو مرقع عبرت بناکے اوگلون کے لیے چھوڑجاتے ہین - ان ہڈیون ہی پر موقوف نہین ہم دنیا کی ہر دیرپا چیز سے پُرانی سرگذشت پوچھتے اور اُسی کے ذریعہ سے آنے والون کے پاس اپنا پیام بھیجتے ہین -

مصر کے عالیشان اور سربفلک اہرام خدا جانے کب سے یون ہی سر اُٹھائے کھڑے ہین - اور اے فلک خاموش تیرے ساتھ نہ معلوم کیسی سرگوشیان کررہے ہین کہ بے زبانی کی باتون سے نہ کبھی تیراجی بھرتا ہے اور نہ وہ اُکتا کے سرجھکاتے ہین - اُنکی معرفت ہمارے پاس اگلون کے بہت سے پیام پہونچے اور ہم نے بھی آنے والون کے لیے اُنھین اپنا معتبر قاصد قرار دے رکھا ہے - بوناپارٹ نے اُنکے قدم کے پاس کھڑے ہوکے کہا تھا "تم مدت ہاے درازسے یون ہی خاموش کھڑے ہو - فراعنہ کے بیسیون گھرانون کا عروج وزوال اور صدہا سلطنتون کا ادبار واقبال تمھاری نظر سے گذرا ہے - کل تم نے یہ دیکھا تھا کہ اسکندر اعظم اپنے گھوڑے پر سوار تمھارے قدم کے پاس کھڑا ہے - اور آج اُسی شان سے مجھے دیکھ رہے ہو" یہ کہکے اُسنے یقیناً درخواست کی ہوگی کہ " تم نے اپنی آنکھون سے جو کچھ دیکھا ہو بتاؤ - اور اگلون نے تمھاری معرفت جو جو پیام بھیجے ہون پہونچا دو" اسکے جواب مین اہرام نے زبان سے تو کچھ نہ کہا ہوگا مگر اس مین شک نہین کہ اپنی خموشی اور بے زبانی کی زبان سے بہت کچھ حالات کہہ دیے ہونگے اور نپولین نے انھین عبرت کے کانون سے سن بھی لیا ہوگا ؟

مگر بظاہر ہمیں اہرام کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ انسان اگر عبرت کی آواز سن سکتا ہو اور خدا نے اُسے زبان حال سمجھنے کی لیاقت و قوت عطا کی ہو تو اُسے کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ قریب الانہدام دیواروں سے سر ٹکرانا اور شکستہ قبروں کی ٹھوکریں کھانا فضول ہے۔ اسلیے کہ ہمارا سچا اور پرانا داستان گو اے آسمان تو ہے جو ہر وقت ہماری نظر کے سامنے ہے۔ اگر تو بتانے پر آئے یا تیری صورت سے اقتباس کرنے کی قوت ہو تو ہم کون سی اگلی بات ہے جسے نہیں معلوم کر سکتے؟

لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اے خاموش آسمان تو زبان حال سے بھی کچھ نہیں کہتا۔ تیری وضع و قطع میں کبھی کوئی ایسا تغیر بھی نہیں ہوتا جس سے کسی انقلاب کا پتہ لگ سکے۔ لوگ تجھے بوڑھا کہتے ہیں۔ اور تو نے ہمارے وہم و خیال سے زیادہ اتنی بڑی عمر پائی ہے کہ اُسکے لحاظ سے تجھے بوڑھا کہنا غلط بھی نہیں لیکن بچپن۔ جوانی اور بڑھاپا ایسی عمریں ہیں جن کے اعتبار سے ہر شخص اور ہر چیز میں کسی نہ کسی قسم کا انقلاب ضرور ہوا کرتا ہے۔ بچپن میں ننھے ننھے ہاتھ پاؤں اور چھوٹی سی سمجھ ہوتی ہے۔ جوانی میں توانا و تندرست اعضا اور شباب کا زور و شور ہوتا۔ پھر بڑھاپے میں ہر چیز کا انحطاط ہوتا ہے اور کمزوری و پست ہمتی اپنا زور دکھاتی ہے۔ اے آسمان تو بوڑھا ہے تو چاہیے تھا کہ کبھی ہم نے تیری طفولیت اور تیرے شباب کو بھی دیکھا ہوتا۔ ممکن ہے کہ نوع انسانی نے صرف تیرا بڑھاپا ہی دیکھا ہو اور تیرا بچپن و شباب اُسکی عمر اور اُسکے ہوش و حواس سنبھالنے سے پیشتر ہی گذر گیا ہو۔ لیکن آخر بڑھاپا بھی تو ہمیشہ ایک رنگ اور ایک حالت پر نہیں رہتا۔ مگر تو نے کس بلا کی بھی پائی ہے یا کون سا کشتہ کھایا ہے کہ ہر چیز میں انقلاب ہے اور نہیں ہے تو تجھ میں نہیں

خیر اے مکار آسمان تو جیسا ہے لیسی ہی متانت کی شان دکھانے اور کتنے ہی بڑے ضبط سے کام لے مگر تجھ سے ہم تیری سرگذشت پوچھیں گے۔ اور تو جواب دے یا نہ دے ہم تجھ سے قبولوا ہی کے چھوڑیں گے۔ اور ایسی ایسی پتے کی باتیں کہیں گے کہ تجھے انکار کرتے ہی نہ بن پڑیگی۔ کیا تو اس سے انکار کر سکتا ہے کہ کبھی تیرے

نیلے سائبان کے نیچے اور تیری ان رات کو کھٹکنے والی آنکھون کے سامنے ہم نہ تھے بلکہ ہر طرف یا چٹیل میدان ریگ کے تودے اور یا درختون کے گھنے جنگل تھے جن مین ہوا کے سوا کوئی متحرک مخلوق نہ تھی - ہوا کبھی آہستہ اور کبھی زور شور سے چلتی اور عجیب ہنگامہ مچا دیتی تھی پھر اسکے بعد ایک وہ زمانہ تھا کہ جس طرف نظر اُٹھا کے دیکھیے - طرح طرح کے مہیب اور عظیم الجثہ جانورون کا شور و ہنگامہ تھا - یہان تک کہ ہمارا زمانہ آیا اور ہمین تو اس محنت و جانفشانی مین مشغول دیکھ رہا تھا کہ جنگلون کو کاٹ کاٹ کے زمین صاف کر رہے تھے - موذی جانورون اور وحشی درندون کو مار مار کے اپنی نسل کے لیے امن و امان کی حکومت قائم کر رہے تھے - کیا تو کہ سکتا ہے کہ ان باتون کو تو نے نہین دیکھا ہے نہین - دیکھا ہے مگر عرش معلی کے قریب ہونے کے باعث تجھ مین رازداری کی ایسی قوت پیدا کی گئی ہے کہ قدرت کے بھیدون کو افشا نہین کرتا -

دماغی دربار

خیالات پریشان نے زمین و آسمان کا چکر لگا لیا - ہمالیہ کی چوٹیون سے ٹکرا چکے اور قعر دریا مین غوطے کھا لیے تو جس طرح کوئی گردان کبوتر دن بھر تاوے لگا کے اپنی کابک مین واپس آتا ہے وہ بھی تھکے ماندے دماغ کے خانے مین آئے - اور ایسے شکستہ پر ہو کے بیٹھے کہ پھر باہر نکلنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا - تھکن کے بعد نیند بھی خوب آتی ہے - اور اس نیند کی سیر روحانی اکثر اوقات دنیا کے تمام لطفون سے زیادہ مزہ دے جاتی ہے - بارگاہِ دماغ کے مختلف کارندون نے یہان بھی ایسا سامان عیش فراہم کر رکھا تھا - اور ایسی ایسی دلچسپی کی کیفیتین موجود تھین کہ یہان باہر سے زیادہ لطف کی چیزین نظر آئین - اور ایک ایسا دلفریب تھئیٹر سامنے ہو گیا کہ باہر کی سب چیزین ہیچ معلوم ہونے لگین -

کیا دیکھتا ہون کہ ایک عالیشان دربار قائم ہے - دربار کا ہال عجیب و غریب سامانون سے آراستہ ہے - بُری بھلی ہر قسم کی چیزین سامنے لا کے پیش کی جاتی ہین اور دم بھر مین فیصلہ ہو جاتا ہے کہ کون کیسی ہے اور کس مین کیا بات ہے - بہت سی ایسی چیزین بھی پیش ہوتی ہین جن کی ظاہری و باطنی حالت متغایر ہوتی ہے - مگر

جہان کا سر یر آرا اس پایہ کا جانچنے والا اور ایسی تیز نگاہ رکھنے والا ہے کہ ایک ہی توجہ مین بتا دیتا ہے کہ کہان حسن کی چادر کے نیچے عیب ہے۔ اور کہان بد نما لباس کے اندر خوبیان ہین۔

بادشاہ نہایت ہی خوش رُو اور صاحب جمال ہے۔ اور عجیب آن بان سے عدالت گستری کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اُسکے تاج مین کچھ ایسے عجیب و غریب جواہرات لگے ہین کہ اُنکی ضو ہر اُس شخص یا چیز پر جو فیصلے کے لیے سامنے پیش ہو۔ پڑتے ہی اندر تک پیوست ہو جاتی ہے۔ اور صاف آشکارا ہو جاتا ہے کہ کس مین کیا کیا حسن ہین اور کیا کیا عیب۔

مین حیران تھا کہ یا الٰہی یہ کس کا دربار ہے اور یہ کون سریر آرا ہے۔ دربار ہال کو دیکھتا تو یقین ہو جاتا کہ یہ کوئی دنیاوی دربار نہین فردوس برین ہے۔ اور بادشاہ کی طرف نظر اُٹھاتا تو دل گواہی دیتا کہ یہ انسان نہین فرشتہ ہے۔ انسان مین بھلا یہ بات کہان۔ جسمانی پُتلے مین لاکھ حُسن و جمال ہو۔ ہزار دلفریبی و رعنائی ہو مگر نہ یہ نورانیت ہو سکتی ہے اور نہ ایسی معصومیت کہ کسی فیصلے مین خطا اور لغزش کا احتمال بھی نہین۔

اتنے مین کیا دیکھتا ہون کہ دو چوبدار مرصع عصے ہاتھ مین لیے ہوے آئے اور عرض کیا حضور پانچ ناز آفرین مہ وشین حاضر ہوئی ہین۔ جن مین سے ہر ایک کو اپنے حسن پر زیادہ ناز ہے۔ اور اپنے سامنے سب کو ہیچ اور ذلیل و خوار سمجھتی ہے"۔ حکم ہوا " اچھا بُلاؤ۔ مگر سب ایک ساتھ نہ آئین۔ ایک ایک کر کے آئین۔ تا کہ ہر ایک کی حالت کا جُدا جُدا اندازہ کیا جا سکے"۔ چوبدار گئے۔ اور ساتھ ہی ایک پری رُخ چھلاوے کی طرح آ کے سامنے کھڑی ہو گئی معلوم ہوا کہ کسی نے مہتاب چھوڑ دی۔ یا آسمانی نور انسانی سانچے مین ڈھل کے مجسم و متشکل ہو گیا ہے۔ حاضرین دربار مین سے جسکی نظر پڑی محو حیرت ہو کے تصویر بن گیا اور قریب تھا کہ سب لوگ بے خود و بے اختیار ہو کے اُسکے سامنے سجدے مین گر پڑین۔ مگر بادشاہ نے اپنی روحانی توجہ سے کسی صاحب تصرف ولی کامل کا سا کمال دکھا دیا۔ سر کی ایک ادنیٰ سی حرکت سے تاج کے نورانی جواہرات کی ضو اس طرح اُسکے دلفریب چہرے پر ڈالی کہ معلوم ہوا

گویا ہمارے ڈاکٹر حمید الرحیم صاحب کسی کی آنکھوں پر خوردبین سے دیکھنے کے لیے شیشے کی شعاعیں ڈال رہے ہیں - فوراً محاسن ہی کے پہلو میں معائب نظر آگئے- اس پریوش کی چشم فتان کی ساری سحرکاریاں فنا ہوگئیں - اور تمام حاضرین جھجک جھجک کے سنبھل گئے - بادشاہ نے اس ماہوش کو اچھی طرح دیکھ کے پوچھا تمھارا نام کیا ہے؟ جواب ملا "نادرو"

اب دوسری نازنین کو حاضر ہونے کا حکم دیا گیا - ساتھ ہی ایک نغمۂ ہوش رُبا کی آواز کانوں میں آئی- اور ایک حوروش بین کندھے پر رکھے سُریلے گلے سے ایسی مستانہ تانیں اُڑاتی ہوئی دربار میں آئی کہ تمام لوگوں پر وجد کا عالم طاری ہوگیا- اسکی مستانہ رفتار میں رقص کا مزہ تھا اور ہر قدم ایسی ترتیب و موزونیت سے پڑتا تھا کہ دیکھنے والوں کے ہوش و حواس غائب ہوئے جاتے تھے - ایک آن کی آن میں سارا دربار محفل حال و قال بن گیا - اور جو تھا تیار تھا کہ جان و مال جو چیز قابو میں ہو اُسپر قربان کردے - مگر پھر اُس فرشتہ سیرت بادشاہ نے اپنے جواہرات اور اپنی معجز نما روحانی قوت سے لوگوں کو سنبھالا - بیخودی جو سارے دربار پر طاری تھی دور ہوئی - اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ اُن پر کس بلا کا جادو چل گیا تھا - آخر سب کے ہوش و حواس بجا کرکے اُسنے نازنین کا نام پوچھا - اور اُسنے بتایا کہ مجھے "خوش گلو" کہتے ہیں -

اندر سبھا کی پریوں کی طرح جب یہ نازنین ایک طرف جا کے ٹھہر گئی تو تیسری کو حاضری کی اجازت دی گئی - فوراً ایک شیرین ادا ناز آفرین جسکے گال جنت کے سیب اور لب لعلیں حلوائے بے دُود کا دھوکا دیتے تھے - ایک تھالی میں انواع و اقسام کی لذیذ مٹھائیاں لیے ہوے ایسی لالچ دلانیوالی ادا سے سامنے آکے کھڑی ہوگئی کہ سب دیکھنے والوں کے منہ میں پانی بھر آیا - اور صورت دیکھتے ہی بھوک لگ آئی - اسکی ہر ادا میں ایسی شیرینیاں اور اُسکے حسنِ ملیح میں ایسی نمکینی تھی کہ جو تھا دیکھتے ہی بیخود و بیہوش ہوگیا - اور ہر دل میں کچھ ایسی بیتابانہ رغبت پیدا ہوگئی کہ قریب تھا لوگ اُسکی تھالی پر جھپٹ پڑیں - کیونکہ وہ ایسے شاداب اور تازے میوے اور ایسی اقسام و انواع کی نعمتیں ناظرین کے سامنے پیش کر رہی تھی کہ لوگوں کے دل ہاتھ سے نکل گئے - مگر اُسی بادشاہ نے جو اس دربار میں کسی مرشد کامل کے سے کمالات

دکھا رہا تھا اپنی دلی توجہ سے سب کی نیتیں درست ہیں - اور جب ہوش رفتہ واپس آئے تو سب دل ہی دل میں ندامت کے ساتھ سمجھے کہ ہم کتنے بڑے لالچی اور کیسے بدنیت ہو گئے تھے - دربار کی برہمی دور کر کے بادشاہ نے اُسکا نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکیا "شیرین" کہلاتی ہے -

اب چوتھی نازنین کے آنے کی باری تھی - لیکن اس کا جمال جہان آرا نظر آنے سے پہلے ایک ایسی مست و بیخود کر دینے والی خوشبو کی لپیٹ آئی کہ سارا دربار مہک گیا - اور چوتھا اس دماغ افروز بھینی بھینی خوشبو سے اس قدر مست ہو رہا تھا کہ تن بدن کی خبر نہ تھی - پہلے تو معلوم ہوا کہ منشی نثار حسین صاحب کے کارخانے کے عطر کا کوئی کنٹر لنڈھک گیا لیکن جب لوگوں کے حواس باختہ ہونے لگے تو یہ شک ہونے لگا کہ کہیں پاس ہی کلورافارم کی شیشی تو نہیں ٹوٹ گئی ؟ کیونکہ حاضرین دنیا و مافیہا سے بیخبر ہوئے جاتے تھے - سب پر یہ از خود رفتگی کا عالم طاری تھا کہ بادشاہ نے اپنی عیسی نفسی کا جوہر دکھایا اور اپنے تخت پر بیٹھے ہی بیٹھے سب کے اوپر ایک ایسی معجز نما نظر ڈالی کہ سب لوگ چونک کے ہوش میں آ گئے - اور کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ملائک فریب حور تمثال خوشبودار پھولوں کا گہنا پہنے اور ایک گلدستہ ہاتھ میں لیے کھڑی ہے - اسکا لباس بھی پھولوں ہی کا اور وہ خود بھی جوہی کی ایک کلی معلوم ہوتی ہے - زلف عنبرین گویا مشک و عنبر کے آبدار تار ہیں - اور سر پر شاداب تر و تازہ اور مہکنے والے پھول عجب ناز و نزاکت سے آراستہ کیے ہوئے ہے - بادشاہ نے اس ملائک فریب نازنین کا نام پوچھا تو بولی "مجھے "مشکبو" کہتے ہیں -

اس نازنین نے تخت کے پاس ایک پہلو پر قرار پکڑ لیا تو پانچویں پری جمال مہ جبین بلوائی گئی - اسکا گورا خوبصورت چہرہ مخمل کے سے چمکتے رخسار - نرم و نازک اعضا اور گدگدے ہاتھ پاؤں دیکھتے ہی ہر شخص کے دل میں ایک عجیب بیتاب کر دینے والی گدگدی پیدا ہو گئی - یہ ایک ایسی گدگدی تھی کہ اکثر اوقات جلد کے اندر ریںگنے لگتی ہے اور ہزار کھجاؤ اور ہاتھ رگڑو سو توقف نہیں ہوتی - لوگوں نے اس طلسمی اثر کو حیرت سے دیکھا اور گھبرا گھبرا کے ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے کہ یہ کیا بات ہے ؟ اس نازنین میں کچھ اس بلا کا اثر تھا کہ دیکھتے ہی لوگوں کے دل میں بعض حیوانی تقاضوں کا ایسا

ہیجان ہوا کہ ایک بے اختیار کر دینے والی گدگدی کے ساتھ دل اسکی طرف کھنچا جاتا تھا۔
اسکی صورت دلفریب تھی۔ اسکی وضع میں لگاوٹ تھی۔ اور اُسکے لباس میں ایسے
ہوشربا شوخ رنگ تھے کہ جو دیکھتا دیوانہ ہو جاتا۔ قریب تھا کہ اُسکی کشش تمام حاضرین
دربار کو اُسکے قدموں کے سامنے سجدے میں گرا دے کہ پھر اُسی خضر طریقت بادشاہ نے
اپنی نگاہ کے ایک اشارے سے سب کو سنبھالا اور اُس نازآفرین کی طرف دیکھکے پوچھا
"بی تمھیں کیا کہتے ہیں؟" جواب ملا میرا نام "گلبدن" ہے۔

یہ پانچوں حسینیں جدا جدا اپنی شان دکھاتی ہوئی آچکیں تو بادشاہ نے اُن
سب کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔ اور ایک ایک کے چہرے۔ خط و خال اور وضع و لباس
کو غور سے دیکھ کے پوچھا "تم میں کس بات پہ نزاع ہے؟" سب نے اپنی اپنی وضع کی
نازآفرینی کی تعظیم بجا لا کے عرض کیا "حضور اس بات کا فیصلہ کر دیں کہ ہم سب میں
کون زیادہ دلفریب ہے اور کس کی خوبیاں بڑھی ہوئی ہیں؟"

بادشاہ "اچھا تو پہلے تم خود اپنے اوصاف اور اپنے ہنر بیان کرو۔" یہ حکم پاتے
ہی پانچوں پریکالوں نے بڑھ بڑھ کے اپنی صفت بیان کی۔

ماہ رو بولی "میں گورے چہرے سے دلوں میں روشنی پیدا کرتی اور تیر نظر سے
انسان کا کام تمام کرتی ہوں۔"

خوش گلو نے کہا "میں اپنی سہانی آواز سے دلوں کو لبھاتی۔ اپنے نغمے سے
بڑے بڑے سنگدلوں کو وجد میں لاتی۔ اور اپنے چھڑوں کی جھنکار سے شورِ محشر
بپا کرتی ہوں۔"

شیریں نے مسکرا کر کہا "میرے لبوں کی حلاوت دین و دنیا بھلا دیتی ہے۔
میرے حسن کی نمکینی دلوں میں شور ڈالتی ہے۔ اور میرا منہ
آب حیات کا چشمہ ہے۔"

عنبریں مو نے بیان کیا "میری زلف کی خوشبو دماغ کو محظوظ اور روح کو
تازہ کرتی ہے۔ اور میری نکہت دماغوں پر ایسا بیخود کرنیوالا اثر ڈالتی ہے کہ مزہ دار
مستی میں وہ دنیا کے سارے مزوں کو بھول جاتے ہیں۔"

گلبدن نے سب ساتھ والیوں پر حقارت کی نظر ڈال کے ظاہر کیا "میرا جذبۂ

اثر فرشتے کو شیطان اور مومن کو کافر بنا دیتا ہے۔ جب مین اپنی کشش کی کمند ڈالتی ہون انسان تو انسان فرشتہ بھی کچھ ایسی غیر قابل بیان لذت سے میری طرف کھنچتا ہے کہ نہ اُسے اپنے نیک و بد کی خبر رہتی ہے اور نہ اپنے آغاز و انجام کی"

بادشاہ :- "غرض یہ کہ تم پانچون آفتِ روزگار ہو"

ماہ رو :- "مین تڑپا دیتی ہون"

خوش گلو :- "مین لُبھا لیتی ہون"

شیرین :- "مین زندگی بے مزہ کر دیتی ہون"

عنبرین مو :- "مین مست اور متوالا کر دیتی ہون"

گلبدن :- "اور مین دیوانہ کر دیتی ہون"

اس بامزہ لڑائی کو لوگ حیرت سے دیکھتے اور محویت کے ساتھ سن رہے تھے کہ بادشاہ نے کہا "تمھارا فیصلہ آسان نہین۔ اور جب تک تمھارے صفات بالکل جدا اور دوسری صفتون سے معرا ہو کے نہ نظر آئین تصفیہ نہین کیا جا سکتا۔ اول تو تم پانچون خوبصورت اور پرچھال ہو۔ ماہ رو مین حسن صورت کے ساتھ زلف عنبرین بھی موجود ہے۔ خوش گلو خوش آوازی کے کمال کے ساتھ حسین بھی ہے۔ شیرین مین شیرین لبی کے ساتھ زیبائی و رعنائی کی صفت بھی موجود ہے۔ عنبرین مو ساحرہ نوازی کے ساتھ نظر فریب بھی ہے۔ گلبدن کے نرم اور گدگدے بنڈے پر سمٹینی کا زور بھی ہے۔ اور پھر نسائیت کی کشش تم پانچون مین یکسان ہے۔ یہ ممکن نہین کہ تم مین ایک صفت کے سوا اور سب صفات معطل و فنا کر دیے جائین۔ تمھارا فیصلہ اُسوقت ہو سکتا ہے جب دوسری صفتون سے معرا ہو کے آؤ"

اسکے جواب مین پانچون مہ وشین عاجز تھین۔ مگر صاف باطن بادشاہ نے سوچ کے کہا "ایک تدبیر ہے۔ مین اُن دیوون کو بلاتا ہون جو تمھارے متضاد و متقابل عیوب کی مجسم تصویرین ہین۔ اُنکو دیکھ کے البتہ اندازہ ہو جائیگا کہ کون عیب کہان تک برداشت کیا جا سکتا ہے اور کس سے کیسی اور کس درجے کی تکلیف پہونچتی ہے"

نازنین - مگر حضور ہم اُنکے سامنے نہین ٹھہر سکتے۔ گرمی و سردی یا یون سمجھیے کہ آگ پانی ایک جگہ جمع نہین ہو سکتے"

بادشاہ - تم کو اُن سے کسی قسم کا ضرر نہیں پہونچ سکتا - جب تمھاری اور اُنکی
قوتین ایک دوسرے کے مقابلے مین یکسان ہین تو پھر کس بات کا اندیشہ ہے؟ باوجود
متضاد ہونے کے دیو و پری کا ساتھ مشہور ہے" اسکے بعد بادشاہ نے اُن دیوون کو
بلوایا - خیال کے ہرکارے دوڑے اور دم بھر مین اُن دیوون کو پکڑ لائے -

(۲)

دربار مین سناٹا تھا - لوگ دم بخود تھے - اور وہ پری جمال نازک بدنین خوف سے
تھر تھر کانپتی اور ایک دوسرے کی طرف حسرت سے دیکھ رہی تھین کہ ناگہان چوبدارون
نے حاضر ہو کے عرض کیا "حضور پانچون دیو حاضر ہین" بادشاہ نے اہل دربار کی
طرف دیکھ کے متانت سے کہا "سب لوگ سنبھل جائین - اور سخت سے سخت
تکلیف برداشت کرنے کے لیے تیار رہین - کسی راحت و لذت کی زیادتی سے بیخود
ہو جانا اور بات ہے اور کسی سخت صدمے کو برداشت کرنا اور بات - لیکن مین ایک
تدبیر بتاتا ہون - جب دیکھو کہ تم کسی دیو کے صدمے اور اُسکے تکلیف دہ اثر سے
مغلوب ہوئے جاتے ہو تو فوراً ان پریون کی طرف دیکھ لینا - جس طرح انکی مسرتون
کا لطف اُن دیوؤن کا سامنا ہونے سے خاک مین مل جاتا ہے اسی طرح اُن دیوؤن
کی تکلیف کی بدمزگی ان کا جمالِ جہان آرا دیکھنے اور انکے محاسن سے لطف
اُٹھانے سے دُور ہو جاتی ہے" یہ کہہ کے بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچون دیو ایک
ایک کرکے حاضر کیے جائین -

حکم کی دیر تھی - یکا یک نظرون مین ایک تکلیف سی محسوس ہوئی - اور ساتھ
ہی ایک ایسا ہیبت ناک دیو نمودار ہوا کہ کسی کو اُسکے چہرے پر نظر ڈالنے کی جرأت نہ
ہوتی تھی - اُسکی کالی رنگت آنکھون کو دھندلائے دیتی تھی - اُسکے چہرے کی بدصورتی
دیکھنے والون کے حواس مین فتور ڈالے دیتی تھی - اہل دربار اُسکی مہیب قطع دیکھ کے
ایسے سہمے کہ اکثر بدحواس ہو کے چیخ اُٹھے - بعض کو غش آگیا - جن کے حواس تھوڑے
بہت درست تھے وہ بھی بیجان ہو رہے تھے - اور یہ حالت تھی کہ آپ کو سنبھالتے تو
سنبھلا نہ جاتا - بھاگنے کا قصد کرتے تو اپنی جگہ سے قدم نہ اُٹھتا - یہ حالت دیکھ کے

بادشاہ نے دیو سے پوچھا "تیرا کیا نام ہے؟" اُس نے ایک نہایت ہی دل آزار وضع سے جواب دیا "مجھے بدرُو کہتے ہیں"۔ بادشاہ نے ذرا تامل کرکے ماہ رُو کو جو الگ سہمی ہوئی کھڑی تھی سامنے بُلایا اور کہا "تم ذرا اپنا رُخ زیبا بھی دکھا دو"۔ حکم پاتے ہی اپسرہ چمک کے سامنے آئی۔ اور اُسکا چہرہ دیو کے چہرے سے دوچار ہوا تو معلوم ہوا کہ گویا نیکی اور بدی کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ ماہ رُو کا حُسن بدرُو کی بدصورتی مٹاتا ہے تو بدرُو کی بدصورتی ماہ رُو کے حسن کو خاک میں ملاتی ہے۔ دونوں قوتیں برابر کی وسعت تک جا کے درمیان میں ٹکراتیں اور ایک دوسرے کے اثر سے کمزور ہو کے رہ جاتیں۔ بادشاہ نے اس حالت کا اچھی طرح معائنہ کرکے دیو سے کہا "اب تم دربار کے ایک کونے میں جا کے ٹھہرو لیکن اپنے چہرے پر نقاب ڈال لو"۔ دیو سر اطاعت جھکا کے اور اپنا چہرہ چھپا کے الگ جا کھڑا ہوا۔ اور دوسرے دیو کو باریابی کی اجازت ہوئی۔

ساتھ ہی ایک ایسی کرخت ہوش رُبا اور سامعہ سوز آواز سُنی گئی جس نے "اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْر" کو بھی بُھلا دیا۔ اور اُسکے اثر سے اس طرح ہوش پران ہوئے جاتے تھے کہ لوگوں کو صور قیامت کا اندیشہ ہوا۔ اور گھبرا گھبرا کے اضطراب و بیخودی سے اپنے اپنے کان بند کرنے لگے۔ یہ حالت طاری تھی کہ ایک عجیب الخلقت دیو چلاتا اور شور کرتا ہوا سامنے آیا۔ اُسکی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کو مات کیے دیتی تھی۔ بادشاہ کو سلام کرکے اُس نے اپنی اُسی سامعہ کوب آواز میں کچھ ایسے بے سُرے پن سے اور لے سے باہر گانا شروع کیا کہ آواز کی سختی کانوں کے پردے پھاڑے ڈالتی تھی۔ بے سُرا پن دماغ اُلٹے دیتا تھا۔ اور لے کا بے تُکا پن ہر موزونیت کو خاک میں ملائے دیتا تھا۔ گانا غذائے روح ہوا کرتا ہے مگر یہ گانا زندگی کے لیے سم قاتل تھا۔ دم بھر میں ہر شخص اُسکی چیخوں سے پناہ مانگنے لگا۔ اور اکثروں کا دماغ ایسا اُلٹ گیا کہ جنون سے گزر کے عالم نزع کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب یہ حالت ہوئی تو بادشاہ نے "خوش گلو" پری کو بُلا کے کہا "یہ تو چلا ہی رہا ہے مگر تو بھی اسکے مقابلے میں اپنا کمال دکھا۔ اور اپنے نغمۂ دلکش سے اُن لوگوں کی مسیحائی کر دے جنھیں اس ظالم کی آواز نے بے دم کر دیا ہے"۔ حکم کے ساتھ ہی خوش گلو نے ایک زندگی بخش تان لگائی۔ اور ایسی موزون و دلکش الاپ شروع کی کہ جو لوگ

اس دیو کے شور کی اذیت سے ہیجان ہو رہے تھے اُن میں تازہ جان آ گئی - اور مست ہو ہو کے جھومنے لگے - گویا خوش گلو نے اُنھیں ایک ایسی تند شراب پلا دی جس کے نشے میں اُنھیں اب ہر قسم کی اذیت گوارا تھی - تاہم دیو اور پری دونوں کی متضاد آوازوں کا بلند ہونا عجیب کیفیت پیدا کیے ہوئے تھا - دونوں آوازیں لڑتی ہوئی بلند ہوتیں اور یہ نظر آتا کہ گویا دونوں ایک دوسرے کو مٹائے دیتی ہیں - بادشاہ نے اس دیو کا نام پوچھا تو اُس نے بتایا مجھے "بدگلو" کہتے ہیں - ان دونوں متضاد آوازوں کا موازنہ کرکے بادشاہ نے اس دیو کو بھی خاموش ہو کے الگ ٹھہرنے کا حکم دیا اور تیسرا دیو بلایا گیا -

فوراً لوگوں کو ایک تلخکامی کا سا اثر محسوس ہوا اور ناگہاں ایک ایسی ناگوار قطع کا دیو سامنے آ کے کھڑا ہو گیا - جسکی صورت ہر شخص میں تلخی کی کیفیت پیدا کرتی تھی - آنکھیں اُسکی صورت دیکھنے سے کڑوی ہوتی جاتی تھیں - ناک کان میں بھی ایک تلخی کی اذیت پیدا ہوتی تھی - اور اُسکے ہاتھ میں بعض ایسے پھل تھے جنکا چکھنا درکنار دیکھنے سے بھی منہ کڑوے ہو گئے - اس تلخی کا اثر یہاں تک بڑھا کہ لوگوں کو ہر چیز بدمزہ نظر آنے لگی - بعض کو اُبکائیاں آنے لگیں - بعض وفور تلخی سے ہونٹ اور زبان کاٹنے لگے - اور قریب تھا کہ لوگوں کی حالت غیر ہو جائے کہ بادشاہ نے شیرین کو بلا کے سامنے کھڑا کیا - گو اُسکی شیرینی نے یکایک لوگوں کے مذاق میں لذت پیدا کر دی - مگر پھر بھی اُسکی شیرینی کو دیو کی کڑواہٹ اکثر بے مزہ کر دیتی - لیکن غنیمت یہ تھا کہ دیو کی کڑواہٹ میں شیرینی کی حلاوت نے مل کے تھوڑی بہت گوارائی ضرور پیدا کر دی - بادشاہ نے ان دونوں متضاد کیفیتوں پر بھی خوب غور کر لیا تو دیو سے اُسکا نام پوچھا - اُس نے کہا مجھے "تلخ رُو" کہتے ہیں - تب دیو و پری دونوں الگ ہٹا دیے گئے - اور چوتھے دیو کی طلبی ہوئی -

حکم کی دیر تھی کہ یکایک بدبو کا ایک ایسا بھبکا آیا کہ تمام اہل دربار کے دماغ اُلٹ گئے - اکثر کی زبان سے نکل گیا "خدا کی پناہ" یہ بیتابانہ کلمات سُننے ہی جا رہے تھے کہ ایک نہایت ہی بدقطع دیو نے سامنے سے آ کر بادشاہ کو سلام کیا - اور کہا مجھے "گندہ دہن" کہتے ہیں - اسکے آتے ہی ایسی تعفن پھیلی کہ معلوم ہوا سارا دربار سڑ گیا -

سب نے گھبرا گھبرا کے وہاں منہ پر رکھ لیے۔ لیکن اس سے بھی تسکین نہ ہوئی تو انھون نے اپنی ناکین زور سے بند کر لین۔ تاہم جو بدبو دماغ مین بس گئی تھی نکلتی نہ تھی۔ اور قطع نظر اسکے اس دیو کی صورت ہی مین کوئی ایسی بات تھی کہ دماغون مین خواہ مخواہ بدبو کا اثر پیدا ہوا جاتا تھا۔ آخر یہ حالت ہوئی کہ لوگ غش کھا کھا کے گرنے لگے۔ اور دربار مین ادھر اُدھر بیہوش پڑے ہوے نظر آتے تھے۔ حتیٰ کہ خود بادشاہ کو اندیشہ ہوا کہ کوئی مر نہ جائے۔ اُسنے فوراً عنبرین مو پری کو سامنے بُلایا۔ اور کہا جن لوگون کو تعفن کی تکلیف سے غش آگیا ہے اُنھین تم اپنی زلف عنبرین سُنگھا کے ہوش مین لاؤ۔ عنبرین مو کے آتے ہی خوشبو کی ایک ایسی لپیٹ آئی کہ معلوم ہوا گویا وہ تعفن گھڑی بھر کے لیے فنا ہو گئی۔ لیکن بعد معلوم ہوا کہ نہین عنبرین مو کے فوری جوش سے گندہ دہن کا اثر مغلوب ہو گیا جو بعد کو پھر اُبھر آیا۔ اور اب خوشبو مین بدبو ملی ہوئی محسوس ہوتی۔ اور ایک ایسی مرکّب بو پھیلی ہوئی تھی جو کبھی تو ناگوار معلوم ہوتی اور کبھی خوشگوار۔ عنبرین مو نے بادشاہ کے حکم کے مطابق مدہوشانِ دربار کے قریب جا جا کے اُنھین اپنی زلف کا لخلخہ سُنگھایا۔ اور سب کی جان مین جان آگئی۔ اور جو بیخودی کی غفلت سے چونکا وفور خوشبو سے ایسا مست تھا کہ اب یہ خوشگواری دین و دنیا بھُلائے دیتی تھی۔ بادشاہ نے ان دونون کیفیتون کا بھی بخوبی اندازہ کر لیا تو ان دونون حریفون کو بھی ہٹایا۔ اور پانچوین دیو کو حاضری کی اجازت ہوئی۔

ساتھ ہی شہر کے دربار مین سے ہر شخص کو معلوم ہو گیا کہ گویا سارے پنڈے مین کانٹے چُبھ رہے ہین یا کوئی چٹکیان لے رہا ہے۔ بد حواس ہو ہو کے کھُجا اور سہلا رہے تھے کہ ایک انوکھی وضع کا دیو سامنے آگیا۔ اسکی جلد نہایت ہی کھردری اور سخت تھی۔ جیسے گینڈے کی کھال یا کسی اور نہایت ہی کھُر کھُری چیز کا دھوکا ہوتا تھا۔ یہی نہین اُس مین خارش کے سے چٹھے بھی پڑے ہوے تھے۔ اور سر سے پاؤن تک موٹے موٹے روئین کانٹون کی طرح کھڑے تھے۔ جسکی وجہ سے اُسکے جسم مین ساہی کی سی شان پیدا ہو گئی تھی۔ اور اُسکے جسم پر نظر پڑتے ہی دیکھنے والون کے روئین کھڑے ہو جاتے تھے۔ اُسکے آتے ہی ہر شخص کو نہایت ہی اذیت رسان کھُجلی محسوس ہونے لگی۔

اُسکے رونگٹے معلوم ہوتا تھا کہ جسم ہی پیوست ہوئے جاتے ہیں جنکی وجہ سے ہر شخص کو اپنے تن بدن میں سوئیاں سی چبھتی اور چنگیاں سی اُڑتی معلوم ہوئیں۔ اس کیفیت کو تھوڑا عرصہ ترقی ہوئی کہ اپنی فکر اور اپنی تکلیف میں لوگ اسکی طرف دیکھنا بھی بھول گئے۔ سارے دربار میں جو تھا سسکیاں لے لے کے اپنے بدن کو کھجاتا اور چونک چونک کے سہلاتا تھا۔ لوگوں کو اس قدر بیتاب و بدحال دیکھ کے بادشاہ نے اس دیو کا نام پوچھا اُس نے کہا مجھے "بد اندام" کہتے ہیں۔ اب اُسکے مقابلے کے لیے "گلبدن" پری بلوائی گئی جسکی نرم اور گدگدی صورت دیکھتے ہی لوگوں کو اُس خارش اور چٹکیوں کی تکلیف میں افاقہ معلوم ہونے لگا اور اُسکی نرمی و ملاحت نے کچھ ایسی لذت دی کہ سب لوگوں کو ایک بڑے عذاب الیم سے نجات مل گئی۔

بادشاہ نے ان دونوں متضاد حالتوں کا بھی اندازہ کر کے پانچوں دیووں اور پانچوں پریوں کو اپنے سامنے داہنی بائیں جانب کھڑا کیا۔ تاکہ دونوں کی موجودگی سے اہل دربار اور حاضرین کو کوئی غیر قابل برداشت اذیت نہ پہونچنے پائے۔ اور سم کے قریب ہی تریاق بھی موجود رہے۔ اب اُسنے دیووں کی طرف توجہ کی اور جس طرح پہلے پریوں سے اُنکے اوصاف پوچھے تھے ویسے ہی اب دیووں سے کہا کہ میرے فیصلے سے پہلے تم خود اپنی کیفیت بیان کرو۔ اور وہ قدم بڑھا بڑھا کے اپنے حالات بیان کرنے لگے۔

بدرو "میں اپنی صورت سے لوگوں کی نظر میں دنیا اندھیر کر دیتا ہوں۔ وہ آنکھیں بند کرتے ہیں مگر میری صورت اُنکی نظر کے سامنے سے نہیں ہٹتی"

بدگلو "میں انسان کی زندگی تلخ کر دیتا ہوں اور اُسپر ایک ایسا تلخکامی کا عذاب نازل کر دیتا ہوں کہ اُسے جان شیریں بھی کڑوی معلوم ہونے لگتی ہے"

گندہ دہن "میں دماغ اُلٹ دیتا ہوں۔ اور ہر لطف میرے اثر سے بیکار و بیمزہ ہو جاتا ہے"

بد اندام "میں اپنے اثر سے انسان کو کسی حالت میں چین نہیں لینے دیتا۔ اور اُسے ایک ایسی تکلیف سے سابقہ پڑتا ہے کہ کسی صورت سے قرار آتا ہی نہیں"

بادشاہ "تو تم پانچوں انسان کے لیے عذاب الٰہی ہو۔ بھلا تمھاری ذات سے

کسی کو کچھ فائدہ بھی پہونچ سکتا ہے؟" دیووں نے ادب سے عرض کیا "حضور ہم اگر عذاب ہیں تو رحمت بھی ہیں"

یہ سن کے بادشاہ تو اسی متانت سے اُن دیووں کی صورتیں دیکھ رہا تھا مگر تمام حاضرین حیرت زدہ تھے کہ ان کمبختوں سے بھلا کسی کو کیا نفع پہونچ سکتا ہے؟ اتنے میں بدرونے بڑھکے عرض کیا "میں نہ ہوں تو کوئی بہادر سے بہادر شخص بھی دشمن پر اپنا رعب نہ ڈال سکے۔ مجھ ہی سے مدد لیکے وہ اپنی وضع و قطع میں ایسا رعب پیدا کرتا ہے کہ دیکھتے ہی دشمنوں کا زہرہ آب ہو جاتا ہے"

بدگلو" اور جب اُسے کسی کو ڈانٹنا ڈپٹنا اور اپنی رجز خوانی سے مغلوب کرنا منظور ہوتا ہے اُسوقت وہ میری قوت سے مدد لیتا اور میرے دامن میں آتا ہے"

تلخ رو۔ اسی طرح میں بھی ہر شخص کو بُرے کام کا انجام بتاتا اور پاداش کا پھل چکھاتا ہوں"

گندہ دہن " میں اکثر آنیوالی مضرتوں سے پہلے ہی مطلع کر دیتا ہوں۔ اور لوگوں کو ہوشیار کر دیتا ہوں کہ سخت آفت سے بچ جائیں"

بد اندام " دشمن کے مغلوب کرنے میں میری ہیبت سے بھی اکثر بہادروں کو مدد مل جاتی ہے"

(یہ مضمون ناتمام ہی رہا)

دُم

ان دنوں داڑھی مونچھوں پر کئی مضمون لکھے گئے ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں اگر شاعرانہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اب زلف پریشان اور کاکل پیچاں پر طبع آزمائی کرنے کا موقع ہے۔ لیکن اس جنجال میں پھنسنے سے پہلے ہم کہتے ہیں کہ "ابھی دُم کی کسر باقی ہے" لوگ چاہے مذاق سمجھیں مگر سچ یہ ہے کہ بغیر دُم کے کوئی چیز مکمل نہیں ہو سکتی۔

عربی الف لیلہ میں جن لوگوں نے عبد اللہ بری اور عبد اللہ بحری کا قصہ پڑھا ہے کچھ وہی خوب سمجھ سکتے ہیں کہ دُم نہ ہونے کی وجہ سے انسان کو بعض موقعوں پر کس قدر جھینپنا پڑتا ہے۔ یہ دلچسپ قصہ شاید آپ نے نہ سنا ہو تو لگے ہاتھوں مختصراً اسے بھی سنتے چلیے۔

"عبد اللہ نام ایک مچھلی والا تھا ۔ دریا کے کنارے جال ڈالتے ڈالتے اتفاقاً اُس سے ایک دریائی آدمی سے راہ و رسم پیدا ہو گئی ۔ چونکہ اُس شخص کا نام بھی عبد اللہ تھا اسلیے دونوں مین یہ امتیاز قرار پایا کہ ایک صاحب عبد اللہ برّی کہلاتے اور دوسرے صاحب عبد اللہ بحری ۔ برّی حضرت زمین کے میوہ جات لیجا کے اُنکو دیا کرتے اور بحری بزرگ سمندر مین سے موتی اور جواہرات نکال نکال کے لاتے اور انکے حوالے کرتے ۔ ایک دن بحری حضرت نے برّی دوست سے کہا تم بھی کیا یاد کروگے چلو تمھین سمندر کی مخلوقات دکھلائین ۔ اسکے بعد پانی کے اندیشے سے بچنے کے تدابیر عمل مین لا کے اُنھین لے گئے ۔ وہان جب ایک خدائی کی سیر کرا چکے تو بحری حضرت برّی دوست کو اپنے گھر لیگئے ۔ اور بی بی بچون سے ملایا ۔ وہ بڑی گرمجوشی سے ملے ۔ مگر اتفاقاً نظر آیا کہ برّی عبد اللہ کے دُم نہین ۔ یہ ایسی انوکھی بات تھی کہ سب لوگ ہنستے ہنستے لوٹ گئے ۔ ہر شخص ہاتھ بڑھا کے اُنکی کمر کے پیچھے ٹٹولتا اور سپاٹ دیکھکے ہنسنا شروع کرتا ۔ عبد اللہ بحری اور اُنکے بچون کی تو یہ حالت ہوئی کہ ہنستے تھے اور ہنس نہ چکتے تھے ۔ جب لوگون کی ہنسی کسی طرح موقوف ہی نہ ہوئی تو عبد اللہ برّی کو غصہ آ گیا اور بگڑ کے بولے " تم مجھے یہان مسخرہ بنانے کو لائے ہو؟ مین تمھین ایسا نہ سمجھتا تھا " بحری بزرگ نے اپنے بی بی بچون کو ڈانٹ ڈپٹ کے روکا ۔ مگر اُنکی بدستور یہی حالت تھی کہ زبردستیان کر کر کے ضبط کیا اور یکایک جوش خندہ ہوا تو بے تحاشا ہنس پڑے ۔ آخر برّی صاحب بہزار خرابی اُن لوگون سے جان چھڑا کے اپنے گھر آئے ۔ اور کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ اُسی دن سے دونون دوستون میں بے لطفی ہو گئی "

بہر حال اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ محض ایک دُم نہ ہونے سے بیچارے عبد اللہ برّی کس قدر ذلیل و نادم ہوے ۔ لیکن اسپر بھی بعض ناتجربہ کار اور تنگ خیال لوگ سمجھتے ہین کہ دُم ہونا انسان کو انسانیت سے خارج کر دیتا ہے ۔ بلکہ بعض جزائر مین دُمدار آدمی ملے بھی تو اُنھین نیم انسان اور غیر مکمل آدمی تصور کرنے لگے ۔ مگر سچ یہ ہے کہ یہ اُنکی ناواقفیت ہے ۔ زندہ مخلوق ہونے کے لیے دُم ضروری چیز ہے ۔ چھوٹا بڑا کون سا جاندار ہے جسکے دُم نہین؟ پھر کیا وجہ کہ انسان کے نہ ہو؟ نہین

حضرت ضرور ہونی چاہیے - مگر نہین معلوم اللہ میان نے انسان کو اس نعمت عظمیٰ سے کیون محروم کر دیا -

انسانون مین دُم کا فطری اور جوش و خروش کا شوق دیکھنا ہو تو ذرا چین کی سرزمین مین جایئے اور دیکھیے کہ گو خدا نے نہین دی مگر وہ خود اپنی کوشش اور تراش خراش سے لوگ کتنی بڑی دُم پیدا کر لیا کرتے ہین - اور اُسے کس قدر عزیز رکھتے ہین - چین والے اپنی چوٹی کو دُم ہی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین - اور اسکو اس قدر عزیز رکھتے ہین کہ دُم ہے تو جان بھی ہے اور دُم نہین تو کچھ نہین - انگریزی فیشن کی زہریلی ہوا وہان تک بھی پہونچی - شنریون نے اُس مین اور زیادہ قوت پیدا کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہان بہتون کی دُمین کٹ گئین - لیکن اصلی چین آج تک بدستور دُم نما چوٹیون کا طرفدار ہے - اور جسکی جتنی زیادہ بڑی چوٹی ہے اُسی قدر وہ زیادہ معزز - شریف اور انسان کامل سمجھا جاتا ہے -

ہمارے یہان لوگ دُم کی قدر بظاہر تو نہین جانتے لیکن حقیقت مین یہ بھی کسی نہ کسی پہلو سے دُم کی ضرور قدر کرتے ہین - اگر اُنکی زبانین اور اُنکے دوسرے ذرائع نہین تو ہون - لیکن طرز عمل دُم کی موافقت ہی مین ہے - ہمارے ہی یہان نہین ساری دنیا مین عورتین بال بڑھاتی اور اُنکو ایک چوٹی مین گوندھ کے اپنے پیچھے ایک دُم ضرور لٹکا لیتی ہین - اسی قدر نہین بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ جس مین یہ دُم جتنی زیادہ بڑی ہے اُسی قدر وہ زیادہ حسین سمجھی جاتی ہے - اس سے کسی کو بھی انکار نہ ہوگا کہ عورت ہر قوم کی عام معشوقہ ہے - اور ہر ملک والے اپنے مذاق و خیال کے مطابق اُس مین زیبائی و رعنائی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہین - اگر ان لوگون کے مذاق مین دُم کوئی بُری چیز ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ اپنی معشوقہ اور اپنی رفیق زندگی کو وہ دُمدار بنانا پسند کرتے - لیکن نہین - حقیقت مین انسان دُم کا شیدا پیدا کیا گیا ہے -

یہ دُم ہے جو کہین چوٹی - کہین کاکل پیچان - یا زلف پریشان کی صورت مین نمایان ہوا کرتی ہے - اور شعرا اُسکی مدح سرائی مین رطب اللسان رہا کرتے ہین - شاعرون مین زلف کی درازی مشہور ہے - جیسے وہ کہین اپنی فراق کی شب دراز

سے تشبیہ دیتے ہین اور کہین سلسلۂ اُمید سے بڑھا دیتے ہین - اگر شاعرانہ لفاظی چھوڑ کے حقیقت طرازی سے کام لیا جائے تو یہ جتنے اشعار زلف و کاکل کی تعریف مین کہے گئے ہین سب دُم کی ثنا و صفت مین ہین -

غرضکہ ہم چاہین قبول کرین یا نہ قبول کرین مگر حقیقت مین ہم بھی دُم کے معترف ہین اور زبان سے نہین تو بالطبع تسلیم کر رہے ہین کہ دُم انسان کا سب سے بڑا زیور ہے - جسکے بغیر زیبائی و رعنائی کی شان پیدا ہی نہین ہو سکتی - کچھ عورتون ہی پر موقوف نہین بعض مرد بھی کاکلین بڑھا کے دُمدار بنجایا کرتے ہین - اگلے دنون یہ وضع بڑے بڑے سورما بہادرون اور بانکے ترچھے لوگون کی تھی - لیکن اب زمانے کی وضع بدل گئی - اور جس طرح مغربی اثر نے جاپان والون کی دُمین کٹوادین اور چین والون کو پر تیغ کر رہا ہے اُسی طرح ہندوستانیون کے سرون سے بھی اگلی کاکلین اور پُرانے جوڑے غائب کر دیے - مگر باوجود اس انقلاب عظیم کے اب بھی بہت سے اپنے وضع کے پابند باقی ہین جو وہی اگلی سی کاکلین بڑھلتے اور زمانۂ سابق والون کی طرح جوڑے رکھتے ہین -

سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ اس نئی تہذیب نے اگرچہ اپنے لوگون کی چوٹیان کاٹین اور بہت سے دُمدارون کو بے دُم بنایا تو ایک نئے پہلو سے اصلی نہین تو مصنوعی دُمون کو پیدا بھی کر دیا - ہمارے مسلمان جنٹلمین ترکی ٹوپی کے بہت دلدادہ ہین - لیکن یہ خیال نہین کرتے کہ اُسکا پھُندنا اُس کمی کو پورا کر رہا ہے جسکی تکمیل کی انسان بارہا کوشش کرتا رہا ہے اور اکثر کوششین کیا کرتا ہے -

اور اب پر کیا موقوف ہے کیا اگلے دنون دُمین نہ تھین ؟ اس ٹوپی سے پہلے زیادہ تر رواج پگڑیون کا تھا - مقدس و مہذب لوگون کے سرون پر اگر عمامے تھے تو بانکے ترچھے جوانون کے سرون پر صافے او سیلے - مگر دونون کے پیچھے ایک شملہ ضرور لٹکتا ہوتا تھا - اور اسکی بھی یہ حالت تھی کہ شملہ بمقدار علم - جسکی جتنی بڑی دُم اُتنا ہی زیادہ معزز و محترم - کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ انسان کو دُمین عزیز نہین ؟ یا بغیر دُم کے آپ کو انسانِ کامل خیال کر سکتا ہے ؟

———— ⁘ ⁘ ⁘ ————

شمعِ حرم

دُنیا مین ہزارون شمعین روشن ہین - اور لاکھون صحبتون کی مختلف کیفیتین اسی شمع کی روشنی مین نظر آیا کرتی ہین - یہی شمع بادشاہون کے عالیشان قصر و ایوان مین روشن ہے - اور یہی ایک میلا اور چکٹا ہوا چراغ بنکے غریب کے شکستہ جھوپڑے مین جھلملا رہی ہے - یہی دَیر کے مستطیل گنبد کے نیچے ہے اور یہی مسجد کے طاق مین - اسی کی روشنی مین زاہد شب زندہ دار عبادت کرتا ہے - اور اسی کی کرنون مین بے رحم قاتل اپنی تلوار کی باڑھ دیکھتا ہے - اسی کی شعاعون مین بیٹھ کے فیاض وہ رقم گنتا ہے جو مستحقین کو دی جائیگی - اور اسی کی نظر کے سامنے چور اور ڈاکو سب سے چھپا کے وہ روپیہ گنتا ہے جسے چُرا کے یا لوٹ مار کے لایا ہے - غرض جو کچھ ہوتا ہے اسی اچھون کی محرم راز اور بُرون کی پردہ پوش شمع کے سامنے ہوتا ہے -

گو دنیا کی سب شمعین بجاے خود ایک خاص کیفیت اور خاص شان رکھتی ہین - مگر جو بات شمع حرم مین ہے کسی مین نہین - اسکی روشنی حرم کی سادی عمارت کے اندر ہی نہین بلکہ دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہے - یہ شمع نہین بلکہ گویا آفتاب ہے جسکی چاندنی نے کھیت کرنا شروع کیا تو ایک چشم زدن مین تمام اقطار عالم مین پھیل گئی - حرم کی یہ شمع اُس روغن زیتون کے بے تکلف چراغ کی یادگار ہے جسے ابراہیم خلیل اللہ نے تو شہر مکہ اور نسل عرب کے لیے خیر و برکت کی دعا مانگتے وقت عرب کی ایک وادی غیر ذی زرع مین معبد الٰہی بنا کے روشن کیا ہوگا مگر کرنین اُسکے بلند دروازے سے چھلکنا شروع ہوئین تو سارے ریگستان کی اُجلی سطح اور بیابانون کے چنٹے ہوے دامنون مین ذرہ ہاے نور کو جھمکاتی ہوئی کل سرسبز و شاداب زمینون - متلاطم سمندرون اور سربفلک پہاڑون کو طے کرکے وہان تک پہونچ گئین جہان تک نہ ہماری نظر پہونچ سکتی ہے اور نہ ہمارا خیال -

یہ ساکت ہے - زبان سے کچھ نہین کہتی - مگر اسکی آنکھ کھلی ہوئی ہے - گو اہل عالم کی سیہ کاری پر آنسو بہاتی جاتی ہے مگر خاموشی کی زبان حال سے اپنے فضائل اور اپنی خوبیان بھی بیان کر رہی ہے - اور ایسا دلکش رجز سناتی ہے جسے سُنکے دلون مین ایمان کا جوش پیدا ہو جاتا ہے - اور لوگ خدا پرستی کے لیے دوڑتے ہین - یہ تو ایک کہانی ہے کہ

کوہ ندا سے "یا اخی ابا بثی!" کی طلسمی صدا سنتے ہی لوگ بیتاب ہو کے دوڑ پڑتے تھے
مگر شمع حرم سے سچے مبلغ توحید کی صدا ہے "یا امتی! یا امتی!" آج تک سنائی دیتی ہے
اور جو سنتا ہے جامِ توحید کا مست اور شمع عرفان کا دلدادہ بنکے گھربار اور زن و فرزند
کو چھوڑ اس طرح بے اختیار دوڑتا اور اس شمع حرم کی طرف لپکتا ہے کہ اسے سر و پا کا
مطلق ہوش نہین رہتا۔

اسکی شعاعین کہان کہان چمک رہی ہین؟ اور اسکا جلوہ کہان کہان نظر آرہا
ہے؟ دیکھو دعوتِ حق کرنے والے مجاہدین کی آبدار تلوارون پر اسکی کرنین کس آب
وتاب سے چمک رہی ہین؟ اور کہان کہان جا کے چمکی ہین؟ اسکے نور نے کیسے کیسے
ظلمتکدون کو روشن کر دیا ہے؟ اور آناً فاناً کیسی کیسی ظلمتین مٹا کے رکھدی ہین۔ ہدایت
کے تمام راستون مین اسنے اُجالا کر دیا ہے۔ اور بڑھتے بڑھتے جا کے دلون اور سینون
مین چمکی ہے۔ آجکل کے علماے سائنس کو دعوٰی ہے کہ اُنھون نے نور کی رفتار کا پتہ لگا لیا
ہے۔ لیکن صحیح رفتار نور لالٹینون کو فاصلے پر رکھ کے کھولنے اور بند کرنے سے نہین معلوم
ہو سکتی (جس طرح کہ یہ لوگ معلوم کیا کرتے ہین) نور کی سچی چال معلوم کرنا ہے تو اس امر
پر غور کرین کہ شمع حرم کے نور کی کرنین کس سرعت کے ساتھ بڑھ کے سارے عالم مین
چھٹک گئین؟ اور آفتاب کی طرح جو اپنی روشنی سے ہزارہا کرون اور تارون کو چمکا دیا
کرتا ہے اس ابراہیمی نور اور محمدی شمع نے کس شان کے ساتھ ہر طرف اور ہر ملک مین
لاکھون کرورون شمعین روشن کر دین؟

روشنی سے زیادہ دلچسپ اور دلکش اس شمع حرم کی تاریخ ہے۔ لیکن جریدۂ عالم
کے کہنہ اور کرم خوردہ اوراق پر نظر ڈالنے اور مطالعے کی زحمت اُٹھانے سے زیادہ
آسان یہ ہے کہ اس شمع کی سرگذشت ہم اسی کی زبان حال سے سُنین۔ واقعی اے
شمع حرم اپنا حال کچھ تو ہی خوب جانتی ہے۔ اور ہمین تجھ ہی سے سُن کے معلوم ہو سکتا ہے
کہ تُو نے دنیا کو کس طرح روشن کیا؟ اور تیری نورانیت کہان کہان پہونچی ہے؟ یہ سوال
کر کے ہم مراقبے مین بیٹھ گئے۔ دل کی لو اس شمع کی لو سے لگا دی۔ اور حق پسندی و
خدا پرستی کے کانون کو اس فرشتۂ غیب کی آواز پر لگا دیا جو اسکی روشنی کو روز تیز کیا
کرتا ہے۔ ناگہان گویا دل مین ایک نور کی کھڑکی کھل گئی۔ اور توحید کا مورخ اسی

شمع حرم کی زبان سے یہ سرگذشت سنانے لگا:

"مجھے ایک روشن چراغ کی شان سے حضرت خلیل نے روشن کیا۔ اور میرے لیے درگاہِ حضرت رب العزت میں ہمیشہ روز افزوں نورانیت کے ساتھ روشن رہنے کی دعا با برکت ہاتھ اُٹھا کے مانگی۔ اُس مقبول دعا کے ساتھ ہی ازلی نور آسمان سے اُتر کے میری شعاعوں میں مل گیا اور ایسا نظر آیا کہ گویا میری کرنوں سے سارا عالم بقعۂ نور بن گیا ہے۔ خلیل اللہ مجھے روشن کرکے چلے گئے اور اُنکے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل اور [illegible] پہلو بہ پہلو [illegible] شعلۂ ضمیری سے مجھے اُکسایا کریں۔ اُنکی کوشش سے میری روشنی دور دور تک پہونچی۔ سارے عرب کو [illegible] ہی روشنی میں عرب کے قدیم تاجر مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کی جانب سفر کیا کرتے تھے۔ میری روشنی نے [illegible] اور اکثر سینوں میں۔ میری ہی روشنی کا ایک چراغ روشن ہو گیا تھا کہ یکایک ظلمت و تیرہ بختی کا ایک طوفان عظیم آیا اور قریب تھا کہ وہ بادِ سموم جو تیرہ دل لوگوں کی سانسوں سے چلنا شروع ہوئی تھی مجھے گل کر دے۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ عمرو بن لحی نام ایک تیرہ دل شخص کے سینے میں ہوائے نفسانی کے جھونکوں سے وہ چراغِ توحید گل ہو گیا جو میری روشنی سے منور ہوا تھا۔ اُس نے پہلے تو فیاضی اور مہمان نوازی کا جوہر دکھا کے لوگوں کو اپنا والہ و شیدا بنایا۔ اور تمام قبائلِ عرب کے دل اپنے ہاتھ میں لیے۔ پھر ارضِ شام میں جاکے لوگوں کو ہبل کی مورت کے سامنے سر جھکاتے دیکھا تو یہ مشرکانہ ادا کچھ ایسی پسند آئی کہ اُن لوگوں سے کہا کوئی ایسی ہی مورت ہمیں بھی دو جسے اپنے شہر میں لے جاکے رکھیں اور تمہاری طرح اُسے خود بھی پوجیں اور سب ہموطنوں سے بھی پوجوائیں۔ اسکی خیرہ آنکھیں میری روشنی سے ایسی چکاچوندھ ہوئیں کہ اندھا ہو گیا۔ اور یہ سمجھا کہ خانۂ کعبہ بغیر کسی دیوتا کی مورت کے بے چراغ ہے۔ غرض شام والوں نے ہبل نام ایک بڑا بُت اُسے دیا۔ جسے لاکے اسنے خاص میرے بزرگ ابراہیم خلیل اللہ کے معبد میں رکھ دیا۔ اور لوگوں کو بہکانا شروع کیا کہ خانۂ خدا کے گرد کیا طواف کرتے ہو اس مورت کے آگے سر جھکاؤ۔ یہ بڑی نازک گھڑی تھی۔ خاص میرے دامن میں ظلمت تھی ہاں ظلمت بڑھتی جاتی تھی۔ اور میرا نور مٹتا جاتا تھا۔ آخر میں جھلملاتی رہ گئی اور تمام لوگوں کے دلوں میں میرا چراغ گل ہو گیا۔ سب کو بُت پرستی اس قدر پسند آئی کہ ہبل کے پاس اور بھی اور صدہا مورتیں

کعبے کے اندر لا کے رکھ دی گئیں - اب میرے سامنے خدا پرستی نہ تھی بلکہ بت پرستی کا زور و شور تھا - میں "شمع حرم" ہونے کے عوض "چراغِ دیر" بن گئی تھی - اور اپنی شعاعون مین مجھے نور کے عوض ظلمت نظر آتی تھی -

چراغ دیر بننے سے پہلے مجھ پر ایک زمانہ ایسا بھی گذرا تھا کہ مین بجائے عبادت اور پرستش کے لوگون کی سیہ کاریون کا تماشا دیکھا کرتی تھی - زانی آکے میرے سامنے زنا کرتے - بے رحم میری آنکھون کے سامنے قتل و خون ریزی کرتے - اور مین خاموش اور سنسان بے اختیاری و مجبوری کے ساتھ صبر و شکر کرکے اُن سیہ کاریون کو دیکھتی - اُسکے خلاف جب میری شعاعون مین بت پرستی کا جوش و خروش بڑھا تو مین اپنی قسمت پر اور زیادہ رونے لگی - اور گو اب چارون طرف ہجوم تھا - میلے لگا کرتے تھے - دُور دُور سے لوگ آکے میرے سامنے سر جھکایا کرتے تھے - مگر مین کفر و شرک کے زمانے پر اُس سیہ کاری و بدکاری کے زمانے کو ترجیح دیتی تھی -

ممکن تھا کہ ان جاہلون سے برہم اور ان نالائقون پر مشتعل ہو کے مین اپنی لَو کو ذرا بڑھاتی اور خانہ کعبہ اور گرد و پیش کے سامانِ شرک مین آگ لگا دیتی - مگر نہین مجھے خاموشی سے انتظار کرنے کا حکم تھا - خدا کی یہی مرضی تھی کہ ان بدتمیزیون کو چپکے چپکے دیکھون اور دم نہ مارون -

آخر وہ وقت آگیا جب میری روشنی سارے عالم مین پھیلنے والی تھی - اور خدا کی مشیت مین تھا کہ ساری دنیا میرے نور سے جگمگا اُٹھے - عین اُس حالت مین کہ ہر طرف کفر و شرک کا دور دورہ تھا - میری توحید کی شعاعین بُت پرستی کی ظلمت سے مغلوب ہو کے بے اثر ہو گئی تھین اور مین بتخانے کا چراغ بنی ہوئی تھی - حضرت پیغمبر عرب اور نبی آخر الزمان صلعم پیدا ہوے - آپ کی ولادت کے ساتھ ہی میری ضو ایکایک ایک صاعقے کی شان سے ایوان کسریٰ پر پہونچی اُسکے در و دیوار مین زلزلہ ڈال دیا - اور اُسکی بنیاد منہدم کر دی - اسکے چالیس برس بعد جب دعوت حق کی صدا بلند ہوئی تو میری بھی روشنی نمودار ہونا شروع ہوئی -

وہ وقت مجھے اچھی طرح یاد ہے جب شرک و توحید مین مقابلہ شروع ہوا ہے - مروجہ شرک اپنی ظلمت کا آخری جوش غیظ و غضب کے ساتھ دکھا رہا تھا - اور چاہتا

تھا کہ اپنی دست بُرد سے مجھے گُل کر دے۔ اسوقت اُس سچے داعیِ حق اور اُسکے چند مست بادۂ توحید رفقا نے مخالفون اور توحید کے دشمنون کے ہاتھ سے جیسی جیسی تکلیفین اُٹھائین اور سخت سخت اذیتین برداشت کی ہین بیان نہین ہو سکتین۔ کبھی یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو میرے ساتھ ان داعیان حق کی زندگی کا چراغ بھی گُل ہو جائے۔ لیکن نہین۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد کسے کو پُف زند ریشش بسوزد

کسی کا کچھ زور نہ چلا۔ اور نعرۂ توحید بلند کرنے والون کی آواز سارے عرب مین گونج اُٹھی۔ اب میری شان بڑھانے اور میری روشنی تیز کرنے کے لیے بُت پرستی و شرک کے رسوم مٹا دیے گئے۔ توحید و خدا پرستی کا سچا جوش دلون مین پیدا کیا گیا۔ حرم کا ایوان ربانی بتون کی ظلمت سے صاف اور وحدت کے نور سے معمور کیا گیا۔ اور ان کارروائیون کے ساتھ ہی مین یکایک اس طرح چمک اُٹھی کہ میری کرنین مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی انتہائی سرحدون سے گذر جانے کے لیے بیتاب تھین۔

اب ایک مبارک گروہ میری روشنی پھیلانے اور میرے راستے مین سے ظلم و جور اور شرک و کفر کی خاردار جھاڑیان دور کرنے کے لیے تیار ہوا۔ یہ لوگ میرے نورانی رنگ مین رنگے ہوے تھے۔ انکے جھنڈون پر میری روشنی کوکب اقبال بنکے چمک رہی تھی۔ اُنکی جہاد و غزا کی تلوارون پر میری شعاعون کا عکس پڑ رہا تھا۔ انکے نورانی چہرون اور انکی متبرک ڈاڑھیون پر میری کرنین عالم نور پیدا کر رہی تھین۔ اور اُنکے سینون اور دلون مین وہ چراغ لمعہ افگن تھے جنھین مین نے اپنی روشنی سے جلایا تھا۔ یہ خدا کا مرتب کیا ہوا لشکر حق پرستی کی دُھن مین جو نکلا تو چند ہی روز مین ساری دنیا ظلمت کے نشیب و فراز سے پاک ہو گئی۔ اور جہان اور جس سرزمین مین دیکھیے میری ہی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

آج تم چاہے اپنی آنکھون سے میری شعاعون کو نہ دیکھتے ہو مگر انھین شمعون اور چراغون کی روشنی مین چلتے پھرتے ہو جو میرے نور سے روشن ہوے ہین۔ کونسا حصہ خدا پرستی کی مسجدون سے خالی ہے؟ اُن مسجدون کے طاقون مین جتنے چراغ جل رہے ہین [illegible] روشنی ہے۔ مین نے اپنی پیدا کی ہوئی تہذیب

سے تمھارے تمدن اور تمھاری دنیوی معاشرت کے لیے اگر آبادیوں کی رونق بڑھائی اور تمھاری گذرگاہوں مین اُجالا پھیلایا تو مین نے تمھارے لیے وہ سڑک بھی روشن کردی جسپرسے ہو کے تھین سب سے بڑا سفر کرنا پڑتا ہے - اور جو تھین اس عالم سے اُس دوسرے عالم نور مین پہونچاتی ہے - یہ سڑک تیرہ و تاریک اور نہایت خطرناک حالت مین پڑی تھی - مین نے اُس مین اپنی لالٹینین روشن کین اور تھین دکھادیا کہ کیونکر تم نجات کے راستے پر چل سکتے ہو - اور دُور کیون جاؤ - اگر تھین توحید کا چسکا ہے اور نورِ ایمان رکھتے ہو تو خود اپنے سینون مین میرا چراغ روشن پاؤگے "

شمع حرم کی زبان سے یہ واقعات سننے کے بعد اب سوا اسکے اور کچھ نہین باقی رہ گیا ہے کہ ہم اسکے لیے روز افزون ترقی کی ساتھ ہمیشہ روشن رہنے کی دعا کرکے اپنے ناظرین سے رخصت ہون -

یادِ وطن

وطن! پیارے وطن! تیرے دلفریب چہرے مین کیا کشش ہے کہ کسی کی زلف گرہ گیر مین پھنسنے کے بعد بھی دل تیری طرف کھنچا رہتا ہے - تیری سواد تسکین دیتی اور تیری آب و ہوا صحت بخشتی ہے - اے شادکامانِ صحبتِ وطن! تم وطن کی قدر نہین جانتے - جس طرح حسینون کا کوئی مقصد ور چاہنے والا اور صحبتِ عیش کے مزے لُوٹنے والا نہ فراق کے مزے سے واقف ہے اور نہ معشوق کی سچی قدر جان سکتا ہے - اُسی طرح تم بھی نہین جانتے کہ غریب الوطنی کتنی بڑی بلا ہے؟ اور وطن کیا چیز ہے؟

حضرت یوسف مصر کی مسند وزارت پر بیٹھ کے ارض کنعان کی گدائی پر حسد کرتے تھے - مرتے وقت وصیت کر گئے کہ میری لاش ارض یہودا مین لیجا کے خاندانی مقابر مین دفن کی جائے - وارثون نے اُس وصیت پر عمل کرنا چاہا تو اہل مصر نے مزاحمت کی - آخر جب زمانہ دراز کے بعد حضرت موسیٰ جناب یوسفؑ کا تابوت لیکے آباؤ اجداد کی سرزمین مین پہونچے [illegible] دفن کیا -

سکندر ذوالقرنین نے جب [illegible] دنیا کو [illegible] کیا [illegible]

وصیت کر دی تھی کہ میری لاش کو ارض یونان میں نیچا کے دفن کر دینا۔

اس سے بھی زیادہ لطف کی یہ بات ہے کہ تاجدار عجم شاپور ذوالاکتاف ایک مرتبہ رومیون کے ہاتھ مین اسیر ہوگیا تھا جو اُسے اپنی حراست مین بلاد روم مین لے گئے۔ وہاں قید کی مصیبت مین مبتلا تھا کہ اسیری کے ساتھ بیماری سے بھی سابقہ پڑا۔ اتفاق سے شہنشاہ روم کی بیٹی اُس پر فریفتہ ہوگئی۔ جو جوش محبت سے باپ کے قید خانے مین خود ہی جا جا کے صاحبِ تاج قیدی کی خدمت و تیمارداری کرتی تھی۔ جب مرض نے طول کھینچا اور کسی طرح افاقہ نہ ہوا تو رومیہ شاہزادی پوچھنے لگی "اب آپ کی صحت کے لیے کیا تدبیر کی جائے؟" جواب دیا "پینے کو دجلے کا تھوڑا سا پانی۔ اور سونگھنے کو اصطخر کی تھوڑی سی مٹی لا دو"۔ چند روز بعد شاہزادی تھوڑا پانی اور تھوڑی مٹی لے آئی اور کہا "لو یہ دجلے کا پانی ہے اور یہ اصطخر کی مٹی ہے"۔ گو شاہزادی نے اُسے دھوکا دیا تھا اور ان دونوں مین سے کوئی چیز اصلی نہ تھی مگر محبت وطن کا جوش دیکھیے کہ محض وہم و گمان کی بنیاد پر اُس پانی کے پیتے اور مٹی کے سونگھتے ہی شاپور اچھا ہوگیا۔

اسی قدیم روایت کی برکت تھی یا ذاتی تجربہ ہوا تھا کہ برامکہ کے زمانے مین لوگون کا معمول ہوگیا تھا کہ سفر پر جانے لگتے تو وطن کی تھوڑی مٹی ایک تھیلے مین بھر کے ساتھ رکھ لیا کرتے کہ کہین غربت مین بیمار ہوے تو یہ خاک خاکِ شفا ثابت ہوگی۔ ایکدفعہ کسی شخص کی زبان سے نکل گیا "سفر عذاب کا ایک حصہ ہے"۔ دوسرے نے کہا "یہ نہ کہو بلکہ عذاب سفر کا ایک حصہ ہے"۔

خود حضرت سرورِ کائنات صلعم کو اگرچہ مدینے مین انصار کے سے جان نثار مل گئے تھے مگر مکے کی یاد جب آتی دل دُکھا ہی دیتی تھی۔ ابان مکے سے آکے حاضرِ بارگاہِ نبوت ہوے تو آپ نے پوچھا "مکے کو کس حال مین چھوڑا تھا؟" عرض کیا "مین جب چلا ہون اذخر (ایک گھانس) مین پھل آگئے تھے۔ اور ثمام (ایک خوشبودار مکے کی گھانس) مین کوپل پھوٹ چلی تھی"۔ وطن کی یہ خیالی تصویر دیکھتے ہی آپ کی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔

موذنِ رسول اللہ بلال کو مکے مین زندگی کی بہت کم گھڑیان چین اور آرام سے گذری تھین۔ ہمیشہ ستائے ہی گئے تھے۔ مگر جب مکے کی یاد آتی تو یہ دو شعر پڑھنے لگتے۔

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلۃ
بوادٍ وحولی اذخرٌ وجلیلُ

کاش معلوم ہو جاتا کہ مجھے کبھی اُس وادی مین پھر بھی ایک رات کے لیے رہنا نصیب ہوگا جہان میرے گرد اذخر اور جلیل (مکے کی دو گھانسین) اُگی ہوئی ہون؟

وہل اردن یوماً میاہ مجنۃ
وہل یبدون لی شامۃ وطفیلُ

اور کبھی آبِ مجنۃ پر پھر اُترتا ہوگا؟ اور کبھی شامۃ اور طفیل پہاڑیون کی چوٹیان نظر کے سامنے ہون گی؟

وطن کی یاد جس قدر بیتاب کر دیتی ہے وہ بیچینی اور کسی چیز کے یاد کرنے سے نہین ہوتی - سوادِ وطن یاد آتے ہی خدا جانے کن کن لوگون کی اور کیسی کیسی پیاری صورتین نظر کے سامنے آجاتی ہین - یاران وطن کا جلسہ آنکھون کے سامنے پھرتا اور تڑپا دیتا ہے اعزا و اقارب عالم خیال مین غریب الوطن کے سامنے آتے ہین اور اُسے اپنی طرف بلاتے ہین - بال بچے اپنے غم مفارقت کے واقعات اُسکی پُر حسرت نظر کے سامنے کر دیتے ہین اور اُسکا دل قابو سے باہر ہو جاتا ہے -

مگر ان سب سے زیادہ کشش اُن گلی کوچون کی ہوتی ہے جن مین وہ بچپن مین پھرا تھا - اُن میدانون کی ہوتی ہے جن مین گر پڑ کے اور کھیل کود کے وہ بڑا ہوا تھا - اُس شکستہ مکان کی ہوتی ہے جس مین اُسنے آغوش مادر کا لطف اُٹھایا تھا - ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ غربت کی امارت مین انسان وطن کی فلاکت و محتاجی کو حسد کی نگاہ سے دیکھے - اور غریب الوطنی کی بادشاہی کو صحبتِ وطن کی فقیری پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے -

ان وطنی جذبات کے غالب ہونے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنا بچپن نہایت ہی عزیز ہوتا ہے - بچپن کی بیفکریان اور مان کا آغوش شفقت زندگی بھر یاد آ کے کسی دلربا نازنین کے خیال سے زیادہ بیچین کر دیا کرتا ہے - اُس عہد کی سادگیان اور حماقتین بھی بھلی معلوم ہوتی ہین - اور بچپن کا آغوش جس طرح مان کی گود ہے اُسی طرح سوادِ وطن اور وہ مکان بھی ہین جن مین اُس نے زندگی کی ابتدائی گھڑیان بسر کی تھین -

چنانچہ اگر وطن کی باتین زیادہ موثر الفاظ مین دکھائی جائین تو انسان کے

ارادے بدل جاتے ہیں اور سفر میں لاکھون [illegible]

رہتا ہے۔ مشہور ہے کہ ایک بدوی عرب نے سفر کے لیے کمر باندھی

ہوا تو بی بی کے پاس آیا اور کہا

عدّی السنین لغیبتی و تصبّری وذری الشہور فانہ

میری غیبت مین برس گنتی رہنا اور مہینون کا شمار نہ کرنا کہ وہ چھوٹے

نے سنتے ہی ایک آہ کھینچی اور جواب دیا۔

فاذکر صبابتنا الیک وشوقنا وارحم بناتک انہ

یاد کرو کہ تمھارے بعد تمھارے فراق کا ہمین کیسا صدمہ ہوگا؟

شوق ہوگا؟ اور اپنی بیٹیون پر رحم کرو۔ وہ ابھی ننھی بچیان ہیں

یہ موزون جواب سنتے ہی بدوی کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ

کہا "اب کون جائے!" اور کمر کھول کے گھر مین بیٹھ رہا۔ یہ ہین یاد

اور یہ ہے وطن کی کشش۔

اُجڑی بستی

فروری ۱۹۰۷

قدرتی مناظر کے جیسے قدردان شعرائے عرب ہوے ہین شعرا

فارسی شاعری مین رزم و بزم۔ حسن وعشق۔ مدح وذم۔ پند و موعظ

معرفت۔ سب چیزین ملین گی۔ مگر یہ بات کہین نہ نظر آئے گی کہ ایک

اپنے وطن کے اُجڑے ہوے کھنڈرون یا اپنی کسی اگلی خیمہ گاہ کے نشا

ہے۔ وہ ان کھنڈرون ہی مین سے ڈھونڈھ کے۔ اور گویا راکھ کو

کی چنگاریان نکالتا ہے۔ اور اپنی آہون کی ہوا سے دھونک دھونک

اور اپنے تن بدن ہی نہین سننے والون کے سینون مین آگ لگا دیتا ہے۔ تلاش

رونق کے مٹے نقوش کا پتہ لگاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہان صحبت

یہان قبیلے کی لڑکیان دوڑتی دھوپتی۔ کھیلتی کودتی تھین۔ اور یہا

اپنے خیمے سے نکل کے مشق ناز کیا کرتی تھی۔

اگر غور سے دیکھیے اور عبرت کی نگاہ ہو تو یقیناً اُجڑے کھنڈر

مصر و فارس اور ہندوستان بین طین گی سرزمین عرب مین نہین ل سکتین - گر ہم نے اُنپر جا کے نہ کبھی نالۂ نیم شبی کا چراغ جلایا - اور نہ کبھی اُنکی پُرسوز زبانِ خاموش سے حسرت کی داستان سُن کے آنسو بہائے - بخلاف اسکے عرب ایسا پُرسوز و گداز دل لیکے آئے ہین کہ عمارتون کے کھنڈر - اور بستیون کے آثار رہنین تو اُس اُجاڑ وادی ہی مین کھڑے ہو کے رو لیتے ہین جہان اُنکا یا اُنکی محبوبہ کا قبیلہ چند روز تک خیمہ زن رہا تھا - اُس پڑاؤ کی یادگار مین سوا جابجا راکھ کے ڈھیر کے جو ضیافتِ قوم اور بدوی مہمان نوازی کی نشانی ہے - اُن گڑھون کے جہان خیمون کی میخین گڑی ہوئی تھین - اُس داغ بیل کے جو خیمون کی قطار کا ثبوت دیتی اور اُنکے نصب ہونے کی وضع بتا رہی ہے - کوئی چیز نہین باقی ہے - مگر جذبات دل اور جوش عشق ظاہر کرنے کے واسطے اُنکے لیے یہی علامتین کافی ہین - اور انھین دیکھ دیکھ کے خدا جانے کیا کیا باتین یاد آجاتی ہین -

سرو مہرانِ وطن ! گو تمھارا دل ویسا رقیق اور تمھاری نظر ویسی عبرت بین نہین مگر چونکہ سولوشیل جوش کا زمانہ ہے لہذا ہمارے ساتھ چل کے تم اپنے دیس کی کسی سُونی بستی کی تو سیر کرو - اور اُسکے مٹے ہوے آثار پر معمار خیال کی مدد سے اُن گری پڑی عمارتون کو نئے سرے سے قائم کر کے دیکھو کہ وہان کبھی کیا تھا ؟ کیا ہو رہا تھا ؟ کیسی رونق تھی ؟ اور کس شان و شوکت کی چہل پہل تھی ؟ ہم تمھین کسی بڑے تاریخی اور مشہور و معروف شہر کے منہدم آثار پر نہ لے چلین گے - کیونکہ انکی گذشتہ اور پامال شدہ عظمت کے لیے ہمارے تمھارے سے چند آدمیون کا رونا کافی نہین - اور صرف چند شخصون کی حسرتون کے چراغ اُن مین اتنی روشنی نہ پیدا کر سکین گے کہ کچھ نظر آئے - اُنپر قومون کو رونا چاہیے - اور بڑے بڑے گروہ کھڑے ہو کے ماتم کرین تو شاید ان قومی ادبار کے عظیم الشان عزاخانون مین اُنکی شان کے مناسب شور و شیون ہو سکے - ہم تو ایسی سنسان اور چھوٹی بستی کے کھنڈر ڈھونڈھنا چاہتے ہین جسکا نام بھی اُسکی دیوارون کی مٹی کے ڈھیر کے نیچے اس طرح غائب ہو گیا ہے کہ کسی طرح معلوم ہی نہین ہو سکتا - جسکے محدود اور چھوٹے سے بیت البکا مین اکیلے ایک شخص کا رونا بھی کچھ شورش پیدا کر سکے -

---

نہ ہونیوالی چیز کی ہوس

انسان! غافل ونا عاقبت اندیش انسان! تو اس قدر بیوقوف کیون ہے؟ ہوسون نے تجھے دیوانہ کیون بنا دیا؟ یہ کیا شامت ہے کہ نہ ہونے والی چیز کی تمنا مین تو اُن برکتون اور نعمتون کو جو موجود ہین اس طرح بھول جاتا ہے کہ گویا وہ تیرے کام ہی کی نہین - گویا اُن سے تونے کبھی لطف ہی نہین اُٹھایا - ایک موہوم آرزو کے پھندے مین پھنس کے تو اس طرح غافل وازخود رفتہ ہو جاتا ہے کہ ملی ہوئی نعمتین اور قبضے مین آئی ہوئی دولتین بھی تیرے ہاتھ سے نکل جاتی ہین اور تجھے خبر نہین ہوتی - اور پھر اُنکے چھن جانے کے بعد تو پچھتاتا اور افسوس کرتا ہے مگر باوجود اسکے اتنا متنبہ نہین ہوتا کہ اُن نعمتون کی قدر کرے جو ابھی تیرے ہاتھ مین باقی ہین -

تونے اُس کُتے کی کہانی اکثر سنی ہوگی جو ایک روٹی کا ٹکڑا لیے ہوے ندی سے پار ہوتا چاہتا تھا - پانی مین اپنا عکس دیکھ کے سمجھا کہ یہ کوئی دوسرا کتا ہے اور اُسکے پاس بھی روٹی ہے - اُسکی روٹی چھین لینے کی ہوس مین زور سے بھونکا اور اُسکے مُنہ کی روٹی بھی پانی مین گر کے غائب ہوگئی - یہ کہانی تونے اُن کتابون مین اکثر پڑھی اور یاد کی ہوگی جو تجھے بچپن مین پڑھائی جاتی ہین - مگر اس طرف شاید تیرا خیال نہین گیا کہ اصل مین وہ کُتا تو ہی ہے - اُس کُتے نے تو اس ہوس مین پڑ کے صرف ایک روٹی کا ٹکڑا کھویا تھا مگر تونے خدا جانے کیا کچھ کھو دیا - اور افسوس آج تک تنبہ نہین - تیرا تو طرز عمل ہی ہوگیا ہے کہ ہمیشہ اُس نعمت کی بے قدری کرتا ہے جو پاس ہے - اور اُس دولت کی یاد مین بیٹھ کے روتا ہے جو ہاتھ سے جا چکی -

لوگو! اور سب چیزین چھوڑ کے پہلے اپنی عمر ہی کا خیال کرو - آغوش مادر کی بےفکریان ممکن نہین کہ یاد نہ ہون - وہ زمانہ یاد ہے جب اپنی آرزوئین پوری کرنیوالے تم نہ تھے بلکہ اور لوگ تھے - وہ تمھاری طرح کی خوشیان پوری کرنے کو اپنی زندگی کا اصلی مقصد خیال کرتے تھے مگر تمھین ہوش نہ تھا اور خبر بھی نہ تھی کہ کس عزت کے عالم مین ہو - اُندنون خدا نے تمھین جو فارغ البالی عطا کی تھی پھر کبھی نہین نصیب

ہو سکتی - امارت کا سب سے بڑا نمونہ ہے کہ تمھین اپنے کام آپ نہ کرنا پڑین بلکہ
کوئی اور کر دیا کرے - اسی غرض کے لیے تم نوکر رکھتے ہو - لونڈی غلام فراہم کرتے ہو -
عمدہ سواریان فراہم کرتے ہو - اچھے اچھے مکان بناتے ہو - اور نرم و نازک بچھونے
بچھواتے ہو - اور پھر بھی نہ پورا اطمینان نصیب ہوتا ہے - اور نہ وہ فارغ البالی حاصل
ہوتی ہے جیسے تم چاہتے ہو - لیکن اس بچپن کے عہد مین خدا تمھارے لیے ایسا سامان
فراہم کرتا ہے کہ کسی قسم کی زحمت اُٹھانی ہی نہین پڑتی - ماں باپ سے لونڈی غلام
اور نوکر چاکر ہر وقت خدمت کرنے کو حاضر ہین جو بغیر کسی معاوضے اور کسی غرض کے
تمھارا ہر طرح کا کام کرنے کو موجود ہین - تم ایسے عضو معطل ہو کہ کسی کام کے نہین
گویا امرا کی ناکارگی کی سچی تصویر ہو کہ خدا نے نہ ہاتھ دیے ہین نہ پانون - نہ زبان
دی ہے نہ سمجھ - نہ آنکھین دی ہین نہ کان - نہ چکھنے کا سلیقہ دیا ہے نہ سونگھنے کا - اور
خود پرست اتنے بڑے کہ کسی کی کچھ ہستی ہی نہین سمجھتے - لیکن ان تمام دشواریون کے
دور کرنے کے لیے خدا نے ایسے پلنے اور خدمت کرنیوالے دیے ہین کہ اُنھین کی آنکھون
سے تم دیکھتے ہو - اُنھین کے کانون سے سنتے ہو - اُنھین کی زبان سے چکھتے اور
انھین کی ناک سے سونگھتے ہو - اُنھین کے پانون سے چلتے ہو - اُنھین کے ہاتھون
سے کام کرتے ہو - یہان تک کہ اُنھین کے مُنہ سے بولتے اور اُنھین کے دماغ سے
سمجھتے ہو - اس درجے کی خود فراموشی اور امیرانہ بے دست و پائی کسی بڑے سے بڑے
مالدار اور کاہل سے کاہل دولتمند کو بھی نہ نصیب ہوئی ہو گی - لیکن افسوس اپنی اس
فارغ البالی - اس بےفکری اور اپنی اس معصومانہ بادشاہی کی تم نے قدر نہ کی - مگر اُس
وقت اپنی فطری ناسمجھی کے باعث تم معذور بھی تھے - تم سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ خدا نے
تمھین کیسی سلطنت اور کتنی بڑی دولت عطا کر رکھی ہے - کیونکہ اگر ذرا بھی سمجھ ہوتی
تو اُن نعمتون کی تم چاہے قدر نہ کرتے مگر یہ ممکن نہ تھا کہ اُس سے پیشتر کے عالم تجرد
محض - صبح ازل کے آغوش - اور مرکز وحدت کے دامن مین چھپے ہونے کی بامزہ
کیفیتون کی یاد تمھین بچپن اور تمھاری اُن بےفکریون کو بےمزہ نہ کر دیتی - عام دنیا
والون کی طرح تمھاری یہ حالت ضرور ہوتی کہ اُس عہد کی موجودہ نعمتون کی قدر تو نہ
کرتے لیکن اس سے پیشتر کی چھنی ہوئی دولت سرمدی کے صدمون سے بیقرار ہو سکے

روتے ضرور۔

لیکن اسکے بعد کیا ہوا؟ جوانی آئی - ذمہ داریوں کا بار سر رکھ دیا گیا - اور شباب کا باغ جو دُور سے تمھین فرحت بخش تروتازہ اور ہرا بھرا نظر آتا تھا سامنے ہوگیا - اب بغیر اسکے کہ اُس زمانے کی برکتون اور مسرتون کی طرف تمھارا خیال رجوع ہو - موجودہ حالت سے غافل وبے پروا ہوکے تم زار وقطار روئے اور سر دُھننے لگے - یہ غم روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا - جو جو ہوش آتا تھا - بچپن کے لطف اور زیادہ مزہ دار معلوم ہوتے تھے - شباب کے باغ مین پھولون اور دلچسپی کے سامانون پہ نظر نہ پڑتی تھی اور ہر طرف کانٹے ہی کانٹے دکھائی دیتے تھے جو دامن مین اس طرح اُلجھتے کہ اگر اُدھر ہٹیے تو ادھر کا دامن کھنچا جاتا ہے ادھر بڑھیے تو اودھر کا دامن نکلا جاتا ہے - یہ پریشانیان بچپن کی فارغ البالی کی یاد دلاتین اور ہر وقت مرثیہ خوانی مین مشغول رکھتین -

انھین غفلتون مین تھے کہ توسن عمر جوانی کے پرفضا باغ مین سے بھی نکال لے گیا - اور اب نظر آیا کہ آہ جوانی خدا کی بڑی بھاری نعمت و دولت تھی - لیکن ہمنے اسکی قدر نہ کی اُسوقت کے ولولے - اُس عہد کے حوصلے - اُس زمانے کی قوت وطاقت - اور اُس دور کی صحت وطمانیت ایسی چیزین تھین کہ جو چاہتے کر لیتے - مگر افسوس کہ کچھ نہ کیا - اب بھی خدا نے بزرگی واعتبار - تجربہ کاری وپختہ مغزی کی ایسی بہت سی خوبیان اور اعلےٰ درجے کی برکتین دی تھین - لیکن جوانی کی یاد اور شباب گم گشتہ کے غم مین اُن سے فائدہ اُٹھانے کی مہلت ہی نہ ملی - خلاصہ یہ کہ مر گئے - اور مرتے دم تک یہی عالم تھا کہ نہ ہونے والی چیز کا غم اور ہونے والی چیز کی بیقدری -

تم نے بڑی بڑی زبردست قومون اور اُلوالعزم فرمانرواؤن کی عالیشان سلطنتون کی تاریخ پڑھی ہوگی - یہ دھوکا ہے کہ انھین فلان قوم نے پامال کیا - یا فلان بادشاہ نے تباہ کر دیا - جو سرگذشت اپنی عمر کی سُن چکے ہو وہی اُنکی بھی سمجھ لو کہ موجودہ عروج وثروت کی قدر نہ کی - دُور کی ہوسون کی دُھن مین موجودہ ترقی ومقصدوری کو کھو دیا - انسان غور کرے تو آپ کو ایک موہوم نقطے پر پائیگا جسے زمانۂ حال کہتے ہین - یہ بہت ہی بے اعتبار اور ناپائدار نقطہ ہے - اور اس طرح آتے ہی غائب ہو جاتا ہے

کا اچھی طرح اُسکی حالت اور موجودگی کا ادراک بھی نہین ہونے پاتا۔ ایک نسیم کا جھونکا ہے کہ آیا اور چلا گیا۔ بازبہن ہے کہ یکایک پانون کے نیچے سے نکل گئی۔ جن دونون مین کہ قیام و استقلال کے کچھ آثار نظر آتے ہین وہ گذشتہ اور آیندہ زمانے ہین۔ گذشتہ زمانہ اگرچہ نہایت تیزی سے بھاگتا ہوا جارہا ہے مگر نظر ایسا آتا ہے کہ ہم سے دور جاکے کھڑا ہو گیا۔ اور آنے والا زمانہ گو بڑی سُبک روی کے ساتھ دوڑتا چلا آتا ہے مگر شوق دامن انتظار کو پھیلاتا۔ اور دریاتی امتداد کو بڑھاتا ہے۔ انسان کا قدم اگرچہ حال کے نقطے پر ہے مگر وہ کبھی گھبرا کے گذرے زمانے کی طرف دیکھتا ہے جو اُسکے ہاتھ سے دامن چھڑا کے دور جا کھڑا ہوا ہے۔ اور کسی شریر اور ضدی لڑکے کی طرح اُسکا منہ چڑھا رہا ہے اور کبھی ذوق و شوق سے دوسری طرف یعنی آنے والے زمانے کو دیکھتا ہے۔ اور کسی وعدہ فردا کے امیدوار کی طرح اُکتا اُکتا کر کہتا ہے کہ دیکھیے یہ دلچسپیان جو آنیوالے زمانے کے آغوش مین نظر آرہی ہین ہمین زندگی مین نصیب بھی ہوتی ہین یا نہین۔ غرض زمانۂ حال کی وسعت بہت ہی تنگ بلکہ محدود ہے۔ اور شاید یہی سبب ہے کہ ہم موجودہ گھڑی کو اُس وقت اپنے قبضے مین باور کرتے ہین۔ جب وہ جا چکتی ہے۔ اُسکے چلے جانے کے غم و غصے مین مشغول ہوتے ہین کہ دوسری گھڑی جو اُس پہلی کے بعد آئی تھی وہ بھی نکل جاتی ہے۔ اور ہم حیرت سے دیکھ کے ششدر و مبہوت ہو جاتے ہین۔

اور سب نعمتون کی طرف تو ہمارا خیال بھی کبھی نہین متوجہ ہوتا لیکن ہان دولتِ وصل ایک ایسی چیز ہے جسکے بظاہر ہم بڑے قدردان ہین۔ کیونکہ ہماری شاعری اسکے ذوق و شوق سے بھری پڑی ہے۔ اور ہمارا تمام لٹریچر گویا وصل اور لقاے جاناں کے قصائد کا ایک دفتر ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اُس وصل کی بھی ہم نے کبھی قدر نہین کی۔ کیونکہ وصل کی گھڑی اُسی ناپائدار گھڑی کا نام ہے جسے زمانۂ موجودہ کہتے ہین۔ اُس کے ایک طرف یعنی اُس سے پہلے تمنا و آرزو کی گرم بازاری ہے اور دوسری طرف یعنی اُسکے بعد ہجر و فراق کی آتش افشانی۔ درمیانی حصون مین وصال کی حقیقت ساعت یا تو صرف ایک موہوم چیز ہے اور یا ہے مگر اس قدر ناپائدار کہ خبر ہونے سے پہلے ہی دامن چھڑا کے چلی جاتی ہے۔

اے بے عقل انسان! تیری اس قسم کی بے قصوریون کی اس سے زیادہ

محسوس تصویر کیا ہو سکتی ہے کہ وہ عورت دکھیو داغ دے جانے والے بچے کو یاد کر کرکے نالۂ و فریاد کر رہی ہے اور اُس جیتے جاگتے لختِ جگر کا خیال بھی نہین کرتی جو پہلو سے لگا ہوا ہے۔ اگر اُسکے موجود ہونے اور خدا کی اس مہربانی کی قدر کرتی تو وہ غم بالکل بھول جاتا۔ لیکن کرے کیا؟ یہ انسانی فطرت ہے کہ نہ ہونیوالے کی تمنا اور ہونے والے کی ناقدری۔

دولت

لوگ کہتے ہین کہ دولت اندھی ہے۔ اسی بنا پر خیال آرایان سلف نے دولت کی تصویر اندھی بنائی ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسی معشوقہ ہے جو اکثر نا اہلون ہی سے ہم آغوش ہو جاتی ہے۔ اور اُن لوگون کے پاس زیادہ سرمایہ دکھا جاتا ہے جو نہ اُسپر قابو پانے کی اہلیت رکھتے ہین اور نہ اُسکا صحیح استعمال جانتے ہین۔

مگر ہم ایسا سمجھتے ہین کہ دولت کی تو بڑی بڑی آنکھین ہین۔ لیکن ہان جن لوگون کے پاس وہ بلا مشقت و زحمت پہونچ جاتی ہے اُنھین البتہ اندھا بنا دیتی ہے۔ چار پیسے ہوے اور یہ حالت ہوگئی کہ نہ اپنا پرایا سوجھائی دیتا ہے اور نہ اپنا نیک و بد نظر آتا ہے۔ قومی اور نوعی منافع سے نظر پیچھے ہٹتے ہٹتے شخصی اور ذاتی مسرتون کے تنگ دائرے مین محدود ہو جاتی ہے۔ اور پھر سوا اسکے کہ ہم دنیا کی ہر جائز و ناجائز لذت کا مزہ اُٹھالین اور کسی بات کا خیال نہین رہتا۔ تمام انسانی اخلاق جو انسانیت کا زیور ہین حدِ اعتدال سے گذر کے معائب بنجاتے ہین۔ اور وہی چہرہ جو خوبصورت اور روشن تھا بُرا اور تاریک نظر آنے لگتا ہے۔ خودداری غرور بنجاتی ہے۔ اور خدا کی نعمتون سے فیضیاب ہونا نفس پرستی کی شان دکھانے لگتا ہے۔

روپیہ اگرچہ اُجلا اور روشن ہے۔ اور ظاہر مین کسی حسین کا گورا چہرہ نظر آتا ہے مگر اُس مین ایک ایسی سیاہی بھی ہے کہ اگر دیر تک ہاتھ مین رکھیے تو ہاتھ کالے ہو جاتے ہین۔ یہی کالک اگر احتیاط نہ کی گئی تو ہاتھون سے بڑھکے منہ مین لگ جاتی ہے۔ اور دولتمندون کی صورت ایسی بنا دیتی ہے کہ سوا غرض والون کے کسی کو بھلی نہین معلوم ہوتی۔ سچ یہ ہے کہ اُس سے بہتر اور نمایان کرشمۂ دولت کی دورخی حالت

کا نہین نظر آ سکتا۔

اگر اہل عالم کی غرضین دولت والون سے نہ اٹکی ہوتین تو شاید اُنسے بُرا کوئی کوئی نہ ہوتا اور کسی گروہ کی اتنی مذمت نہ کیجاتی جتنی کہ دولتمندون کی۔ مگر دولت ایسا جادو ہے کہ اپنے مالکون ہی کو خراب اور بدصورت نہین بناتا بلکہ گردوپیش کے تمام لوگون کو بھی جھوٹا۔ خوشامدی۔ ذلیل اور سفلہ بنا دیتا ہے۔

لیکن خوشامد کرنے والون کے اس کثیر التعداد گروہ کے موجود ہوتے بھی دنیا مین دولت والون کی جتنی مذمت کی گئی ہے کسی کی نہین کی گئی۔ اہل دل اتقیا وعارفین نے اسکو اس قدر ذلیل خیال کیا کہ اُسکے قریب جانے سے بھی احتراز کیا۔ اور محترز رہنے کی ہدایت کی۔ علما وفضلا نے اس نفس پرست گروہ کی مذمت مین دفتر سیاہ کیے۔ شعرا نے اپنی غرض نکالتے وقت اگرچہ دولتمندون کی تعریف مین بڑے بڑے قصیدے کہ ڈالے مگر جب اپنی غرض نکال چکے تو ہجوین کہین۔ اور صاحبان دولت کو جی کھول کے گالیان دین۔

ایک بامذاق شاعر دولت کی تعریف مین خوب کہ گیا ہے کہ

اے زر تو خدا نۂ ولیکن بخدا ستار عیوب وقاضی الحاجاتی

اس تعریف کو سُن کے شاید کوئی بیوقوف دولت والا پھول گیا ہو۔ اور اپنے دل مین خوش ہو گیا ہو۔ لیکن اگر وہ عقل سے کام لیتا تو سمجھ جاتا کہ اس سے زیادہ ہجو ملیح نہین ہو سکتی۔

تم دیکھتے ہو کہ اہل عالم کی عام بداخلاقی نے رشوت ستانی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اپنی دنیوی زندگی مین ہر شخص کو کبھی نہ کبھی رشوت ضرور دینی پڑتی ہے۔ عدالت مین۔ ریلوے آفس مین۔ ملازمت مین۔ تجارت مین۔ غرض ہر اسلوب زندگی مین ہمین رشوت لینے والون سے سابقہ پڑ جاتا ہے۔ مگر سب سے بدتر اور نہایت ہی ناپاک قسم کی رشوت دینے والا اُمرا اور دولتمندون کا گروہ ہے۔

یہ لوگ ہر قسم کی بداخلاقی اور شہوت پرستی مین مبتلا ہوتے ہین مگر رشوت دے کے دُنیا والون کی زبان بند کرتے اور اُلٹی اپنی تعریف کراتے ہین۔ شب و روز سخت ترین زناکاری مین مصروف رہتے ہین۔ اور روپیے کے زور سے مشہور کیا جاتا ہے کہ

بڑے عفیف وپارسا ہین - شراب گلگون کے جام لُنڈھائے جاتے ہین - جب دیکھیے مخمور وبدمست نظر آتے ہین - مگر گرد وپیش کے غرض باؤلے وابستگانِ دامن کہتے پھرتے ہین کہ اُن سے زیادہ پاک مشرب کوئی درویش وولی بھی نہین ہو سکتا - جاہل محض ہین مگر اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کے مصنفین کرلیے پر ملجاتے ہین جن کے تصانیف ثبوت دیکے حاصل کیے جاتے ہین اور دنیا مین مشہور ہوتا ہے کہ آپ بڑے زبردست محقق اور بے ہمتا مصنف ہین - شاعری سے مس نہین - سامنے بٹھا کے ایک مصرع کہلا یئے تو نہ کہا جا یگا مگر گرد وپیش کے خوشامدی شاعرون کو رشوت دیدے کے اُن کا کلام مول لینے اور بڑے بلند خیال ونازک طبع شاعر بنجاتے ہین - یہ تو چند گنتی کی باتین تھین - دولت والون کو صرف دولتمندی اور رشوت دینے کی استطاعت کے طفیل مین ہر قسم کے دینی ودنیوی کمالات حاصل ہو جاتے ہین - کسی فن اور کسی ہُنر کا شوق ہو آپ کی طبیعت اُدھر آئی اور بے پڑھنے لکھنے کی زحمت اُٹھائے اور بغیر محنت مشقت کیے فرید روزگار باکمالون مین آپکا شمار ہو گیا -

الغرض یہی کرلیے کے اور دوسرون سے خریدے ہوے کمالات ہین جنکو شاعر نے بالاختصار "ستارعیوب وقاضی الحاجاتی" کے وسیع وجامع الفاظ مین جمع کر دیا ہے -

دنیا مین ۲ دو قسم کے دولتمند نظر آتے ہین - ایک وہ جنھون نے دولت کو ذاتی کوشش اور خود اپنی محنت ومشقت سے حاصل کیا ہے - دوسرے وہ جن کو دولت ورثہ مین ابًا عن جدٍ ملتی چلی آئی ہے - یا یون کہیے کہ جنھون نے دولت وحشمت کے آغوش مین پرورش پائی ہے - اور "پوتڑون کے رئیس" ہین -

اول الذکر طبقۂ امرا مین بہت سی خوبیان ملین گی - اور اُن مین سے اکثر ذاتی جوہر کے زیور سے آراستہ ہین - ان لوگون مین ہر قسم کے کاملین اور وہ افتخارانِ عالم ملین گے جنکے ہاتھون سے دنیا ترقی کر رہی ہے - اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دولت کے ذریعے سے کمالات نہین حاصل کرتے - بلکہ کمالات کے ذریعے سے اُنھون نے دولت حاصل کی ہے - اور روپیہ اگرچہ اُنکے ہاتھون مین ہے مگر اتنے دنون تک ٹھہرنے نہین پایا کہ ہاتھ اور منہ کالے ہو جاتے -

لیکن امرا کا آخر الذکر طبقہ نوع انسانی کا وہ ناپاک گروہ ہے جو بُرائیون اور

بد اخلاقیون کا سرچشمہ ہے - جس طرح گرمی اور روشنی کا منبع آفتاب ہے - پانی کا سرچشمہ سمندر ہے اور ہر قسم کی دھات کا مبدأ اُسکی کان ہوا کرتی ہے اُسی طرح تمام برائیون اور بد اخلاقیون کا مخزن و مرکز اِن خاندانی دولتمندون کا ناپاک گروہ ہے - یہ نہ ہوتا تو دنیا مین کوئی برائی بھی نہ ہوتی - اور ان کا ناپاک اثر نہ پڑتا تو دنیا انسان صورت فرشتون سے آباد ہوتی - انسان مین گناہون اور بدکاریون کے جذبات بیشک شیطانی قوت نے پیدا کیے ہین جسکی بنا پر وہ مردود ہے - اور اُسپر لعنت کی جاتی ہے - مگر موروثی دولت والے اُن تمام برائیون کو قوت سے فعل مین لائے ہین - اور سچ پوچھیے تو دنیا کے اخلاقی بگاڑ کے اصلی ذمہ دار یہی لوگ ہین - روپیہ انکے پاس ٹھہرا ہے - اُسکی سیاہی نے اُنکے ہاتھ اور مُنہ کالے کر دیے ہین - اور یہ کالک جسم کے اندرونی حصے تک اسقدر سرایت کر گئی ہے کہ اندرونی جذبات اور اخلاق سب تاریک ہوگئے ہین - وہی سیاہی اُنکی آنکھون پر بھی اثر کر گئی جسکی بدولت دولت کو الزام لگایا گیا - اور وہ بدنام ہوگئی - حالانکہ اصلی اندھے یہ ہین - کسی نے شراب کی عیب پوشی مین یہ شعر کہا ہے اور خوب کہا ہے کہ

مے کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است
بلکہ مے می شود از صحبت نادان بدنام

یہ شعر شراب کی حالت پر اتنا صادق نہین آتا جتنا کہ دولت کی بدنامی پر صادق آ سکتا ہے - اسی لیے ہم اس شعر کو یون پڑھتے ہین کہ

زر کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است
بلکہ زر می شود از صحبت نادان بدنام

خاندانی دولتمندی کی اس آفت کو ہمین نے محسوس نہین کیا - بلکہ دُنیا قدیم الایام سے محسوس کرتی آتی ہے - اسی نے ساسانیون کی ناپاک حالت اور اُن کی بداخلاقیان دیکھکے مزدک کا فرقہ پیدا کیا - جسکا دعویٰ تھا کہ پانی - ہوا - اور روشنی وغیرہ کی طرح دولت بھی خدا کی اُن نعمتون مین سے ہے جن پر کوئی اپنا قبضہ نہین جما سکتا - بلکہ ہر شخص اُس سے یکسان طور پر نفع اُٹھانے کا مجاز ہے - وہ لوگ طبقۂ اول کے دولتمندون کے مخالف نہ تھے - کیونکہ وہ اپنے فضل و کمال اپنے ذاتی جوہر اور اپنی محنت و مشقت کے صلے مین دولت حاصل کرتے ہین - اُنھین جو کچھ اختلاف تھا صرف دوسرے طبقے والون یعنی موروثی اہل دولت سے تھا جو باپ یا کسی وارث کے مرجانے سے دولت کثیر

کے مالک ہوتے ۔ اور اُسکے ذریعے سے ہر قسم کی بد خلقی اور شہوت پرستی کو اپنے لیے
جائز کر لیتے ہین ۔ مزدک سے صرف اتنی غلطی ہوگئی کہ عورت کو بھی اُسنے جائداد مین
شامل کر لیا ۔ ساسانیون کے زمانے مین چونکہ لونڈیان محلون مین بھری جاتی تھین ۔ اور
ساسانیون سے پہلے بابل و نینوا والون مین چونکہ عام عورتین بجاے عقد نکاح کے فروخت
کیجاتی تھین ۔ اسلیے اُن دونون کسی مقنن سے ایسی غلطی ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہین

نیز اسلام کے ظہور کے بعد خود اسلام کے دامن مین خوارج ۔ قرامطہ ۔ ملاحدہ ۔
اور بابی وغیرہ کی قسم سے جو فرقے پیدا ہوے اُنکی بنیاد بھی اسی بات پر تھی کہ خاندانی
دولتمندی کے مخالف تھے ۔ یونان و روم کی جمہوریت بھی اسی خیال کے تقاضے نے
ظاہر کی ۔ اسی کے طفیل مین انگلستان کے سربرآرا سے بجبر و اکراہ میگنا چارٹا کے دستور العمل
فرمان فرمائی پر دستخط کرایا گیا ۔ اور اسی نے فرانس کی شاہنشاہی کو پامال کر کے
جمہوری سلطنت قائم کی ۔

خلاصہ یہ کہ خاندانی دولتمندی کے مٹانے کا مسئلہ دنیا مین اکثر پیدا ہوا ۔ اور
تھوڑا بہت اثر بھی دکھا یا گیا ۔ لیکن چونکہ حکومت ہمیشہ دولتمندون کے ہاتھ مین رہی
وہی حکمران تھے اور وہی عہدہ داران سلطنت جنھین دولت نے اندھا بنا دیا تھا ۔ جو
دنیا کی عام اصلاح کو ہمیشہ اپنی خود غرضی پر قربان کر دیا کرتے تھے اسلیے اس کو پوری
طرح کامیابی نہین ہوئی ۔

سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ دین اسلام بھی اپنے اصول و آئین
شریعت سے اس امر کی مساعدت کرتا ہے کہ دولت کسی گھرانے مین جمع نہ ہونے پائے ۔
چنانچہ ہمارا قانون وراثت اسکی پوری تصدیق کر رہا ہے ۔ آج کل کے نہلسٹ اور سوشلیسٹ
لوگون کی طرح اسلام یہ تو نہین کہتا کہ ہر دولتمند کے مرجانے کے بعد اسکی کل جائداد
پبلک پراپرٹی ہو جاوے ۔ لیکن دیگر اقوام کے قوانین وراثت کی طرح اُس نے یہ بھی نہین
کہا کہ موروثی اور آبائی جائداد صرف اولادِ اکبر کو دی جائے اور باقی لوگون کو نظر انداز
کیا جائے ۔ اُسنے بہت سے ورثا کی ایک فہرست بنائی ۔ اور حکم دیا کہ اس فہرست کے
مطابق جائداد ان سب وارثون مین تقسیم کر دی جائے ۔ جس تقسیم کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ
چاہے کتنی ہی بڑی جائداد ہو چند پشتون کے بعد دیکھیے تو نوع انسانی کے ایک وسیع دائرے

میں پھیل جاتی ہے اور آبائی دولتمندوں کا سلسلہ نہیں قائم رہنے پاتا - نئے دولتمند پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پرانے حصول دولت کی کوشش سے بے پروا نہیں رہ سکتے -

لیکن سلطنت اور امارت چونکہ آبائی دولتمندی کی طرفدار ہے اسلیے بارہا کوشش کی گئی کہ اس قانونِ وراثت میں ترمیم ہو جائے - مسلمان تعلقداران اودھ کی وراثت سے اسلام کی برکتیں اُٹھ گئیں - اور انھوں نے محض خودغرضی کے جوش میں اُسے خوشی کے ساتھ قبول کر لیا - اور بعض ناسمجھ لوگ جو شریعت اسلامیہ کی اصلی برکت اور اُسکے سچے اغراض سے ناواقف ہیں اب بھی کبھی کبھی غل مچا دیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا عام قانون وراثت بدل دیا جائے -

یورپ کی آزادیوں اور ترقیوں نے اگرچہ دنیا کی بہت کچھ اصلاح کر لی ہے مگر اب بھی وہاں خودغرض دولتمندوں کا اثر اس قدر غالب ہے کہ لبرل گروہ جو دولتمندی کی قوت توڑنا چاہتا ہے مغلوب ہے - اور روز بروز مغلوب ہوتا جاتا ہے اور انگریزوں کی ایسی سمجھدار قوم میں بھی امپیریلزم کا خبط بڑھ رہا ہے - جو لوگ استمال دولت میں مساوات قائم کرنا چاہتے ہیں باغی قرار دیے گئے ہیں اور انکی بیخکنی کی کوشش کی جاتی ہے -

لیکن اگر زمانے کی یہی رفتار رہی تو ایک دن ساری دنیا پر یہ ضروری قانون حکومت کر رہا ہوگا کہ "لیاقت و جوہر کے صلے میں یا اپنی محنت و مشقت سے دولت حاصل کرنیوالے اپنی زندگی بھر اُس سے نفع اُٹھانے کے مجاز ہیں - لیکن اُنکے مرنے کے بعد دولت کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں بلکہ پبلک جائداد ہے - جسے سلطنت کا جمہوری انتظام قومی و مُلکی مصالح میں صرف کریگا"

اُس مبارک وقت کے آنے کا پہلا درجہ یہ ہوگا کہ ساری دنیا سے شخصی حکومت کی نحوست دور ہو جائیگی - اور دوسرا درجہ یہ ہوگا کہ دولت پبلک پراپرٹی قرار دیجائیگی اور وہی سچا مبارک وقت ہوگا جب کاہل امیرزادوں کو نہ شہوت رانی کے لیے روپیہ ملیگا نہ مے پرستی کے لیے - اُنکی دستبرد سے غربا کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائیگی - نہ کسی کے پاس اتنا روپیہ ہوگا کہ رشوت دیسکے بے تصنیف کیے مصنف بنے - بے شعر کہے شاعر بنے - اور بد اخلاقیوں میں مبتلا ہو کے سراپا اخلاق مشہور ہو - اس خیرو

برکت کے دَور مین مزدور کو اپنی پوری مزدوری ملے گی اور محنت کرنے والا اپنی محنت کا پورا پھل پائیگا - اور ہر شخص کو اُسی چیز مین شہرت حاصل ہوگی جس مین وہ حقیقۃً کمال رکھتا ہے - اور اُسی وقت نظر آئے گا کہ دولت اندھی ہے یا وہ لوگ جو بے محنت و مشقت اُسے حاصل کر لیا کرتے ہین -

ہمنشین

اے اچھے اور پیارے ہمنشین تجھسے زیادہ لطف دنیا کی کسی چیز مین نہین - تو ہمارے لیے پیدا کیا گیا ہے اور ہم تیرے لیے پیدا ہوے ہین - تجھسے ہمارا دل بہلتا ہے اور ہم سے تیرا - دنیا کی تمام نعمتون اور عالم کے پُر فضا مقامات کی سیر ہمین اُسوقت لطف آتا ہے جب تو پہلو مین ہو - اور تجھے اُس گھڑی مزا ملتا ہے جب ہم تیرے پاس ہون تو نہ ہو تو ہماری زندگی بے مزہ ہے اور ہم نہ ہون تو تیری زندگی - شکایاتِ زمانہ کا دفتر تو ہمارے سامنے کھولتا ہے اور ہم تیرے سامنے - تو اپنا دردِ دل ہمین سُناتا ہے اور ہم تجھے -

بنال بلبل اگر بامنت سرِ یاری ست   کہ ما دو عاشقِ زاریم و کارِ ما زاری ست

اس مین شک نہین کہ دل بظاہر اپنی تمناؤن اور آرزوؤن کا خواستگار رہے - اور اُس پیاری دلربا صورت کو ڈھونڈھا کرتا ہے جو ہمارے مقاصد کا سرچشمہ ہے - مگر اُسکی تلاش مین بھی اگر مزہ آتا ہے تو اُسوقت جب تو ہم سفر ہو - اور اُسکے ساتھ بیٹھنے اور دل کی ہوسین نکالنے مین بھی جب ہی دل لگتا ہے جب تو ہمارا انیس صحبت ہو - اور ایسا ہی حسن عقیدت ہمین تیرے ساتھ بھی ہے - لہذا اے مونس غمگسار ہمنشین تیرے بغیر معشوقۂ شیرین ادا کی دلفریبیان بھی پھیکی ہین - اور دولتِ وصل بھی بے مزہ ہے - شبِ ہجران کی نہ ٹلنے والی گھڑیون مین جب دل دھڑکنے دھڑکنے قرار لیتا ہی اور عزت و بادیہ پیمائی کی دشوار گذار منزلون مین جب ہم تھک کے بیٹھتے اور ہر اُمید سے مایوس اور ہر طرف سے وحشت زدہ ہو کے ٹھہرتے ہین - اور زخمی پانوؤن سے کانٹے نکالنے مین مشغول ہو کے خیال کے دامن مین پناہ لینا چاہتے ہین اُسوقت اے ہمارے مونس قدیم ہمنشین سب سے پہلے تو ہی ہمارے پاس آتا ہے - اور اپنی دلفریب

! تو ان سے وہم نظر میں وار بہا دیتا ہے - ساحرِ خیال کے عامل دیو کی طرح آفت زدوں
پر ترس کھا کے یاران وطن - اعزا و اقارب - اور معشوقۂ پری جمال تک کو ہمارے
سامنے لا کے کھڑا کر دیتے ہین - مگر اے کسی صحبتِ دیرین کے ہم نشین تو خود ہی چلا آتا ہے
سب سے پہلے آتا ہے - اور دوڑتا ہوا آتا ہے -

یہ کیون؟ اسلیے کہ تیرے بغیر نہ صحبت یار مزے کی ہے اور نہ وطن کے بچھڑے
ہوؤن کی ملاقات - اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ہر چیز کو تیری نظر سے دیکھتے -
ہر آواز کو تیرے کانون سے سُنتے - ہر خوشبو کو تیری قوتِ شامّہ سے سونگھتے - اور ہر مزے
کو تیری ہی زبان سے چکھتے ہین -

اے دلدار ہمنشین! اگرچہ بے اسکے کہ کسی کا چاند سا چہرہ پہلو مین ہو ہمین چین
نہین آسکتا - جب تک بیوفاؤن سے شانِ وفا نہ ظاہر ہو دل نہ مانے گا - بچھڑون سے
جب تک مل نہ لین دل نادان کو قرار نہ آئیگا - اور جتنی حسرتین دل مین ہین نکل نہ
لینگی تسلی نہ ہو گی - مگر سچ کہنا جیسی تسکین ہمین تجھ سے خطاب کر کے شعر

ہم نشین جب مرے ایام بھلے آئینگے   بن بلائے وہ مرے گھر مین چلے آئینگے

پڑھ دینے سے ہو گئی کبھی اور کہین ہوئی تھی؟

اسی سبب سے انسان پر جو اثر اُسکے ہم نشینون کا ہوتا ہے کسی کا نہین ہوتا -
ہمنشین ہمین جس رنگ پر لگا دین ہم بے تکلف خوشی کے ساتھ اُسی رنگ مین لگ جاتے
ہین - مذاہب و ملل کی تاریخ پر نظر ڈالو تو صاف نظر آئیگا کہ جو کام ہمنشینون نے کیا
ہے نہ داعیان مذاہب کی دعوت کر سکی ہے اور نہ بہادر سپہگرون کی شمشیر زنی - جہاد
سے ملک فتح ہو جاتے ہین - قومین مغلوب ہوتی ہین - اور تاج و تخت حاصل ہو جاتے
ہین - مگر دل نہ فتح ہوتے ہین اور نہ ہاتھ مین آتے ہین - دعوت دین معقول و موجہ دلیلین
پیش کر کے قائل کر دیتی ہے - مناظرے کی کتابین لاجواب کر کے عاجز بنا دیتی ہین - مگر
پھر بھی دل نہین چاہتا کہ اُس اُصول اور اُس وضع کو اختیار کر لیا جائے - دل مین
یہی خیال جما رہتا ہے کہ ہمارا دین و آئین ہمارے لیے - اور اُن کا اُنکے لیے ہے - یہ
بے حمیتی ہے کہ غیرون کی رسمیں اور دوسرون کا اعتقاد اختیار کر لیا جائے -

مگر اسکے مقابل اے انیس صحبت ہم نشین تو دل کو فتح کر کے اپنے قابو مین کر لیتا

ہے ۔ تو ہمارے خیالات و عقائد اور ہماری معاشرت پر حکومت کرتا ہے ۔ اور تیری اثر
بھری باتین ہمین اس طرح لُبھا لیتی ہین کہ گویا ہم اپنی خودی اور اپنی اپنایت کو بھول
جاتے ہین ۔ دنیا کی کوئی چیز ہماری نظر مین ہم سے اچھی نہین ۔ کیونکہ اس عالم مین بُرا
بھلا جو کچھ ہے ہمارے لیے اور ہماری دلچسپی کے واسطے ہے نہ یہ کہ ہم سے اچھا ہو ۔ مگر
اے انیس صحبت ہم نشین تو بعض اوقات ہمین اپنی ذات سے بھی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے ۔
ہم تیرا رنگ اپنے اوپر چڑھاتے ۔ اپنی وضع چھوڑ کے تیری روش اختیار کرتے اور اپنے
مذہب سے اُکتا کے تیرے مذہب کو اختیار کرتے ۔ حتیٰ کہ اپنی خودی مٹا کے تیرے دم
سے جیتے ہین ۔

مناظرہ کرنیوالون اور رد مذاہب کی کتابین لکھنے والون سے کہہ دو کہ اب اس کا
زمانہ نہین رہا ۔ اب اپنی کوششون سے بجاے نفع پہونچانے کے وہ دنیا مین فساد پھیلا
رہے ہین ۔ انکی تحریر و تقریر کا نتیجہ اگر کچھ ہے تو فقط اس قدر کہ اپنون مین تعصب بڑھاتے
اور غیرون کے دل مین نفرت اور ضد پیدا کرتے ہین ۔ اگر سچی تبلیغ چاہتے ہین تو انیس صحبت
اور ہمنشین بن کے ہمین اپنی طرف بُلائین ۔ اور اپنے بن کے ہمین اپنا بنائین ۔

ہم تم اور سب اپنے ہم نشینون کے بنائے ہین ۔ اور اُنھین سے پہچانے جاتے ہین ۔
کسی کو اگر ہماری حالت کا سچا اندازہ کرنا ہے تو ہمارے اخلاق و عادات اور ہمارے
اوضاع و اطوار کی جستجو کرنے سے پہلے ہمارے ہمنشینون کو دیکھے ۔ کیونکہ وہی ہمارا لباس
اور ہماری کھُلی تصویر ہین ۔ جو جذبات ہم مین مضمر اور پوشیدہ ہین اُن مین کھُلے اور
نمایان نظر آئین گے ۔ ہماری آرزوئین اور ہوسین اُنکی زبان سے ظاہر ہونگی ۔ اور
ہمارے ارادے اور ہمارے شوق اُنکے کامون اور عملون کی دامن مین چھپے ہونگے ۔

شاہزادون اور امیرزادون کیلیے اچھے اور لائق و فائق اُستاد ڈھونڈھ کے
بہم پہونچائے جاتے ہین ۔ علماے گران پایہ سے التجا کی جاتی ہے ۔ کاملان فن تلاش کیے
جاتے ہین ۔ مگر افسوس مصاحب اور ہمنشینون کے انتخاب مین احتیاط سے کام نہین
لیا جاتا ۔ حالانکہ اصلی اُستاد ۔ حقیقی معلم ۔ اپنے رنگ مین رنگنے والے ۔ اور اپنا سا
بنانے والے یہی جلیس و ہمنشین ہین ۔ امراے قوم کے بگڑنے اور انتہا درجے کی بداخلاقیون
مین مبتلا ہونے کا باعث یہی ہے کہ اُستاد و معلم سب اچھے تھے مگر جلیس خراب و ناکارہ ۔

اور ہم نشین بد وضع و بد اطوار تھے۔

تو عمروں پر منحصر نہیں۔ سن رسیدہ اور خود مختار امرا کی ابتدائی بد وضعی اور آخری تباہی کا عام سبب بھی یہی رفیق و ہم نشین ہیں۔ اہل زمانہ ہمیشہ سے امرا اور دولتمندوں کی شکایت کرتے چلے آئے ہیں۔ اُنکی خرابیوں کا اگر آپ پتہ لگا سکیں تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہمنشین اچھے نہ تھے۔ اور اُن میں سے جن چند کے ہمنشین و مصاحب اچھے تھے اُنھوں نے دین و دنیا کی ایسی خدمت کی جو ہمیشہ یادگار رہیگی اور اُن کا نام رہتی دنیا تک لوحِ زمانہ پر ثبت رہے گا۔

ایک چھوٹے ذرے کی سرگذشت

میں اپنے تنگ و تاریک کلبۂ احزان میں بیٹھا ہوا تھا۔ دماغ شکستہ چھپر کے ٹوٹے پٹارے میں بند تھا۔ اور خیال فضائے عالم کے ناپیدا کنار میدان میں اُڑتا پھرتا تھا خیال کے راہوار پر سوار ہو کے میں نے گشت شروع کی تو کُرات فلکی کے پاس جا پہونچا۔ اور دیکھنے لگا کہ کیسے کیسے بڑے اور کیسے کیسے عظیم الشان کُرے کس سرعت اور سبک روی کے ساتھ چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ اور کس طرح اپنی دھن میں لگے ہوے ہیں کہ ایک پل کے لیے بھی قرار نہیں لیتے۔ پھر اُن کُرات کی کثرت اور اُنکے ہجوم و اژدحام پر نظر پڑی۔ اور دلِ حیرت زدہ گھبرا کے بول اُٹھا کہ "میدانِ تخلیق انھیں لاکھوں کروروں کُروں سے بھرا ہوا ہے جن میں سے ہر ایک بجائے خود ایک عالم ہے اور ہم ان سب کی کُنہِ حقیقت انکے حالات و اطوار۔ اور انکے اغراضِ تخلیق سے کس قدر ناواقف ہیں۔"

اپنا عجز اور اپنی بے حقیقتی یاد آنا تھی کہ خیال سب طرف سے پھر پھرا کے اور کروروں پدموں میل کی مسافت طے کر کے پھر اپنے اُسی کلبۂ احزان میں واپس آیا اور اپنی حقیقت دریافت کرنے میں مشغول ہوا۔ مگر طلسمِ قدرت کے محافظ فرشتوں نے روکا اور ڈانٹ کے کہا "بس۔ آگے قدم نہ بڑھانا۔ سب سے بڑا طلسم خود تیرا نفس ہے۔ جسے تو ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔" سپاہِ خیال اس قدرتی ڈانٹ پر سہما اور ٹھٹک کے کھڑا ہو گیا گھبرا کے بھاگنا چاہتا تھا کہ چھت میں ایک ننھا سا سوراخ نظر پڑا۔ جس میں سے

شعاعِ آفتاب نے اندر آکے زمین پر دھوپ کی ایک نورانی چتّی بنا دی تھی۔ اُس چتّی سے چھت کے سوراخ تک نور کی ایک روشن سلاخ دکھائی دی جس میں لاکھوں ننھے ننھے ذرے اسی طرح اُڑتے اور ایک دوسرے سے ٹکراتے پھرتے تھے جس طرح فضائے عالم کے زبردست اور عظیم الشان کُرے اُڑ رہے ہیں۔ اور سب سے زیادہ لطف کی بات یہ تھی کہ جب ہم بھی دھوپ میں آ گئے تو یہ ذرات نظر سے غائب ہو گئے جیسے کہ دن کو اجرامِ فلکی ہمارے سامنے سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اور جب ہم اُس کلبۂ احزان کی تیرگی میں جا بیٹھے تو وہ پھر چمک اُٹھے جیسے کہ رات کو تارے جگمگا اُٹھتے ہیں۔

ذرات کی اس تیزگی اور اُنکی چمک دمک نے دیر تک محوِ حیرت رکھا پھر دل نے کہا "کیا عجب کہ ذراتِ ارضی کے اس عالمِ اصغر سے کُراتِ سماوی کے عالمِ اکبر کا کچھ انکشاف ہو سکے۔" اور فلسفیانہ غور و خوض کے لیے سر جھکانے کو تھا کہ ناگہان اُنھیں ناچتے اور چمکتے ہوئے ذروں میں سے ایک نے آواز دی "تو اور ہماری حقیقت پا سکے انسان کی عقلِ ناقص اور یہ دعویٰ! یہ بے دست و پائی اور اُسکے ساتھ یہ مجنونانہ حوصلہ! جا اپنا کام کر! اور قدرت نے جس کام میں لگا دیا ہے اُسی میں لگا رہ! تو اس لیے نہیں پیدا ہوا ہے کہ ہمارے حرکات و سکنات کا تماشا دیکھے یا ہماری حقیقت معلوم کرے۔ اس بازیگاہِ قدرت کا تماشا دیکھنے والا کوئی اور ہی ہے۔ ہم اور تو سب ایکٹر ہیں اور اپنا اپنا پارٹ ادا کر رہے ہیں۔" میں نے اُسے گویا پاکے التجا کی کہ "اپنا کچھ حال تو بیان کر۔" برافروختہ ہو کے بولا "اپنا فرضِ منصبی ادا کرنیوالوں کو داستان گوئی کی فرصت نہیں۔ یہ بے فکری و غفلت انسان ہی کو مبارک رہے۔ عالمِ تخلیق کے ہر ہر ذرے سے سبق لے کہ منشاءِ قدرت اور اغراضِ تخلیق پورے کرنے میں کس خموشی کے ساتھ مصروف ہے۔ جسے دیکھے گا اس حالت میں پائے گا کہ خاموش ہے اور اپنا کام کر رہا ہے۔ مگر سب کے خلاف ایک تو ہے کہ اپنے کام سے غافل ہے اور فضول بک بک کر رہا ہے۔" میں نے پوچھا "اچھا یہی بتا کہ تو کہاں جا رہا ہے؟ اور کیوں جاتا ہے؟"

اس کا اُسنے لاپروائی سے یہ جواب دیا کہ "اپنا اپنے کام کی دھن میں کیجیے ...

ہی نہین کی کہ ہمین کیا کرنا ہے - اور کیا کر رہے ہین ؟ کدھر جاتا ہے اور کہان جاکے دم لینگے
جس کام مین اُس خلاق مطلق نے لگا دیا ہے لگے ہوے ہین - جہان لیجائیگا جائین گے -
اور جہان پہونچائیگا پہونچ جائین گے - ہم تو اپنے مالک کے بے عذر و بے زبان، [illegible]
تیری طرح ہمین چنان چنین - اور کیون اور کس واسطے نہین آتی"

تب مین نے لاجواب ہوکے عاجزی سے کہا " اچھا اپنی آیندہ حالت اور اپنے
اغراض اور ارادے نہین بتاتا تو خدا کے لیے کچھ گذشتہ سرگذشت ہی بتا"

تنک مزاجی سے بولا " یہ بھی کسے یاد ہے؟ کبھی فرصت سے بیٹھنے کا موقع ہی
نہین ملا کہ اپنی زندگی کے اگلے کارنامون پر غور کرتا - نہ یہان کوئی دفتر ہے نہ کوئی
تاریخ - لیکن خیر تو خدا کا واسطہ دلاتا ہے تو جو کچھ یاد آتا ہے بتائے دیتا ہون" یہ کہکے
اُسنے اپنی سرگذشت سُنانا شروع کی - اور بولا :-

" سُن - جب صفحۂ دُنیا حیوانی زندگی سے خالی تھا - اور صرف عالم عناصر کے باہمی
تصرفات نظر آتے تھے اُن دنون آج ہی کل کی طرح مین ایک ذرۂ خاک کی وضع سے
ہوا مین اُڑتا - اور عرصۂ ہستی کی سیر کرتا پھرتا تھا - قدرت نے آخر ایک پہاڑ پر پہونچایا
جہان مین چند روز مین ایک بڑی بھاری چٹان کے جسم حجری مین شامل ہوگیا - اُسپر
کارکنان قدرت نے ایک درخت اُگایا جسکی قوتِ نامیہ نے مجھے اپنی طرف کھینچا - اور
اب مین ایک جسم نباتی کا جُز تھا - لیکن تغیرات نے کسی ایک حالت پر ٹھہرنے نہ دیا
کبھی جنگل مین آگ لگتی اور مین زبانۂ آتش بنکے چمکتا - کبھی سیلاب آتا اور مین پانی
کی موجون کے ساتھ بہتا - کبھی بادسموم چلتی اور مین ریگِ روان کے ساتھ
دوڑتا پھرتا"

" اب حیوانی زندگی کی تخلیق ہوئی - مین نے نئی مہیب صورتین دیکھین اور بھڑک
بھڑک کے ہوا مین اُڑا - مگر صناعِ قدرت نے پکڑ کے خلقت کے اس نئے کارخانے
مین مجھے بھی لگا دیا - چنانچہ میرا گذر حیوانی اجسام مین ہوا - اب مین وحوش کی
وحشتناک صورتون مین نمایان ہوکے لڑتا تھا - کبھی مارتا تھا اور کبھی مارا جاتا تھا -
کبھی شیر ببر بنکے مویشیون پر جھپٹتا تھا - اور کبھی مویشی بن کے اپنے زبردست حریف
سے بھاگتا تھا - کبھی اژدہا بنکے زمین پر رینگتا تھا - اور کبھی طائر بنکے ہوا مین اُڑتا تھا

بازی گاہ قدرت کا یہ دوسرا کھیل ختم نہیں ہوا تھا کہ شدہ شدہ انسان کی دنیا وڈلی بڑی
دلچسپ قصے ہیں سے صرف اس قدر مجھے یاد ہے کہ پہلے پہل جب فرشتے
عزازیل کو لیکے آسمان کی طرف اُڑے ہیں تو اُنکے اُڑنے کی ہوا سے ایک درخت کی
ٹہنیاں ہل گئی تھیں اور اُنھیں ٹہنیوں میں سے ایک کی پھُنگی میں اُن دنوں میں تھا۔
پھر اسکے بعد جب حضرت آدمؑ جنت سے پھینکے گئے اور زمین پر آکے گرے ہیں تو اُنکے
گرنے سے جو خاک اُڑی تھی اُسکے ذرات میں بھی یہ خاکسار موجود تھا۔ کئی بار میں
اُس آگ میں چنگاری بنکے چمکا جسپر جناب حوا نے روٹیاں پکائی تھیں۔ اور کئی مرتبہ
اُن گیہوؤں میں شریک تھا جنکے آٹے سے روٹیاں پکیں۔

یوں مختلف وضعوں میں رہنے کے بعد میں اُس خون میں شریک تھا جو قابیل کی
گنہگاری کے وقت ہابیل کے جسم سے بہ کے زمین پر گرا۔ کیا کہوں کہ میں نے کیا کیا رنگ
بدلے ہیں۔ جب آدمی گھونسوں اور تھپیڑوں سے لڑتے تھے تو میں اکثر اُنکی مٹھیوں
میں ہوتا۔ جب وہ ایک دوسرے کی طرف ڈھیلوں اور پتھروں کو پھینک پھینک
کے لڑتے تو میں کبھی کبھی اُنکے پھینکے ہوے ڈھیلوں میں ہوتا۔ جب وہ ڈنڈوں اور
موگریوں سے مجادلہ کرتے تو میں کئی بار اُنکی موگریوں میں شامل تھا۔ اور بعد ازاں جب
اُنھوں نے لوہے کے آلات و اسلحہ سے کام لینا شروع کیا تو میں کبھی کسان کے ہل میں تھا
اور کبھی سپاہی کی تبر میں۔ کبھی کسی نیزے کا پھل تھا۔ اور کبھی کسی تیر کا پیکان۔

حضرت ادریسؑ نے جس سوئی سے پہلے پہل سیا اُسکی نوک میں میں ہی تھا۔ حضرت
نوحؑ نے جس لکڑی سے کشتی بنائی اُسکا ایک جز میں بھی تھا۔ اب باد تند کا ایک جھونکا
مجھے اُڑا کے سرزمین فارس میں لے آیا۔ جہاں جمشید کی مٹی میں گوندھا گیا۔ اور وہ جام
بنا جس سے جمشید کا نام روشن ہے۔ فریدون کا زمانہ آیا تو اُسکے علم اقبال کا ایک
پھریرا بنا۔ اور چند روز بعد خاک میں مل گیا۔ پھر کیکاؤس کے اُس کھٹولے میں تھا
جسپر بیٹھ کے قوی بال عقابوں کی مدد سے وہ آسمان کی طرف اُڑا تھا۔

اب پھر ہوا اور پانی کی مدد سے میں نے اقصائے عالم کی سیر کی۔ بابل میں پہونچ
کے ... کی صورت میں شامل ہوا۔ اور اُس قہار گلخن نار کی کیفیت دیکھا کرتا تھا جس میں
کبھی ہزارہا اسیران ستم پا بزنجیر چڑھائے اور جلا کے خاک کیے جاتے تھے۔ اور کبھی کوئی

پری رخسار دوشیزہ دیوتا کے نذرانہ کے لیے ناکے حیلائی اور اُسکی پیاری صورت خاک میں ملائی جاتی تھی۔

اب بادِ تکوین مجھے یہان سے بھی اُڑاے گئی۔ اور فینیقیون کے ایک تاجرانہ قافلے کی گردِ کاروان بنکے مین مصر پہونچا۔ یہان کبھی فراعنہ کی نازنینان حرم کا زیور تھا اور کبھی اُمراے مصر کی محفلون مین شراب ارغوانی۔ کبھی فرعون کے سر کا تاج تھا اور کبھی اُسکی داڑھی مین گندھا ہوا موتی۔ کبھی وہ مقدس پوجاری تھا جو دیوتاؤن کے ساتھ بلّی اور مگرمچھ کی پرستش کرایا کرتے تھے۔ اور کبھی وہ مقدس و محترم بلّی تھا جسکی وہان کے سب سے بڑے تبخانے مین پرستش کیجاتی تھی۔ اور آخر مین اُس چھوٹی کشتی کا جز تھا جس مین بٹھا کے حضرت موسیٰ بہائے گئے تھے۔

چند روز بعد بنی اسرائیل کے قافلے کے ساتھ مین ارضِ کنعان مین پہونچا۔ تابوتِ سکینہ مین شامل رہ کے خداپرستی کی شان دیکھی۔ اور حضرت سلیمان کے مقدس ہاتھون سے بیت المقدس کی برگزیدہ عمارت مین لگا دیا گیا۔ یہان چند روز قرار و سکون اختیار کرکے آرام سے بیٹھا۔ اور بنی اسرائیل کے تغیرات کا تماشا دیکھنے مین مصروف ہوگیا۔ اُنکا عروج دیکھا۔ اُنکی ترقیان دیکھین۔ اُنکی خوبیان دیکھین۔ اور اُنکی ضلالتین دیکھین۔ وہ نازک گھڑیان دیکھین جب بابل و اسیریا والون کے ٹیڑی دل اس ارضِ مقدس کے پامال کرنے کو آتے تھے اور واپس جاتے تھے۔ اور آخر وہ قیامت کی گھڑی بھی دیکھی جب بخت نصّر کے ہاتھون سے بیت المقدس پامال کیا گیا۔ بنی اسرائیل اسیر ہوکے بابل کی طرف چلے۔ اور مین نے بھی گردِ کاروان مین شامل ہوکے اُنکے ساتھ ساتھ مشرق کی راہ لی۔

یہان سے کچھ دنون کے لیے اُڑتا ہوا ایران مین چلا گیا۔ جہان زرتشت کے آئین و قوانین دیکھے۔ لکڑی بنکے آتشکدون مین گیا۔ اور اجسامِ انسانی مین نشو و نما پاکے دخمون کی سیر کی۔ پھر خاص سائرس کے اسلحہ کا ایک جز بنکے بابل مین واپس آیا۔ اور بیل کے مندر کے ساتھ سارے شہر اور مذہب صابئی کو پامال کر ڈالا۔ مین ہی مین تھا کہ بنی اسرائیل آزاد کیے گئے اور اُنھین واپسیِ وطن کی اجازت ملی۔ ایک اسرائیلی کے جسم مین قیام کرکے مین نے بھی مغرب کی راہ لی۔ اور چند روز کی صحرا نوردی کے بعد

بیت المقدس کے منہدم کھنڈرون پر کھڑا ہو کے رویا - اور اُسکے از سر نو تعمیر کرنے مین مشغول ہوا -

یروشلیم کے ہیکل ربانی کا گل شدہ چراغ پھر روشن ہو کے خاک مین مل گیا - اور عربی تاجرون کے ایک قافلے کے ساتھ یونان پہونچا - وہان یونانیون کے اجسام مین رہ رہ کے اُنکی بہادریان دیکھین اور اُن لوگون کی عقل آرائیان دیکھین - کبھی وینس (زُہرہ) کی دلربا صورت بنکے بت پرستی کی شان دیکھی - کبھی کسی دوشیزہ کے جسم مین نفوذ کر کے پیشین گوئیان کین - اور یونانیون کے بڑے بڑے عقدے حل کیے - کبھی فلسفی بنکے رموز حکمت بتائے - کبھی طبیب بنکے مسیحائی کا جلوہ دکھایا - کبھی سپاہی بنکے داد شجاعت دی - اور کبھی کسی مظلوم کی صورت مین نمایان ہو کے ایمفی تھیٹر مین داخل ہوا - اور درندون کے دانتون اور پنجون سے نوچا پھاڑا گیا -

ہوتے ہوتے مین سکندر اعظم کا ایک سپاہی تھا - اور اُسکے جھنڈے کے نیچے لڑتا ہوا ایران کی طرف چلا مگر راستے ہی مین نذر اجل ہو کے خاک مین مل گیا - تقدیر نے یون یاری نہ کی تو اُسکے لشکر کی گرد بنا ہوا ایران پہونچا - یہان کے عظیم الشان انقلابات دیکھے - بہادرون کے پانون اور گھوڑون کی ٹاپون سے جو گرد اُڑ کے آسمان کی طرف جاتی اُس مین مین بھی ہوتا - مگر اقبال سکندری کا تماشا دیکھنے کے شوق مین رات کو پھر اُسکے پاس آجاتا - آخر دارا کے زخمی جسم پر جو خاک پڑی اُسکے ذرات مین مین بھی تھا - اور اسکے بعد نوشابہ کی جبین ناز پر جو افشان چُنی گئی ہے اُس مین بھی مین موجود تھا - جب دار السلطنت عجم مین سکندر کے حکم سے آگ لگائی گئی ہے اُسوقت کی عام مصیبتون اور تباہیون کو مین شعلون اور دھوئین کے ساتھ اُڑ اُڑ کے دیکھتا تھا اور افسوس کرتا تھا -

پھر سکندر کے ساتھ مین نے ہندوستان کی راہ لی - افغانیون کی مزاحمتین دیکھین - راجہ پورس کی لڑائی اور پھر اُسکی اطاعت دیکھی - اُن یونانی عمارتون کو دیکھا جو یہان اُسنے تعمیر کین - اور پانی کی لہرون مین بہتا ہوا اُسکے لشکر کے ہمراہ جنوب کی طرف چلا - ملتان کا معرکۂ کارزار دیکھا جس مین سکندر زخمی اور بیجان ہو گیا تھا - جس وقت وہ زمین پر گرا ہے مین اگرچہ ایک ذرۂ خاک تھا مگر جوش محبت سے ایسا بیتاب ہوا کہ اُسکی پیشانی پر گر کے اُسکا منہ چوم لیا - پھر اُسکے ساتھ بابل مین واپس آیا - اُسکی لاش کے ہمراہ

مغرب کی راہ لی - اور اسی کے ساتھ خاک مین دبا دیا گیا -

خیال تھا کہ اب ہمیشہ کے لیے سکون حاصل ہو جائے گا اور اسی حالت مین خاموش بیٹھا - ہون گا - مگر نظام قدرت نے قرار نہ لینے دیا - چند روز بعد پھر برآمد ہوا - اور قیصر روم کی تلوار مین ایک آبدار ذرۂ جوہر بنکے چمکا - اور رومیون کے ساتھ ساتھ مختلف شکلون اور جسمون مین نمایان ہو ہوکے مین نے دُور دُور کی سیر کی - بحیرۂ روم کے گرد چکر لگایا - اور انگلستان پہونچا - جہان قسطنطین کی مان ہلنا کی زلفِ گرہ گیر کے خم مین چھپا ہوا گالیا (فرانس) مین آکے اُسکے شوہر سے ہم آغوش ہوا - پھر قسطنطین اعظم کی پہلی صلیب کا ایک جوہر بنکے نمودار ہوا - اور رومیون کے ستائے ہوے پریشان حال مسیحیون کو اپنی طرف کھینچ کے روم پر حملہ آور ہوا - رومتہ الکبریٰ کو فتح کرکے قسطنطنیہ مین آیا اور سینٹ صوفیا کی عمارت تعمیر کرانے کے بعد ہلنا کے ہمراہ پھر ارض مقدس مین وارد ہوا - یہان بڑے بڑے گرجے اور کنیسے تعمیر ہوتے دیکھے - یہود کی پامالی کے ساتھ ارض مقدس کی دوسری تباہی کا ہولناک منظر دیکھا - جبکہ بُت پرست قیصر روم نے یہود کے تمام گذشتہ تبرکات کو ایک دم بھر مین جلا کے خاک کر دیا تھا -

چند روز بعد دیکھا تو مسیحیت رومی تاج و تخت کی وارث تھی - یہود ہر جگہ ستائے جاتے تھے اور بھاگ بھاگ کے جان بچاتے تھے - اُنھین کے ایک بھاگنے والے گروہ کی گرد کاروان مین شامل ہو کے مین نے ارض عرب کی راہ لی - اور مدینۂ یثرب مین پہونچ کے قرار لیا - اب یہان مین ایک معزز یثربی شخص کے جسم مین تھا کہ پیغمبر عرب علیہ السلام مکے سے ہجرت کرکے وہان آئے - اور مین اُنکے عقیدت کیشون مین شامل ہو گیا - یہان مین ایک محترم انصاری کی نورانی پیشانی پر سجدے کا نشان بنکے چمکا - اور چند ہی روز بعد عربون کے اقبال کے ساتھ ساتھ ممالک ارض کی سیر کرنے لگا - کبھی عباسیون کی دستار مین تھا اور کبھی سلجوقیون کے علم مین -

آخر بابر کی فوج کے ایک سردار کی تلوار مین جگہ پا کے ہندوستان آیا - جہان کبھی امیرون کا خلعت بنکے نمایان ہوا - اور کبھی فقیرون کا کشکول - کبھی سپاہی کی تلوار تھا - اور کبھی کسی شیخ طریقت کا ظرف تکیہ - غرض ایسے ایسے عظیم الشان معاملات کو دیکھ کے اور ایسی ایسی معرکہ آرائیون کی سیر کرکے دنیا کے جھگڑون سے آزاد ہوا -

اب پھر وہی پہلا ذرۂ خاک ہون - اور تیرے اس کلبۂ احزان کی فضا مین گشت لگا رہا ہون"

یہ واقعات سُن کے مین نے کہا "اے مقدس و محترم ذرۂ خاک! تُو تو عجب مبارک چیز نکلا - میری نظر مین تو تجھے ان عظیم الشان کُرات فلکی سے بھی زیادہ وقعت و عظمت حاصل ہے - آ تجھے اپنے پاس رکھون اور تیری قدر کرون"

بولا "تم مجھے میری سیر سے نہین روک سکتے - اور نہ مجھے اسکی فرصت ہے - اتنے دلچسپ تماشے دیکھے ہین اور خدا جانے ابھی کیا کیا دیکھونگا - یہ نہ سمجھ کہ مین خود اپنے شوق اور اپنی مرضی سے کہین جاتا یا کچھ کرتا ہون - میری باگ اُس خلاقِ عالم کے ہاتھ مین ہے - جدھر مجھے لیجاتا ہے جاتا ہون - جہان بٹھا دیتا ہے بیٹھ جاتا ہون - اور جس کام مین لگا دیتا ہے لگ جاتا ہون"

مین "تیری پاک نفسی مین شک نہین - لیکن اب ذرا ٹھہر - ہندوستان تیری پوری قدر نہین کر سکتا - مگر مین تجھے انگلستان کے برٹش میوزیم مین بھجوا دونگا - جہان ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیگا - اگلی دنیا تجھے دیوتا یا دیوی بنا کے پوجتی - اب تو اُن دنون کی طرح پوجا تو نہ جائے گا مگر مین وعدہ کرتا ہون کہ دیوتاؤن سے بھی زیادہ تیری عزت کیجائیگی - لوگ تجھے سب چیزون سے زیادہ عزت و ادب کی نگاہ سے دیکھین گے - اور شاید پھر کبھی تجھے اُس عالیشان عمارت سے قدم باہر نکالنے کی زحمت نہ دیجائیگی"

یہ سنتے ہی بگڑ کے بولا "اس چند روزہ عروج دنیوی پر مغرور نہ ہو - کس کی رہی اور کس کی رہ جائیگی؟ مین کاہل نہین - اور نہ مجھے فرعون اور کلیوپٹرا کی لاشون کے درمیان مین لیٹ کے سونے کا شوق ہے - مین ٹھہرنے یا قرار لینے کے لیے نہین پیدا ہوا ہون - جب تک اجرام فلکی اپنے اپنے حیّز کے گرد چکّر لگاتے رہینگے اُس وقت تک فضائے ہستی میری جولانگاہ رہے گی - بس جا اب اپنا کام کر - کیون تضیع اوقات کر رہا ہے؟ اور مجھے بھی جانے دے"

یہ سنتے ہی مینے ہاتھ بڑھا کے ارادہ کیا کہ اُسے پکڑ لون - مگر ہاتھ کی حرکت سے جو ہوا پیدا ہوئی اُسکے لیے کافی تھی - اُڑا - اور دھوپ کی نورانی سطح سے علحدہ ہوکے نظر سے غائب ہو گیا -

زُہرہ

کیا کہین کہ سائنس کی موجودہ ترقیون سے اور ہماری واقفیت کے غیر معمولی درجے تک بڑھ جانے کے باعث ہمارے کیسے کیسے مزے کرکرے ہوگئے ہین؟ دُور کی چیزون مین ہمین جو مزہ پہلے ملتا تھا اب نہین ملتا۔ یہی سبب ہے کہ کسی پیاری صورت کو دُور سے دیکھنے ۔ فاصلے ہی پر سے گھور گھور کے رہ جاتے ۔ اور فراق ہی مین زندگی کاٹ دینے مین جو مزہ ہے پاس جانے مین نہین۔ اونچے پہاڑ۔ آبادیون کے دُور کے منظر۔ اُسی دم تک خوشنما اور بھلے معلوم ہوتے ہین جب تک ہم اُنکے قریب نہین پہونچتے ۔ قریب جاتے ہی خوبیون کے غلاف مین سے نکل نکل کے وحشتناک نشیب و فراز اور بدنما چٹانین اور جنگل نظر کے سامنے ہوجاتے ہین۔ اور سارا شوق خاک مین مل جاتا ہے ان قدرتی مناظر کو جانے دیجیے ۔ حور تمثال ناز آفرین جنکے ایک تیر نظر سے ہم مرتے اور ایک ٹھوکر سے جی اُٹھتے ہین اُنکی مہ وشی اور مہ جبینی بھی اُسی وقت تک ہے جبتک دور ہین ۔ اور صرف اپنے غرفے سے رخ زیبا کی جھلک دکھاکے ہمین لُبھا لیا کرتے ہین۔ ہماری آرزوؤن اور ہوسون کے مطابق اگر قسمت مساعدت کرے اور پاس جاکے بیٹھنے اور اُنکے رُخ زیبا کو اچھی طرح دیکھنے کا موقع مل جائے تو پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کے یہی کہنا پڑے گا کہ بے عیب خدا ہی کی ذات ہے ۔ کیونکہ پاس سے دیکھتے ہی نمایان طور پر نظر آجاتا ہے کہ حُسن کے آنچل کے نیچے بہت سے عیوب ہین۔ پھول کے ساتھ کانٹے ہین ۔ نرگس چشم بیمار ہے ۔ چاند کی سی جبین ناز مین کلف ہین ۔ اور آتشین رُخ کی آب و تاب مین خال کا دھوان ہے ۔ غرض تھوڑی ہی دیر مین نظر آجاتا ہے کہ محاسن کے ساتھ صدہا معائب ہین ۔ اسی بنیاد پر سچے قدردانان حسن نے ہجر و فراق مین جان دینا گوارا کیا ۔ اور دولت وصل ملی بھی تو نہ قبول کی ۔ اور اسی سبب سے حقیقت شناس رمزدانانِ قدرت یعنی اہل دل صوفیون نے بتا دیا کہ وصال کے ساتھ ہی عشق کا خاتمہ ہوجاتا ہے ۔

یہی کیفیت ان جگمگاتے اور روشن اجرام فلکی کی ہے ۔ دور سے ہمین کیسے بھلے معلوم ہوتے ہین؟ بچپن مین ہم انھین کیسے خوش ہو ہو کے دیکھا کرتے تھے؟ ہمارا بچپن

بھی جانے دیجیے - دنیا نے اپنے زمانۂ طفولیت مین ان سے کیسے کیسے لطف اٹھائے ہین
اور انکو دیکھ دیکھ کے کیا کیا خیال آفرینیان کی ہین - انھین کی نورانی محفل کو بہشتیان
اور اپنی آرزوؤن اور تمناؤن کا مرکز و مرجع قرار دیا - کبھی کبھی انکو دیوتاؤن
کا نشیمن اور مسکن اور کبھی خود دیوی دیوتا قرار دیدیا - انکی پیاری اور دلفریب تصویرین
مصور خیال نے کھینچ کے دکھائین اور ایسی تصویرین دکھائین کہ مہوشان ارض کو بھول
کے انھین کے دلدادہ ہوگئے - وہ کیا اچھا اور کیسا مزے کا زمانہ تھا؟ اور ہم آسمان کی
طرف کبھی نظر اٹھا دیتے تو کیسا لطف آجاتا تھا؟ یا ایک آج کا زمانہ ہے کہ سائنس کی
ترقیون اور دوربینون کی ایجادون نے عالم کا نقشہ ہی اور کر دیا - اور مہ جبینان فلک کا
سارا حُسن و جمال خاک مین مل کے رہ گیا -

اسی زُہرہ (ستارے) کو لیجیے - اسکی جو دلربا تصویر ہمارے مصور خیال نے اپنی
چابکدستی سے کھینچی تھی ایسی نہ تھی کہ ہم اُسکی طرف دیکھین اور دیکھ چکین - یہی ایک ایسی
نازنین صورت تھی جس پر ہمین ناز تھا کہ اُس نے عالم علوی والون کا زہد و تقوی خاک
مین ملا دیا - اور فرشتے بھی اپنی معصومیت سے دست بردار ہوکے اُسکی زلفِ گرہگیر مین
اسیر ہوگئے - اس قصے کو ہم کس فخر و تمکنت اور کیسے غرور و ناز کے ساتھ بیان کیا کرتے
تھے کہ ہاروت و ماروت نام فرشتے خدا کے پاس سے دنیا کے انتظام کا بیڑا اُٹھا کے
آئے - یہان آتے ہی پریوش زُہرہ وشتری کی صورت دیکھی تو ہزار جان سے عاشق ہو گئے
اور جوشِ عشق مین اپنے تقدس اور اپنی ذمہ داریون کو بھول کے دین و دنیا سے ایسے
غافل ہوے کہ سوا شاہد پرستی کے کسی بات سے سروکار نہ رہا - آخر نشۂ عشق سے بیخود
ہوکے اُن دونون مہ جبینون کو آسمان پر لگئے - جہان پہونچتے ہی ہاروت و ماروت
پر تو عتاب ہوا - اور اپنے گناہون کی سزا بھگتنے کے لیے بابل کے مشہور مگر بے نشان کوئین
مین لٹکا دیے گئے - مگر وہ دونون سراپا ناز اور ملائک فریب حوروشین بزم انجم
والون کو ایسی بھلی معلوم ہوئین کہ وہین روک کے آفتاب و ماہتاب کے پہلو مین
بٹھا دی گئین - جہان سے قیامت تک اپنے بناؤ سنگھار اور اپنے حُسن عالم سوز کے
کرشمے دکھا دکھا کے عالمِ بالا والون کو محظوظ کرتی اور دنیا کے دلدادہ حُسن پرستون
کو لُبھاتی رہین گی -

یہ کس قدر مزہ دار اور دلچسپ قصہ تھا - اور اس کے بیان مین کیسے کیسے لطف تھے مگر افسوس کہ اُن سب مزون اور لطفون کو موجودہ سائنس نے خاک مین ملا دیا۔ ہم توان ہیأت والون کی باتون سے اب بھی انکار کیے جاتے اور کہہ دیتے کہ اتنی دور کی باتین کوئی کیونکر جان سکتا ہے - تمھارے سب دعوے غلط اور بے بنیاد ہین - اور تم ہم سے زیادہ خیالی اوہام مین مبتلا ہو - لیکن اسکا کیا علاج کہ وہ دوربینون سے دکھا کے اپنے دعوٶن کا معائنہ بھی کرادیتے ہین - اور ہم سے سوا اسکے کہ لاجوابی سے خاموش ہو رہین کچھ نہین بن پڑتا -

اے روشن اور مہ جبین زُہرہ! ہم تجھے کیا سمجھے ہوے تھے اور تو کیا نکلی؟ ہم تو تجھے حجلۂ عروسی کا ایک شاہد زیبا خیال کرتے تھے - مگر غور سے دیکھا تو یہ ثابت ہوا کہ قدرت کے فٹ بال فیلڈ (فٹ بال کے میدان) مین تو ایک عظیم الشان گیند ہے جسے کارکنان قدرت لُڑھکا لُڑھکا کے اپنی مستعدی اور چستی و چالاکی بڑھاتے اور ہمین تماشا دکھاتے ہین -

اب ذرا یہ بھی سن لو کہ آج کل کا سائنس اور زبردست دوربینون کا تجربہ اس چلتے پھرتے تارے کی نسبت کیا کہتا ہے؟ جتنی بڑی ہماری زمین ہے تقریباً اتنا ہی بڑا یہ کرہ ہے - اتنا ہی ٹھوس اور ثقیل ہے جتنی کہ زمین ہے - اُسکا اصلی جسم تاریک و بے نور ہے مگر آفتاب کے عکس مین چمکتا اور سورج کی کرنون کا غازہ مل لینے سے اپنی کالی صورت کو ہمین گورا اور روشن رُخِ زیبا بنا کے دکھاتا ہے - اور چونکہ مقابل اور سیّارون کے ہم سے قریب تر ہے اسلیے سب سے بڑا اور روشن نظر آتا ہے - تاہم اسکے چہرے مین کلف اور سیاہ داغ ہین - مگر ابھی تک یہ پتہ نہین لگا کہ اُس مین سمندر اور پہاڑ ہین یا نہین - اور اُسکی کیا حالت ہے - آفتاب کے طلوع سے پہلے اور غروب کے بعد ہمین نظر آتا ہے - اور زیادہ رات گئے نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے - آفتاب کے گرد جو سیارہ سب سے پہلے اور اُسکے قریب تر چکر لگا رہا ہے وہ عطارد ہے - اُسکے بعد یہی زُہرہ ہے اور اُسکے بعد زمین - لہٰذا زُہرہ ہمارے اور آفتاب کے درمیان مین حرکت کر رہا ہے - اُسکا دَورہ ہماری زمین کے میدانِ گلگشت سے چھوٹا ہے - زمین چوبیس گھنٹے مین گھوم جاتی ہے تو زہرہ ۲۳ ہی گھنٹے مین - اس سے سمجھنا چاہیے کہ زہرہ کا دن رات ہم سے ایک گھنٹہ کم یعنی ۲۳ گھنٹے کا ہوتا ہے - زمین آفتاب

کے گرد ۳۶۵ دن مین چکر لگاتی ہے تو زہرہ ۲۲۴ دن مین - لہذا سمجھنا چاہیے کہ اسکا برس ہمارے حساب سے فقط ساڑھے سات مہینے کا ہوتا ہے - زمین اپنی رفتار مین ایک طرف کو کسی قدر جھکی ہوئی چلتی ہے جسکی وجہ سے دن رات چھوٹے بڑے ہوتے ہین - اور موسمون کا تغیر و تبدل ہوتا ہے - زہرہ اپنی چال مین زمین سے تقریباً دُونا جھکا رہتا ہے - اسلیے اُسکے دن زمین کی بہ نسبت بہت زیادہ چھوٹے بڑے ہوتے ہین - اور اُسی مناسبت سے موسمون کا انقلاب بھی بہت زیادہ سخت ہوتا ہے - سردی مین سردی بہت بڑھ جاتی ہے اور گرمیون مین گرمی - اُسکے گرد ابر کا بھی ہجوم ہے -

دیگر ستارون کے خلاف زہرہ اور عطارد مین یہ خاص بات ہے کہ ماہتاب کی طرح بدر و ہلال بنکے نمایان ہوتے ہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اور آفتاب کے درمیان مین ہین - جب آفتاب کے بالکل اُس طرف ہو جاتے ہین اور ہمارے اُنکے درمیان مین آفتاب ہوتا ہے اُسوقت اُن کا پورا چہرہ چمکتا نظر آتا ہے - اور جب بالکل اس طرف آجاتے ہین اور آفتاب کے اور ہمارے درمیان مین ہوتے ہین اُسوقت چونکہ اُن کا روشن رخ ہماری نظر کے سامنے نہین ہوتا اسلیے نظر سے غائب ہو جاتے ہین - پھر اسکے بعد جو جو آگے بڑھتے جاتے ہین تھوڑا تھوڑا روشن حصہ نمایان ہوتا جاتا ہے - اسلیے پہلے باریک ہلال ہوتے ہین اُسکے بعد روز بروز بڑھتے رہتے ہین - پھر تکمیل کو پہونچ کے بدر بنتے ہین - اور اُسکے بعد گھٹنے لگتے ہین -

انکے عروج و زوال مین ایک خاص بات اور بھی ہے جو چاند کے عروج و زوال کے بالکل خلاف ہے - چاند چونکہ زمین کے گرد چکر لگاتا ہے اسلیے وہ ہر زمانے مین ہم سے قریب یکسان فاصلے پر رہتا ہے - اسی وجہ سے اُسکے ہلال کی قوس اُتنی ہی بڑی رہتی ہے جتنا کہ اُسکے بدر کا دَور ہوتا ہے - یعنی اُسکا ہلال اُسکے بدر کے دائرہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے - بخلاف اسکے زہرہ جب بدر ہوتا ہے بہت چھوٹا نظر آتا ہے اور جب ہلال ہوتا ہے تو بہت بڑا - یعنی اُسکے ہلال کی قوس اُسکے بدر کے چکر سے کچھ گونی بڑی معلوم ہوتی ہے - اسکا سبب یہ ہے کہ مشتری جب ہلال ہوتا ہے اُس زمانے مین ہمارے اور آفتاب کے درمیان مین ہوتا ہے اور زمین سے اُسکا فاصلہ

تقریباً دو کرور پچاس لاکھ میل کی مسافت ہوتا ہے - لیکن جب آفتاب کے اُس طرف نکل کے وہ بدر کی صورت مین نمایان ہوتا ہے اُسوقت اُسکی مسافت ہمارے بیان سے تقریباً سولہ کرور میل ہوتی ہے - یعنی شش گونہ مسافت سے زیادہ فاصلہ ہوجاتا ہے - اور اسی باعث بدر ہونے مین بہ نسبت ہلال ہونے کے چھ حصے چھوٹا دکھائی دینے لگتا ہے -

جب وہ آفتاب کے اور ہمارے درمیان مین ہو کے گزرتا ہے تو اکثر تو ادھر اُدھر سے بچ کے نکل جاتا ہے - مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چشمۂ آفتاب کے عین محاذی ہو کے گذرتا ہے - جس سے سورج گہن ہوتا ہے - اور ایک دم کے لیے زہرہ سورج کے رخ تابان کا خال بنجاتا ہے - ایسا سورج گہن جو زہرہ کے درمیان مین آ جانے سے واقع ہو کم ہوا کرتا ہے - اس قسم کا ایک گہن سنہ ۱۸۷۴ع مین ہوا تھا - اُسکے بعد سنہ ۱۸۸۲ع مین ہوا اور اہل ہیئت اپنے حساب سے بتاتے ہین کہ اب اسکے ایک سو ساڑھے پانچ برس بعد ہوگا - یعنی سنہ ۱۹۷ع مین چھ مہینے گذر جانے کے بعد -

ان بیانات کے سُن لینے کے بعد وہ پُرانی زہرہ جو ہماری خیالی معشوقہ تھی جسے ہم بزم انجم کی ایک دلربا نازنین خیال کیا کرتے تھے اور جسے اپنی خیالی سبھاؤن مین بُلا بُلا کے نچوا لیا کرتے تھے کہان رہی - افسوس یونانیون کی وہ نازآفرین دیوی جو حُسن و عشق کی دیوی تھی اور جسکے دم سے عاشقی و معشوقی کے عالم مین جان پڑجاتی تھی غائب ہوگئی - اور اُسکے عوض ایک گول لڑھکتا ہوا گیند نمودار ہوا جس مین اگر تھوڑی بہت آب و تاب ہے بھی تو کرایہ کی اور دوسرون سے مانگی ہوئی -

شاہدان بازاری مین ایک کہاوت مشہور ہے کہ رات کو شیطان اپنا ہاتھ پھیر کے اُنکے چہرون کو خوبصورت بنا دیا کرتا ہے - مگر دن کو اُنکے بگڑے بناؤ دیکھیے تو نفرت ہو جاتی ہے - یہی حال اے زُہرہ تیرا اور تمام اجرام فلکی کا نکلا - اس موقع پر شیطان کا نام لینا تو ہم گستاخی اور بدتمیزی خیال کرتے ہین مگر اس مین شک نہین کہ بازیگر قدرت رات کے وقت تم سب آسمان والون کے چہرون کو اپنا ساحرانہ ہاتھ پھیر کے چمکا دیا کرتا ہے - اور دن کو کچھ ایسی بُری صورت ہو جاتی ہے اور ایسے بگڑے بناؤ ہوتے ہین کہ مارے شرم کے تم اپنا مُنہ ہی نہین دکھاتے -

تاہم اے زہرہ! تو چاہے ہوا کے تخت پر اُڑنے والی پری ہو یا ایک کثیف جسم کا لُڑھکتا ہوا گولا - ہم سے حسن پرستون کی نگاہ مین تو آج بھی ویسی ہی نازنین ہے جیسی کہ پہلے تھی - علم ہیات سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ تجھ مین شعرائے عرب کے مذاق کے مطابق کسی لچکتی ہوئی ٹہنی کی طرح ادھر اُدھر جھکب جھک کے چلنا - اہل فارس کے مذاق کی مست خرامی - اور ہماری خواہش کے موافق اٹھلا اٹھلائے اور جھوم جھوم کے قدم اُٹھاتا ہے - تجھ مین شوخ ادا ناز آفرینون کے یہ کرشمے ہین کہ کبھی پاس آکے اپنا ہلال ابرو چمکا دیا - اور کبھی دور سے کھڑے ہو کے ہنستا رُخ روشن دکھا دیا کبھی دیکھتے ہی دیکھتے نگاہ سے غائب اور کبھی آفتاب کے رخسار درخشان کا تِل بنکا دشوق ڈھونڈھتی پھرتی ہے اور تو کسی شوخ ادا کی طرح اُس سے چُھپی چُھلیا کھیل رہی ہے کبھی یہان ہے اور کبھی وہان - ابھی یہان تھی ابھی وہان جا پہونچی - ابھی پورا چہرہ سامنے تھا اور ابھی کچھ کھُلا ہے اور کچھ گھونگھٹ مین - اور تھوڑی دیر کے بعد جو نظر اُٹھا کے دیکھتے ہین تو غائب! اگلے جو کہتے تھے کہ تو اِندر اور دوسرے دیوتاؤن کی محفل مین ناچتی ہے تو یہ غلط نہ تھا - تو آج بھی ناچ رہی ہے اور ساری دنیا والون کے سامنے اور پھر ایسے ناز وانداز سے - یون اٹھلا اٹھلا کے - اور یون رُخ زیبا کو کبھی گھونگھٹ مین چھپا کے - کبھی نیم وا کر کے - اور کبھی خوب نمایان کر کے کہ تیرا ناچ دیکھنے والون کو تمام حسینان جہان کے ناچ سے نفرت ہو جاتی ہے - اور ہر وقت تیری مستانہ چال ہی پر نظر جمائے رہتے ہین -

آج

وعدے پہ مرے اُنکے قیامت کی ہے تکرار اور بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے ادھر آج

"جی ہان بس آج ہی! جو کچھ ہونا ہے آج ہی ہو جائے!" انسان بڑا جلد باز ہے "خُلِقَ الانسانُ عجولا" - جلدی اُسکے خمیر مین پڑی ہوئی ہے - جانتے ہین کہ "جلدی کا کام شیطان کا" - سُنا ہے کہ "جو جلدی چلتا ہے گر پڑتا ہے" مگر پروا نہین - شیطان بنین - ٹھوکر پہ ٹھوکر کھائین - گر پڑین - ہاتھ مُنہ ٹوٹ جائے - سب گوارا ہے - اور یہ نہین گوارا کہ غرض حاصل ہونے - اور آرزو پوری ہونے مین ایک دن کی دیر لگے - اور پھر

لطف یہ کہ آپ کاہل بھی اوّل درجے کے ہیں - حصول مقصد کے جو تدابیر ہیں اُنکے
بجا لانے میں اوّل درجے کے کاہل - اور مطلب نکالنے میں پرلے سرے کے جلدباز -
لوگ کہتے ہیں کہ جو چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں - مگر
ہیکل انسانی ایک ایسے سحر آفریں مداری کا تھیلا ہے کہ اُس میں یہ اور اسی طرح
کے صدہا کرشمے دیکھ لیجیے -

دلرباؤں کا وعدۂ فردا مشہور ہے - اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ آج تک اِن
وعدوں کا کسی نے اعتبار نہیں کیا - مگر یہ بے اعتباری کیوں؟ ہزاروں نازآفرینوں
نے سچے وعدے بھی کیے - بہتوں نے اپنے وعدے پورے کیے - اور منتظر آنکھوں کو
ٹھیک وقت موعودہ پر اپنی چاند سی صورت دکھادی - مگر باوجود اسکے پریجالوں
کا وعدہ ہمیشہ وعدۂ قیامت خیال کیا گیا - اور حور وشوں کی کلؔ فردائے حشر ہی سمجھی
گئی - اصلی وجہ یہ ہے کہ انسان وعدے ہی کا متحمل نہیں ہو سکتا - وہ چاہتا ہے کہ
کہ کلؔ نہیں آج ہی - آرزوے دل بر آنے والی ہے تو آج ہی بر آئے - کل بر آئی
تو کیا؟

طالب علم بالطبع تعلیم سے متنفر ہیں - اور پڑھنے سے بھاگتے ہیں - نہ جورِ اُستاد
گوارا ہو سکتا ہے نہ سبق یاد کرنے اور رٹنے کی محنت برداشت کیجا سکتی ہے - صرف
اسلیے کہ تعلیم آیندہ کامیابیوں اور ترقیوں کا ایک وعدہ اور وہی معشوقۂ نازآفریں
کی کل ہے - آج لکھ پڑھ لو - کل ہر جگہ قدر کی جائیگی - اور زمانہ اپنی آنکھوں پر بٹھائیگا
مگر کمبخت دل اس وعدے پر قناعت نہیں کرتا - بار بار اصرار ہے کہ چھوڑو بھی اس
محنت و جفاکشی کو - لوگوں سے درخواست کرو کہ آج ہی قدر کرنے لگیں - اور
زمانے سے کہو کہ آج ہی آنکھوں پر بٹھائے -

مذہب نے جن عبادتوں - جس زہد و تقویٰ - اور جس قسم کے اخلاق و عادات
کی ہدایت کی ہے جانتے ہیں کہ اُنپر کاربند ہونے میں دین کا بھی نفع ہے - اور دنیا کا بھی
مگر کمبخت جی ایک وحشی جانور کی طرح رسیاں تڑا رہا ہے - بھاگتا ہے اور کہتا ہے کیسے
مُلّا؟ اور کہاں کے واعظ؟ عذاب الٰہی اگر مرنے کے بعد ہونے والا ہے تو ہو - باغ جنت
ہر قسم کی لذتوں کا معدن ہے تو ہوا کرے - اور حوروں کی جبین تاباں چاند سے زیادہ

چمکتی ہے تو چمکا کرے۔ ہمین تو یہ سب لذتین آج ہی ملنی چاہیین۔ کل ملین تو کیا؟ جنت مین اگر مزہ ہے تو ہمین کل لطف نہین آنے کا۔ اور حورون کی ہمکناری اگر کل ہونیوالی ہے تو ہم نہین چاہتے۔ خلاصہ یہ کہ مذہب کے یہ سچے وعدے بھی اگر کسی اور دن پر اُٹھا رکھے گئے ہین تو ہم اُن سے بھی دست بردار ہونے کو موجود ہین۔

دنیا کی تاریخ بتا رہی ہے کہ قومون کا عروج اور اُنکا بننا ایک دن مین نہین ہوتا۔ بنتے بنتے بنتی ہین اور صدیون کی محنت و مشقت کے بعد بنتی ہین۔ مگر اس جمہوری و مجموعی ترقی مین بھی چونکہ کسی حوروش کے وعدے کی شان نظر آتی ہے۔ اور کل کا وعدہ کیا گیا ہے لہذا اس مین بھی صبر نہین ہو سکتا۔ محنت کرنیوالے اگرچہ جبر مشقت کر رہے ہین مگر اُکتائے جاتے ہین۔ اور بےصبری کا تقاضا ہے کہ اگر آج ترقی نہین ہوئی اور ترقی یافتہ قومون کی سی برکتین نہین ہاتھ آئین۔ تو اس جفاکشی و محنت سے سبکدوش ہو جانا چاہیے۔ اس کیفیت کا نمونہ ہندوستان سے زیادہ کس ملک کی حالت ہو سکتی ہے۔ اورون کا آگے بڑھ جانا دیکھا ہے۔ اور اپنی پسماندگی نظر آئی ہے۔ لیکن اُس ناتوان بچے کی طرح جسکے پاؤن مین ابھی طاقت نہین اور چاہتا ہے کہ اُس کھلونے کو دوڑ کے اُٹھا لے۔ طائر شکستہ پر کے مثل اُڑنے کی کوشش کرتے ہین اور بجائے حصول مقصد کے اُلٹے گر گر کے چوٹ کھاتے ہین۔

انسان کی اصلی تعلیم یہ ہے کہ اُسکے اس عجلت اور جلد بازی کے جوش مین اعتدال پیدا کیا جائے۔ یہی تعلیم مذہب دے رہا ہے کہ "مَن طَلَبَ وَجَدَ" مگر یہان کاہلی کے ہجوم نے تقدیر کے مسئلے کو سعی و کوشش سے وابستہ کر کے نیا اور عجیب دھوکا دے رکھا ہے جسکی وجہ سے واعظین دین بجائے اسکے کہ ترقی و اُلوالعزمی کا سبق دین۔ کاہلی اور پست ہمتی کے مؤید ہو گئے ہین۔

حالانکہ ساری کائنات اور دنیا کا ہر ہر ذرہ زبان حال سے پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ جلد بازی اور پیشقدمی کرو۔ مگر سعی و کوشش مین۔ نہ یہ کہ بغیر محنت کیے اور بے اسکے کہ ذرایع و تدابیر کا دامن پکڑو شاہد آرزو کے زبردستی پکڑ لانے اور آغوش شوق مین کھینچ لینے کی کوشش کرو۔

——— ٭ ———

ہم تم

اہل ذوق صوفی صافی کہتے ہین کہ "وہ" اور "صرف وہ"۔ اور ہم کہتے ہین کہ "ہم تم" اور "فقط ہم تم"۔ بس جو کچھ ہین ہم ہی تم ہین۔ اور باقی کچھ نہین۔ تم ناز آفرینی کے لیے ہو۔ اور ہم ناز برداری کے لیے۔ تم ہمارا دل بہلانے کے لیے ہو اور ہم عالم ہستی پر تصرف کرنے کے لیے۔ تم گُل خوش رنگ ہو اور ہم اُس سے لطف اُٹھانے والے۔ تم صبح گلشن کے طائر خوش الحان ہو اور ہم اُسکا نغمۂ دلکش سننے والے۔ تم آفتابِ جہان تاب ہو اور ہم ستارہ پرست۔ تم بُت ہو اور ہم برہمن۔

صوفیون مین سے ہم صرف اُسی کے قائل ہین جسنے حقیقت شناسی کے جوش مین آکے "انا الحق" کا نعرہ بلند کیا۔ اور "ہم" ہی "ہم" کہتا ہوا دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اگرچہ خودی کے جوش مین "تم" کو بھول گیا تھا مگر پھر بھی رمز شناس تھا۔ اور اُن ناواقفون سے لاکھ درجے اچھا تھا جو کہتے ہین "وہ"۔ "وہ" تو غائب کی ضمیر ہے۔ اور جو غائب ہو اُسکا ذکر ہی کیا؟ اسی لیے ہم کہتے ہین کہ "تم" اور تم ہی نہین "ہم" بھی۔

لوگ کہین گے یہ تو ثنویت ٹھہری۔ یعنی آتش پرستون کی طرح دو کا ماننا ہوا لیکن یہ معترض کی ناسمجھی ہے۔ آتش پرستون کے دو (قطع نظر اسکے کہ دونون غائب ہین) آپس مین متبائن و متضاد واقع ہوے ہین۔ اور ہمارے دو۔ اللہ! اللہ! ایسے دو بھلا کسی نے دیکھے ہین؟ جو اگر دو ہین تو صرف نام کے لیے۔ ورنہ اصل مین ایک ہی ہین۔ ایک جان و دو قالب۔ تم ہمارے لیے۔ اور ہم تمھارے لیے۔ ہم نہین تو تم بھی نہین اور تم نہین تو ہم بھی نہین۔

ہم تم ہین ایک جان دو قالب۔ آپس مین بڑی محبتین ہین

اس اتحاد و یکجہتی کے جوش سے بیخود ہو کے بعض اوقات ہم تمھین بھول جاتے ہین اور ایسا نظر آنے لگتا ہے کہ گویا عالم ہستی مین تم ہی تم ہین یا ہم ہی ہم ہین۔ کوئی دوسرا نہین۔ مگر وہ وقتی جذبات ہوتے ہین۔ جن کی بدولت کبھی عالم خیال مین تم غالب آکے ہمین مٹا دیتے ہو اور تم ہی تم رہ جاتے ہو۔ اور کبھی ہم ایسے چھا جاتے ہین کہ تمھین فنا کرکے ہم ہی ہم رہ جاتے ہین۔ یہ انقلاب سچ پوچھیے تو نشۂ الفت کے جھونکے ہین۔ ان جذبات سے [illegible] اوران عاشقانہ

سیہ مستیون سے نجات پانے کے بعد جب ہم غور کرتے ہین تو پھر وہی "ہم تم" اپنی اپنی جگہ پر قائم ہو جاتے ہین - اور ہمارا شعار اور ہمارا کلمہ ہو جاتا ہے کہ "ہم تم"-

غور سے دیکھو اور انصاف کرو تو خود ہی کھُل جاتا ہے کہ ہمارے تمھارے سوا کوئی نہین - کُل کائنات بس تین چیزون سے عبارت ہے - متکلم - حاضر - اور غائب - یعنے ہم - تم - اور وہ - وہ کی نسبت ہم بتا ہی چلے کہ غائب ہے - اور غائب کی کوئی ہستی نہین - پھر جب غائب یعنی وہ نہ رہا تو بس ہم ہی تم رہ گئے -

سچی حق پرستی یہی ہے کہ "وہ" کا نام ونشان نہ باقی رہے - ہم تمھارے خیال مین محو ہون اور تم ہمپر مہربانی کرتے رہو - بس یہی عقیدہ اور یہی اصلی ایمان ہے - "وہ" کا خیال آیا اور کافر - ہمارے کیش و آئین مین "وہ" ہی شیطان ہے - "وہ" اور "اُس" کی طرف دھیان گیا اور ایمان رخصت -

یہ تو حق پرستی تھی - اور ہمارے عقیدے کی شریعت - اب رہی توحید اور طریقت وہ یہ ہے کہ جس طرح منصور تم کو بھول کے "انا الحق" کہہ اُٹھا تھا - ہم "ہم" کو بھول کے "تم ہی تم" کہنے لگین - اور جدھر نظر اُٹھا کے دیکھین تمھارا ہی ظہور انظر آئے - ہم بھی "تم" بن جائین - اور سارا عالم بھی "تم" ہو -

تم ! ہائے تم ! بس تم ہی تم - وصال ہے تو تم سے - فراق ہے تو تمھارا - زبان پر ہو تو تم - دل مین ہو تو تم - یہان ہو تو تم - وہان ہو تو تم - غرضکہ تم ہی تم - جب ناز آفرینی اور کرشمہ سنجی یا کثرت اور انبساط کا وقت ہوتا ہے اُسوقت تم ہی پھیل کے سارا عالم - سارا عرصۂ ہستی - اور "ہم" "تم" "وہ" بن جاتے ہو - اور جب خودداری اور بے تعلقی یا وحدت اور انقباض کا وقت آتا ہے اُسوقت تم ہی سمٹ کے مرکزِ اصلی اور وہ نقطۂ ازل بن جاتے ہو جسکو ہم اپنی اصطلاح مین "تم" کہتے ہین -

سورج تمھارے نور کا جلوہ دکھا رہا ہے - چاند تمھارا آئینہ ہے - پھول تمھارا عارض گلگون ہے - نرگس تمھاری چشم نیم باز ہے - بلبل تمھارا ذکر کر رہا ہے - اور پپیہا تمھین پکارتا پھرتا ہے - غرض جہان تک خیال جاتا ہے اور جدھر نظر اُٹھا کے دیکھتے ہین یا تمھارا جلوہ نظر آتا ہے یا "تم تم" کی آواز آ رہی ہے -

نظام فلکی کو بطلیموس نے ایک تنگ پٹارے مین بند کرنا چاہا تھا - مگر بعد کی

تحقیقات فلک شاہب اور معائنے تک نے ثابت کر دیا کہ عرصۂ قدرت کا اور چھور
نہین - جس مین ادنیٰ سے ادنیٰ ذرّون سے لیکے بڑے بڑے عظیم الشان کُرے تک اِدھر
اُدھر مارے مارے پھرتے ہین - اور کسی عاشق حرمان نصیب کی طرح سرگردان ہین - نہ
کہین ٹھہرتے ہین اور نہ کبھی قرار لیتے ہین - علم ہیأت والے بتا رہے ہین کہ یہ سب
کُرات فلک یون چلتے ہین - یون پھرتے ہین - اُدھر جاتے ہین اُدھر چکر لگاتے ہین -
غرض سب کچھ کہہ گئے مگر یہ نہ بتایا کہ "یہ کیون پھرتے ہین؟ کہان جاتے ہین؟ اور
انکی اس دوڑ دھوپ کی اصلی غرض کیا ہے؟" اگر وہ نہین بتاتے تو لو ہم سے سنو -
یہ سب تمھاری تلاش اور تمھارے شوق مین سرگردان ہین - تمھاری دھن مین
لگے ہوے ہین - اور گو ہم نہین سُنتے مگر اپنی زبان حال سے قدم قدم پر پکارتے
جاتے ہین - "تم" "تم" -

تمھارے ناز معشوقانہ اور تمھاری کرشمہ سازیان یہ عجب تماشہ دکھا رہی
ہین کہ سب کو اپنی طرف کھینچتے ہو - اپنے پاس بُلاتے ہو - اپنا سرگردان کرتے ہو -
اپنی شمع جمال کا پروانہ بناتے ہو - مگر اپنے قریب نہین آنے دیتے - شوق وصل کی
بیتابیون نے عالم تکوین مین ہلچل ڈال رکھی ہے - ذرہ ذرّے سے ٹکراتا - کُرہ کُرے
سے لڑتا اور ایک دوسرے کو مٹاتا اور کھائے جاتا - مگر تم متانت و خموشی کے ساتھ
بیٹھے تماشا دیکھتے ہو اور ترس نہین کھاتے -

مگر ہم اس بے پروائی کی بھی پروا نہین کرتے - جب جوش اتحاد غالب ہوتا ہے
اور ہم تمھارے سوا سب کو بھول جاتے ہین - اُسوقت ہماری نظر مین سارا عالم کوے
یار - یا تمھاری گلی بنجاتا ہے - اور جوش محبت سے وجد مین آکے ہم یہ نعرۂ مستانہ
بلند کرنے لگتے ہین کہ "ہم تم" -

ہدف

اپنے آپ کو آماجگاہِ حوادث اور مصائب کے نرغے مین گرفتار دیکھ کے کچھ
ایسی اُلجھن ہوئی - اور دلِ وحشت زدہ ایسا گھبرایا کہ گھر چھوڑ کے گلی کوچون مین ٹھوکرین
کھانا شروع کین - اور جب آبادی مین بھی دل نہ لگا تو صحرا کی راہ لی - صحراے

لق ودق کی وسعت اگرچہ سبک رو نظر کے لیے کافی تھی مگر بادپیماے خیال کو وہ بھی تنگ نظر آیا۔ اور بہ حسرت پہاڑون کی حد پہ ہی دیکھ کے خیال نے ادھر اُدھر دوڑ دوڑکے پہاڑون اور چٹانون سے سر ٹکرانا شروع کیا۔

ناگہان میدان مین ایک مدوّر چیز نظر آئی۔ جو اپنے مقام پر ٹھہری ہوئی تھی اور رہروِ خیال کے پانوٴن مین بار بار اُسکی ٹھوکر لگتی تھی۔ اور گویا ایک چشم منتظر تھی کہ اپنے مشتاقون کو سامنے کی فضا مین ڈھونڈھ رہی تھی۔ اُسکی اشتیاق بھری صورت دیکھ دل پر ایک چوٹ سی لگی کہ آہ اس کا ذوق وشوق دیکھو۔ اور جن کے دید کی لیے آرزو ہے اُنکی بے پروائی وغفلت شعاری دیکھو۔ نہ کسی کو خبر ہے اور نہ کسی کا پتہ ہے۔ دردبھرے دل مین ہمدردی کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے۔ دل نے کہا اپنی آرزو پوری ہو یا نہ ہو۔ جس طرح بنے اُسے ڈھونڈھ نکالنا چاہیے جسکا اسے شوق ہے۔

ناگہان سامنے ایک مجمع دکھائی دیا۔ اور عالم خیال مین نظر آیا کہ جیسے اُس منتظر کی چشم شوق مین کچھ تسکین سی پیدا ہو گئی۔ دل نے کہا کہ جس سراپا ناز کو یہ چشم منتظر ڈھونڈھ رہی تھی ہو نہ ہو اسی گروہ مین ہے۔ امید پیدا ہوئی کہ اب ناز ونیاز اور دلربائی ودلبری کا اچھا تماشا نظر آئے گا۔ حسرت نصیبون کے لیے اس سے اچھی سیر کہان نصیب ہو سکتی ہے کہ معشوق طناز جلوہ نمائی وناز آفرینی مین مشغول ہو اور دیدۂ شوق محو تماشاے یار ہوکے باغ حسن کی گلچینی کر رہا ہو۔ یہ پُر لطف منظر دیکھنے کے لیے ٹھہر گئے۔ بیتاب نگاہین کبھی اُس دیدۂ پُرشوق پر ہوتیں۔ اور کبھی اُن نووارد آنے والون پر۔ گویا کشش عشق اُنھین کھینچ کھینچ کے آگے بڑھا رہی تھی۔ اور چشم منتظر سے ساعت بہ ساعت مسرت کے آثار نمایان ہو ہوکے صداے "مرحبا" بلند کرتے تھے۔

دل حرمان نصیب یہ سیر دیکھتے دیکھتے جوش مین آکے بولا "اب آج ہی جذب محبت کا امتحان ہو جائیگا۔ معشوق مین خودداری سہی۔ مگر دیکھو کس طرح عشق کی رسیون مین بندھا چلا آتا ہے۔ اور دیکھین کشش عشق اُسے کہان تک کھینچ لاتی ہے؟ اس خیال کا آنا تھا کہ وہ سب لوگ ایک حد تک پہونچ کے ٹھہر گئے۔ ساتھ ہی دل زور سے دھڑکا کہ خدا خیر کرے۔ اُس منتظر دیدہ حیران کی محرومی پر افسوس کر رہے تھے کہ آنے والا گروہ ایک صف مین پھیل گیا۔ اور ہمین جو اُس چشم منتظر کے پاس کھڑے تھے

حکم دیا گیا کہ "وہان سے ہٹ جاؤ - تمھین اتنا مقدرت نہین کہ اس خستہ جگر عشق جفاکش
کے برابر کھڑے ہو"

اگرچہ دل نہین چاہتا تھا مگر مجبوراً ہٹنا پڑا - کیونکہ دلی جذبات عام اس سے کہ دلدہی
کے ہون یا دلبری کے خلوت و تنہائی چاہتے ہین - نہ جوش عشق ہی نامحرم اور غیر کا متحمل ہے
اور نہ جلوہ نمائی و ناز آفرینی ہی اسکو برداشت کر سکتی ہے - خلاصہ یہ کہ دور جا کھڑے
ہوے - لیکن ایسی جگہ جہان سے دونون طرف کے ناز و نیاز بخوبی نظر آ سکتے تھے - کیونکہ
ہماری نظر شوق کو اس سیر کا لپکا تھا کہ وصال مین حسن و عشق کے جذبات کیا رنگ
دکھاتے ہین - فراق کی کٹھن راتین دیکھی تھین - ہجران نصیبی کا قیامت خیز زمانہ دیکھا تھا
اگر نہین دیکھا تھا تو وصال کا جلوہ - اور حسن و عشق کی یکجائی - اور اُسکا سمان یہان
سے اچھا کہان نظر آ سکتا تھا؟

مگر آہ - وصل کی شان ہجر و فراق سے بھی زیادہ اندوہناک نظر آئی - سمجھے تھے
کہ ہمارے ہٹ آنے اور صحبتِ اغیار سے خالی ہو جانے کے بعد معشوق دلربا قدم آگے
بڑھا کے اور قریب آئے گا - بوس و کنار - ہم آغوشی و بغلگیری نہین تو پاس سے کچھ
راز و نیاز ہی کی باتین ہونگی - مگر نہین - ان لوگون نے پہلے تو اُس اپنے مشتاق
دیدۂ نگران پر نظرین جما دین - اور پھر بندوقین اُٹھا اُٹھا کے نشانہ بازی شروع کی -
ہر ایک کو یہی دُھن تھی کہ اُس سراپا شوق کھلی ہوئی آنکھ ہی کو نشانہ بنائے - [illegible]
پر گولیان پڑ رہی تھین - اور لوگ باہم ایک دوسرے کی قادراندازی کی داد دے
رہے تھے - مگر شوق دید اسے کہتے ہین کہ صدہا گولیان پڑ گئین - کلیجے مین بیسیون زخم
پڑ گئے - سینہ چھلنی ہو گیا - مگر چشم شوق جس طرح کھلی تھی اُسی طرح کھلی رہی - مجال کیا
کہ تیوریون پر بل بھی آیا ہو - گویا اُس مشتاق دید نے اپنا سینہ سپر کر دیا تھا - اور ہر
ضرب پر زبان شوق سے یہ شعر نکل جاتا تھا -

ترے تیر نیمکش کو کوئی میرے دل سے پوچھے — یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

اُدھر سے لگاتار گولیون کی بوچھار تھی - اور ادھر سے گویا صبر و تحمل کی زبان سے
نعرۂ ہل من مزید بلند تھا - آخر شوق جفاکشی نے دست ستم کو تھکا دیا - سب لوگ
اپنا شوق ستم پورا کر کے چلے گئے - اور ہم نے با چشم پُرنم پھر اُسی مشتاق دید اور اُسی

دیدۂ نگران کے پاس آکے اُسکے ذوق ستم کشی کی داد دی - کچھ دیر تو میری طرف دیدۂ حیران سے نگران رہا - پھر زبان حال سے آنکھوں ہی آنکھوں مین کہہ دیا " مین اسی لیے ہون اسی واسطے آنکھین کھولے اور سینہ سامنے کیے رہتا ہون کہ جن کی دید کا لپکا ہے اُنکا شوق پورا ہو - ذوق و عشق کی دنیا مین بے صبرون کا نام نہ لو - یہان تو جفا کشی کا شوق ہے - معشوق کے تیرون کا دل و جگر مین پیوست ہونا - اور یار کے نشانون کا آنکھون پر لینا اپنا شعار ہے - ستم اُسکے لیے ستم ہے جسے ضبط و تحمل کی طاقت نہ ہو - یہان تو اپنے دوستون کے ہاتھ کی گولی گُل معلوم ہوتی ہے - اور یار کا تیر پھولون کی چھڑی کا مزہ دیتا ہے -

مین نے کہا " مگر افسوس کہ تمھارے دوستون - اور تمھاری کشش عشق سے کھینچ کے آنے والون مین رحم نہین - انھین ترس نہین آتا "

بولا " مجھے اُنکی ادائے ستمگری ہی پسند ہے - وہ میرے دوست اور میرے جذب الفت ہی سے وابستہ نہین بلکہ میرے شاگرد بھی ہین - مین ہی اُنھین نشانہ بازی سکھاتا ہون - مین ہی اُن سے مشق ستمگری کراتا ہون - اور مین ہی اُن کا نشانہ بنتا ہون - تمنے پُرانے رہنمائے اخلاق مصلح الدین سعدی شیرازی کا یہ شعر سنا ہوگا کہ

کس نیا موخت علم تیر از من — کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

مگر اُنکے اس طرز ادا سے بوے شکایت آتی ہے - جس کا مین روادار نہین "

مین نے کہا " جو کچھ ہو - ہم سے تو یہ جور و ستم نہین دیکھا جاتا "

جواب دیا " اسی لیے مین کہتا ہون کہ تم ذوق عشق مین کچے ہو - عاشق اور نگاہ شوق رکھنے والے کا کام شکر ہے - نہ شکایت - اور اسی لیے تمھارے جذب مین اثر بھی نہین - عشق کا دعوی ہے اور خلوص محبت کے مدعی ہو تو میری سی سراپا انتظار چشم نگران پیدا کرو - میرا سا سینہ حاصل کرو - جو یار کے ستم و جور کا ہدف ہو - تیر نظر کو کلیجے پر لو - اور زبان سے بجاے " آہ " کے " واہ " نکلے - درد سے کلیجا ہاتھون سے تھام لینے کے عوض بے اختیار ہوکے کہہ اُٹھو

" قربان نگاہِ تو شوم باز نگاہے ! "

یہ حالت دیکھ کے اور یہ تقریر سُن کے مین نے دل مین کہا " سچ ہے عشق کے لیے بڑا

خطر شست ور دوا غدار سینہ ہونا چاہیے۔ وہ بڑے لوگون کا کام ہے جن سے ہم مقابلہ نہین کرسکتے۔ آخر تھکے حوصلے اور شکستہ ہمت نے دل ہار کے کہا "عشق سعدی تا بہ زانو" اور مین ناکام و مایوس اپنی ناقابلیتی کی شکایت کرتا ہوا واپس آیا اور ناز آفرین ستم شعارون کے تیرون کی آماجگاہ بننے کے عوض گھر مین قدم رکھتے ہی ہدف سہام ملامت بن گیا۔

دُنیا ایک طلسم ہے

بڑے بڑے تجربہ کار محققون کو اکثر یہ کہتے سُنا ہے کہ دنیا ایک طلسم ہے اور ہمین ہمیشہ دھوکا دیا کرتی ہے۔ لیکن شاید اسپر پوری طرح غور نہین کیا گیا کہ اسے کیون طلسم کہا گیا اور اس نے کسے اور کیونکر دھوکا دیا۔ علمائے روحانیین نے اکثر اسکے طلسم ہونے کی توجیہین بھی کین۔ اور اپنے مذاق و خیال کے مطابق مکار دنیا کے مکرو فریب کو ثابت کر دکھایا۔ کسی نے اسکی بے ثباتی کو اس کا کر قرار دیا۔ کسی نے اسکی نیرنگی و بوقلمونی کو۔ مگر سچ یہ ہے کہ دنیا کا طلسم ہونا پوری وضاحت سے نہین دکھایا جا سکا۔ اگرچہ اسکے ایک عجیب و غریب طلسم ہونے مین ذرہ بھی شک نہین۔

آپ اگر ذرا بھی غور کرین گے تو نظر آجائیگا کہ دنیا کی ظاہری حالت ہمین ہمیشہ دھوکا دیا کرتی ہے۔ ہوتا کچھ ہے اور نظر کچھ آتا ہے۔ ہم چاہتے کچھ ہین اور ملتا کچھ ہے پروانے کی طرح ہم ایک نور دیکھ کے دوڑتے ہین مگر وہان پہونچ کے بجائے نور کے نار ملتی ہے۔ اور قبل اسکے کہ اُسکی مضرت کا احساس ہو جل کے خاک ہو جاتے ہین۔

ذرا شمال کی طرف نظر دوڑاؤ۔ ہمالیہ کے اونچے سفید ٹیلے دور سے آسمان مین ملے ہوے نظر آتے ہین۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہی نردبان فلک ہین۔ آسمان سے باتین کر رہے ہین۔ اور اگر ہم اسپر چڑھ گئے تو آسمان پر پہونچ جائین گے۔ اور عالم ملکوت والون سے جیتے جی ملاقات ہو جائیگی۔ مگر اوپر چڑھ کے اور اُس بلندی پر پہونچ کے دیکھیے تو کھل جاتا ہے کہ آسمان جتنا وہ نیچے سے تھا اُتنا ہی دور وہان سے بھی ہے۔

وہ دیکھو صحرا کے سراب مین رنگ رواں دور سے دھوکا دیتی ہے کہ دنیا بھر ان

لہریں مار رہا ہے۔ بادیہ گرد تشنہ لب خوش ہوکے دوڑتا ہے کہ وہاں تک پہونچے اور
آتش تشنگی بجھالے۔ اور جی بھر کے سیراب ہوگئے۔ مگر جب پاس جاکے فریب خوردہ
متحیر نگاہوں کو ادھر اُدھر دوڑاتا ہے تو اصل حقیقت کھلتی ہے کہ تھا کیا اور ہم کیا
سمجھے تھے۔

آتش سوزاں دُور سے خوبصورت۔ روشن۔ سنہری۔ اور دلفریب نظر آتی ہے
دنیا کا کوئی حُسن اُسکے آگے فروغ نہیں پا سکتا۔ جواہرات کی آب وتاب اُسکے آگے
ماند پڑجاتی ہے۔ چاند سورج کی روشنی اپنی جگہ پر چاہے کیسی ہی عالم افروز ہو مگر اُس
میں بھی ایک پھیکا پن ہے۔ اور وہ دمک نہیں جو ایک دہکتے ہوے انگارے میں ہے۔
مگر ذرا پاس جاکے چھوؤ۔ اور ہاتھ لگاؤ تو قدر عافیت معلوم ہو۔ اُس شمع کو دیکھو جو
تمھارے سامنے ایک غمزدہ حسینہ کی طرح چپکے چپکے آنسو بہا رہی ہے۔ سناٹے کے عالم میں
ہے اور تحمل وبردباری کی مجسم تصویر ہے۔ مگر "اعوذ باللہ من غضب الحلیم" اُسکی اس بیکسی
اور مایوسانہ حالت پر نہ جاؤ اُسی وقت تک کام کی ہے جب تک اُس کی روشنی میں
تم کسی کا پیارا چہرہ دیکھ لیتے ہو اور دور دور رہتے ہو۔ قریب گئے اور اُس نے ایک
بچھو کی طرح ڈنک مارا۔

اب لگے ہاتھوں اُس حُسن پر بھی ایک نظر ڈال لو۔ جسنے شاعری کی دنیا میں گرمجوشی
پیدا کی ہے۔ اور نوجوانوں کی بامذاق صحبتوں میں ہل چل ڈال رکھی ہے۔ یہ حسین
عورتوں۔ نازنینان عالم۔ اور زیادہ تر شاہدان بازار کا حُسن ہے۔ اسکے ظاہری کرشمے
تو یہ ہیں کہ گھونگھٹ کی آڑ سے ایک جھلک دکھا کے رُخ زیبا کو چھپا لیا۔ اور مشتاقان دید
کے خرمن جان پر ایک نہیں صدہا بجلیاں گر گئیں۔ روزن در سے سُرمگیں چشم فتاں کی
مستانہ ادائی دکھا کے ہٹ گئیں۔ اور ہر دل اور ہر کلیجے میں ناسور پڑ گیا۔ یہاں تک
بھی غنیمت تھا کہ ان کرشموں اور حُسن کی ان اداؤں نے دنیا میں ہزارہا عاشق پیدا کیے۔
قیامت تو یہ ہے کہ ان نظر فریبیوں نے ہر نوجوان کو عاشق بنا دیا۔ لیکن اس حُسن کی
دلفریبیاں اُسی وقت تک ہیں جب تک اُسے دُور سے دیکھیے۔ پاس جاکے دیکھیے اور
خط وخال پر گہری نظر ڈالیے تو معلوم ہوجائیگا کہ اس نمائشی حُسن کے اندر کتنے عیب ہیں۔
اور اگر ایک قسم کی زبردست کشش ہے تو کتنی طرح کی نفرت انگیز چیزیں موجود ہیں۔ یہ

بتنی حسین صورتین نظر آرہی ہین اور جنکی مشق ستم کے ہم شاکی رہتے ہین اگر انکی اچھی طرح دیکھ بھال کیجیے تو حقیقت پرسے دنیوی طلسم کا پردہ اُٹھ جائیگا - اور سوئین ہزار مین بھی ایک مشکل سے نظر آئے گی جو دل دینے کے قابل ہو اور یہ بھی اُسوقت تک ہے جب تک صرف جسمانی عیوب سے علاقہ رکھا جائے - اپنی تدقیق اور پرکھ مین اگر اخلاقی اور روحانی عیوب کو بھی شامل کرلیجیے تو لاکھ کیا کروڑ مین بھی ایک ایسی صورت نہ نظر آئیگی جسمین حُسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی ہو -

موسیٰ ندی ! موسیٰ ندی !!

موسیٰ ندی ! موسیٰ ندی !! تو نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا نام اختیار کیا ہے اور تیری پڑوسن عیسیٰ ندی نے جو حیدرآباد سے دو ہی ڈھائی میل پر تجھ سے آکے ہم آغوش ہو گئی ہے حضرت عیسیٰ کا نام - حیدرآباد نے تم دونون کے پڑوس مین جیسی جیسی ترقیان دکھائین - اور اعلیٰ حضرت سریر آرائے دکن کے دار السلطنت مین جیسی شان و شوکت نمودار ہوئی اُس سے ہم کو یقین آگیا تھا کہ تم دونون سے ید بیضا کا معجزہ بھی نمایان ہو رہا ہے - اور احیاے موتیٰ کا بھی -

ہم تیری سطح پر آفتاب کی کرنون کو کسی کی پُر افشان پیشانی کی طرح چمکتے دیکھتے تو اُسے ید بیضا تصور کرتے - اور ہر مرتبہ جب ہم اپنے تاجدار گردون مدار کی فیاضی سے کسی کو نہال ہوتے دیکھتے تو اُسے احیاے موتےٰ کا معجزہ سمجھتے -

مگر موسیٰ ندی ! موسیٰ ندی !! ہمین تیری معجز نمائی کے اس پہلو کا خیال ہی نہ تھا - کہ تو ید بیضا کے بجاے حضرت موسیٰ کا عصا بھی بن سکتی ہے - عصاے موسیٰ کی شان دکھانی تھی تو کاش یہ شان رحمت دکھائی ہوتی کہ "فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا" (جاری ہوے اُس سے بارہ چشمے) تجھ سے دس بارہ ندیان جدا جدا جاری ہو جاتین - اُن سے سرکار عالی کا ملک پہلے سے زیادہ آباد ہوتا - اور رعایا کی مرفہ الحالی ترقی کرتی - لیکن موسیٰ ندی ! تجھ سے تو عجب شان قہاری ظاہر ہوئی - تو ایک آنا فانا مین عصاے موسیٰ سے وہ عظیم الشان اژدہا بن گئی جو دم بھر مین مصر کی ہزارہا خلقت کو نگل گیا تھا جسنے ایک چشم زدن مین مصر کی آبادی صاف کر دی تھی - افسوس موسیٰ ندی ! ہمین

تجھ سے ایسی امید نہ تھی -

عصائے موسیٰ کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ سمندر مین راستے ہوگئے - پانی دونون طرف دیوارون کی طرح وہین ٹھہر گیا - ہمارے زمانے کے آہنی پکون کی طرح اُن مین کھڑکیان بن گئین - اور بنی اسرائیل کے بارہ سبط بارہ راستون سے ایک دوسرے کو دیکھتے بھالتے اطمینان و فارغ البالی سے پار چلے گئے - اور ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ فرعون کے لشکر نے جیسے ہی دریائی راستے مین قدم رکھا پانی جوش و خروش کے ساتھ مل گیا - سمندر قہاری کی شان سے اُبلنے لگا - قیامت کا تلاطم نمودار ہوا - اور دم بھر مین اُس لشکر کا پتہ نہ تھا کہ کیا ہوا - اور کہان گیا - زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا -

بیشک ہم گنہگار ہین - سر سے پانون تک معاصی مین ڈوبے ہوے ہین - ہمارا بال بال گناہون سے گُندھا ہوا ہے - مگر موسیٰ ندی ! ہم سب خدا پرست ہین - ہمارے مشرک بھی فی الحقیقت موحد ہین - ہمارے کفار بھی اُس ذات وحدہٗ لاشریک کے منکر نہین - پھر ہمارے ساتھ تجھے ایسا سلوک نہ کرنا چاہیے تھا - ہم پر یہ جوش غضب ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی - ہمارے ظل اللہ الحمد للہ کہ سچے خدا پرست اور خدا کے برحق دین کے حامی و مربی ہین - ہمارے مدار المہام تصوف کے رنگ مین رنگے ہوے وحدت و معرفت مین غرق ہین - ایسے نیک لوگون اور ایسی خدا پرست آبادی کے ساتھ وہ سلوک جو کبھی فرعون اور اُسکے لشکر کے ساتھ کیا گیا تھا - موسی ندی ! انصاف یہ ہے کہ تیرا یہ جوش بے محل اور تیرا یہ غیظ و غضب بے موقع تھا - ہم سیہ کار سہی - مگر ایسے بدتر بھی نہ تھے کہ تو ہمارے حق مین عصائے موسیٰ کی شان قہاری دکھانے کے لیے خلقت کو نگل جانے والا اژدہا بن جائے -

موسی ندی ! موسیٰ ندی !! تیرے اس سیلاب کو کوئی طوفانِ نوح سے تشبیہ دیتا ہے اور کوئی سیل عرم بتاتا ہے - ہو - مگر ان دونون تاریخی واقعات کے ہولناک سین قدامت کے پردے مین چھپ گئے - اور اُنکے جگر خراش مناظر بُعد کے دھندلکے مین ہین - ہمین تو تجھ مین کوہ وسے ویس کی شان نظر آ رہی ہے - اور تیرا سیلاب اُسکے آتشین لاوے کا سیلاب معلوم ہوتا ہے - جس مین ایطالیہ کا شہر پومپیائی غرق ہوگیا تھا - وسے ویس کے آتشین سیلاب نے پومپیائی کو چارون طرف سے محصور کر لینے کے بعد اندر قدم رکھا تھا -

اُسی طرح تیرے سیلاب نے شہر کے اندرونی آبادی کے بعض محلّون کو جبکہ لوگ غافل سو رہے تھے ہر چہار طرف سے گھیر لیا۔ اور اُنھین ایک خطرناک جزیرے مین محصور کرنے کے بعد ڈبو دیا۔

گرپو پیائی کے غریقِ بحرِ آتشین آج دو ہزار برس بعد نکل رہے ہین۔ اُس سیلاب نے اُنھین اپنے دامن کے نیچے محفوظ رکھا۔ جنھین آجکل کی زندہ دنیا اگلی عبرتناک سیلاب کی یادگار سمجھکے دیکھتی ہے۔ اور اُنکی حالت دیکھنے کے لیے لوگ دور دور سے سفر کر کے آتے ہین۔ مگر موسیٰ ندی تو تو بتا کہ ہمارے مُردون کو بہا کے تو کہان لیگئی؟ اور اُنھین کہان رکھا ہے؟ کہ ملنے جُلنے اور لطفِ صحبت اُٹھانے کیلیے نہین تو اُنکی حسرتناک صورتین دیکھنے ہی کے لیے ہم اُن کا نظارہ کر سکین۔ اُنھین کہین امانت رکھا ہے یا سمندر کے قعر مین پھینک آئی؟ موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!! یہ مُردے نہین یہ ہماری امانتین ہین جنھین ہم تجھ سے لین گے۔ آج نہین تو کل قیامت کو لین گے۔ ایک دن ضرور آنے والا ہے جب اے اژدہا صفت ندی تجھے اپنے یہ لذیذ لقمے اُگلنے پڑینگے۔ اور تجھے اپنے اس ظلم و ستم کا یقیناً جواب دہ ہونا پڑے گا۔

آہ تیرا غیظ و غضب! تیرا جوش و خروش! تیری بے رحمی و سنگدلی! تیری وہ غضبناک صورت! تیری وہ پُر شکن جبین! تیری وہ بدحواس کر دینے والی ہیبت! تو کیا تھی اور ایک دم بھر مین کیا ہو گئی۔ ہم تجھے کیا سمجھے ہوے تھے اور کیا نکلی؟ وہ دیکھو لوگ بدحواس بھاگے جاتے ہین۔ کسی کو اپنے پرائے کا ہوش نہین۔ پردے کی بیٹھنے والیان ننگے سر ننگے پانوٴن گھرون سے نکل پڑی ہین۔ مائین بچون کو بھول آئی ہین۔ بیٹے باپون کو نہین یاد رہے ہین۔ بہن بھائی سے چھوٹ گئی ہے۔ اور شوہر جورو کو چھوڑ آیا ہے۔ یہ کہان بھاگے جاتے ہین؟ اور اس قدر بدحواس کیون ہین؟ اسلیے کہ موسیٰ ندی ایک بھوکے اژدہے کی طرح پیچھے دوڑی آتی ہے۔ وہ سڑکون پر سانپون کی طرح لہرا لہرا کے دوڑ رہی ہے کہ کوئی ملے تو اُسے ہڑپ کر جائے۔ گلی کوچون مین رینگ رہی ہے کہ کوئی انسانی شکار ہاتھ آئے تو اُسے ہضم کر لے۔ گھرون مین گھستی ہے کہ کوئی تھکا ماندہ رہ گیا ہو تو اُسے اپنا نوالا بنائے۔ اپنی قہار بھوک سے وہ بیتاب ہے۔ چارون طرف زندہ مخلوق کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے۔ ہزارون بندگان خدا کو نگل گئی اور پیٹ نہین

پھرنا - جس کی قیامت خیز چال مکانون کو گراتی اور عالیشان محلون کو ڈھاتی جاتی ہے -
جدھر جاتی ہے ستھراؤ ہو جاتا ہے - اور جہان تک پہونچتی ہے بالکل صفایا نظر آتا ہے
وہ غریب پسماندے جو نہ بھاگ سکے ہین اور نہ اس ظالم ندی کے ہتھے چڑھ سکے ہین
جن مکانون مین اُنھون نے پناہ لی تھی اُنھین مین دب دب کے اور خود اپنی بنائی ہوئی
عمارتون کے نیچے پس پس کے جان دے رہے ہین -

مگر یہ تصویر بھی اُن مقامات کی ہے جہان لوگ تیرے حملے سے پہلے چونک اُٹھے
ہین - اُنھین تھوڑا بہت بھاگنے کا موقع مل گیا ہے - اور اپنے عزیزون کو ڈوبتے اور
مکانون مین دبتے اور بیکسی سے جان دیتے دیکھتے ہوے گرتے پڑتے بھاگے ہین - لیکن اُن
جگہون کی خونی تصویر دیکھی بھی نہین جا سکتی - جہان تو نے اپنا جوش دکھانے سے پہلے ہی
لوگون کو اپنے آغوشِ مرگ مین لے لیا ہے - وہان کا عالم! عالمِ مرگ! عالمِ تباہی! عالمِ
بیکسی و بیبسی! نہ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ بیان ہو سکتا ہے - جنھین خبر ہو گئی ہے کہ موت
سر پہ آ پہونچی حسرت و یاس سے بھاگے ہین - مگر ہر طرف راستہ بند ہے - جدہر جاتے
ہین تیری لہرین موت کے فرشتون کی طرح روکے کھڑی پہرہ دے رہی ہین کہ کوئی نکلنے
نہ پائے - جب سب راستے بند دیکھے تو خدا کے گھر کی طرف چلے - مسجدون مین خلقت
بھری ہوئی ہے - مگر تو نے اُس حرمِ ربانی مین بھی قدم رکھا اور ساعت بساعت تیرا
تلاطم بڑھتا ہی جاتا ہے - یہان تک کہ تیرا پانی اُبلتے اُبلتے چھتون سے جا لگا - اور وہ
سب پناہ گزین خدا ہی کے گھر مین سے خدا کے پاس سدھار گئے - یہ بھی وہ لوگ تھے
جنھون نے کچھ ہاتھ پاؤن مارے - بہت سے تو ایسے ہین جنھین خبر بھی نہ ہونے پائی اور
اُنکا بسترِ عیش ہی بسترِ مرگ بنگیا - آہ کتنے دولہا دلھن ہین جو شبِ زفاف ہی مین
ہم آغوشی سے آغوشِ موت مین چلے گئے - اور او موسیٰ ندی! اُنکے چاندی کے پلنگ
ہی کو تختۂ تابوت بنا کے تو اپنے دوش پہ اُٹھا لیگئی اور اُنکی روحون کے ساتھ اُنکے
جسمون کو بھی عالمِ فنا مین پہونچا آئی -

موسیٰ ندی! تجھے کسی پر تو ترس آیا ہوتا - کوئی تو تیرے دستِ ستم سے بچا ہوتا -
عبّاد کو مسجدون مین - برہمنون کو دیر مین - طلبا کو مدرسون مین - صوفیون کو خانقاہون
مین - غرض کسی کو کہین نہ چھوڑا - جو جہان تھے وہین رہے - اور تو اُنکے سرون پر

جا پہونچی - بیبیان شوہرون کے سامنے - بیٹے بیٹیان ان باپون کے سامنے - بہن بھائی بہن بھائیون کے سامنے - دوست دوستون کے سامنے ڈوب ڈوب کے مرہے ہین اور کسی کو بچانے کی جرأت نہین ہوتی - وہ مرتے وقت چاہتے ہین کہ آخری وصیت کے دو کلمے اپنے عزیزون اور دوستون کے کانون تک پہونچا دین مگر نہ وہ اپنی جان کے خوف سے سننا چاہتے ہین اور نہ تو اپنے غیظ و غضب کے شور سے سننے دیتی ہے معصوم بچہ مان کے آغوش سے نکل کے تیرے بے رحم آغوش مین چلا گیا ہے اور کمبخت مان بے بسی سے کلیجہ تھام کے رہ گئی ہے - مہ جبین معشوقہ کو تیری ظالم موجون نے عاشق کے گلے سے چھڑا کے اپنے گلے لگا لیا ہے - اور وہ حسرت سے دیکھ کے رہ گیا ہے - ایسے ایسے جگر خراش منظرون کو دیکھنا اور ترس نہ آنا - اے موسلی ندی تیرا ہی کام ہے - او موسلی ندی! تو اتنی سنگدل - اتنی ظالم - اتنی ستم کیش - اور اتنی بے رحم ہے کہ نہ تجھے معصوم بچون کی معصومی پر ترس آیا؟ اور نہ مہوش دلربأون کی نازنینی پر -

یہ سب ہنگامہ اور یہ سارا شور محشر چند گھنٹون مین ہو گیا - موسلی ندی اپنا جلال و غضب دکھا کے چلی گئی - عالم پر خموشی اور موت کا سناٹا طاری ہے - نہ سڑکون کا پتہ ہے نہ گلیون کا - نہ آبادی کا نشان ہے نہ عالیشان عمارتون کا - جدھر نظر جاتی ہے پتھرون کا ڈھیر ہے - اور حسرتون کا انبار - ایک عالم ہو ہے اور چند ساعت پہلے کی رونق و عظمت کے آثار - امرء القیس کہان ہے؟ بلاؤ اور کہو کہ اپنا قصیدۂ معلقہ یہان کھڑے ہو کے سنائے - اس لیے کہ جو سامان حسرت یہان نظر آئیگا اس جگہ ممکن نہین جہان عنیزہ چند روز کے لیے بس کے چلی گئی تھی - گولڈ اسمتھ کہان ہے؟ اس سے کہو کہ اس حسرت کدے مین آ کے اپنی پر سوز و گداز نظم "ڈزرٹڈ ویلج" سنائے یہان زیادہ اثر ہو گا - کیونکہ جس اجڑی بستی کا سمان اس نے دکھایا ہے ہمارے تباہی زدہ گھرون سے زیادہ تباہ نہین ہو سکتی - اور آخر مین حکیم سُغدی سے کہدو کہ اپنے اچھوتے عربی مذاق کے قصیدے کے چند تمہیدی اشعار ہین کی دھن مین گا کے ہماری حسرت نصیبی کی داد دے دے -

اے ساربان منزل مکن جز بر دیار یار من تا یکزمان زاری کنم بر ربع و اطلال و دمن

ربع از دلم پُر خون کنم اطلال را جیحون کنم
خاک دمن گلگون کنم از آب چشم خویشتن

از روی یار خرگہی ایوان ہمی بینم تہی
وز قد آن سرو سہی خالی ہمی بینم چمن

آنجا کہ بود آن دلستان در بوستان با دوستان
شد بوم و روبہ را مکان شد گرگ و کرگس را وطن

بر جای جام و رطل می گوران نہادستند پی
بر جای چنگ و نای و نی آواز زاغ است و زغن

آہ! آہ! ایک جہاز بھی ڈوبتا ہے تو اُس مین ڈوبنے والے پہلے ہاتھ پانون مارتے ہین اور جب قسمت پر زور نہین چلتا تو اپنے نالۂ و شیون کی آواز آسمان تک پہونچا دیتے ہین - مگر ہمارے غریقان رحمت - ہمارے بے زبان مظلوم کس بہادری - کس خموشی - اور کس بے بسی سے ڈوبے ہین کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی اور وہ چل بسے - قافلے کے قافلے عدم کو چلے گئے اور جرس کی آواز کسی نے نہ سُنی -

سچ یہ ہے کہ یہ بھی حضرت رب العزت کے جلال کا ایک نمونہ تھا - قیامت آگئی تھی - خاموش و منہدم کھنڈرون سے آواز آ رہی تھی کہ "لِمَنِ المُلکُ الیَوم" اور عالم ہُو مین سناٹا اپنی پُر ہیبت آواز مین جواب دے رہا تھا "لِلّٰہِ الواحِدِ القَہّار"

ہمارے حیدرآباد مین تصوف کا بڑا زور ہے - امرا و ارکان دولت تک وحدت وجود کے رنگ مین ڈوبے ہوے ہین - یمین السلطنت مہاراجہ مدار المہام بہادر دام اقبالہٗ اس سرمدی مذہب کے دلدادہ اور معرفت کے جویا ہین - لہذا خدا کو بھی منظور ہوا کہ نفی و اثبات کا جلوہ دکھائے - یہ صرف "لا" کا جوش تھا جسنے ایک عالم کو غرق کر دیا اور اب اسکے بعد اثبات ہے - کہ اعلیٰ حضرت سکندر حشمت کی فیاضی بھوکون کو کھانا اور ننگون کو کپڑا دینے مین فراخ حوصلگی کے جوہر دکھا رہی ہے -

ضد

اخلاق والے کہتے ہین کہ ضد بُری چیز ہے - بچون کو بچپن ہی سے تعلیم دیجاتی ہے کہ ضد نہ کرنا ورنہ لوگون کو تم سے نفرت ہو جائیگی - بیشک کسی حد تک یا کسی محل پہ ضد بُری بھی ہے مگر ہم تو اسے بُرا نہین کہہ سکتے - یہ تو اس بلا کی چیز ہے کہ اسکی تکلیف مین بھی ایک مزہ ہے - اور ہم تو کسی کی ضد ہی کے مارے ہوے ہین - جسکے ہاتھون صدمون پر صدمے اور تکلیفون پر تکلیفین اُٹھاتے ہین - اور یہ نہین کہہ سکتے کہ ضد بُری چیز ہے - دیکھیے ضد

نا کر دی تو قیامت آجائے۔ دنیا ادھر سے اُدھر ہو جائے۔ مگر زبان سے ہاں نہیں نکلتی۔
کبھی کسی کی پُر آرزو التجا پر یہ کہدیا تھا کہ "نہ آئین گے" اب آپ چاہے مرین یا جئین
اُنھین پروا نہین۔ جب کہا تو یہی کہا کہ "نہ آئین گے" گو یہ ضد ہے۔ گو یہ ہٹ ہے۔ گو
اُس سے صدہا دل خون ہوگئے۔ گو اس نے لاکھون آرزوئین خاک مین ملا دین۔ مگر کوئی
کہہ سکتا ہے کہ "بُری ہے"؟ ہرگز نہین۔ جس طرح دلِ پُر ارمان یار کے مشق ستم کا دلدادہ
ہے اُسی طرح وہ جیسے اس دلربا ضد سے صدمہ پہونچتا ہے وہ بے رُخیِ جانان کے مزے
لے لے کے بار بار کہتا ہے کہ پھر اُسی طرح ایک بار "نہین" کہہ دو ع قربانِ نگاہِ تو شوم
باز نگاہ ہے۔

مگر اب محفل عشاق سے نکل کے فلسفیانہ تدقیق و تحقیق کی دنیا مین آؤ تو یہان
بھی تمھین یہی ضد جسے اخلاق والے بُرا بتاتے ہین مزہ دیتی نظر آئیگی۔ ایک پُرانا
مقولہ ہے کہ "انما الاشیاء تُعرف باضدادہا" (سب چیزین اپنی ضدون سے
پہچانی جاتی ہین) یعنی اُنکی مخالف چیزون کے مقابلے سے اُنکی اصلیت و حالت
معلوم ہوتی ہے۔ غور سے دیکھو تو نظر آئیگا کہ یہ کس قدر سچا اور کس قدر وسیع و عام
اصول ہے۔ ایسا اصول کہ شاید عالم بالا سے عالم اسفل تک کوئی مقام نہین جہان
اپنا جلوہ نہ دکھا رہا ہو۔ یہ سامنے کی باتین تو ہمیشہ سنی جاتی ہین کہ گرمی سے سردی اور
خشکی سے تری معلوم ہوتی ہے۔ فوق کو تحت سے داہنے کو بائین سے اور آگے کو پیچھے
سے لوگ صرف باہمی ضد اور مخالفت کی بنیاد پر امتیاز کر سکتے ہین۔ اسی طرح گورے
سے کالے اور نور سے ظلمت کی کیفیت کھلتی ہے۔ مگر غور کرنے والے انھین اضداد کی
حالت معائنہ کر کے بہت دُور تک پہونچ گئے ہین۔

زرتشت نے اپنے مذہب کی ابتدائی بنیاد ہی اس اصول پر قائم کر دی۔ اور ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ مذکورۂ بالا عربی مقولہ ہی ایک فرشتہ بنکے اُسکے سامنے آگیا۔ یا خود یہی
اصول ایک وحیِ ربانی کی شان سے اُسکے سینے مین چمک اُٹھا۔ اور اُسنے نور و ظلمت
کی باہمی ضد پر مذہب کی عالیشان عمارت بنا کے کھڑی کر دی۔ اس خیال نے اُسے
یہان تک اپنا کلمہ گو بنایا کہ اُسنے اپنے خدا بھی دو کر لیے جو ایک دوسرے کے دشمن
ہین۔ اور جنھون نے بازی گاہِ قدرت کے اکھاڑے کو اپنی لڑائی کا دنگل بنا رکھا ہے۔

کیونکہ دن اُسکے عقیدے میں مظہرِ یزدان ہے جو نورِ محض ہے۔ اور رات مظہرِ اہرمن ہے جو صرف ظلمت ہے۔ دن کو یزدان کا اہرمن پر غلبہ ہوتا ہے۔ اور رات کو اہرمن کا یزدان پر۔ قیامت کو یزدان اہرمن پر غالب آئیگا۔ نور ظلمت کو شکست دیگا۔ اور اُسوقت یزدان اہرمن کو قتل کرکے پیروانِ اہرمن یعنی کافرون اور منکرانِ یزدان کو سزا دیگا۔ لہذا اس انجام سے بچنے کے لیے انسان کو یزدان کی پرستش اور اُسکے راضی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مگر یہ ثنویّت (دو خدا ماننا) دینداری کی خالص روحانیت اور حق پرستی کی توجہ مین کچھ اچھی نہین معلوم ہوتی۔ دیگر ادیان و ملل نے بھی اگرچہ شیطان کو مرکز و مصدرِ شر بلکہ شرِ محض قرار دیدیا ہے۔ اور اُن سب کے نزدیک عالمِ بالا مین بھی دوزخ و جنت ایک دوسرے کی ضد بن موجود ہین۔ مگر اُن دونون کی مخالفت کا کوئی اثر خالقِ حقیقی اور اُس وحدہٗ لاشریک کی ذات بے ہمتا پر نہین پڑتا۔ شیطان بھی اگرچہ اُس محفلِ علوی اور بزمِ لاہوتی کا نکالا ہوا ہے اور کہ رہا ہے ع "گو وان نہین یہ وان کے نکالے ہوے تو ہین"۔ اور جنت و دوزخ گو اُسی سروشتان مین ہین۔ لیکن دراصل دنیا والون اور اسی ظلمت کدے کے لوگون سے تعلق رکھتے ہین اور یہین والون کے لیے ہین۔ خدا کی خدائی مین کوئی نہین شریک۔ خلاصہ یہ کہ موحدون نے اگرچہ اہرمن سا برابر کا خدا نہین مانا مگر شیطان کو خدا ہی کا ایک مخلوق تسلیم کرکے کسی گناہگار بندے کی طرح اول درجے کا مفسد و بدکار اور بدکاریون کا داعی و حامی تسلیم کرلیا۔ اگرچہ وہ احدیت کی شانِ ایزدی قائم رہی مگر پھر بھی ایک ذات کو خدا کا مخالف ماننا پڑا۔

اصل یہ ہے کہ کائنات کا یہ سارا کارخانہ فقط ضدم ضدا سے چل رہا ہے۔ یہ عناصر جنسے ہماری اور ساری دنیا والون کی تخلیق ہوئی ہے باہم ایک دوسرے کے دشمن ہین۔ مگر اسی دشمنی کے ساتھ اُن مین اتنا تمدن بھی آگیا ہے کہ کبھی ملتے ہین اور کبھی لڑ پڑتے ہین۔ کبھی ساتھ بیٹھتے ہین اور کبھی چشمک جاتی ہے۔ یا تو ایسا اُنس نظر آتا ہے کہ بے ساتھ بیٹھے چین نہین آتا۔ اور یا ایسی وحشت و نفرت کہ ایک دوسرے کی صورت سے بیزار

اور جب اُنھین مین جو مخلوقات کا خمیر ہین باہم ایسی ضد واقع ہوئی ہے تو اُن

چیزون مین کیون نہ ہونے لگی تھی جو اس سے بنی ہین - یہ اسی کا طفیل ہے کہ مخلوقات ارضی پر جب نظر ڈالوگے تو نظر آئیگا کہ ایک دوسرے کو کھائے جاتا ہے - موالید ثلاثہ ہی کو دیکھو - جمادات - نباتات - اور حیوانات کے باہمی تعلقات کیسے ہین ؟ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک کے فنا ہونے پر دوسرے کی زندگی ہے - اور گویا اُن مین سے ہر ایک اسی کوشش مین لگا ہوا ہے کہ دوسرے کو فنا کردے - نباتات کا تغذیہ جمادات سے ہی اور حیوانات کا تغذیہ نباتات سے - نباتات سارے جمادات کو اپنی طرف جذب کیے لیتے ہین اور حیوانات سارے نباتات کو ختم کیے ڈالتے ہین -

انکی اس ضد سے درگذر کے اب ذرا حیوانات کی اندرونی حالت کا معائنہ کرو - اُنکے باہمی تعلقات سب سے زیادہ نمونۂ عداوت ہین - بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ذی الارواح چاہتے ہین کہ اپنی نوع کے سوا اور کسی نوع کو باقی ہی نہ رہنے دین - کہا جاتا ہے کہ چوپاؤن مین درندے اور طیور مین شکاری چڑیان اپنے شکار کی تلاش مین رہتی ہین - لیکن تامل سے دیکھو تو ہر حیوان درندہ ہے اور دوسرے ذی روح کا دشمن -

حیوانات مین سے انسان اپنے آپ کو بہت بڑا مہذب و شایستہ تصور کرتا ہے مگر اس بارۂ خاص مین سب کے کان کاٹ لیے -

اس تہذیب کے ساتھ خدا کی خدائی پر ایسا دست تصرف دراز کیا کہ درندون کی وحشت اور شکاری چڑیون کی بے رحمی سب پیچھے پڑ گئین -

خلاصہ یہ کہ ضد مخلوق کے خمیر مین ہے - اور بغیر باہمی ضد کے کسی کا کام نہین چل سکتا - ضد نہ ہو تو نہ ہم زندگی بسر کر سکتے ہین نہ بُرے بھلے مین امتیاز کر سکتے ہین - اور نہ قدرت کا یہ کارخانہ چل سکتا ہے -

وہ !

"ہم" اور "تم" کی داستان ہم ناظرین دلگداز کو سُنا چکے ہین - اب "وہ" کی باری ہے - لوگ کہتے ہین اور نحویین بھی جو زبان کے رموز و نکات کے شناسا ہین دعوے کر رہے ہین کہ تین پرسن (اشخاص) ہین - ہم تم اور وہ - لیکن غور سے دیکھو تو

"ہم" "تم" سب مٹ جانے والے ہیں - ایک باقی رہنے والا "وہ" ہے - لہذا "وہ" ہی اصل ہے - اور جو کچھ ہے "وہ" ہی ہے -

اہل تصوف جوش وحدت میں کہ اٹھے تھے "ہم" یا "میں" - منصور کی صدائے "انا الحق" آج تک عارفین کے کانوں میں گونج رہی ہے - "ہم" میں اگر طریقت تھی تو "وہ" میں شریعت ہے - "ہم" وحدتِ وجود" تھی اور "وہ" وحدتِ شہود" - سچ یہ ہے کہ جوش محبت سے بیتاب ہو کے اگر کسی نے "ہم" کا غل مچا دیا تو یہ اُسکی بیتابی کا تقاضا تھا - ورنہ اصل میں ایک بڑی بھاری غلطی تھی - کیونکہ جسکو دفور محبت سے ہم نے "ہم" یا "تم" کہہ دیا وہ اصل میں نہ "ہم" ہی تھا اور نہ "تم" ہی - بلکہ وہ "وہ" تھا - اور جہان تک تحقیق و غور سے کام لیجیے وہ ہی وہ ہے -

ہم سے اُس سے نسبت ہی کیا؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک - ہم خاک اور "وہ" پاک - ہم ظلمت اور "وہ" نور - ہم زمین پر اور "وہ" آسمان پر - ہم یہان اور "وہ" وہان - بھلا کوئی نسبت بھی ہے ؟

عالم میں درحقیقت اسی "وہ" نے ہلچل ڈال رکھی ہے - جب تک "ہم" "تم" اور "وہ" کی تفریق نہ تھی - یہ تشخصات نہیں قائم ہوے تھے - اور اپنے پرائے کا امتیاز نہ تھا اُس وقت تک عجب خموشی سکون و سکوت اور اطمینان و فارغ البالی کا عالم تھا - نہ ما و شما کا جھگڑا تھا - نہ انانیت کے دعوے تھے - اور نہ یہ روزروز کی تو تو میں میں - وصال بحت اور تجرد محض کا سمان تھا - اور سچ یہ ہے کہ اُسی وقت تک کچھ لطف بھی تھا - اگرچہ "وہ" ہی "وہ" تھا مگر ایسا "وہ" کہ ما و شما کے نہ ہونے سے اُسے "وہ" بھی نہ کہہ سکتے تھے - اختیار تھا کہ چاہے اُسے "وہ" کہین چاہیں "ہم" کہین - اور چاہیں "تم" کہین - نہ یہ تھا کہ "ہم" کہہ دینے پر سر کاٹا جاتا ہو - اور نہ ایسا تھا کہ "وہ" کہدینے سے کسی کے نزدیک کافر قرار پاتے ہون -

مگر آہ! اُس غیر متمائز "ہم" اور "وہ" اور "تم" کو اُس خموشی و بیکاری میں چین نہ آیا - تجرد کی سنسان بستی میں نچلا نہ بیٹھا گیا - طلسم خانہ ہستی کے قفل میں "کن" کی کنجی پھری - بازیگر قدرت کا پٹارہ کھلا - ساتھ ہی "ہم" "تم" کی صورتیں نکل کے نیچے آگرین اور "وہ" اپنے عرش کے اوپر اس شان سے او - اتنی بلندی پہ جلوہ دار ہوا کہ سب ما و شما

کی نظریں اوپر اٹھ گئیں۔ گر وہاں دیکھا تو تُبد کا دُھند لکا تھا۔ اور "وہ" کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اُسی نقاب کی آڑ سے نور کی شعاعیں نکل نکل کے "ہم" "تم" کو اپنی طرف کھینچتی۔ اور اُس سابقہ اتحاد کو یاد دلا دلا کے فراق کے صدمات سے بیتاب کیے دیتی تھیں۔

اب کیا تھا؟ مشتاقوں کے دلوں میں شوق کا اور زیادہ ہجوم ہوا۔ مذاہب میں "وہ" کا دعوی بلند ہوا۔ زاہد مرتاض نے "ہو" "ہو" کا شور مچایا۔ اور اہل ظاہر کا شعار اور کلمہ قرار پایا کہ "لا الہ الا ہو" محققین ذوق وشوق میں کہہ اُٹھے "ہوالاول ہوالآخر ہوالظاہر ہوالباطن"۔ عشاق زیادہ بیتاب ہوے اور کہہ اُٹھے۔

آتے ہیں خیالوں میں دماغوں میں دلوں میں پھر ہم سے یہ کہتے ہیں کہ ہم پردہ نشیں ہیں

یہی "وہ" عربی میں "ہو" ہے۔ اور چونکہ عربی مذہبی زبان ہے اس لیے "ہو" نے عظمت کی شان دکھائی۔ اور عباد وزہاد میں "ہو۔ ہو" کا چرچا ہوا۔ "وہ" نے رندانہ مشرب کے عالم میں ایسے ایسے مزے دکھائے کہ "وہ" کے سوا کسی چیز میں مزہ باقی نہ رہا اس عالم میں جو کچھ ہے وہ وہ ہی ہے۔ اگر آرزوے وصال ہے تو "وہ" کی۔ شکوۂ فراق ہے تو "وہ" کا۔ دل میں بسا ہوا ہے تو "وہ"۔ آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے تو "وہ"۔ بنتی ہے تو "وہ" سے۔ بگڑتی ہے تو "وہ" سے۔ خلاصہ یہ کہ ہر طرف "وہ" ہی "وہ" کا جلوہ نظر آ رہا ہے۔ اور جو کچھ ہے "وہ" ہی "وہ" ہے۔ ہم "وہ" کے لیے ہیں اور "وہ" ہمارے لیے۔

ہم پہ "وہ" کی وہیت اس قدر طاری ہے کہ سوا "وہ" کے ہمیں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ طیور خوش نوا میں "وہ" کی آواز ہے۔ خوشبودار پھولوں میں "وہ" کی بو آ رہی ہے۔ گلِ رعنا "وہ" کے رخسار تاباں کا جلوہ دکھا رہا ہے۔ نرگس "وہ" کی چشم فتان ہے۔ سنبل "وہ" کی کاکل پیچاں ہے۔ غرض جس چیز میں دیکھو "وہ" کا جلوہ نظر آ رہا ہے۔

اس لیے "وہ" اے پیارے "وہ" دلدار "وہ" نازآفرین "وہ" ہمیں بس تو ہی چاہیے اور کچھ نہیں۔ تیرے سوا ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ایک "وہ" مل جائے تو پھر ہمیں کسی کی پروا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ "وہ" "ہو" "ہم" ہوں۔ بلکہ ہم بھی "تم" ہوں

اور صرف "وہ ہی وہ" رہ جائے۔

بے مزد بود و منت ہر خدمتے کہ کردم
یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت

دلدادگان حرمان نصیب کی زبان سے تو یہ شکایت ہمیشہ اور ہر جگہ سنی جاتی ہے کہ جن نازآفرین مہ وشون کی یاد مین ساری دنیا سے ترک تعلق کیے بیٹھے ہین وہی انہین اپنے دلون سے بھلائے ہوے ہین۔ اور جنکے نام سے جیتے ہین انہین کو انکے مرنے جینے تک کی پروا نہین۔ دنیا بھر مین جب کسی سے وعدہ کیا ہے پورا کرینگے اور نہ پورا کرینگے تو اسی وعدے کو جو اپنے چاہنے والون سے کیا ہے۔ عشق کے ہاتھون ہین ایسے بہت سے کرشمے نظر آچکے ہین۔ وہی بیوفا ہین جنسے ہمارا برتاؤ وفاداری کا ہے۔ وہی دشمن ہین جن کے ہم دوست بنے ہوے ہین افسوس!

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید جو نہین جانتے وفا کیا ہے

مگر کاش یہ مصیبت عشق و عاشقی ہی کی دنیا تک محدود رہتی۔ قیامت تو یہ ہے کہ دنیا کو جس پہلو سے دیکھیے اور آزمایئے یہی حالت نظر آئیگی۔ سچی خدمتگذاری اور خالص وفاداری کا پھل دنیا مین ہر شخص کو ایسا ہی ملا کیا ہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے آل مروان کی سلطنت کی بنیاد مضبوط کی تھی اور آخر بنی مروان ہی کے ناشکر گذار ہاتھون سے اسکا خاندان پامال ہوا۔ بنی عباس کو ابومسلم نے سریر خلافت پر بٹھایا تھا۔ اور بنی عباس ہی کے ہاتھ سے وہ قتل ہوا۔ اسی طرح جس شخص نے خلافت بنی فاطمہ مصر کی بنیاد ڈالی تھی وہ بنی فاطمہ ہی کی شمشیر بیوفائی کی نذر ہوا۔ خلاصہ یہ کہ

کس نیاموخت علم تیر از من که مرا عاقبت نشانہ نکرد

جس طرح معشوقون کے ہاتھون عشاق کو تکلیف ہی پہونچتی رہی اسی طرح دنیا کے مخدومون سے انکے سچے خادمون کو ہمیشہ ضرر ہی پہونچا۔ عموماً وفاکیشون کے ساتھ بے رحمی و بدسلوکی ہی کا برتاؤ ہوا۔ اور دنیا مین جب غور سے دیکھا تو یہی نظر آیا کہ "نیکی کا بدلا بدی مل رہا ہے"۔

لیکن آخر یہ ہے کیون؟ رخ زیبا کے دیوانے اور نظر غلط انداز کے آرزومند

بننے مین کون سی برائی ہے کہ لوگ دشمن ہو جاتے ہین؟ کسی سے وفاداری کرنا یا کسی پر احسان کرنا کون سا گناہ ہے کہ اچھے اچھون کو اسکے صلے مین بیوفائی اور محسن کشی ہی کرتے دیکھا؟ لوگ دولت کو اندھا بتاتے ہین کیا دنیا بھی اسکے ساتھ اندھی ہے؟ یہ نہین تو پھر کیا بات ہے کہ پیغمبر جس امت کے خیراندیش ہوتے ہین اُسی کے ہاتھون مارے اور ستائے جاتے ہین - اور فلسفی جس قوم کی اصلاح کے درپے ہوتے ہین اُسی کے سہامِ جہالت کا نشانہ بنتے ہین! مسیح و ذکریا کے خون کے دھبے اسی ناسپاس دنیا کے دامن مین لگے ہوے ہین - اور سقراط کا سا مصلح قوم فلسفی اسی ناشکری پر قربان ہو چکا ہے۔

او اندھی اور بے وفا دنیا! اگر تجھے اپنے خیراندیشون پر ترس نہین آتا تو نہ سہی - خود اپنے انجام پر تو نظر کر - کیا ان بے رحمیون کے بعد تو چین سے بیٹھ سکتی ہے؟ یا ایسے مظالم کرکے تجھے کچھ مل جائیگا؟ ہرگز نہین - تو خراب ہوگی اور بہت ہی خراب - ہمین ستا کے تو بھی ستائی جائے گی - اور وہی ہوگا جو کسی دل جلے نے حکم لگا دیا ہے کہ

تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے

جن دغابازون کے فقرون مین آکے - جن جھوٹے خوشامدیون کی باتون پر اعتبار کرکے تو نے اپنے سچے وفاکیش دوستون پر ظلم کیا ہے وہ تجھے اُس انجام سے نہین بچا سکتے جسکے ہر ظلم کے بعد نمایان ہونا ضروری ہے - جن غلط وبے اصل خیالات مین پڑکے تو نے اپنے خیراندیشون کو اذیت پہونچائی ہے ایک دن کھلین گے اور عالم آشکارا ہو جائیگا کہ تھا کیا اور تو نے کیا سمجھا؟ -

لیکن ہم نہین چاہتے کہ اپنی بہرون کے نتیجے مین تجھے کوئی انجام بد دیکھنا پڑے ہم اپنے مذہب و اعتقاد کی رو سے دنیا کے بنانے اور سنوارنے کے لیے آئے ہین نہ بگاڑنے اور آزار پہونچانے کے لیے - تو چاہے ہمین اپنا دشمن تصور کرے مگر ہم اب بھی تیرے دوست ہین - اور تیرے لیے بھلائی ہی چاہتے ہین - اس لیے کہ تجھے ہمین ستا کے اپنے خیال یا زعم باطل مین کوئی ذرا سی مسرت ضرور حاصل ہوتی ہوگی - مگر ہمین اپنے دل وفاکیش [illegible] کو تیرے کسی [illegible] و رنج مین مبتلا دیکھ کے صدمہ ہی ہوگا -

لندن اور لکھنؤ کے مشرقی و مغربی حصے

اس عصر کے بابل اور دولت برطانیہ کے دار السلطنت لندن کے شرقی و غربی حصوں کو ایک خاص حیثیت سے شہرت و ناموری حاصل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں حصے ایک دوسرے کے مقابل میں عجیب قسم کا اختلاف و امتیاز رکھتے ہیں۔ مغربی حصۂ لندن دولتمندی اور شان و شوکت کا مرکز ہے۔ بڑے بڑے اُمرا۔ اعلیٰ درجے کے مدبرانِ سلطنت۔ اور دولتمند تاجر اسی حصے میں رہتے ہیں۔ مشہور زمانہ تھئیٹر۔ عالیشان ہوٹل اور ارلس کورٹ اور اُلمپیا کی سی تفرج گاہیں سب اسی مغربی شان و شوکت کے آغوش میں نظر آتی ہیں۔ اعلیٰ درجے کے کلب۔ جادونگاہ دلرباؤں اور ماہوش خاتونوں کی عشرت گاہیں۔ عالی مرتبہ لارڈوں اور معزز ڈیوکوں کی باشان و شوکت محفلیں۔ اور علما و فضلا کی نکھری صحبتیں۔ سب شہر کے اسی سواد میں ہیں جو نمونۂ فردوس بریں بنا ہوا ہے۔ یہیں وہ باعظمت و جبروت عمارتیں قائم ہیں جن کی دنیا میں شہرت ہے۔ اور یہیں کی انجمنوں اور دعوتوں میں وہ فصیح و بلیغ اسپیچیں سُنی جاتی ہیں جو مدتوں تک اطراف عالم میں گونجتی رہتی ہیں۔ پارلیمنٹ کی اعجوبۂ روزگار عمارت یہیں ہے۔ ایوان خسروی و سریر شہریاری یہیں ہے۔ برٹش میوزیم۔ مکینکل میوزیم۔ اور نیچرل ہسٹری میوزیم یہیں ہیں۔ دفاتر سرکاری اعلیٰ عدالتیں۔ وسٹ منسٹر ایبی۔ اور سینٹ پالس کیتھیڈرل یہیں ہیں۔ اور ہائڈ پارک اور ریجینٹ پارک کی سی فرحت بخش و جانفزا نزہت گاہیں بھی یہیں ہیں۔ یہی حصۂ فیشن کا سانچہ ہے۔ یہیں کے درزی لباس میں روز ایک نیا بانکپن پیدا کرنے کے بادشاہ ہیں یہیں کی بیگمیں اور خاتونیں دن میں بیس وضعیں نکالتی اور ہر لحظہ بوضعِ دگر آن یار برآمد کی مصداق بنی رہتی ہیں۔ یہیں ہر موسم دلوں میں نئی اُمنگیں پیدا کرتا ہے۔ یہیں روز نئی وضعیں ایجاد ہوتی ہیں۔ یہیں کی تراش خراش پر ساری دنیا کی نظر رہتی ہے۔ اور اسی کی سڑکوں پر پھر پھر کے نوجوان عیاشی و عشرت پرستی کے نئے نئے کرشمے دیکھتے سیکھتے اور فیشن ایبل بنتے ہیں۔

یہ تو لندن کا مغربی حصہ تھا۔ اب مشرقی حصے کو بھی دیکھ لیجیے۔ جو نکبت و فلاکت اور تباہی و خستہ حالی کا سب سے زیادہ عبرتناک نمونہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہ حصۂ لندن

وحشت ناک جہالتون اور خوفناک بے حمیتیون کا ظلمت کدہ بنا ہوا ہے۔ غربت و افلاس نے یہان تہذیب و شرافت کے ساتھ عصمت و غیرت کو پامال کر ڈالا ہے۔ بہت کم ایسی سڑکین ہین جن مین کسی مہذب و شایستہ آدمی کو دلچسپی ہو سکے۔ اور بعض سڑکون پر بدتمیزی و بے شرمی اور جہالت و تنگدستی ایسی ہیبت ناک صورت مین نمایان رہتی ہے کہ مہذب و شریف آدمی عزت و آبرو کے اندیشے سے گذر نہین سکتا۔ بڑے بڑے مصنفون اور اعلیٰ مرتبے کے جادو نگارون نے اس حصۂ شہر کی تباہیون اور مصیبتون کو عبرتناک الفاظ اور موثر عبارتون مین ظاہر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ افلاس و فاقہ زدگی نے یہان نہ عصمت ہی باقی رکھی ہے اور نہ شرافت۔ ڈاک یارڈ اور بڑے بڑے کارخانے اس حصے مین قائم ہین جن سے غریب مزدورون کی بہت کچھ پرورش ہو جاتی ہے۔ مگر پھر بھی گنجان آبادی کے غریب بسنے والون کو اکثر نہ پیٹ بھر روٹی ملتی ہے اور نہ بقدر ضرورت کپڑا۔ جسکی وجہ سے انتہا درجے کی بدکاری و بے شرمی۔ اور حد سے زیادہ بیحیائی و عصمت فروشی کے کرشمے نظر آتے رہتے ہین۔

اس امتیاز نے یہ فرق پیدا کر دیا ہے کہ مغربی حصے کی دوکانون مین اگر اعلیٰ قسم کا مال نہایت گران قیمت پر ملتا ہے تو مشرقی حصے مین ذلیل سے ذلیل اور خراب سے خراب چیزین بہت ہی سستی فروخت ہوتی ہین اور اسپر بھی مشرقی لندن کے غربا بسر نہین کر سکتے لیکن اس غربت و فلاکت پر بھی مشرقی لندن اعلیٰ درجے کی عمارتون اور بڑے بڑے مکانون سے بھرا ہوا ہے۔ جو سلسلہ وار بڑے بڑے سر بفلک پہاڑون کی طرح قائم ہین۔ اور انکے بھٹون اور کھوئن یعنی تنگ و تاریک حجرون اور تہ خانون مین ہزارہا مخلوق رات کو اس طرح بہائم کے مثل بھر دی جاتی ہے کہ نہ باپ بیٹی کا امتیاز باقی رہنے پاتا ہے نہ بھائی بہن کا۔

اب مغرب زمین کو چھوڑ کے ارض مشرق مین آئیے۔ اور ہمارے مرحوم شہر لکھنؤ پر ایک نظر ڈالیے۔ اس شہر کے مشرقی و مغربی حصون مین بھی وہی تقابل و تضاد نظر آئے گا جو لندن مین نظر آیا تھا۔ مگر فرق اتنا ہے کہ لندن کا مغربی حصہ شان و شوکت۔ دولت و امارت۔ اور شایستگی و تہذیب کا نمونہ ہے۔ اور لکھنؤ کا مشرقی حصہ۔ جسکی عمارت و آبادی سے مرفہ الحالی اور رونق کے ثبوت ملتے ہین۔ اسی کے مقابل لندن کا مشرقی حصہ

اگر فلاکت و افلاس کا ظلمت کدہ ہے تو لکھنؤ کا مغربی حصہ جہان تباہی و بربادی اور فلاکت و ذلت کی کوئی انتہا نہین باقی رہی۔

یورپ والے مشرق کو عیش و عشرت اور شان و شوکت کا گھر تصور کرتے ہین۔ اور مشرقی دنیا خصوصی ہندوستان والون کے خیال مین ارض مغرب ہر قسم کی ترقیون، شان اور دولتمندیون کا مرکز ہے۔ اس مناسبت سے لنڈن اور لکھنؤ کا یہ باہمی اختلاف چندان بے محل و بے موقع نہین۔ تا کہ مغربی سیاح کو یہان کے مشرقی حصہ شہر مین اپنے خیال کی مشرقی دھوم دھام نظر آجایا کرے۔ اور ہندوستان کے طالب علم کو وہان پہونچتے ہی مغربی حصہ شہر مین وہ مغربی دھوم دھام۔ شان و شوکت۔ اور زینت و آرایش نظر آجائے جسکے خواب دیکھتا ہوا وہ بحیرۂ روم کے پار ہوتا ہے۔

مگر لکھنؤ اور لنڈن کا مقابلہ ہی کیا؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ سچ تو یہ ہے کہ صحیح تقابل یون نہین معلوم ہو سکتا کہ لنڈن کے ایک دولتمند حصے کا وہین کے ایک فلاکت زدہ حصے سے اور لکھنؤ کے ایک آباد حصے سے یہین کے ایک پامال حوادث حصے سے مقابلہ کیا جائے۔ اگر اصلی و حقیقی مناسبت دیکھنی ہے تو چاہیے کہ لکھنؤ کے بارونق مشرقی حصے کا لنڈن کے پُر از عیش مغربی حصے سے اور لکھنؤ کے تباہ شدہ مغربی حصے کا لنڈن کے افلاس زدہ مشرقی حصہ سے مقابلہ کیا جائے۔ تا کہ وہان کی دولتمندی کا یہان کی دولتمندی کے مقابلے مین اور وہان کی فلاکت کا یہان کی فلاکت کے مقابلے مین اندازہ کیا جا سکے۔

اس مین شاید کسی کو شک نہ ہوگا کہ لنڈن کی شوکت و حشمت کے مقابلے مین لکھنؤ کی دولت کوئی چیز نہین۔ جس شہر کی عظمت و شان کا مقابلہ سارے روے زمین کا کوئی شہر نہ کر سکتا ہو۔ اُسکے مقابل مین لکھنؤ کا نام لینا ہی بے عقلی ہے۔ نہ لکھنؤ کو ویسی سلطنت نصیب ہو سکتی ہے اور نہ ویسی لیاقت و شایستگی۔ نہ ویسی سر بفلک عمارتین نصیب ہو سکتی ہین۔ اور نہ ویسی تفرج گاہین۔ اور اسی سے اسکا بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ لنڈن کی دولت کے مقابلے مین لکھنؤ کی دولت وہی نسبت رکھتی ہے جو وجود کو عدم سے ہے۔ مگر فلاکت و تباہی مین ہمارا لکھنؤ لنڈن کے مشرقی حصے سے البتہ مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور ایسا مقابلہ کہ ہر حال مین وہی کامیابی کی امید رکھتا ہے۔

واقعی یہ بات لطف سے خالی نہین کہ اس پہلے ماتحتی پہ بھی لکھنؤ ایک حیثیت سے

لندن کا مقابلہ کرنے کو موجود ہے - اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لندن کے مقابلے مین لکھنؤ کا نام ہی نہ لینا چاہیے - کیونکہ اگر لندن دولتمندی مین بڑھا ہوا ہے تو لکھنؤ فلاکت زدگی مین - ہم اگر لندن کی شان و شوکت اور وہان کے تزک و احتشام کا مقابلہ نہین کر سکتے تو وہ بھی ہماری تباہی و بربادی اور نکبت و فلاکت کا مقابلہ نہین کر سکتا -

لکھنؤ کی تباہی و بربادی! کس کی زبان کو یارا ہے کہ اُسے بیان کر سکے؟ اور کس کے قلم مین طاقت ہے کہ اُسکا اظہار کر سکے؟ اے انگریزی زبان کے جادو نگارو! اور اے انگلش لٹریچر کے معجز بیانو! تم نے مشرقی لندن کی فلاکت زدگی و مفلسی اور وہان کی نکبت و مصیبت کو بہت زور دے کے بیان کیا ہے - اپنی اس جادو بیانی سے تمنے بہت سے دلون کو زخمی کر دیا ہے - بہت سے کلیجون مین ناسور ڈال دیے ہین - اور اپنے دیگر کمالات کی طرح اپنی مصیبت کو بھی تم نے دنیا مین بےمثل و بےنظیر ثابت کر دیا ہے - مگر صرف اس وجہ سے کہ تم نے لکھنؤ کی تباہی کو نہین دیکھا - تم جانتے ہی نہین کہ تباہی و بربادی کیسی ہوتی ہے - اور نکبت و افلاس کسے کہتے ہین - اگر لکھنؤ کی نکبت و مصیبت کے سین تمھاری نظر سے گذرے ہوتے تو لندن کی فلاکت دکھانے کے لیے تمھارے قلم مین یہ زور ہی نہ باقی رہتا - اور تم خود سمجھ جاتے کہ یورپ کی مسکنت و فلاکت کے بیان مین جو الفاظ مبالغۂ شاعرانہ خیال کیے جاتے ہین وہ لکھنؤ کے حق مین حقیقتِ حال ہین -

اس مین شک نہین کہ دنیا مین اور بھی تباہی زدہ شہر موجود ہین - اور صدہا عظیم الشان شہر تھے جو آج خستہ و خراب اور تباہ و ویران پڑے ہوے ہین - مگر اُن سب کی سرگذشتین داستانِ کہن ہو چکین - اور اُنکے عروج و اقبال کا تماشا دیکھنے والے آغوشِ لحد مین لیٹ کے ایسے خاموش ہو گئے کہ قیامت تک شکایت نہ کرینگے - نہ اُنکے کھنڈرون پر کھڑے ہو کے کوئی آہ کھینچنے والا باقی رہا - اور نہ اُنکی تباہی کا مرثیہ سنانے والا - مگر لکھنؤ! آہ لکھنؤ! تیری رونق و عظمت شب گذشتہ ہی کی پرلطف محفل تھی - جسکی یاد ہر دل مین تازہ ہے - اور دیکھنے والون کو بھلائے نہین بھولتی - تیری رونق کے دیکھنے والے ہزارون زندہ ہین - اور سیکڑون آنکھین ہین جن کے سامنے تیرے جاہ و جلال کی تصویرین پھر رہی ہین -

مغربی حصۂ لکھنؤ وہ لکھنؤ ہے جو گذر گیا - کبھی تھا اور اب نہین ہے - تباہی و بربادی

میں کہیں یہ ہوتا ہے کہ مکان ہیں اور مکین نہیں۔ یہاں یہ عالم ہے کہ نہ مکین ہی رہے نہ مکان ہی رہے۔ صدہا محلے ہیں جنکے نام میونسپلٹی کے رجسٹر میں موجود ہیں مگر اُن میں نہ کوئی مکان رہا نہ کوئی بسنے والا۔ یہاں جو لوگ رہتے تھے اُنھوں نے اپنے مکانوں کا آخر تک ساتھ دیا۔ جب عالیشان محلسراؤں کی دیواریں گریں تو نازنینان حرم (پاکدامن خاتونیں اور بیگمیں) چادریں تان تان کے بسر کرنے لگیں۔ جب چھتیں رخصت ہوئیں تو چھپر ڈال لیے اور یہ بھی نہ نصیب ہوا تو آسمان ہی کے نیچے بسر کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ فلک بے مہر یہ بھی نہ دیکھ سکا اور وہ سب ایڑیاں رگڑ رگڑ کے اور فاقے کر کر کے مر گئیں۔

لکھنؤ! تیرا مغربی حصہ ہزارہا آرزوؤں کا گنج شہیداں اور لاکھوں حسرتوں اور تمناؤں کا گور غریباں ہے۔ کیسے کیسے عالیشان محل۔ اور کیسی کیسی سر بہ فلک عمارتیں آنکھوں کے دیکھتے ہی دیکھتے خاک میں مل گئیں۔ صرف دو عمارتیں ایک نواب آصف الدولہ کا مشہور امام باڑہ اور دوسری حسین آباد کی بارونق عمارت اسلیے باقی رہ گئی ہیں کہ اپنی گرد و پیش کی آبادی اور باشان و شوکت ایوانوں کے کھنڈروں پر کھڑے ہو کے اور اُنکی طرف اشارے کر کر کے اُنکے مرثیے سُنائیں۔ اور زمانے کو مدت ہائے دراز تک یاد دلاتی رہیں کہ یہاں کبھی کیسی عظمت و شوکت اور کس درجے کی دھوم دھام تھی۔ آس پاس کے محلوں میں کیسی چہل پہل تھی اور گلی کوچوں میں کیسی بھیڑیں لگی رہتی ہیں۔

لکھنؤ میں باہر کے ہزارہا سیاح آتے اور آباد مشرقی حصے کی سیر کر کے چلے جاتے ہیں اُنھیں خبر بھی نہیں ہونے پاتی کہ اسی شہر کے مغربی حصے میں کیا قیامت بپا ہو گئی اور کس طرح بڑے بڑے محلوں کی جگہ جن میں کبھی دولت و حشمت کے بہترین نمونے نظر آتے تھے ہل چل رہا ہے۔ جدھر دیکھیے ایک عالم ہو ہے۔ اور ہر طرف موت کا سناٹا طاری ہے کاش کوئی سیاح دو قدم چل کے اِدھر آتا اور اس ادبار نصیبی کے سین کو بھی دیکھتا اور کسی دیرینہ سال فلاکت زدہ شخص سے جسنے ان کھنڈروں سے مرتے دم تک نباہنے کا وعدہ کر لیا ہو۔ اور یہیں کی گری پڑی اینٹوں پر بیٹھا ہوا عبرت روزگار کا تماشا دیکھتا ہو یہاں کی سرگزشت سُنتا تو اُسے معلوم ہوتا کہ اس مقتل آرزو میں کیسے کیسے پُر فضا چمن اُجڑ گئے ہیں۔

مشرقی لندن میں افلاس ہے۔ مگر ایسا افلاس جسکو انسان برداشت کر سکتا ہے۔ جو

جو لوگون کو تنگدست بناتا ہے کم مارتا نہین - آبادی کو نکبت مین مبتلا کرتا ہے مگر اُجاڑتا نہین - لیکن مغربی لکھنؤ کا افلاس وہ افلاس ہے جو اپنے مظلومون کو روندتا اور پامال کر ڈالتا ہے - جسکو سہنا انسانی قوت سے باہر ہے - اور جو چند ہی روز مین عمارتون کی اینٹ سے اینٹ بجاتا - اور زندون کو سوا آغوش لحد کے کہین پناہ نہین لینے دیتا -

مشرقی لندن کی فلاکت کے نوحہ خوان انگلستان کے نازک خیال شعرا - وادو بیان اسپیکر - اور معجز نگار ناولسٹ ہین - مگر مغربی لکھنؤ کی تباہی پر کوئی رونے اور دو آنسو بہانے والا بھی نہین - شعرا کو تو گل و بلبل کی داستان سے چھٹی نہین - اسپیکر ہندو مسلمانون کے مابین تفرقہ اندازی کر رہے ہین - اور ناولسٹ یا اگلے قصے سُناتے یا حسن و عشق کی داستانین چھیڑتے ہین -

مشرقی لندن کے تباہی سے بچانے کے لیے رحمدل اور درد مند قومی سلطنت نے وہان صدہا کارخانے قائم کر دیے ہین - ڈاک یارڈ بنوا دی ہے - جن چیزون کی وجہ سے لاکھون مخلوق اپنا پیٹ پال سکتی ہے - زمین کے نیچے ریل اور اوپر ٹریموے - اور اُمنی بس گاڑیون کو جاری کر دیا ہے تاکہ اُس حلقے کے رہنے والے نہایت آسانی سے آباد و پُر دولت حصۂ شہر مین پہونچ سکین - جہان رات دن ہن برستا ہے - بخلاف اسکے مغربی لکھنؤ کی خانہ بربادی کی طرف گورنمنٹ نے بھی توجہ نہ کی - اور جتنے کارخانے اور کاروبار ذریعۂ معیشت ہو سکتے تھے سب مشرقی حصۂ شہر ہی کے لیے مخصوص تصور کیے گئے - متعدد ریلوے لائنون مین سے کسی نے کوئی اسٹیشن بھی وہان قائم نہ کیا - غرض ان سب چیزون کے ذریعے سے مشرقی حصۂ شہر ہی کی رونق و آبادی مین اضافہ کیا گیا -

لکھنؤ کے سب سے بڑے دوست مسٹر ٹیلر تھے - جنھون نے شہر کے گلی کوچون مین پھر پھر کے اور صدہا تجویزین نکال کے شہر کی رونق دوبالا کرنے کی کوشش کی - مگر افسوس یہ بدنصیب حصۂ شہر اُنکی نظر کیمیا اثر مین بھی قابل ہمدردی نہ ثابت ہوا - اُنھون نے بھی اسکی طرف سے چشم پوشی کی - میونسپلٹی کے ممبرون سے کچھ امید ہو سکتی تھی مگر اُنکو بھی اُن آباد محلون کے سوا جن مین اُنکی عالیشان کوٹھیان واقع ہین اس اُجاڑ حصۂ شہر سے کوئی ہمدردی نہین -

مردم شماری کی رپورٹین بتا رہی ہین کہ مغربی لکھنؤ کی آبادی اس قدر گھٹتی جاتی ہی

کہ ہر دس سال بعد سو مین پچیس آدمی بھی باقی نہین رہتے - اور اب اس درجے کو پہونچگئی ہے کہ آیندہ مردم شماری مین شاید دو ہی چار آدمی باقی رہ جائین گے - مگر اسکی طرف نہ گورنمنٹ ہی کو توجہ ہے اور نہ اُن با اقتدار اراکین شہر کو جو کچھ کر سکتے ہین - بہر حال اے تباہ و ویران مغربی لکھنؤ! تباہی و بربادی مین کوئی شہر تیرا مقابلہ نہین کرسکتا - اور تیری تباہی وہ تباہی ہے جس سے بچانے کے لیے کسی کو تجھسے ہمدردی بھی نہین - بہرحال ایک خدا کی ذات ہے جس سے امید کی جا سکتی ہے - مگر بظاہر تو وہ بھی تجھپر مہربان نہین نظر آتا -

ذکرِ عیش بہ از عیش

سچے پاکباز عشق قیس عامری کی نسبت کہتے ہین کہ اُسے جو مزہ دشت نجد مین تن تنہا بیٹھ کے لیلیٰ کے یاد کرنے اور لیلیٰ کی خیالی تصویر سے باتین کرنے مین آتا تھا کبھی خود لیلیٰ کی صحبت مین نہ آیا - اور اسی طرح ہمین بھی جن پیاری صورتون سے اُنس ہے اُنکی یاد کے ہر دم تازہ رکھنے مین جو لطف حاصل ہوتا ہے خود اُنکی ذات مین نہین نصیب ہوتا - حسینو! یہ کیا بات ہے کہ جو خوبیان تمھارے خیال اور تمھاری یاد مین ہین خود تم مین نہین ہین؟ کیا اسلیے کہ تم بیوفا و جفا شعار ہو؟ یا اسلیے کہ تم ہمین ستایا کرتے ہو؟ نہین - ایسا نہین ہے - یہی ہوتا تو پھر تمھاری اُن بے مہریون ہی کے خیال مین ہمین کیون مزہ آیا؟ ہم نے تو ایسا جفا پسند دل پایا ہے کہ تمھاری کج ادائیون - تمھاری بے رخیون - اور تمھاری سرد مہریون کو بھی مزہ لے لے کے یاد کیا کرتے ہین - تمھارے جور سے بھاگتے ہوتے تو پھر اُسی جور کی یاد سے دل بہلنے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟ اصل یہ ہے کہ لطف ہو یا جور - نظر عنایت ہو یا کج ادائی - غرض جس چیز سے دل کو کسی قسم کا اُنس ہو اُسکے تذکرے اور اُسکی یاد مین جو لطف ہے خود اُس مین نہین - اور جسنے کہا ہے کہ "ذکر عیش بہ از عیش" سچ کہا ہے اور خوب کہا ہے -

دوستو! جو مزہ ہمنے اکثر تمھارے خیال سے اور تمھاری باتین اور صحبتین یاد کرکے اُٹھالیا ہے خود تم سے اور تمھاری صحبت سے نہین اُٹھا سکے - غربت و سفر - اور مصیبت و تکلیف کی حالت مین جب کبھی تم یاد آگئے ہو کیا بتائین کہ دل کو کیسی تسلی

اور تمھاری محبت بھری باتون کے خیال سے کیسی تسکین ہوگئی ہے - تمھاری اُس یاد ہی نے ہمارے دل مین ایسی کشش پیدا کی کہ اُلو العزمی کی صدہا آرزوؤن اور بلند حوصلگی کی ہزارون امیدون کو خدا حافظ کہکے فقط ایک تمھارا شوق دل مین لیے ہوے وطن آئے - مگر برا ماننے کی بات نہین - یہان پہونچ کے تم مین وہ بات نہین پائی جو تمھاری یاد مین تھی -

لیکن اسکا سبب کیا ہے کہ کسی چیز یا کسی شخص کی یاد مین جو لذت ہے خود اُس مین نہین - بظاہر یہ بات بالکل عقل و قیاس اور فطرت و عادت کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ عقل کا بھی یہی فیصلہ ہونا چاہیے کہ جس چیز کے خیال و تصور مین لطف ہے خود اُس مین کہان تک لطف نہ ہوگا؟ بلکہ یہ لازمی ہے کہ ذکر و تصور سے بدرجہا زیادہ لطف خود اُسکے حصول مین ہو - مگر نہین - یہ قیاس کی غلطی ہے - اور اُسی قسم کی غلطی جیسی کہ آجکل کے استقرائی فلسفے کے مقابلے مین اگلے قیاسی فلسفے سے ہوجایا کرتی تھین - استقرا کا بڑا عنصر تجربہ ہے - اور تجربے کے سامنے قیاس کوئی چیز نہین جب ہم روز تجربہ کرتے رہتے ہین کہ عیش کا تصور خود عیش سے زیادہ بامزہ ہوتا ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ کوئی قیاسی مغالطہ ہمین دھوکا دے سکے؟

سچ یہ ہے کہ وہی اسباب و علل زیادہ صحیح اور سچے ہوتے ہین جو تجربے کے بعد اُسکی مناسبت مین قائم کیے جائین - اور اُسی نتیجے کو ثابت کرین جو تجربے کے ذریعے سے نظر آچکا ہے - چنانچہ اس اصول کے مطابق اب ہم بتاتے بلکہ ثابت کیے دیتے ہین کہ سامان مسرت سے ذکر مسرت مین کیون زیادہ لطف ہے؟

تاریخ اور واقعات عالم بتا رہے ہین کہ عیش مین اکثر خلل پڑ جاتا ہے - اور بسا اوقات ایسے ناگہانی ترددات پیش آجایا کرتے ہین کہ مزا کرکرا اور نشہ ہرن ہو جاتا ہے - ایک باشان و شوکت اور صاحب سطوت و جبروت خلیفہ کے واقعات مین مذکور ہے کہ ہفتہ یا اُس سے زیادہ زمانے تک مئے و معشوق اور عیش و عشرت مین بسر کی اور نشاط عیش مین اس قدر از خود رفتہ ہوا کہ کہہ بیٹھا "لوگ کہتے ہین کوئی صحبت عیش خار غم سے خالی نہین - مگر میرا یہ جشن طرب بغیر اسکے کہ فکر و تردد کے زنگ سے ذرا بھی مشوش ہو -

پورے لطف کے ساتھ ختم ہوا چاہتا ہے۔ یہ کہہ رہا تھا کہ اُسکی وہی محبوب ترین معشوقہ
جو اس جشن طرب مین اُسکی انیس و ہمدم رہی تھی اُسکے دل مین ایک درد اُٹھا اور دم بھر
مین تڑپ کے مرگئی۔ اور وہ سب عیش و طرب خاک مین مل گیا۔ صحبت عیش بزم ماتم
بن گئی اور صداے سرود کی جگہ شور ماتم بپا ہوگیا۔ خلیفہ نے [illegible] اُسکی لاش
نہ دفن ہونے دی یہان تک کہ خود بھی اُسی صدمۂ جانکاہ مین جان دی اور [illegible]
ساتھ دفن ہوے۔

اس ایک واقعے ہی پر موقوف نہین۔ بڑے بڑے جشنون مین اکثر یہی نظر آتا رہا
ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسی بات اُٹھ کھڑی ہوئی جسنے سارا لطف خاک مین ملا دیا۔ دنیا
مین ایسے صدہا واقعات گذر چکے ہین جو بتا رہے ہین کہ عیش کی صحبتین شاذ و نادر عیش و
عشرت پر ختم ہوتی ہین۔ مگر ذکر عیش مین ایسے کسی خلل اور صدمے کا اندیشہ نہین۔ یاد اور
تصور کا وہ دلچسپ عالم ہے کہ اس مین آکے دنیا کے آلام و افکار اور مصائب و ترددات
بھی پُر لطف بنجاتے ہین۔ یہان ٹریجڈی بھی مزہ دیتی ہے اور ایک داستان غم مین بھی
اُتنا ہی مزہ آتا ہے جتنا کسی عیش و عشرت کی کہانی مین آتا ہے۔

ہر عیش کے لیے ایک خمار لازمی ہے۔ جو عیش بے مشقت و زحمت ہوا اُسکے بعد طبیعت
اُکتا کے مکدر ہو جاتی ہے۔ اور مسرت و انبساط نے جتنے زمانے تک اور جس حد تک مزاج
کو جوش طرب مین مصروف رکھا ہے۔ اُس سے زیادہ زمانے تک اور اُس سے بڑھکے
خمار عیش طبیعت کو پست اور بے مزہ رکھتا ہے۔ خمار کچھ شراب ہی کے ساتھ مخصوص نہین
ہر عیش اور ہر راحت کے بعد ایک خمار ہے۔ مگر اس ناگوار اور اذیت رسان خمیازے کا
عیش سے اگر خالی ہے تو ذکر عیش۔ جس سے جتنی دیر تک چاہیے لطف اُٹھائیے
نہ طبیعت بدمزہ ہوگی نہ افسردگی و پژمردگی سے سابقہ پڑے گا۔ یہی خمار صحبت عیش
ہے جسکی بدولت انسان اکثر دور طرب سے اُکتا جاتا ہے۔ مگر ذکر عیش مین یہ بات نہین
آپ چاہے کتنے ہی زمانے تک عیش و عشرت کے خیال مین محو رہین دل نہین گھبرائیگا
اور طبیعت کا بار بار یہی تقاضا رہیگا کہ ع

بیٹھے رہین تصور جانان کیے ہوے

جن صحبتون مین عیش پرستی حد سے گذری ہوئی تھی۔ اور نشاط [illegible] [illegible]

رنگ رلیان منائی جا رہی تھین اُنکا خاتمہ تم نے بارہا دیکھا ہوگا کہ کیسی بدمزگی اور
تنغص پر ہوا - جو دولتمند گھرانے دنیا کے مزے اُڑا کے بگڑ گئے - اور جو بڑی بڑی چہل پہل
والے شہر ہر قسم کی دلچسپیون کے کرشمے دکھا کے اُجڑ گئے - جو بڑی بڑی معزز و ممتاز
قومین اپنی عظمت و جلال کا تماشا دکھا کے پامال ہو گئین - اور جو عالیشان اور زبردست
سلطنتین شان و شوکت کے جلوے پیش نظر کر کے تباہ ہو گئین اُن سے قطع نظر کر کے
جس صحبت شبینہ مین رات ہی کو ہوحق ہو رہی تھی - اور دنیا کی تمام فکرون کو لات
مار کے بادۂ عیش کے جام لنڈھائے جا رہے تھے اُسی کا انجام صبح کو جا کے دیکھو جبکہ
رات بھر کی روئی ہوئی شمع کے آنسو خشک ہو گئے ہون - رات بھر کے جاگے ہوے
تارون کی آنکھین خمار آلود ہو رہی ہون - اور سیہ مست حریفان صحبت ایسے غافل پڑے
ہون کہ کسی کو سر و پا کی خبر نہ ہو - تو صاف نظر آئیگا کہ عیش و عشرت کا انجام کیا ہوتا
ہے اور کیا ہوتا رہا ہے -

یہی حالات دیکھ کے ہم اس نتیجے کو بھی پہونچ سکتے ہین کہ عیش ایک غیر مستقل
اور فانی چیز ہے - اور ذکر عیش نہایت ہی پائدار ہے - اور کیونکر نہ ہو - عیش کے
سامان تمھارے اختیار مین نہین - تم اُن سے اُسی وقت تک لطف اُٹھا سکتے ہو
جب تک وہ تمھارے بس مین ہین - اور بدنصیبی سے اکثر یہی ہوتا رہا ہے کہ وہ جلدی چھینے
لیے جاتے ہین - مگر ذکر عیش ایسی لذت پائدار اور لازوال ہے جسے کوئی چھین نہین سکتا -
بہت سے محققین فلسفہ نے غالبًا خیال اور یاد کے اس استقلال ہی کو دیکھ کے یہ فیصلہ
کر دیا ہے کہ مذاہب نے مابعد الموت کے عالم مین جس جنت و دوزخ کا وعدہ کیا ہے
وہ دراصل اس عالم دنیوی کے اچھے کامون کی مسرت اور بُرے کامون کی ندامت سے
عبارت ہے - یعنی عیش نہین بلکہ ذکر عیش ہے - اگرچہ ہم اس ملحدانہ رائے کے ماننے کو ابھی
تیار نہین ہین - لیکن اگر یہ صحیح مان لیا جائے تو صاف طور سے اس بات کا راز کھل
جاتا ہے کہ ذکر عیش کیون ابدی ہے - اور خود عیش کس لیے فانی و ناپائدار -

فلسفیون کا یہ وہم صحیح ہو یا نہ ہو لیکن اس مین شک نہین کہ اہل اللہ اور صوفیہ
نے جو ذکر اور تصور کو اپنی اعلیٰ ترقیون اور خدارسی کا ذریعہ قرار دیا ہے محض اسی وجہ
سے کہ ذکر باقی رہتا اور جس مسرت کا ذکر کیا جائے وہ فانی -

سیف و قلم

اس میں شک نہیں کہ سیف و قلم دونوں بلا کی قوت و عظمت رکھتے ہیں - اور جو اثر خدا نے ان دونوں کو دیا ہے کسی چیز کو نہیں دیا - مگر اسی قوت و عظمت نے دونوں کو ایسا از خود رفتہ کیا کہ نہایت ہی مغرور و متکبر ہو گئے - اور اُنکے دعوے حدِ اعتدال سے گذرنے لگے - تلوار نے دعوائے "انا و لاغیری" کے زعم میں دنیا بھر میں غل مچا دیا ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند - اُدھر قلم کو جو جوش آیا تو اُس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ گیا - اور معتبر شہادتوں سے اُسپر یہ باغیانہ الزام ثابت ہو چکا ہے کہ حضور کنگ امپرر کے ہوتے "قلم گوید کہ من شاہِ جہانم"۔

ان مجرمانہ دعووں کا لازمی نتیجہ تھا کہ دولتِ برطانیہ کی سراپا انصاف عدالت نے دونوں کو سزا دی - تلوار تو آج سے پچاس سال پہلے ہی ہم سے چھین کے خاص شاہی محل میں قید کر دی گئی تھی - قلم باقی تھا - ۱۹۱۰ء کے آغاز میں وہ بھی چھین لیا گیا - اور اُسکی نسبت حکم ہوا کہ چند خاص ہاتھوں کی گرفت سے باہر نہ نکلنے پائے -

ان سزاؤں سے خود تلوار اور قلم پر کیا اثر پڑا؟ اسکا حال تو خود اُن سے پوچھیے یا اُن لوگوں سے جنکے وہ قبضے میں ہیں - ہاں ہم البتہ بالکل بیکار رہ گئے - جب تلوار ہاتھ سے رکھی ہے اُسوقت نہتے ہوئے تھے تو اب قلم کو ہاتھ سے رکھ کے گونگے ہو گئے -

بعض سرکش صاحبان سیف و قلم نے ایسی متمردانہ آزادیاں دکھائیں کہ شاید ہمارے لیے اب یہ کہنے کا بھی موقع نہ باقی رہا ہو گا کہ جس تلوار کو "ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند" کا دعویٰ ہے اور جس قلم نے یہ فرعونی دعویٰ کیا کہ "من شاہِ جہانم" وہ حضور ہی کے سیف و قلم ہیں - دوسرے کے ہاتھ کے شمشیر و قلم میں یہ دم داعیہ کہاں کہ جو تلوار اور جو قلم کہ رعایا کے ہاتھ میں ہوں اُنکی اتنی مجال کہاں کہ ایسا انا و لاغیری کا شور مچائیں؟ ہمارے ہاتھ میں اگر تلوار بھی تھی تو حضور ہی کی دی ہوئی - اور حضور کی تلوار کے اشاروں پہ چلنے والی - اسی طرح ہمارے ہاتھ میں قلم تھا تو حضور ہی کا عطا کیا ہوا - اور حضور ہی کے بتائے ہوئے اصول پہ چلنے والا - مگر افسوس کہ سرکار کو اعتبار نہ آیا - اور یہ دونوں [illegible] ہم سے چھین لئے گئے -

بجائے ہاتھ کی تلوار اگر ملک میں کوئی سکہ چلتا تو وہ آپ ہی کا سکہ ہوتا اور ہمارا قلم وہ سوائے سلطنت کرتا تو وہ آپ ہی کی سلطنت ہوتی جسے وہ اپنی سمجھتا اور اس پر ناز کرتا لیکن خیر اب تو جو ہونا تھا ہوا۔ آپ جیسا چاہتے تھے ویسا ہی فیصلہ ہو گیا۔ لیکن اس فیصلے کے وقت ہم سمجھتے ہیں کہ ایک بہت ہی ضروری اصول پر حضور کی نظر نہیں پڑی جسکی طرف توجہ کرنا ہمارے خیال میں نہایت ضروری تھا۔

انسان کے جسم میں کبھی کبھی دو چار چھوڑے پھنسیاں نہ نکل آیا کریں تو مادۂ فاسد سارے جسم کو سڑا ڈالے۔ اسی طرح کرۂ زمین پر اگر چند آتش فشاں پہاڑ نہ ہوں تو ساری زمین بخاراتِ محتبس کے زور و جوش سے پاش پاش اور غارت ہو جائے۔ انھیں چیزوں پر منحصر نہیں۔ ہر جوش کے لیے نکلنے کا کوئی ایک راستہ ضرور چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ایک جاہل معمار بھی اس اصول کو خوب سمجھا ہوا ہے کہ مکان میں اگر موری نہ بنائی جائے گی تو ایک ہی برسات میں منہدم ہو جائیگا۔ اصول جنگ میں بھی اس کلیہ سے درگذر نہیں کیا جاتا کہ ایک مجبور و مایوس اور جان پر کھیل جانے والے محصور حریف کے لیے اس حد تک راستہ چھوڑ دیا جانا چاہیے جہاں تک کہ اسکا جوش جانبازی فرو ہو جائے۔

لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پالٹکس کی دنیا میں آکے یہ عام قاعدہ حضور کے ذہن سے کیوں اتر گیا۔ انسان کو دلی جذبات کے ظاہر کرنے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ دلی بھڑاس نکالنے کے لیے قدرت نے دو طریقے عطا کیے ہیں۔ ایک زبان جسکا سفیر قلم ہے۔ اور دوسرا ہاتھ جو تلوار سے کام لیا کرتا ہے۔ کسی کو جب کسی پر غصہ آتا ہے یا کسی سے ملال ہوتا ہے تو وہ یا تو سخت و سست الفاظ کہتا اور گالیاں دے کے اور خوب جی بھر کے کوس کے دل کی بھڑاس نکال ڈالتا ہے اور یا تلوار سے کام لیتا ہے اور اپنی یا حریف کی جان کے درپے ہو جاتا ہے۔

غیظ و غضب ہی پر محدود نہیں اگر غور سے دیکھیے تو انسان خیال آفرینیوں کی ایک کل ہے۔ جسکے اندر ہر گھڑی طرح طرح کے جذبات حرکت میں آتے رہتے ہیں۔ اور ہر دم ایک تازہ جوش پیدا ہوتا ہے۔ ان جذبوں اور جوشوں کے نکلنے کے یہی دو راستے ہیں۔ زبان اور ہاتھ۔ اور زبان اور ہاتھ کے اوزار قلم اور تلوار ہیں۔ جب یہ دونوں

راستے بند ہوگئے۔ اور لوگ اپنے خیالات کو زبان سے نکال سکیں گے اور نہ ہاتھ سے۔ تو پھر ان خیالات کے دل میں محتبس ہونے اور سینے میں دبے پڑے رہنے سے جن خرابیوں۔ فسادوں اور فتنوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے وہ معمولی نہیں تصور کیے جا سکتے۔ سب سے بہترین حکمت عملی یہی تھی جو ہماری سلطنت کا اس سے پہلے عملدرآمد تھا۔ یعنی تلوار چھین کے ہاتھ کی قوت جو نہایت ہی خطرناک اور امن و امان میں خلل ڈالنے والی ہوتی ہے توڑ دی گئی۔ اور زبان و قلم کو آزادی دیدی گئی کہ جو چاہیں کہیں اور برا بھلا جو دل میں آئے لکھ ماریں۔ اُنکے لکھ مارنے یا زبان سے بک ڈالنے سے نہ سلطنت کے کسی انتظام کو نقصان پہونچ سکتا تھا اور نہ ملک کے امن و امان میں کسی قسم کا خلل پڑ سکتا تھا۔ کیونکہ فتنہ انگیز چیز جس سے عبارت شمشیر بُرّان ہے اُنکے ہاتھوں سے چھین لی گئی تھی۔ اور اگر وہ شیر غرّان بھی تھے تو اُنکے ناخن کاٹ لیے گئے تھے۔

لیکن قلم کے چھین لینے کے بعد اظہار جوش کا وہ بے خطر راستہ جو کھلا ہوا تھا وہ بھی بند ہوگیا۔ اور گویا اسکا سامان کر دیا گیا کہ رعایا کے دلوں میں یا سرکار کے چند بدخواہوں ہی کے سینوں میں جس قسم کا جوش پیدا ہو وہ اندر ہی اندر بند رہ کے زیادہ پرورش پائے زیادہ پختگی اور قوت حاصل کرے۔ اور جس سینے میں بند ہے اُس سے ایک بڑی دہلا دینے والی آواز کے ساتھ پھوٹے جس طرح کہ کوئی زبردست پڑاقہ پھٹتا ہے۔ اور اُسکی آواز دور دور تک گونج اُٹھتی ہے۔

شخصی سلطنتوں نے اکثر اوقات اسی قسم کی غلطیاں کی ہیں۔ اور اپنی ناعاقبت اندیشی سے رعایا کے دل و زبان اور دست و قلم پر پہرے بٹھائے ہیں۔ اور ہمیشہ اس کا بُرا نتیجہ ظاہر ہوا ہے۔ لیکن آزاد خیال برٹش گورنمنٹ سے ایسی فروگذاشت اور تنگخیالی کی ہم کو امید نہ تھی۔ یہ بم کے گولے جو کبھی کبھی برآمد ہو کے پھٹتے ہیں اور سارے ہندوستان میں اُن کا شور مچ جاتا ہے۔ اُنکا انسداد اور تدابیر سے بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ انتظام کہ صدہا سینے خطرناک جوش فساد سے لبریز ہو کے خود ہی بم کے گولے بن جائیں بدرجہا زیادہ خطرناک ہے۔ مگر ہمیں اس موقعے پر اپنا خیال ظاہر کر دینا تھا ورنہ ہمیں اس قسم کے امور سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ع

رموز مملکت خویش خسروان دانند

گریبان

صد ہا بار چاک کیا اور پھر وہی گلے کا ہار ۔ ہزارون دفعہ نوچ کے پھینکا ۔ اور پھر اُسی طرح گلوگیر ۔ آہ ! کیا کرین کہ اس ظالم گریبان سے پیچھا چھوٹے ۔ آہنی بیڑیان کٹ جائین ۔ فولادی ہتکڑیان ٹوٹ جائین ۔ مگر اس کمزور گریبان کے طوق وسلاسل سے گلو خلاصی نہ ہو ۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا ۔ دل نادان کی بیتابیون نے ادھر یہ حالت کر رکھی ہے کہ جب جوش آجاتا ہے گریبان پر ہاتھ پڑ جاتا ہے ۔ اور بے دھجیان اُڑائے قرار نہین لیتا ۔ ہم نے اپنی بیتابانہ شورشون کا ہدف اسی گریبان کو بنا رکھا ہے ۔ کسی کی پیاری صورت دیکھی اور گریبان نوچ ڈالا ۔ کسی کی چشم فتان کا سامنا ہوا اور گریبان کا ایک تار نہ باقی رکھا ۔ کوئی شعر اچھا معلوم ہوا اور ہاتھ گریبان پر جا پڑا ۔ کوئی پُرانی صحبتِ برہم یاد آئی اور گریبان کو لے ڈالا ۔ کسی کی پُرسوز و گداز آواز کان مین آئی اور گریبان کے سر ہوگئے ۔ اور کسی کے چھڑون کی جھنکار کان تک پہونچی اور گریبان کے پیچھے پڑگئے ۔ مختصر یہ کہ جس چیز کو جی چاہا اور اُسپر قابو نہ چلا تو ہم ناکامی کا سارا غصہ گریبان ہی پر نکال ڈالتے ہین ۔ کیونکہ جب اور کسی پہ زور نہ چلے تو اپنے گریبان پر خوب زور چل جاتا ہے ۔ گریبان از خود رفتگان عشق اور بیخودان ذوق کے عالم مین دل کی بھڑاس نکلنے کا ایک ذریعہ بنا ہوا ہے ۔ اور اُسے چاک کر کے ہم اپنے حسرت نصیب دل کو تسکین دیا کرتے ہین ۔

گریبان کی طرح لباس کے بعض اور حصون کو بھی امتیاز اور شہرت حاصل ہے ۔ ٹوپی اور پگڑی اعلیٰ ترین حصۂ جسم سے تعلق رکھتے ہین ۔ اور اسی مناسبت سے اُنکی قدر و منزلت بھی بڑھی ہوئی ہے ۔ اگلے دربارون مین بادشاہون اور عالی مرتبہ شاہزادون کی تعظیم کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ انکے سامنے بغیر دستار کے کوئی نہ آئے ۔ اور اگر دستار نہ ہو تو ٹوپی اُتار لے ۔ پگیا کی لاج دیہاتیون تک مین شہرت رکھتی ہے ۔ اور کسی کی ٹوپی اُتار لینا اوسکی بے عزتی کرنے کے حکم مین ہے ۔ شعرائے رند مشرب کے بیخودان شوق بھی چاہے جناب شیخ کی دستار اُتار لین ۔ یا حضرت زاہد کا عمامہ اُچھال دین مگر اپنی پگڑی سنبھالتے ہی رہتے ہین ۔ اسی گریبان کو بعض اور حیثیتین بھی حاصل ہین ۔ ایک

مظلوم مظلمہ خواہی کے جوش مین اپنا ہاتھ ناحق شناس ستم کیش کے گریبان مین ڈالدیتا ہے۔ اور جب تک اسکی داد نہ ملجائے نہین چھوڑتا۔ دامن وہ ظل عاطفت ہے کہ اُسکے سائے مین قسمت کے ستائے ہوے پناہ لیتے ہین۔ اور جس کسی کو دادرسی پر اُبھارتا ہوتا ہے اُسکا دامن پکڑ لیتے ہین۔ الغرض گریبان کی طرح اور بھی بہت سے اجزاے لباس کو نمود اور امتیاز حاصل ہے۔ مگر وہ خصوصیت و شہرت جو گریبان کو حاصل ہے کسی کو نہین نصیب۔ گریبان نے عشق و بیخودی کے عالم مین عجب قسم کی شورش پیدا کردی ہے۔ اور شعر و سخن کی دنیا مین حیرت انگیز جوش نمایان کر رکھا ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسنے شعرا کے کلام مین بیقراری کی ایک نئی روح پھونک دی ہے۔

لیکن بے قراران شوق کی حالت کا اندازہ کیجیے تو اسکا پتہ لگانا دشوار ہے کہ شعرا یا عشاقِ خستہ جگر کو گریبان سے اُنس و محبت ہے یا دشمنی و عداوت۔ جس بیرحمی و بے دردی سے وہ گریبان کو پھاڑتے اور اُسکی دھجیان اُڑایا کرتے ہین۔ اُس سے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ اُنھین گریبان سے قطعی عداوت ہے۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی نظر آتا ہے کہ ہر وقت اُسے کلیجے سے لگائے رہتے ہین۔ اور بیخودی کے جوش مین اگر سو بار پھاڑتے ہین تو اُتنی ہی دفعہ بیٹھ کے اُس مین رفو بھی کیا کرتے ہین۔ چنانچہ ایک اگلا بیقرار عشق اپنی بیتابیون کے اظہار کے ساتھ گریبان سے ہمدردی کرتا اور کہتا ہے

از پنجۂ من چاک گریبان گلہ دارد وز گریۂ من گوشۂ دامان گلہ دارد

شعرا کی حس بڑھی ہوئی ہے۔ اور چونکہ خیال آرائیون کے عادی ہوتے ہین اسلیے ہر چیز کے مختلف جہات اُنپر مختلف قسم کا اثر کرتے ہین۔ گریبان سے اُنھین یہ تو فائدہ پہونچتا ہے کہ جب آتش دردی کا جوش ہوتا ہے اور شوق کی حدتین دل مین امس اور گھبراہٹ پیدا کرتی ہین تو اُسپر ہاتھ صاف کرکے غم و غصہ سے پیچھا چھڑاتے۔ اور دم بھر کے لیے دل کو تسکین دے لیتے ہین۔ اس جہت سے گریبان اُنھین نہایت عزیز ہے۔ کیونکہ غم غلط کرنے اور دل کا اُبال نکال ڈالنے کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہین مل سکتا۔ اور اسی لیے اُس مین بار بار فخر کرتے ہین کہ جوش دل نکالنے کا جو ایک ذریعہ ہاتھ آگیا ہے ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ مگر اسکے مقابل اُنھین یہ بھی نظر آتا ہے کہ گریبان ایک آہنی طوق و سلاسل کی طرح گلوگیر ہے۔ اور آزادی مین

بھی قید کی شان دکھا رہا ہے - اسی خیال سے انھین اسکی صورت بڑی معلوم ہوتی ہے۔ اور جو ہاتھ دل کی بھڑاس نکالنے کے خیال سے گریبان چاک کرنے کو اٹھتا ہے - اس مین اس قید و اسیری کے وہم سے اور زیادہ قوت آجاتی ہے - انھین متضاد و مختلف جہتوں کو پیش نظر رکھ کے غالب مرحوم نے فرمایا ہے ؎

ہائے اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب　　جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

یہ شعر پڑھ کے نہ اسی بات کا پورا پورا اطمینان ہوتا ہے کہ غالب کے خیال مین عاشق کا گریبان ایک قابل رشک چیز ہے - اور نہ یہی بات دل پر جمتی ہے کہ وہ گریبانِ عاشق کو نہایت ہی بدنصیب تصور کرتے ہین - کیونکہ اُنکے اس شعر کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ "اُس چار گرہ کپڑے کی جو عاشق کے گریبان مین لگا ہوا ہے کیا اچھی قسمت ہے" - اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ "ہاے اُس کپڑے کی قسمت کیسی پھوٹ گئی" خیر وہ چار گرہ کپڑا چاہے خوش نصیب ہو یا بدنصیب لیکن اس مین شک نہین کہ ہے عجب چیز - جسے جب رفو کر چکتے ہین تو جی چاہتا ہے کہ پھاڑ ڈالین - اور جب پھاڑ چکتے ہین تو جی مین آتا ہے کہ پھر بیٹھ کے رفو کرین -

گریبان کی قدر و منزلت کے ثبوت مین ایک معقول شرعی توجیہ بھی کیجا سکتی ہے خداوند جل و علا اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ"عہ جس سے یہ سمجھا گیا کہ ذات باری تعالیٰ رگِ گردن کے پاس ہی ہے - اسی بنیاد پر آتش مرحوم فرما گئے ہین -

یقین ہے اسکے گی جان دینی آ کے گردن مین　　سُنا ہے جا ہے قریبِ رگِ گلو تیری

رگِ گلو سے نور الٰہی کی قربت مان لینے کے بعد یہ خیال کیجیے کہ جس "حبل ورید" رگِ گلو سے اُس حضرت رب العزت کو قربت ہے اُسے اس خوش نصیب حصۂ لباس (گریبان) کو سب سے زیادہ قرب اور خاص قسم کا تعلق ہے - بلکہ یون کہنا چاہیے کہ گریبان ہمیشہ اور ہر وقت اُس معشوق حقیقی کے شوق وصال مین رگِ گردن کو اپنے سراپا شوق آغوش مین لیے رہتا ہے - اور ایک گھڑی کے لیے بھی اُس سے جدا ہونا نہین پسند کرتا -

عہ یہ قرآن پاک کی آیت ہے - ترجمہ یہ کہ "اسکے (انسان کے) گلے کی رگ کو اس سے جو قربت حاصل ہے ہم اس سے بھی زیادہ اُسکے قریب ہین"

مظلوم مظلمہ خواہی کے جوش مین اپنا ہاتھ ناحق شناس ستم کیش کے گریبان مین ڈال دیتا ہے - اور جب تک اسکی داد نہ ملجائے نہین چھوڑتا - دامن وہ ظل عاطفت ہے کہ اُسکے سائے مین قسمت کے ستائے ہوے پناہ لیتے ہین - اور جب کسی کو دادرسی پر اُبھارتا ہوتا ہے اُسکا دامن پکڑ لیتے ہین - الغرض گریبان کی طرح اور بھی بہت سے اجزاے لباس کو نمود اور امتیاز حاصل ہے - مگر وہ خصوصیت و شہرت جو گریبان کو حاصل ہے کسی کو نہین نصیب - گریبان نے عشق و بیخودی کے عالم مین عجب قسم کی شورش پیدا کردی ہے - اور شعر و سخن کی دنیا مین حیرت انگیز جوش نمایان کر رکھا ہے - بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسنے شعرا کے کلام مین بیقراری کی ایک نئی روح پھونک دی ہے -

لیکن بے قراران شوق کی حالت کا اندازہ کیجیے تو اسکا پتہ لگانا دشوار ہے کہ شعرا یا عشاق خستہ جگر کو گریبان سے اُنس و محبت ہے یا دشمنی و عداوت - جس بیرحمی و بے دردی سے وہ گریبان کو پھاڑتے اور اُسکی دھجیان اُڑایا کرتے ہین - اُس سے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ اُنھین گریبان سے قطعی عداوت ہے - مگر اسکے ساتھ یہ بھی نظر آتا ہے کہ ہر وقت اُسے کلیجے سے لگائے رہتے ہین - اور بیخودی کے جوش مین اگر سو بار پھاڑتے ہین تو اُتنی ہی دفعہ بیٹھ کے اُس مین رفو بھی کیا کرتے ہین - چنانچہ ایک اگلا بیقرار عشق اپنی بیتابیون کے اظہار کے ساتھ گریبان سے ہمدردی کرتا اور کہتا ہے -

از پنجۂ من چاک گریبان گلہ دارد   وز گریۂ من گوشۂ دامان گلہ دارد

شعرا کی حس بڑھی ہوئی ہے - اور چونکہ خیال آرائیون کے عادی ہوتے ہین اسلیے ہر چیز کے مختلف جہات اُنپر مختلف قسم کا اثر کرتے ہین - گریبان سے اُنھین یہ تو فائدہ پہونچتا ہے کہ جب آتش دروں کا جوش ہوتا ہے اور شوق کی حدتین دل مین امس اور گھبراہٹ پیدا کرتی ہین تو اُسپر ہاتھ صاف کرکے غم و غصہ سے پیچھا چھڑاتے - اور دم بھر کے لیے دل کو تسکین دے لیتے ہین - اس جہت سے گریبان اُنھین نہایت عزیز ہے - کیونکہ غم غلط کرنے اور دل کا اُبال نکال ڈالنے کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہین مل سکتا - اور اسی لیے اُس مین بار بار رفو کرتے ہین کہ جوش دل نکالنے کا جو ایک ذریعہ ہاتھ آگیا ہے ہاتھ سے نہ جاتا رہے - مگر اسکے مقابل اُنھین یہ بھی نظر آتا ہے کہ گریبان ایک آہنی طوق و سلاسل کی طرح گلوگیر ہے - اور آزادی مین

بھی قید کی شان دکھا رہا ہے - اسی خیال سے انھیں اسکی صورت بڑی معلوم ہوتی ہے۔ اور
جو ہاتھ دل کی بھڑاس نکالنے کے خیال سے گریبان چاک کرنے کو اٹھتا ہے - اس میں اس قید و اسیری کے
وہم سے اور زیادہ قوت آ جاتی ہے - انھیں متضاد و مختلف جذبوں کو پیش نظر رکھ کے
غالب مرحوم نے فرمایا ہے ؎

ہائے اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالبؔ
جسکی قسمت میں ہو عاشق کا گریبان ہونا

یہ شعر پڑھ کے نہ اسی بات کا پورا پورا اطمینان ہوتا ہے کہ غالبؔ کے خیال میں
عاشق کا گریبان ایک قابل رشک چیز ہے - اور نہ یہی بات دل پر جمتی ہے کہ وہ
گریبانِ عاشق کو نہایت ہی بد نصیب تصور کرتے ہیں - کیونکہ اُنکے اس شعر کا یہ مطلب
بھی ہو سکتا ہے کہ "اُس چار گرہ کپڑے کی جو عاشق کے گریبان میں لگا ہوا ہے کیا اچھی
قسمت ہے" - اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ "ہاے اُس کپڑے کی قسمت کیسی پھوٹ گئی"
خیر وہ چار گرہ کپڑا چاہے خوش نصیب ہو یا بد نصیب لیکن اس میں شک نہیں کہ ہے
عجب چیز - جسے جب رفو کر چکتے ہیں تو جی چاہتا ہے کہ پھاڑ ڈالیں - اور جب پھاڑ چکتے
ہیں تو جی میں آتا ہے کہ پھر بیٹھ کے رفو کریں -

گریبان کی قدر و منزلت کے ثبوت میں ایک معقول شرعی توجیہ بھی کیجا سکتی ہے
خداوند جل وعلا اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ"
جس سے یہ سمجھا گیا کہ ذات باری تعالیٰ رگِ گردن کے پاس ہی ہے - اسی بنا پر آتشؔ
مرحوم فرما گئے ہیں -

یقین ہے اٹکے گی جان ریخ آ کے گردن میں
سُنا ہے جا ہے قریبِ رگِ گُلو تیری

رگِ گُلو سے نورِ الٰہی کی قربت مان لینے کے بعد یہ خیال کیجیے کہ جس "حبل ورید" "رگ گلو"
سے اُس حضرت رب العزت کو قربت ہے اُسے اس خوش نصیب حصۂ لباس (گریبان)
کو سب سے زیادہ قرب اور خاص قسم کا تعلق ہے - بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ گریبان ہمیشہ اور
ہر وقت اُس معشوق حقیقی کے شوق وصال میں رگِ گردن کو اپنے سراپا شوق آغوش
میں لیے رہتا ہے - اور ایک گھڑی کے لیے بھی اُس سے جدا ہونا نہیں پسند کرتا -

؏ یہ قرآن پاک کی آیت ہے - ترجمہ یہ کہ " اسکے (انسان کے) گلے کی رگ کو اُس سے جو قربت
حاصل ہے ہم اس سے بھی زیادہ اُسکے قریب ہیں "

لیکن یہ توجیہ صرف اس لیے ہے کہ دینداروں کو اُس سے ایک قسم کا دینی اطمینان دلایا جائے۔ یا صافی مشرب صوفی اس پاکبازانہ خیال آرائی کو سُنکے وجد میں آجائے۔ مگر اس سے یہ معمہ نہیں حل ہوتا کہ عاشقوں اور رندان آزادمشرب کو گریبان سے اُنس ہے یا نفرت۔ دوستی ہے یا دشمنی۔ کیونکہ گریبان کا ذوجہتین ہونا۔ اور محبت و عداوت کے دونوں پہلوؤں کو لیے رہنا اس دیندارانہ توجیہ مین بھی موجود ہے۔

یہ پہلا محبت واُنس کا رُخ تو ظاہر ہے کہ گریبان ایک عاشق بیتاب کی طرح اُس حبل ورید (رگِ گلُو) کو اپنے آغوش مین لیے ہوے ہے۔ اور کسی سراپا جوش اور مدتون کے ترسے ہوے عاشق حرمان نصیب کی طرح اُسے بھینچ بھینچ کے گلے لگاتا اور ایک دم کے لیے بھی سینے سے جدا نہین ہونے دیتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ اسکے مخالف پہلو پر نظر ڈالنے والے کو یہ بھی نظر آرہا ہے کہ مقرب بارگاہِ الٰہی رگ گلو کے حق مین گریبان پھانسی کا پھندا بنا ہوا ہے اور گویا اس کوشش مین ہے کہ اُسے گھونٹ کے رکھ دے۔ اُس کی صورت ہی سے یہ دونون پہلو نمایان ہین۔ وہ ہلال عید بھی ہے اور خنجر بُرّان بھی۔ وہ کسی نازآفرین کی ابروے خمدار بھی ہے۔ اور کسی ظالم خونخوار کی شمشیر آبدار بھی۔

الغرض اس دینی توجیہ کرنے والون کی صحبت مین بھی اسکے وہ دونون رُخ موجود ہین جو شعروسخن اور رندمشربی کے عالم مین نظر آئے تھے۔ لہذا کوئی شکایت کا محل نہین۔ اگر شعرا کی طرح دوسرے لوگ بھی کبھی اس کی تعریف کرین۔ اور کبھی اسے کوسین۔ کبھی اسے گلے لگائین۔ اور کبھی نوچ کے پھینکدین۔

اے رستخیز وقت رسید آشکار شو

آج کل کی تہذیب۔ عہد جدید کی ترقیان۔ اور اس زمانہ کا علم وفضل ہمین ہر قسم کی ضعیف الاعتقادیون سے روک رہا ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ضعیف الاعتقادی کے جن اندیشون اور دھڑکون مین ہم ایک مدتِ درازسے مبتلا چلے آتے ہین وہ محض اوہام وخیالات پریشان ہین۔ چنانچہ ہم اس قسم کی باتون کے یہان تک مخالف بنادیے گئے ہین کہ مذہب مین بھی جو باتین غیرموجہ اور سلسلۂ علل واسباب سے باہر نظر آتی ہین اُنپر بھی ہم مین سے اکثر لوگون کا عقیدہ نہین جمتا۔ اور اگر اُنکے ماننے کا ہم مین ذرا بھی شائبہ

پایا جائے تو مہذب سوسائٹیاں ہمارا شمار جہلا مین کرتی اور ہمین حقارت کی نظر سے دیکھتی ہین۔

مگر کیا کہین۔ اکثر اوقات ایسی باتین پیش آ ہی جاتی ہین کہ تہذیب وعلم کے سارے فیصلے جدا رکھے رہ جاتے ہین۔ علل واسباب کا سلسلہ الگ پڑا رہ جاتا ہے۔ اور ہمین قائل ہی ہونا پڑتا ہے کہ اگلے جو کچھ کہ گئے ہین بالکل سچ ہے اور اُس مین سر مو فرق نہین۔

دُمدار تارون کی نحوست ایک مدت سے سنتے چلے آتے ہین۔ تاریخ مین بھی واقعات عالم کی ترتیب مین اکثر نظر آیا ہے کہ جب کبھی یہ منحوس تارہ نظر آیا کوئی نہ کوئی آفت ضرور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر سائنس اور فلسفے کی تعلیمون نے ہمارے خیال کو ان اندیشون کی طرف سے ہٹا کے اطمینان دلا دیا تھا کہ یہ سب بے اصل وبے بنیاد اوہام ہین۔ فضائے عالم کے ایک کرۂ آتشین یا اُسکی آتشین شعاعون سے جو ہم سے کرورون میل کے فاصلے پر ہو ہماری دنیا کو بھلا کیا ضرر پہونچ سکے گا؟ جو دُمدار ستارہ فی الحال نظر آ رہا ہے اُسکے متعلق علماے ہیأت نے قدیمی مذاق کے دھڑکون کے علاوہ بعض نئی طرح کے خوف دلائے تھے۔ ڈرایا تھا کہ دنیا کی طرف زور وشور سے بڑھتا چلا آتا ہے۔ اور ایک شہاب ثاقب ہے جو اور کسی پر حملہ کرنے کی عوض خود کرۂ ارض کو ہدف سہام بنا کے ہم پر جھپٹ رہا ہے یہ آخر مئی مین دنیا سے آکے ٹکرائیگا۔ ماہ مئی کے ختم ہونے سے پہلے دنیا کا خاتمہ کر دیگا۔ اور وہ قیامت موعودہ جسکو بزرگان دین اور حضرت مخبر صادق علیہ السلام چھپاتے رہے ہین سر پر آ گئی۔ یہی تارہ وہ آفتاب ہے جو سوا نیزے پر ہوگا۔ زمین ہی وہ تارہ ہے جو ٹوٹے گا۔ اور ایک آن کی آن مین ہمارا عالم ہستی درہم وبرہم ہو جائیگا۔ لیکن ان پیشین گویئون کے خوف اور دھڑکے نے ہنوز کوئی خطرناک صورت نہین اختیار کی تھی کہ دیگر مستند علماے ہیأت نے اطمینان دلایا۔ ہمارے دلون کو تسلی دی۔ اور کہا کہ اس ستارے سے ہمارے لیے کوئی اندیشہ نہین۔ یہ ہماری طرف آ تو رہا ہے مگر ہماری زمین کو بچا کے نکل جائیگا۔ اور زمین پر اُسکی دُم اور کرنون کا اثر اگر کچھ پڑے گا بھی تو اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہین۔

ان تسلی کی باتون نے ابھی اچھی طرح دلون مین سکون نہین پیدا کیا تھا کہ خود اُس تارے سے بھی زیادہ وحشت ناک طریقے سے برقی قوت یک بیک یہ دل

ہلا دینے اور زمانے کو دہلا دینے والی خبر لائی کہ حضور قیصر ہند شاہ ایڈورڈ سابع نے
اس دنیا سے سفر آخرت کیا - اور ایسے فوری مرض مین مبتلا ہوکے کہ ہم تک بیماری
کی خبر بھی نہ پہونچنے پائی تھی - افسوس ہم مین سے اکثرون نے اپنے بادشاہ کی بیماری
سے پہلے اُنکے انتقال کی خبر سُنی - اور اس ستارے کے وہ سب اندیشے تو خواب و
خیال ہوگئے جو موجودہ علماے ہیأت نے بتائے تھے - مگر وہی پُرانی نحوست صاف طور
پر نظر آگئی جسے ہم بزرگانِ سلف سے سنتے چلے آئے ہین - ایک عادل - رحمدل - مہربان
اور شفیق شہریار کا مرجانا ایک شخص کی موت نہین بلکہ ایک عالم کی موت ہے -

کنگ امپرر ایڈورڈ ہفتم - وہ پہلے برٹش شہنشاہ ہند تھے جو بنفس نفیس سرزمین ہند
مین تشریف لا چکے تھے - جنھون نے اپنے مبارک قدمون سے زمین ہند کو عزت دی تھی -
جنھون نے ہندوستان کے شہرون مین پھر کے رعایاے ہند کی وفاداریون بلکہ بادشاہ
پرستیون کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا - اور ان لوگون کی محبت کو اپنے دل مین لیگئے تھے -

اگلے دنون جب دنیا مین امن وامان نہین قائم تھا - جب روز روز نئے فتنے اٹھ
کھڑے ہوا کرتے تھے - اور بات بات پر بادشاہون کی جان کے لیے خطرے پیدا ہو جایا
کرتے تھے اُن دنون بادشاہون کی عمرین بھی اکثر تھوڑی ہوتی تھین - کیونکہ بادشاہ اگر
دشمنون اور حاسدون کی تلوار سے بچ جاتے تو اُن فکرون کے شکار بن جاتے جو آئے
دن اُنکے دل ودماغ پر طاری رہا کرتی تھین - مگر اس امن وعافیت اور تہذیب و
تمدن کے زمانے مین رعایا کے سر پر سے اتنی جلدی عادل ومہربان بادشاہ کے سائے
کا اُٹھ جانا نہایت ہی حیرت انگیز ہے - امپرس وکٹوریا کو اس دنیا سے رخصت
ہوے ابھی پورے دس سال بھی نہین ہوے - انکی مفارقت کا صدمہ ہمارے دلون
کو ابھی بھولنے بھی نہ پایا تھا کہ قیصر ایڈورڈ کا سایہ بھی ہمارے سرون پر سے اُٹھ گیا -

دنیا مین بہت سے تاجدار ایسے ہین جو عدل پرور بھی ہین - مہربان بھی ہین شفیق
بھی ہین - مگر اُنکی موت کا صدمہ کسی ملک یا کسی قوم یا کسی حصۂ زمین تک محدود ہے - مگر
ہمارے کنگ امپرر ایڈورڈ ہفتم کا سانحہ ایک عالمگیر سانحہ ہے جسکے صدمے سے ممکن نہین
کہ دنیا کا کوئی حصہ متاثر نہ ہوا ہو - اس ایک وہم کے نہ ہونے سے اگر اُس رعایا مین جو
برطانیہ کے علم اقبال کے زیر سایہ تھی تہلکہ پڑ گیا - اور قیامت بپا ہوگئی تو اُن ملکون مین

چیزون کی تصویرین ہر وقت گذرتی رہتی ہیں - اور دل بیقرار مین ہر گھڑی
دوڑ دھوپ لگی رہتی ہے -

ان تیز رو صورتون مین بہت سی دلفریب و دلکش بھی ہوتی ہین - مگر
کہ نہ اُن مین سے کسی کو آنکھ بھر دیکھ سکتے ہین اور نہ کسی سے اپنے حوصلے
اُٹھا سکتے ہین - تمھین کیا بتائین کہ دل و دماغ کی اس قندیل شکارگاہ مین
دیکھے - اور کیسی کیسی ناکامیون سے سابقہ پڑا - ابھی ایک پرچھم تشریف لائین
سے اشارے کرتی ہوئی بڑھین - پکار پکار کے روکا - قسمین دلائین کہ ذر
وہ کب سننے والی تھین - ہاتھ بڑھا کے چاہا کہ آنچل پکڑ لین - مگر وہ منہ چڑ
اور ایک چھلاوے کی طرح نظر سے اوجھل تھین - کیا کرتے؟ ایک آہ کھینچ
تھوڑی دیر کے بعد ایک شاہ حجلہ کی سواری نکلی اور پرُہوس نظر اُسکی ط
آرزوؤن نے یقین دلایا کہ اسکے سایۂ عاطفت مین جگہ مل گئی تو بڑے عیش
گذر جائیگی - امیدواری کی درخواست لیے ہوے اسکی طرف چلے - مگر اس
کی رفتار ہماری آرزوؤن کی رفتار سے تیز تھی - گرد کو بھی نہ پایا - وہ اپنی
تمکنت کے ساتھ نکل گیا اور ہم ناکامیون کے اُسی گڑھے مین پڑے رہ گئے
پڑے ہوے تھے - یہان تک بھی غنیمت تھا قیامت تو یہ ہے کہ جو پیاری صو
چیزین ہمارے پاس موجود ہین وہ بھی ایک ایک کرکے ہم سے چھنتی چلی جا
زور نہین چلتا - کون سی دولت تھی جو نہین چھینی گئی؟ کون سی نعمت تھی
دست تصرف نہین دراز ہوا؟ اور کون سی عزیز اور پیاری صورت تھی
نہین مل گئی - آہ -

"خاک مین کیا صورتین ہونگی جو پنہان ہوگئین"!

مگر اے عالم بالا والے اہل ملکوت! تم ان سب بلاؤن سے آزاد ہو
ایک ایسا ابدی و سرمدی عالم ہے جس مین نہ کسی کو فنا ہے اور نہ کسی کو زوال
یہان کے تغیرات زمانہ اور انقلابات عالم سے تم واقف ہی نہین - تم جانتے
درد و دُکھ کسے کہتے ہین - اور تمنا و آرزو کون سی چیزین ہین - نہ تمھین کسی
کے ہاتھ سے چھن جانے کا صدمہ ہوا ہے - نہ کسی داغ دے جانے والے کی

ہو کے روئے ہو۔ نہ فراق کے مزے سے آشنا ہو اور نہ کبھی کسی ماہوش کی یاد مین شمشیر ابرو کے بسمل کی طرح تڑپے ہو۔

اس مین شک نہین کہ تمھارے پاس بھی حسینون کا اچھا خاصا مجمع ہے۔ حورون کے رُخ زیبا تمھاری نظر کے سامنے ہین۔ اور فرشتون کے حُسن وجمال سے ہم اپنے دلربائون کو تشبیہ دیا کرتے ہین۔ باغ جنت کی فضا اور فردوس برین کے سدابہار چمن تمھاری تفرج گاہین ہین۔ مگر ہمارا سا دل پہلو مین نہ رکھنے کے باعث تمھین کسی چیز سے دلبستگی نہین۔ تمھین نہ کسی حوُر اور معشوقۂ جنت کے شوق مین پریشان سُنا۔ اور نہ وہان کے کسی ازلی حسن وجمال کا دلدادہ۔ ہمارے شہدا باغِ فردوس کے نغمہ سنج طیور بنے ہوے ہین۔ ممکن نہین کہ اُنھون نے اپنی نغمہ سنجیون کے ذریعے سے اپنے دردِدل کو نہ ظاہر کیا ہو مگر سچ بتاؤ کبھی تم نے بھی اپنا تسبیح وتہلیل کا مشغلہ چھوڑ کے اُنکے پُرسوز وگداز نغمون پر سر دُھنا ہے؟ حوُرون کا حسن لازوال ابدی اور سرمدی ہے اور پھر اسپر اُنکا بناو سنگار کرنا۔ لیکن کبھی تم نے بھی اُنکی ناز آفرینیون کو نظر اُٹھا کے دیکھا ہے؟ اچھوتی دوشیزگانِ فلک یعنے تمھارے چاند اور تمھارے تارون کے رُخ زیبا اور رخسارِ تابان کو دیکھ دیکھ کے ہم بیتاب ہو جاتے ہین مگر تمپر کوئی اثر نہین پڑتا۔

کاش یہ آزادی بلکہ یہ بے حسی ایک گھڑی کے لیے ہمین بھی نصیب ہو جاتی۔ اور ہماری بھی یہ حالت ہوتی کہ کوئی لاکھ ستائے پروا نہین۔ کوئی ہزار ظلم کرے۔ اُف نہ کرین۔ ماہ سیما دلربائین ہمارے پاس سے اٹھلاتی ہوئی نکل جائین اور ہمارا دل ہمارے ہی پاس رہے۔ کسی کے خرام ناز سے چاہے کیسا ہی شور محشر بپا ہو مگر ہم سر نہ اُٹھائین۔ کسی کی دردبھری آواز پر دل نہ بھر آئے۔ اور کسی کے نوحہ وبکا کو سُن کے کمال لاپروائی سے کہین "ہمین کیا"۔

تمھارے بے غل وغش محفل سے نکل کے جو لوگ ہمارے اس عالم افکار تک پہونچے وہ بھی ہماری طرح اِن پریشانیون مین مبتلا ہو گئے۔ کاش اُنھین مین سے کسی کو تم نے اپنے پاس دوبارہ آنے دیا ہوتا تو تمھین اُسی کی زبانی معلوم ہو جاتا کہ ہم کیسی فکرون اور کیسی پریشانیون مین مبتلا ہین۔ سب کے پہلے ہمارے جدامجد آدم اور جدۂ مکرمہ حوا تمھارے بیفکری کے عالم سے نکل کے ہمارے آلام وافکار کے عالم مین آئے۔ اُنکے بعد اور بھی

بہت سی روحین آتی ہین - بلکہ جتنی روحین دنیوی اجسام کا لباس پہن کے ہم مین نشوو نما پاتی ہین اُن سب کی نسبت ہمین یقین ہے کہ تمھارے ہی پاس سے آتی اور آئی ہین مگر ان مین سے کسی کو بھی پھر تم نے جیتے جی اپنی صحبتِ عیش مین نہ گھُسنے دیا - اور بلایا تو کب ؟ جبکہ وہ یہ لباس عنصری اتارنے کے ساتھ دنیا کے تمام افکار و مصائب کو بھی بھول گئی تھین - تمھاری ہی سی بےحسی اُن مین بھی پیدا ہو چکی تھی - اور اپنے تمام افکار و آلام کو اسی دنیا مین ہمارے سر چھوڑ گئین -

ہاروت و ماروت تمھین مین سے تھے جنھون نے دنیا مین آکے یہان کے نشیب و فراز دیکھے - یہان کے رنج و راحت کا مزہ چکھا - اور گھبرا کے واپس چلے تو افسوس تم نے نہ آنے دیا - اور وہ یہین پڑے رہ گئے - کچھ وہی تم کو خوب بتا سکتے تھے کہ ہماری پریشانیان کیسی ہین اور ہم کس عذاب کے عالم مین گرفتار ہین -

اے بے پروایانِ عالمِ بالا ! سب سے بڑے ستم کی یہ بات ہے کہ اپنی اس بے پروائی و بے غمی مین تمھین کسی اور کی مصیبت و تکلیف کا بھی خیال نہین ہوتا - ہمارے دلی دوستون ہمارے جان نثار رفیقون - ہمارے دلربا معشوقون - ہمارے سرمایۂ مسرت بچون اور ہمارے عزیزون اور محبوبون مین سے جس کسی کو چاہتے ہو ہمین روتا تڑپتا چھوڑ کے اپنے پاس بلا لیتے ہو - اور اسکا اندازہ نہین کرتے کہ تمھاری اس دست برد سے ہماری کیا حالت ہوتی ہے - اور مرتے دم تک ہم کس طرح خون کے آنسو بہاتے رہتے ہین - تمھارا بے دردو دل تمھارے لیے چاہے ایک نعمتِ عظمیٰ ہو مگر افسوس ہمارے حق مین قیامت سے کم نہین -

خندہ روئی

کسی چلبلی شوخ ادا کا تبسم ناز ایک بےچین دل والے کے ساتھ جو کچھ کر جاتا ہے وہ تو چیز ہی اور ہے - کیونکہ دلدادگان یار کے مذہب مین سارے عالم کا اُجالا کسی پردہ نشین کے ایک خندہ دندان نما ہی سے عبارت ہے - شوخ طبعی کی ہنسی اور تبسم ناز دل چھین لینے والے ماہ طلعتون کے رُخ زیبا کے لیے تو ہئی ہے - مگر یہ وہ بلا کی چیز ہے کہ دشمن کے چہرے پر بھی نظر آ جائے تو اُس سے بھی ایک قسم کا اُنس ہو جاتا ہے -

ہنستا ہوا منہ ایک معجزہ یا چلتا ہوا جادو یا وہ تسخیر کا عمل ہے جو چاہے کہیں ہو اور کسی میں ہو بے اثر کیے نہیں رہتا - جن سحر خون نے ہنس ہنس کے ہمیں دیوانہ بنا لیا ہے اور جن کے متبسم ہونٹوں پر دنیا جان فدا کرنے کو تیار رہتی ہے اُن کا تو ذکر ہی کیا دیکھنا تو یہ ہے کہ خود آپ اپنی خندہ جبینی سے کیسی کیسی کرامتیں دکھا دیا کرتے ہیں - ایک سخت سے سخت دشمن کو آپ کی خندہ جبینی مسخر کر کے اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے - مگر اس کے خلاف آپ کے کڑوے تیور دیکھ کے آپ کا سچا اور خالص دوست بھی دشمن و بدخواہ بن جاتا ہے -

جن بے وفاؤں کے جور و ستم کی شکایت کی جاتی ہے - جن کی بے مہری سے زمانہ چیخ اُٹھا ہے - جن کے مشق ستم کی داستانیں ہر شخص کی زبان پر ہیں وہ باوجود اپنی سنگدلی و بیوفائی کے ہر دلعزیز بنے ہوئے ہیں - اُنکے مظالم اور انکی کج ادائیوں سے واقف ہونے پر بھی ہم نقدِ جان نذر کرنے کو تیار رہتے ہیں - یہ کیوں ؟ صرف اسلیے کہ گو اُن کا دل سخت ہے مگر آنکھیں رسیلی ہیں - سینے کے اندر چاہے کانٹے ہی بھرے ہوں مگر رخ زیبا پر قیامت کی ہنسی نمودار ہے -

ایسے بنے ہوئے بے رحموں اور ایسے شوخ و چالاک سنگدلوں پر قابو پانا اگرچہ قریب قریب غیر ممکن ہے - اور اُن دلستانوں کی دستبرد سے دل کا بچانا آسان نہیں جو ہنس ہنس کے متاعِ دل پر دست درازی کرتے ہوں - لیکن اُنپر بھی اگر کوئی جادو چلتا ہے تو اسی خندہ روئی کا - اور وہی ہنسمکھ چالاک حسن پرست اُن پر قابو پا سکے ہیں جو ہنستے ہوئے منہ سے اظہارِ حال کرتے اور بشاش چہرے کے ساتھ اپنی آرزوؤں کو پیش کرتے ہیں -

ایک برہم مزاج ترش رُو ممکن ہے کہ اپنی شجاعت و دلیری اور اپنے رفیقوں اور طرفداروں کی کثرت سے دنیا کو فتح کر لے اور بڑی بڑی سلطنتوں کو دم بھر میں درہم برہم کر کے رکھ دے - مگر سچ یہ ہے کہ انکی فتح سچی فتح نہیں - کیونکہ سچی فتح وہ ہے جس میں انسان ملکوں اور سلطنتوں کو نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرے - اور یہ فتح نہ شمشیر و خنجر سے حاصل ہوتی ہے نہ تیر و تبر سے - یہ صرف ایک دلوں کو مسخر کرنیوالی ہنسی سے نہایت آسانی کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے -

دلون پر سب سے زیادہ فتح پانے والے یہی رُخ زیبا والے ہوتے ہین۔ بڑے بڑے مضبوط دلون کو مغلوب ومقہور کرنے کے لیے خدا نے اِنھین بھی بڑے بڑے زبردست اسلحہ دیے ہین - وہ تیغ ابروسے قتل کرتے ہین۔ تیر نظر کو سینے مین پیوست کر دیتے ہین - خنجر مژگان سے کلیجہ خون کر ڈالتے۔ گیسوے پیچان کے سانپ سے ڈسواتے۔ اور اپنی ایک ٹھوکر سے عالم کو زیروزبر کرکے حشر برپا کر دیتے ہین - مگر ان تمام کاری اور جان ستان اسلحے سے اُنھین کبھی اتنی کامیابی نہ حاصل ہوئی ہوگی جتنی کہ ایک دلستان خندۂ ناز سے ہوتی ہے - وہ مسکرا مسکرا کے اپنا وار کرتے اور ہنس ہنس کے دل چھین لیتے ہین - لہذا اگر وہ جیتے ہین تو اپنے تبسم ناز سے - اور کبھی ہمارا بھی اُن پر زور چل گیا ہے تو محض خندہ روئی سے -

اس نظیر کو پیش نظر رکھ کے اگر تم کام کرو تو دنیا کے ہر میدان مین کامیاب ہوگے اور ہر معرکے مین تم ہی مرد میدان ثابت ہوگے -

شعرا عاشق بیشک ہین مگر چالاک اور ہوشیار عاشق نہین - وہ اپنے مشق ستم کرنے والے کے سامنے زار وقطار روتے - اُسکی یاد مین آنسو بہاتے - اور اُسکے سامنے اپنی رقت کی سرگذشت سُنانے کو بیٹھ جاتے ہین - اپنی مظلومی وبیکسی کا قصہ سُنا سُنا کے اور سنگدلان نازک اندام کے آگے روپیٹ کے چاہتے ہین کہ اُنھین اپنے حال پر مہربان بنا لین - اور امید رکھتے ہین کہ ستم کیشان جفا شعار کو انکی مصیبت سُن کے اُنپر ترس آجائیگا - لیکن ان اچھی صورت والون مین ایسے بہت ہی کم ہین جنکا دل پسیجے یا جو کسی کی مصیبت سُن کے رحم پر آمادہ ہون - نواب مرزا شوق نے بروایتِ فریبِ عشق اپنی ایک دلربا کے دل پر صرف رو رو کے اور آنسوؤن کا دریا بہا کے فتح حاصل کی تھی - لیکن اگر اُنھون نے ایک جفا شعار کو جوش گریہ سے اپنے قابو مین کر لیا تھا - تو خندہ روئی کی مدد سے ہزارہا حرمان نصیب لطف وصال حاصل کر چکے ہین - اور لاکھون مہ جبین ہین جنکے دلون پر عشاق کی خندہ جبینی اور اُنکی ہنسی نے فتح پائی ہے -

کسی روٹھے اور بگڑے ہوے شوخ ادا کو بہلا بہلا کے راہ پر لانا اور جہان گُدگُدی کا بھی زور نہ چلتا ہو وہان یہ کہہ کے ہنسا نا کہ ع " وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہوے " کوئی معمولی فتح نہین - یہ وہ زبردست فتح ہے جو دل کو اپنے قبضے مین کر لیتی ہے - اور

جو سوا ان پُرلطف اور با مذاق طریقیون اور خندہ روئی کے زبردست عمل کے اور کسی طرح حاصل ہی نہین ہوسکتی - اسی نمایان فتح کو ہماری زبان کا یہ ضرب المثل ظاہر کررہا ہے کہ "ہنسے اور پھنسے"۔

ابر و برق اُن قدرتی چیزون مین سے ہین جنکے ذریعے سے اکثر سرکش اور گنہگار قومون پر عذاب الٓہی نازل ہوا کیا ہے - ان مین سے ابر اگر ہمارے گریۂ بیتابانہ کا نمونہ ہے تو برق اُس دلربا کے خندۂ ناز کی دلفریب تصویر - اسی وجہ سے ابر و باران نے دنیا کو کبھی ایسا سخت اور اتنا فوری نقصان نہ پہونچایا ہوگا جتنا کہ بجلی ایک آن کی آن اور ایک چشم زدن مین پہونچا دیا کرتی ہے - مانا کہ طوفان نوح نے سارے عالم کو ڈبو دیا تھا - اور ہر سال کی بارش سیکڑون بلکہ ہزارون عمارتون کو منہدم کر دیا کرتی ہے - مگر پھر بھی اُس مین ایک متانت اور ایک قسم کا تحمل ہے - بخلاف بجلی کے کہ وہ کسی شوخ ادا کی طرح تلملاتی ہوئی آتی - اور اس طرح اچانک اپنا کام کر جاتی ہے کہ کسی کو یہ بھی نہین نظر آتا کہ کب اُسکا وار پڑا اور کب کارگر ہوا - اسی طرح جوش گریہ اور چشم اشکبار سے جو اثر گھنٹون اور مدتون مین کسی سنگدل پر پڑتا ہے وہ کسی کے ایک دلفریب مسکرا دینے سے ایک آن کی آن مین اُس پر پڑ جاتا ہے اور ایک نہین ہزارون دلون کو مسخر کر لیتا ہے -

سارے عالم کے محاسن اور قدرت کی تمام خوبیان اگر بھلی معلوم ہوتی یا اچھی سمجھی گئی ہین تو اسی لیے کہ ہمارے خندہ جبین دلدار کے ہنستے ہوے منھ کی تصویرین ہین - کلیون کا کھلنا کسی کے مسکرانے سے اور پھولون کا خوب شگفتہ ہو جانا کسی کے خندۂ ناز سے تعبیر کیے گئے ہین - چمنون اور صحراؤن پہ جب بہار کا جوش ہوتا ہے - جب نونہالانِ قدرت سر سے پاؤن تک پھولون کے زیور سے لدے ہوتے ہین - مشاطۂ قدرت رنگ رنگ کے پُرتکلف لباس کے ساتھ اُنھین سہرا زیور پہناتی ہے - اور بسنت کی راگنی آکے بہار کی دُھن مین یہ نغمہ سناتی ہے کہ

کیا فصل بہاری نے شگوفے ہین کھلائے　　　　سہرا بسنتی ہے وہ گلزار بسنتی

اُسوقت نظر آتا ہے کہ گویا سارا عالم ہنس رہا ہے - اور زمین و آسمان مین کوئی شے ایسی نہین جس سے اپنی ہنسی ضبط ہو سکے - ایسے وقت مین تم نے کبھی خیال بھی کیا ہے کہ

ہمارا کیا عالم ہو جاتا ہے؟ ہم ست دارانہ خود رفتہ ہو کے ساری شکایت زمانہ بھول جاتے ہیں۔

تم نے بارہا ہمیں زمانے کی شکایت کرتے سنا ہوگا۔ اور ہماری باتوں سے تمہیں یقین آگیا ہوگا کہ ہمیں گرد و پیش کی کسی چیز کا اعتبار نہیں۔ ہم ہر شخص اور ہر چیز سے بھڑکتے اور سارے عالم کو اپنا دشمن تصور کرتے ہیں۔ اور ہے بھی ایسا ہی۔ کیونکہ فلسفیانہ طور پر دیکھو تو قانون قدرت یہی ہے اور خدا نے ہر چیز میں اپنی حفاظت کے چند ذرائع پیدا کر دیے ہیں جن کی مدد سے اُسکی بقا ہے ورنہ گرد و پیش کی ہر چیز اسی کوشش میں لگی ہے کہ اُسے فنا کر دے۔ گویا ہر زندہ مخلوق زندگی بھر اپنے دشمنوں ہی کے نرغے میں گھری رہا کرتی ہے۔ آگ ہمارے جلا ڈالنے کی فکر میں ہے۔ پانی ڈبونے کے لیے لہریں لے رہا ہے۔ ہوا چاہتی ہے کہ اپنے جھونکوں میں اُڑا لیجائے۔ اور زمین پر پٹک پٹک کے ہمارا خاتمہ کر دے۔ مٹی اپنی طرف کھینچ رہی ہے کہ حشرات الارض کے لیے ہمارے جسم سے ایک پُر تکلف خوانِ نعمت تیار کرے۔ صدہا درندے۔ ہزارہا زہردار کیڑے مکوڑے۔ ہمارے پیچھے پڑے ہوے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارا خاتمہ کر دیں۔ ان محسوس دشمنوں سے اگر لڑ جھگڑ کے ہم بچ بھی جائیں تو زمانے کی خاموش رفتار ہی ہمارے ساتھ کیا کم عداوت کر رہی ہے۔ یہ ہمارے جسم کو روز بروز گھلاتی اور ہمارے قوٰے کو ساعت بہ ساعت کمزور کرتی جاتی ہے۔ ہم تو ہم افسوس کہ اُن نازنین و ناز آفرین دلرباؤں کے ساتھ بھی رفتار زمانہ کا سلوک نہایت ہی ظالمانہ۔ سخت بیرحمانہ۔ اور کسی طرح قابل برداشت نہیں۔ کیسے کیسے حسن اس نے بگاڑ دیے۔ اور کیسی کیسی پیاری صورتوں کو اس نے خاک میں ملا دیا۔ ع- خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں؟
لیکن ان تمام شکایتوں۔ اِن مذکورۂ بالا بدگمانیوں پر بھی جب فصل گل میں سارا عالم ہنستا اور ہنساتا نظر آتا ہے۔ اسی خندہ روئی کی کرامت سے بے اختیار یہی جی میں آتا ہے کہ ان سب جانی دشمنوں پر ہم اعتبار کر لیں۔ اور اپنا انجام چاہے کچھ ہی ہونے والا ہو اس کشت زعفران کو دیکھ کے دو چار قہقہے ضرور لگا دیں۔
دنیا میں کون ہے جو اپنے اِن دشمنوں کو نہیں جانتا؟ یا زمانے کے اس سلوک سے ناواقف ہے؟ مگر اسی خندہ جبینی کا جادو سب پر اثر کرتا۔ سب کو از خود رفتہ

کر کے مست و لایعقل بناتا اور اُن سے ایسے ایسے حرکات صادر کراتا ہے جنکو دیکھکے دھوکا ہوتا ہے کہ گویا اُنھین اپنے انجام کی خبر ہی نہین ہے۔

اُنکی صحبت عیش مین مے پرستی و شاہد پرستی کا زور و شور ہے۔ ہر قسم کا سامانِ عیش فراہم کر لیا گیا ہے۔ ناز و نیاز اور ناز آفرینی و ناز برداری کے کرشمے ہین۔ تمنا و آرزو کے ہاتھ بارگاہ حسن مین جی کھول کے گستاخیان کر رہے ہین۔ یاران صحبت بذلہ سنجیان کر رہے ہین اور قہقہون کا شور آسمان کو سر پر اُٹھائے لیتا ہے۔ اگرچہ خوشامدیون نے ان سب کو یہ کہہ کے اطمینان دلا رکھا ہے کہ ہنستے ہی گھر بستے ہین۔ مگر زمانہ اُنکی غفلتون پر ہنس رہا ہے۔ اور اپنی خموشی کی فصیح و واضح زبان مین جتاتا ہے کہ یہ صحبت کس بے لطفی و حسرتناکی سے برہم ہوگی۔

وہ خیر زمانہ ان سے جو چاہے کہے اور یہ جو چاہین سمجھین ہمین تو اسوقت صرف اس قدر ظاہر کرنا ہے کہ ہم صحبتون کی بشاش صورتون اور احباب کے ہنستے ہوے منھون نے ان سب پر کیسا جادو کر دیا ہے کہ اپنے انجام سے بالکل غافل ہین۔ اور پروا بھی نہین کرتے کہ کل کیا ہوگا۔ اُنکی ہنسی نہایت ہی اطمینان سے اپنا غم غلط کرتی اور زمانہ پر یہ شعر پڑھ پڑھ کے چوٹین کر رہی ہے کہ

اب تو آرام سے گذرتی ہے   عاقبت کی خبر خدا جانے

چشمِ نیمخواب و دیدۂ بیخواب

چونکہ ہمارے شعرا کے عالم جوش و خروش مین کسی شوخ چشم کی نرگس فتان کے معمولی اشارون سے قیامت کبرے بپا ہو جایا کرتی ہے۔ اور اُنکے تیر نگاہ سے دلون کے عالم مین قتل و خون کا بازار گرم رہا کرتا ہے۔ اسلیے کسی محو خواب ناز آفرین کی آنکھون کو وہ فتنۂ خوابیدہ کہا کرتے ہین۔ کیونکہ ان شوخ و بیباک آنکھون کے ایک گھڑی بند رہنے سے اُنکے پرشور عالم مین ایک سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کےلیے وہ ذرا چین سے بیٹھ لیتے ہین۔ اور دیدۂ بیخواب والون کی بھی ایک دم کےلیے آنکھ لگ جاتی ہے۔

دیدۂ بیخواب والون کو اپنی روح فرسا بیداری اور اپنی مبتلاے اختر شماری کی اسی لیے شکایت رہا کرتی ہے کہ نرگس فتان والے اُنھین سونے نہین دیتے۔ اسی

ناشناشۂ بیداری کا ایک ستایا ہوا حرمان نصیب اپنے محوِ خواب دلربا سے کس بیتابی کے الفاظ مین شکایت کرتا اور کہتا ہے

شب تا بسحر خفتہ بخلوت گہ نازی　　بیداری این دیدۂ بیدار چہ دانی

لیکن باوجود اس ستانے اور اس بے رحمی سے آزار پہونچانے کے جادو نگاہون کا جاگتا جادو یعنی انکی نرگس فتان اُس چشمِ نیمخواب سے لاکھ درجہ غنیمت ہے جس کی نسبت ہمارا ایک سچا نیچر پرست شاعر کہہ گیا ہے کہ

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو

چشمِ نیمخواب اور محوِ خواب آنکھون مین بظاہر بہت ہی تھوڑا فرق معلوم ہوتا ہے کیونکہ سو جانے سے ذرا پہلے کی حالت چشمِ نیمخواب کی تصویر ہے - اور کسی کی نیم باز آنکھین جن کو غنودگی نے ایک مستانہ ادائی کی شان پیدا کردی ہو وہ نرگس فتان ہین جو ان آنکھون کے شیداؤن کو کسی طرح چین نہین لینے دیتی - مگر سحر آفرین نگاہ کا قربا جرا کی بدولت جو جادو دنیا پر چل رہا ہے وہ کسی کی خوب کھلی ہوئی شوخ اور چلبلی آنکھون سے اتنا نہین جاگتا جتنا کہ اِن نیم باز آنکھون سے جاگ اُٹھا کرتا ہے جو اپنی مستانگی کا جام شراب پلا کے سارے عالم کو بدمست و از خود رفتہ بنا دیا کرتی ہین - اور سچ یہ ہے کہ ہمارے دیدۂ نیمخواب کو کسی کی خواب آلود نگاہ سے اتنی شکایت نہین جتنی کہ اس ظالم و بے رحم چشمِ نیم باز والون کی کچھ کھلی اور کچھ بند سحر آلود آنکھون کی شکایت ہے -

صبح کا جھٹ پٹا وقت جب نہ پوری روشنی ہی ہوتی ہے اور نہ پورا اندھیرا - نہ صاف طور پر سفیدی ہی نظر آتی ہے نہ سیاہی - جبکہ رات بھر کے جاگے ہوے تارون پر نیند کا خمار غالب آجاتا ہے - اور اُنکی روشن آنکھین جھپکنا شروع ہو جاتی ہین - سچ یہ ہے کہ کسی کی خواب آلود اور نیم باز نرگس فتان کی سچی تصویر ہے - اسی لیے یونانیون کا اعتقاد تھا کہ "اپالو" دیوتا کی حسین و نازنین بیٹی "ایوس" صبح کی دیوی ہے - جو اسوقت اپنی نیم باز آنکھون اور خمار آلودگی کی مستانہ وضع مین بر آمد ہو کے دنیا والون کو اپنا جلوہ دکھاتی ہے - سارے عالم پر اسوقت اُسکی نیم خوابی کا اثر طاری ہو جاتا ہے - اور وہی اپنی گلاب کی پنکھڑیون کی سی نازک انگلیون سے اسوقت آسمان کی کھڑکی کھول دیتی ہے جس سے نکل کے "اپالو" اپنے سورج کے اُڑن کھٹولے پر سوار ہوتا اور عالم کی سیر شروع کردیتا ہے -

سوقت اُنکے حسن و عشق کی حسین ناز آفرین دیوی "وینس" (زہرہ) کی آنکھون مین نیند بھرآتی ہے - اور اُسکا بیٹا "کیوپڈ" (عشق کا دیوتا) اپنی کمان ہاتھ مین لیکے ہرطرف تیر برسانے شروع کردیتا ہے - اور حسن پرستون کے عالم مین شورش مچ جاتی ہے - کنول کے پھول کی آنکھ کھلتی ہے - اور ساتھ ہی سارے نازکبدنان گلشن (پھول) اپنی نیم باز آنکھین کھول کھول کے مسکرانا شروع کردیتے ہین -

یہ تو صبح کی نیمخوابی تھی مگر شام کی نیمخوابی کو دیکھیے تو اُسکا جوش وخروش کچھ اس سے بھی بڑھا ہوا ہے - اسوقت آفتاب کی خمارآلود آنکھین بند ہونا شروع ہوتی ہین - اور اُسکی آنکھ پر نیند کا پردہ پڑتے ہی دن بھر کے سوئے ہوے مہوشان فلک آہستہ آہستہ اپنی آنکھین کھولنا شروع کرتے ہین - جن پر تھوڑی دیرتک عجب نیمخوابی کا عالم طاری رہتا ہے - اور ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے کہ گویا سارے عالم پر وہی نیمخوابی حکومت کررہی ہے مگر دیکھو کہ اس شام کی نیمخوابی نے دنیا مین کیسی شورش مچادی ہے - درودیوار اور شجر وحجر پر ایک سناٹا پیدا ہوگیا ہے جسے دیکھ کے طیور آپے سے باہر ہوے جاتے ہین - بیتابان عشق کا سا شور وہنگامہ مچا رکھا ہے - نہ کسی حالت پر قرار لیتے ہین اور نہ کسی جگہ پر - نہ کسی کی سنتے ہین اور نہ اپنی کہ چکتے ہین - طیور ہی پر موقوف نہین - سارے عالم اور ساری زندہ مخلوق مین ایک عجیب شورش پیدا ہوگئی ہے - وقت کے غیرمعمولی جذبات نے ہرشخص مین ایک برانگیختگی پیدا کردی ہے - اہل مسجد مسجدون کی طرف کنشت کے دلدادہ آتشکدون کی جانب - کنیسے والے گرجون کی سمت - اور بتون کے دلدادہ تبخانون کی دُھن مین ذوق وشوق سے چلے جاتے ہین - اذان کا نعرۂ اللہ اکبر ناقوس کا پُرجلال شور - گھنٹون کی پُرنغمہ صدائین لبند ہین - اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہر طالب اپنے مطلوب کو اور ہر عاشق اپنے معشوق کو پکار رہا ہے - اور یہ سارا ہنگامہ محض اسلیے ہے کہ آسمان کی چشم نیم باز نے سارے عالم مین ہلچل ڈالدی ہے - اور وہی فتنۂ عظیم پیدا کردیا ہے جسکی بدولت شعراان خوبصورت آنکھون کو نرگس فتان کہا کرتے ہین -

ہمالیہ کی چوٹیان

اے ہمالیہ کی بہرہ فلک چوٹیو تم دُور سے کیسی بھلی معلوم ہوتی ہو! تمھارا اُجلا پن ہماری نظرون مین کُھپا جاتا ہے۔ تمھاری خوبصورتی ہمین اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ جس طرح بنے گر پڑکے اور مر کھپ کے تم تک پہونچین۔ مگر افسوس تم تک نہین پہونچ سکتے۔ تمھاری بلندی اور سربرآوردگی بتا رہی ہے کہ تم آسمان سے قریب ہو۔ عالم بالا اور عالم ملکوت جس مین ہماری ساری آرزوئین محفوظ ہین اور جو ہماری زندگی بھر کی تمناؤن کا خزانہ بلکہ ہماری دنیاداری و نیکوکاری کا مرجع و ماویٰ ہے تم سے بہت قریب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تم ہی نردبان حقیقت ہو۔ اور وہ سیڑھیان ہو جن پر چڑھ کے ہم عرش معلّٰی کے قریب تک پہونچ جائین گے۔ لیکن افسوس یہ سیڑھیان لگا دینے پر بھی تم نے ہمارا راستہ بند کر رکھا ہے۔

عالم بالا اور اُس سرِ وشتانِ نور سے قریب ہونے ہی کی یہ برکت ہے کہ تمھین اُس محترم عالم نور سے تقدس مآبی کا سفید خلعت عطا ہوا ہے۔ اور تم پر ولیانہ سکوت و خموشی اور متانت و محویت کا ایک عجیب عالم طاری رہتا ہے۔ تمھاری خوبصورتی مین کسی ناز آفرین کی شوخ ادائی نہین بلکہ فرشتہ سیرتی کی نورانیت اور تمکنت ہے۔ اور تمھاری صورت دیکھتے دیکھتے خیال گذرتا ہے کہ اگر ہم تم تک پہونچ جائین تو اُس سے کوئی اچھا ہی تماشا دیکھ لین گے جو موسیٰ کو کوہِ طور پر نظر آیا تھا۔ جب ہم خوش عقیدگی کے جوش مین رُو بقبلہ کھڑے ہو جاتے ہین اُسوقت تم ہمارے وادیِ ایمن بنجاتے ہو۔ اور فی الحقیقت ہمارے وادیِ ایمن تم ہی ہو۔ اس مین شک نہین کہ ہم کو اگر تمھاری اُس بالائی خلوت گاہ تک بار مل جائے تو فرشتون کی باتین سُننے لگین۔ اور ان پُرشوق آنکھون سے جو دنیوی حُسن کے ہزارہا کرشمے دیکھ چکی ہین حورون کے جمال جہان آرا کی زیارت کر لین۔ جنکے شوق مین ہمارے نیکوکارون نے اپنی زندگیان تلخ اور اپنے دوستون کی صحبتین بے مزہ کر رکھی ہین۔

مگر افسوس تمھاری سرد مہری اور سرد مزاجی کسی کو پاس نہین پھٹکنے دیتی۔ یون دیکھنے کے لیے تم نہایت خوبصورت اور دلکش ہو مگر جو تمھارے پاس آنا چاہتا ہے اُسکے حق مین

یہ سچ یہ ہے کہ تم بڑے بیرحم ہو - اس پیاری صورت پر یہ بے پروائی اور اس تقدس تاریخی کی سادی وضع پر یہ سنگدلی اچھی نہین - مانا کہ تم حسین ہو - اور حسینون کو اپنے چاہنے والون کے ستانے ہی مین مزہ آتا ہے - مگر تمھارا حسن وجمال اُس قسم کا نہین کہ اُسپر بے رحمی اور شوخ ادائی زیب دے -

اگلے دنون جب اس عالم اور اُس عالم مین اتنی غیریت نہ تھی تم ہی دیوتاؤن اور دیویون کا مرکز تھین - اور آج بھی سُن رہے ہین کہ وہ عالم آشوب حسن والی پریان جنکی داستانین ہر قوم وملت کے داستان گویون سے سُنی جاتی ہین اُن کا نشیمن تمھاری ہی بلندیون پر ہے - ہم مین سے بہتون کو یقین ہے کہ جنت کی حقیقی اور ابدی مسرتون کا سرچشمہ "کیلاس" کہین تمھارے ہی پاس ہے - اکثر رنگ برنگ اور خوبصورت بادلون کا ہار تم اپنے گلے مین پہن لیا کرتی ہو - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ اندر کا تخت بھی تمھاری ہی بلندیون پر بچھا کرتا ہے - اور وہین اُنکی عشرتگاہ مین آکے آسمان کی اپسرائین (حورین) اور قاف کی پریان ناچتی اور حسین ونازآفرین دیویان اپنا جلوہ دکھایا کرتی ہین - سرودستان سے اتنی قربت - اور اُسکے ساتھ یہ لطف اور یہ روحانی سرزمین! کاش ہماری بھی رسائی ہوتی -

تمھارے پہلوؤن اور دامنون مین جو مسطح اور خوش ہوا وقطعات زمین ہین اُن مین قدرت نے عجیب وغریب نزہت بخش وفرحت افزا چمن لگا رکھے ہین - جن کے باغبان انسان نہین فرشتے ہین - طرح طرح کے پھول کھلے ہوے ہین - سبزۂ خوابیدہ نے مخمل سبز کا فرش بچھا رکھا ہے - ہزارہا رنگ کے عجیب وغریب گُل بوٹون - کسی مست خرام کی طرح جھومنے والے پودون - اور کسی زلف برہم کی طرح پیچ وتاب کھانے والی بیلون نے اُس فرش پر نہایت ہی نظر فریب نقش ونگار بنا رکھے ہین - عالم بالا سے آنیوالی اور لہرا لہرا کے بہنے والی نہرون اور بیتابی گر گر کے مچل جانے والے آبشارون نے تمھارے اُنھین پُرفضا دامنون مین کہین گوٹے اور لچکے کی لہر بنا رکھی ہے اور کہین مقیش کی جھالرین ٹانک دی ہین - نغمہ سنج طیور رنگین بوٹون پر بیٹھ بیٹھ کے پھولون کے حُسن کی تعریف کرتے اور عشق کی داستان چھیڑتے ہین - غزالان صحرا اپنی خوش قدمیون سے بیلی اداؤن کو یا خرام ناز کی بہار دکھاتے ہین - الغرض اے بے رحم اور سنگدل پہاڑ وا وخوش وطیور

تک کو تمھارہی اُن مسرت و عیش کی خلوت گاہوں مین بار ملتا ہے - اور نہین ملتا تو بکلو!
شاید ہمارا یہ قصور ہو کہ انسان ہر جگہ اپنی ہنر مندی کے کرشمے دکھاتا اور قدرت کے سیدھے سادے اور بے تکلف حُسن کو اپنے تکلفات کا زیور پہنا کے بھدّا کر ڈالا کرتا ہے - اور تم کو اس سے نفرت ہے - تم چاہتے ہو کہ تمھارا باغ قدرتی محاسن کا اچھوتا اور پاک و صاف حرم بنا رہے جسکو مخلوق کی کاریگری کا ہاتھ چھو بھی نہ جائے - تمھارا یہ خیال صحیح ہے - بیشک انسان کو "ایجاد بندہ" کا مرض ہے - اُسکے قدم یقیناً قدرت کی اچھوتی بہار کو ناپاک کر دیتے ہین - اور اُسکا جہان گذر ہوتا ہے بغیر دخل درمعقولات دیے نہین رہتا - مگر ہم سے قسم لے لو - جو تمھاری سادگی اور ازلی نفاست مین ذرا بھی ہاتھ لگائین - ہم تو اول درجے کے نیچر پرست ہین - اور اس قدرتی بہار کے دیکھنے اور قدرت کے بے تکلف چمن کی سیر کرنے یا یون کہیے کہ اُس بے تکلفی کے حرم مین حاضر ہو کے اپنا حقِ عبادت بجا لانے ہی کے لیے وہان آنا چاہتے ہین - اس لیے اگر کوئی بھی وہان تک آنے کا مستحق ہے تو وہ ہم ہین -
تم نے یہ بھی دیکھا کہ جو ندیان تمھاری خلوت گاہ اور تمھاری اس سدابہار جنت سے اُتر کے ہمارے یہان آتی ہین اُنکی ہم کیسی قدر کرتے ہین؟ ہم مین سے اکثر لوگ اُنکی پرستش کرتے - اُنکے پانی سے اپنی جسمانی کثافت ہی نہین اپنی روحانی نجاستون کو بھی دھو کے گناہون سے پاک و صاف ہوتے - اور اُنپر بیش قیمت قربانیان چڑھاتے ہین - اور محض اس خیال سے کہ "حدیث عہدٍ بربنا" یعنے خدا کے پاس سے ابھی ابھی چلی آتی ہین - ہمارے اس ذوق و شوق اور ہمارے اس خلوص عقیدت کو دیکھ کے بھی تمھین اتنا ترس نہین آتا کہ ہمین اپنے قریب آنے دو؟ کیا اپنے دنیوی معشوقون کی طرح تم سے بھی ہم کچھ امید نہ رکھین؟
اچھا ہمین اپنے پاس نہین آنے دیتے - یا یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے قدم سے تمھارا پاک خلوت کدہ ناپاک ہو جائیگا - یہ نہین پسند کرتے کہ تمھارے حسینون کی بارگاہِ حسن تک ہماری رسائی ہو - تمھارے آغوش مین سونیوالی دیویون کے معصومانہ چہرون پر ہماری ناپاک نظر پڑے - تمھاری اپسراؤن اور پریون کو ہم گھورین - اور راجہ اندر کے اکھاڑے کا تماشا دیکھ سکین - آسمان کی کسی دلربا حور کے چہرے پر ہماری نظر پڑ جائے - یا آسمان

کی اُس خزینۂ گاہ آرزو سے ہم کوئی اپنے مطلب کی تمنا یا ہوس چرا لے جائیں۔ یہ باتیں تمھیں نہیں منظور ہیں تو نہ سہی مگر خدا کے لیے دو ہی سے سہی اپنی خموشی کا قفل توڑ کے دو ایک باتیں تو کر لو۔

جب سے دنیا بنی ہے تم یون ہی سر اُٹھائے کھڑی ہو۔ اور دنیا کی نیرنگیوں اور اُسکے انقلابات کا تماشا دیکھتی رہی ہو۔ دنیا میں اسوقت تک جو کچھ ہوتا رہا ہے اُسکے دیکھنے والے یا تو یہ آسمان کے شب زندہ دار تارے ہیں اور یا تم ہو۔ تارے بھی اپنی جگہ سے رینگتے اور چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ اُنکی آنکھیں بھی جھپک جاتی ہیں۔ مگر تم جس وضع سے کھڑی ہوئی تھیں اُسی وضع و قطع سے آج تک کمال استقلال کے ساتھ کھڑی ہوئی ہو۔ لہذا اگلی سرگذشتیں جیسی تمھاری نظر سے گذری ہیں کسی کی نظر سے نہیں گذریں۔ تم نے سب ہی کچھ دیکھا ہے۔ لیکن افسوس غضب کی بات ہے کہ تم بولتی نہیں۔

بتاؤ تو سہی کہ انسان کی تخلیق سے پہلے دنیا کی کیا حالت تھی؟ اور جب آدمی نہ تھے تو یہان کون لوگ بستے تھے؟ کبھی تم نے عزازیل کو بھی دیکھا تھا جسے سنتے ہیں فرشتے دنیا سے پکڑ لیگئے تھے؟ وہ کہیں تمھارے ہی آس پاس تو نہیں رہتا تھا؟ اگلے زمانے کے راکشسوں سے اُسکا حلیہ بہت کچھ ملتا جُلتا معلوم ہوتا ہے۔ تخلیق آدم کی کچھ کیفیت سناؤ۔ سنتے ہیں کہ وہ تمھارے سامنے اُتر کی طرف سیلون کی ایک چوٹی پر گرے تھے جہان آج تک اُن کا نقش قدم بنا ہوا ہے۔ جب اتنی زور سے گرے کہ پتھر میں ایسا گہرا نقش قدم بن گیا تو اُنکے گرنے کی دھمک تم تک ضرور پہونچی ہوگی۔ آدم و نوح کے درمیان جو زمانہ گذرا اُسکی کیفیت ہمیں بالکل نہیں معلوم۔ تم لب ہلاؤ تو معلوم ہو۔

اچھا یہ بتاؤ کہ طوفان نوحؑ یہان بھی آیا تھا یا نہیں؟ اور آیا تھا تو کس قدر؟ اُسکا پانی تمھارے کہان تک پہونچا تھا؟ تمھارے قرب و جوار میں بھی کوئی شخص اُس عالمگیر طوفان سے جانبر ہوا تھا یا حضرت نوح کے سوا دنیا میں کوئی نہیں بچا؟ نمرود نے جب آسمان تک پہونچنے اور آسمان والوں سے باتیں کرنے کے لیے ایک نہایت ہی اونچا برج بنوایا ہے وہ تو تمھیں یاد ہوگا؟ اگرچہ درمیان میں بہت سے پہاڑ حائل ہیں مگر چونکہ

تمھارا سر سب سے زیادہ اونچا ہے اسلیے دور سے تم نے اُس بُرج کو دیکھا ضرور ہوگا خدا کے لیے بتاؤ کہ وہ کیسا تھا اور کس شان کا تھا؟

حضرت ابراہیم کی ولادت اور اُنکے نشو و نما کا حال شاید تم کو نہ معلوم ہو۔کیونکہ یہ تم سے دُور کی باتین ہین ۔مگر ہندوستان کے اگلے حالات تو سُناؤ۔آریہ لوگون کے آنے سے پہلے یہان کون لوگ رہتے تھے؟ اور وہ کس گروہ سے تعلق رکھتے تھے؟ کوئی کہتا ہے کہ وہ سمٹک (بنی سام) یعنی عربون اسرائیلیون اور بابل والون کے ہمقوم اور بھائی بند تھے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ نہین وہ کوئی اور ہی قوم تھے۔ اگرچہ اُنکے چُلیے رسم و رواج اور عادات و اطوار بنی سام سے مِلتے جُلتے ہین مگر اطمینان نہین ہوتا تم ذرا زبان ہلاکے اس معمّے کو حل کردو۔ تھین اُن کی ابتدائی حالت۔ اُنکی وضع قطع اور وہ سرزمین جہان سے وہ آئے تھے یاد بھی ہوگی۔

سکندر سے پہلے اور بھی بہت سے فاتحین ہندوستان مین آئے۔ فراعنۂ مصر اُسارسس اور سیسا سٹریس۔ ملکۂ بابل سمیرامیس۔ تبابعۂ یمن مین سے بھی بعض زبردست فاتحین تاتار کے مغل فرمانرواؤن مین سے اُغاس اور سیاکزارس۔ تاجداران ایران مین سے فریدون۔ کیخسرو۔ افراسیاب۔ گشتاسپ اور نوشیروانِ عادل ہندوستان پر اپنی اپنی باری حملہ اور حکومت کرنے والے تبلائے جاتے ہین۔ مگر ٹھیک طور پر نہین معلوم ہوتا کہ ان لوگون کے دعوے کہان تک قابلِ تسلیم ہین۔ ان سب زمانون اور یہان کے آنیوالون کی آمد کو تم نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے۔ مگر افسوس تم جواب نہین دیتے۔ جس خموشی سے ان سب لوگون کے واقعات کا تماشا دیکھتے رہے ہو ہمارا تماشا بھی دیکھ رہے ہو۔مگر کہتے کچھ نہین۔ گویا خدا نے تمھین فقط دیکھنے کے لیے بنایا ہے تبانے کے لیے نہین۔

اچھا اے رازداران قدیم نہ بولو۔ ہم بھی دیکھتے ہین کہ تم کب تک نہین بولتے۔ ایک ایسا دن آنیوالا ہے کہ تمھین خواہ مخواہ بولنا پڑے گا۔ عرصۂ حشر اور روزِ جزا مین اُس حضرت رب العزت کے دربار مین تم کو اگلون کے تمام کارنامون کی گواہی دینا پڑیگی جو کچھ دیکھا ہے کہنا اور تبانا پڑے گا۔ اسلیے تم ہم سے نہین بولتے تو جاؤ ہم بھی تم سے نہین بولتے۔ آج نہین تو اُسی روز ہم تمھاری دلچسپ داستان سُن لین گے۔ اور یاد رکھو کہ بے سُنے نہ رہین گے۔

دولتِ گفتار

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کین دولت از گفتار خیزد

حُسن و عشق کی پُر لطف داستانوں مین آپ نے ایسے واقعات تو بہت دیکھے ہونگے کہ کسی نے کسی دلربا کی پیاری صورت دیکھی اور آہ کرکے دل ہاتھون سے تھام لیا کسی کی نرگس فتان نے ایک نگاہِ غلط انداز ڈالی اور ایک برچھی تھی کہ کلیجے کے پار ہوگئی - مگر انہی کہانیون مین آپ کو یہ بھی نظر آیا ہوگا کہ کسی جادو بیان نے کسی کے حُسن عالم آشوب کی تصویر اپنی لفظون مین کھینچکے دکھائی اور کسی نے اس خیالی خاکے پر دل قربان کردیا - کسی کے اٹھلا اٹھلا کے چلنے اور اُسکی مست خرامی کا تذکرہ سنا اور کسی کا دل پامال ہوکے رہ گیا -

لیکن یہ بھی کہانیان ہین اور اُن واعظین محفل عشق کی زبان سے سُنی گئی ہین جنکا زیادہ اعتبار نہین - اکثر محققین اُنکی وقعت مبالغۂ شاعرانہ سے زیادہ نہین کرتے جس طرح کسی شوخ طبع صاحب جمال نے عشاق کے جان دینے کے دعوے اور اُن کنالہ اے بلبل کا شور وغوغا سنتے سنتے جھنجھلا کے کہدیا تھا کہ "مرتے بہتون کو سُنا تھا جنازہ ایک کا بھی نہ نکلا" اُسی طرح دولتِ گفتار کی کرشمہ سازیون کے منکر بھی اس بارے مین کہہ دین گے کہ "کہانیان بہت سی سُنین مگر کسی کو کسی کے حسن وجمال کی تعریف سنکے عاشق ہوجاتے نہین دیکھا"۔

مگر سچ یہ ہے کہ دولت گفتار کا اثر خود حسن کے اثر سے زیادہ وسیع اور عام ہے اور ساری دنیا حُسنِ بیان اور دولتِ گفتار ہی پر مٹی ہوئی ہے -

ہم ایک مضمون مین ثابت کرچکے ہین کہ جو مزہ کسی کی یاد مین ہے وہ خود اُس سے ملنے مین نہین - اسی طرح اس موقع پر کہتے ہین کہ جیسا عام اور قوی اثر کسی کی تعریف سننے مین ہے خود اُسکی صورت دیکھنے مین نہین - دنیا کا سارا ڈھچر اُسی محبت و اُنس کی بدولت چل رہا ہے جو دیکھنے کے عوض حالات سُن کے ہمارے دلون مین پیدا ہوا ہے -

سرمد سے پوچھیے - خدا کو دیکھا نہین - اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے - مگر مجمع صوفیہ

ہمن کتنے ہین جو اُس حسن ازل کے دلدادہ اور اُسکی یاد سے لو لگائے بیٹھے ہین - ان صوفیہ
کو بھی چھوڑیے - بڑون کی بات ہے - سوا چند ملحدون اور مادہ پرست بے دینون کے کون
ہے جو خدا کا قائل نہین - یا خدا کی محبت کو اپنا ایمان اور اُسکی عبادت کو اپنی زندگانی کا
مقصد اصلی نہین سمجھتا - پھر یہ محبت جو لوگون کو خدا کے ساتھ ہے اور یہ الفت جو مخلوق کو خالق
سے ہے سوا "دولتِ گفتار" کے کسی اور لفظ سے بھی تعبیر کی جا سکتی ہے ؟ ہرگز نہین - کیونکہ
خدا کو دیکھا نہین سنا ہے - اور جو برکت سننے سے ہمین حاصل ہو وہی دولتِ گفتار ہے -
قرآن پاک کتنی بڑی دولتِ گفتار ہے کہ اسکی تلاوت کر کے ہم اُس معشوق حقیقی سے
باتین کر لیتے ہین جو وہم و گمان اور قیاس و خیال کی ہزارہا نقابون کے اندر مخفی ہے ؟

خدا کے بعد پیغمبرون کا درجہ ہے - اُنکی نورانی صورت کے دیکھنے اور اُنکی صحبت فیض
سے فائدہ اُٹھانے والے ایک محدود زمانے کے چندہی بزرگ تھے جن مین سے آج کوئی
باقی نہین - ہم نے اور دنیا کے بہت غالب حصے نے صرف اُنکے حالات اور اُنکے
کمالات کے واقعات سُنے ہین - اور ہم فقط کانون کے ذریعے سے اُنکی خوبیون کے
گرویدہ اور اُنکے محاسن کے شیدا ہوے ہین - اُنکے مبارک نام - اُنکے معجزنما کارنامے -
اُنکی ہدایات اور اُنکے ذریعے سے ہمین جو خدا کا کلام ملا ہے سب دولتِ گفتار ہین جن پر
ہم دل و جان سے ایمان لائے ہین - الغرض توحید و رسالت دونون چیزین جو اصل
ایمان ہین ہمین کانون ہی کے ذریعے سے ملی ہین - اور ہمارے لیے دونون نعمت گفتار ہین
اگلے لوگون کے کارنامے - اُنکے حالات - اُنکی ترقیان - اُنکی فتحمندیان - اور
اُنکے علوم و فنون سب ہمین کتابون مین دیکھ کے اور خود اُنکے یا اُنکے تذکرہ نویسون کی
زبان سے سُن کے معلوم ہوے ہین - اور اسی پر منحصر نہین - سارا علمی خزانہ اور دنیا کا
تمام لٹریچر چاہے کسی قوم اور زبان کا ہو - سب دولتِ گفتار ہے - کیونکہ سماعت ہی کے
ذریعے سے ہم تک پہونچا ہے - اور اگر یہ دولت گفتار ہم سے چھن جائے تو ہم بالکل جاہل
اور خدا کی اُن تمام برکتون سے محروم ہو جائین جو اہل عالم کو تدریجاً عطا ہوتے ہوتے
اس کثرت و تکمیل کے درجے کو پہونچ گئی ہین -

قطع نظر ان باتون کے ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت و برکت اور اعلیٰ درجے
کی دولت ہمارے مکرم و محترم احباب - ہمارے کرم فرما - ہمارے قدر افزا - اور ہمارے

خریدار ان دلگداز ہیں - اے ہمارے دوستان باصفا! آپ ہی میں سے چند گنتی ہی کے ہین جن کی دلکش صورتین بھی ان مشتاق آنکھون کے سامنے سے گذری ہون یا جن سے ملنے اور اُن سے لطف صحبت اُٹھانے کا موقع ملا ہو - ورنہ عموماً وہی حضرات ہین جنکی تحریرون کے ذریعے سے اُنکی دلچسپ باتین سنی ہین اور اپنے خیال مین اُنکی صورتون کا ایک دلفریب اور پُرلطف مسرت بخش اور تسلی دینے والا خاکہ ہم نے اپنے مذاق وشوق کے مطابق بنا کے پیش نظر کر لیا ہے - وہ خاکہ اُنکی صورتون سے چاہے ملے یا نہ ملے مگر ہمارے نزدیک اُنکی سچی تصویر ہے - جو ہمین نہایت ہی پسند اور پیاری ہے - جب ملنے کو جی چاہتا ہے اُس تصویر کو سامنے رکھکے دیدار کے مزے لوٹتے اور اُس سے مزے مزے کی باتین کر لیتے ہین - جب اُنھین خط لکھنے کے لیے قلم ہاتھ مین لیتے ہین وہ پیاری تصویر آنکھون کے سامنے ہو جاتی ہے - اور دل خوش ہو جاتا ہے - گستاخی معاف اگر آپ کی صورت فرض کر لیجیے کہ اچھی نہ بھی ہو - چاہے اُس مین بعض عیوب بھی ہون - مگر ہم آپ کی بہت ہی اچھی - خوبصورت - سراپا لطف وکرم - آنکھون کو نور اور دل کو سرور بخشنے والی تصویر بناتے ہین - جو ہمین بہت پسند - حد سے زیادہ عزیز - اور خود آپ سے زیادہ پیاری ہے -

اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ ہم کیسی دولتِ گفتار سے مالا مال ہین - اور ہمارے خزانے مین کتنا ایک اور کیسا دلچسپ سامان جمع ہے ؟

اے دولت گفتار! تیرا بھلا ہو اور خدا تجھے دن دونی اور رات چوگنی ترقی دے تیری بدولت ہم ہجر و فراق کے صدمون کو بھول گئے - اس خیال کو کبھی پاس بھی نہ پھٹکنے دیا کہ ہم آپ سے دور اور جدا ہین - یا آپ کی پیاری صورت دیکھنے کو یہ آنکھین ترس گئین ہمنے دولت گفتار کے کیمرے سے مدد لیکے آپ کے جو فوٹو اُتارے ہین وہ ہماری نظر شوق مین بمثیل ہین - بلکہ ہم تو کہین گے کہ خود آپ سے بھی اچھے ہین - ہم کہتے ہی نہین بلکہ دعویٰ کرتے ہین کہ وہ ہماری بنائی اور کھینچی ہوئی تصویرین آپ دیکھ پائین تو ہم سے زیادہ آپ اُنپر فریفتہ ہو جائین -

---

ہمیں کتنے ہیں جو اُس جشنِ ازل کے دلدادہ اور اُسکی یاد سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ ان صوفیہ کو بھی چھوڑیے۔ بڑون کی بات ہے۔ سوا چند ملحدوں اور مادہ پرست بے دینوں کے کون ہے جو خدا کا قائل نہیں۔ یا خدا کی محبت کو اپنا ایمان اور اُسکی عبادت کو اپنی زندگانی کا مقصد اصلی نہیں سمجھتا۔ پھر یہ محبت جو لوگوں کو خدا کے ساتھ ہے اور یہ الفت جو مخلوق کو خالق سے ہے سوا "دولتِ گفتار" کے کسی اور لفظ سے بھی تعبیر کی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خدا کو دیکھا نہیں سُنا ہے۔ اور جو برکت سننے سے ہمیں حاصل ہو وہی دولتِ گفتار ہے۔ قرآن پاک کتنی بڑی دولتِ گفتار ہے کہ اسکی تلاوت کرکے ہم اُس معشوقِ حقیقی سے باتیں کر لیتے ہیں جو وہم و گمان اور قیاس و خیال کی ہزارہا نقابوں کے اندر مخفی ہے؟

خدا کے بعد پیغمبروں کا درجہ ہے۔ اُنکی نورانی صورت کے دیکھنے اور اُنکی صحبت فیض سے فائدہ اُٹھانے والے ایک محدود زمانے کے چند ہی بزرگ تھے جن میں سے آج کوئی باقی نہیں۔ ہم نے اور دنیا کے بہت غالب حصے نے صرف اُنکے حالات اور اُنکے کمالات کے واقعات سُنے ہیں۔ اور ہم فقط کانوں کے ذریعے سے اُنکی خوبیوں کے گرویدہ اور اُنکے محاسن کے شیدا ہوئے ہیں۔ اُنکے مبارک نام۔ اُنکے معجز نما کارنامے۔ اُنکی ہدایات اور اُنکے ذریعے سے ہمیں جو خدا کا کلام ملا ہے سب دولتِ گفتار ہیں جن پر ہم دل و جان سے ایمان لائے ہیں۔ الغرض توحید و رسالت دونوں چیزیں جو اصل ایمان ہیں ہمیں کانوں ہی کے ذریعے سے ملی ہیں۔ اور ہمارے لیے دونوں نعمتِ گفتار ہیں۔ اگلے لوگوں کے کارنامے۔ اُنکے حالات۔ اُنکی ترقیاں۔ اُنکی فتحمندیاں۔ اور اُنکے علوم و فنون سب ہمیں کتابوں میں دیکھ کے اور خود اُنکے یا اُنکے تذکرہ نویسوں کی زبان سے سُن کے معلوم ہوئے ہیں۔ اور اسی پر منحصر نہیں۔ سارا علمی خزانہ اور دنیا کا تمام لٹریچر چاہے کسی قوم اور زبان کا ہو۔ سب دولتِ گفتار ہے۔ کیونکہ سماعت ہی کے ذریعے سے ہم تک پہونچا ہے۔ اور اگر یہ دولتِ گفتار ہم سے چھن جائے تو ہم بالکل جاہل اور خدا کی اُن تمام برکتوں سے محروم ہو جائیں جو اہلِ عالم کو تدریجاً عطا ہوتے ہوتے اس کثرت و تکمیل کے درجے کو پہونچ گئی ہیں۔

قطع نظر ان باتوں کے ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت و برکت اور اعلیٰ درجے کی دولت ہمارے کرم و محترم احباب۔ ہمارے کرم فرما۔ ہمارے قدر افزا۔ اور ہمارے

خریداران دلگداز ہین - اسے ہمارے دوستان [illegible] آپ [illegible] گنتی ہی کے ہین جن کی دلکش صورتین بھی ان مشتاق آنکھون کے سامنے سے گذری ہون یا جن سے ملنے اور اُن سے لطفِ صحبت اُٹھانے کا موقع ملا ہو - ورنہ عموماً وہی حضرات ہین جنکی تحریرون کے ذریعے سے اُنکی دلچسپ باتین سنی ہین اور اپنے خیال مین اُنکی صورتون کا ایک دلفریب اور پُر لطف مسرت بخش اور تسلی دینے والا خاکہ ہم نے اپنے مذاق وشوق کے مطابق بنا کے پیش نظر کر لیا ہے - وہ خاکہ اُنکی صورتون سے چاہے ملے یا نہ ملے مگر ہمارے نزدیک اُنکی سچی تصویر ہے - جو ہمین نہایت ہی پسند اور پیاری ہے - جب جی کو جی چاہتا ہے اُس تصویر کو سامنے رکھکے دیدار کے مزے لوٹتے اور اُن سے مزے مزے کی باتین کر لیتے ہین - جب اُنھین خط لکھنے کے لیے قلم ہاتھ مین لیتے ہین وہ پیاری تصویر آنکھون کے سامنے ہو جاتی ہے - اور دل خوش ہو جاتا ہے - گستاخی معاف اگر آپ کی صورت فرض کر لیجیے کہ اچھی نہ بھی ہو - چاہے اُس مین بعض عیوب بھی ہون - مگر ہم آپ کی بہت ہی اچھی - خوبصورت - سراپا لطف وکرم - آنکھون کو نور اور دل کو سرور بخشنے والی تصویر بناتے ہین - جو ہمین بہت پسند - حد سے زیادہ عزیز - اور خود آپ سے زیادہ پیاری ہے -

اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ ہم کیسی دولتِ گفتار سے مالا مال ہین - اور ہمارے خزانے مین کتنا ایک اور کیسا دلچسپ سامان جمع ہے ؟

اے دولت گفتار ! تیرا بھلا ہو اور خدا تجھے دن دونی اور رات چوگنی ترقی دے تیری بدولت ہم ہجر و فراق کے صدمون کو بھول گئے - اس خیال کو کبھی پاس بھی نہ پھٹکنے دیا کہ ہم آپ سے دور اور جدا ہین - یا آپ کی پیاری صورت دیکھنے کو یہ آنکھین ترس گئی ہین ہمنے دولت گفتار کے کیمرے سے مدد لیکے آپ کے جو فوٹو اُتارے ہین وہ ہماری نظرِ شوق مین بےمثل ہین - بلکہ ہم تو کہین گے کہ خود آپ سے بھی اچھے ہین - ہم کہتے ہی نہین بلکہ دعوی کرتے ہین کہ وہ ہماری بنائی اور کھینچی ہوئی تصویرین آپ دیکھ پائین تو ہم سے زیادہ آپ اُنپر فریفتہ ہو جائین -

---

اتفاق و اختلاف کا مناظرہ

اتحاد کی برکتین اور یکجہتی کی خوبیان آجکل اس کثرت سے اور ایسے زور شور سے دکھائی جاتی ہین کہ ذہن پڑنے پر بھی ہر دماغ مین اتحاد کا سودا پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہر دل اتفاق کی لذتون کے خیال سے لبریز ہے۔ علی الخصوص جب سے سر آغا خان نے مسلمانون کے دلون مین ایک تحریک پیدا کر کے ہر زبان سے مسلم یونیورسٹی کا نعرہ بلند کرا دیا ہے اور نیز اسکے ساتھ ہندوؤن اور دیگر اقوام و ملل کے ساتھ اتحاد و روابط یکجہتی قائم رکھنے کی ہدایت فرماتے اور ہندوستان مین ایک قومی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہین۔ اُس وقت سے ہم سب کا خیال اتفاق کے حسن و جمال سے کسی طرف ہٹتا ہی نہین۔ ایسی حالت مین خیال کی کرشمہ سازیان جو رنگ نہ دکھائین اور جیسا حیرت انگیز تماشا نظر کے سامنے نہ پیش کر دین تعجب نہین۔

چنانچہ عالم خیال مین اتحاد کے حسنِ عالمگیر پر نظر جمائے ہوے تھے کہ آسمان سے ایک نورانی تخت اترا۔ جسپر ایک بلا کی صورت زیبا نظر آئی۔ تخت کے ٹھہرتے ہی وہ حسین و نازنین جو انتہا درجے کی خوبصورت تھی اور جسکے گالون کی سفیدی سے صبح کے تارون کی ٹھنڈی روشنی کی کرنین نمودار تھین اُتر کے سامنے آئی اور اب دیکھا تو اُسکے رُخ زیبا مین انتہا درجے کی متانت و سنجیدگی اور اُسکی متانت مین ایسی دلبری و رعنائی تھی کہ جسپر اُسکی نگاہ پڑ جاتی وہ بھی اُسکی زلف گرہگیر کا اسیر ہو جاتا۔ اور جو اُسے ایک نگاہ دیکھ لیتا اُسکی نظر سے ساری دُنیا کے حُسن گر جاتے۔ ایسے خوبرویون کو ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ اپنا گرویدہ بنا کے دور بھاگتے ہین۔ مگر اس دلربا مین یہ خوبی تھی کہ دل جس قدر اُسکی طرف کھنچتا اُسی قدر وہ زیادہ محبت سے پیش آتی۔ عہد وفا کو زیادہ مضبوط کرتی۔ اور ساعت بساعت اپنا زیادہ فریفتہ اور دلدادہ بنانے ہی مین مصروف نظر آتی۔ اُسکا حسن و جمال دیکھ کے یہ حُسن پرست دل اُسکی رعنائیون اور ناز آفرینیون کے مزے لیتا رہا۔ آنکھین اُسکے چشم نرگسین پر جمی رہین اور آخر زبان شوق سے یہ الفاظ نکلے کہ "اے نازنین دلربا یہ معلوم ہوا کہ تجھ مین آسمانی نور ہے۔ مگر خدا کے لیے اتنا بتا کہ تو کون ہے؟"

یہ سوال سنتے ہی اُسکے نازک لب شکرین پر ایک تبسم نازنمودار ہوا۔ حُسن صبیح مین دلبری کی گرمی پیدا ہوئی اور گورے گورے گال چمک اُٹھے۔ اور عجیب نازوانداز کے ساتھ جواب دیا "مین اتحادو اتفاق کی مجسم تصویر اور صلح وامن کی وہ مبارک دیوی ہون جسے اگلی قومین پوجا کرتی تھین" مین نے پوچھا "اور تم رہتی کہان ہو؟"

جواب "خاص خدا کے عرش کے نیچے۔ جہان سے اُترکے نیک نفس لوگون کے دلون مین آتی اور اُنکے پُرامن کاشانے مین محبت کا چراغ روشن کرتی ہون۔ لیکن جھگڑے فساد اختلاف ونزاع۔ اور عیب گیری ونکتہ چینی سے مجھے نفرت ہے۔ کسی نے کسی سے مخالفت کی اور مین رخصت۔ کسی کے دل مین غیبت وبدگوئی کا خیال آیا اور مین غائب۔ آجکل تمھارے دلون مین باہمی اتفاق کا جوش پیدا ہوا ہے اس لیے مین آئی ہون کہ تمھارے دلون مین محبت کا چراغ روشن کرون اور دکھاؤن کہ اتحاد مین کیسی کیسی لذتین ——"

یہ نازنین بات پوری نہین کرچکی تھی کہ باد مخالفت کا ایک نہایت سخت اور گرم جھونکا درختون کو گراتا۔ مکانون کو ڈھاتا۔ اور لوگون کو ایک دوسرے سے ٹکراتا ہوا آیا جسکی گرمی سے اُس حسین کا چہرہ ناگہان ایسا مُرجھا گیا جیسے لُوہ کی لپٹ سے کوئی نازک پھول کُھملا جاتا ہو۔ یہ حالت دیکھکے مین پریشان ہو رہا تھا کہ ناگہان اُس جھونکے مین سے بھی ایک آتشین تخت نمودار ہوا جسپر سے اُترکے ایک سانولی نمکین چہرے والی شوخ ادا پیچ دپیچ زلفون کا جال پھیلائے ہوے نہایت تیزی سے دوڑکے ہماری طرف آئی۔ اور اس گوری حسینہ سے ڈانٹ کے کہا "تم کو ان سے واسطہ؟ یہ میرے لیے ہین اور مین انکے لیے!"

اُسکے ان فقرون پر مجھے نہایت حیرت ہوئی۔ اور قبل اسکے کہ وہ ماہوش حسینہ جواب دے۔ مین نے اُس شعلہ خو ملیحہ سے کہا "آخر تم کون ہو جو ہمپر ایسا دعوی رکھتی ہو؟"

ملیحہ "تم پہچانو یا نہ پہچانو۔ مگر مین تمھاری ہون۔ اور تمھارے لیے۔ تمھارے دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہون۔ تمپر حکومت کرتی ہون۔ اور تم میری پرستش کرتے ہو!"

مین "پرستش کرتے! یعنی ہم مُشرک ہین؟ استغفراللہ! اچھا اپنا نام تو بتاؤ جو یون بیباکی سے ہمارے گھر مین گُھس آئی ہو۔ اور اس کا خیال بھی نہین کہ آج کل مداخلت بیجا جُرم ہے"

ملیحہ - (ہنس کے) "یہ مداخلت بیجا نہیں بلکہ خاص اپنے گھر میں آنا اور اپنی حقیقت ثابت کرنا ہے"۔

مین "آخر کچھ معلوم تو ہو کہ تم ہو کون؟ اور تمھارا نام کیا ہے؟"

ملیحہ "مین نا اتفاقی اور مخالفت کی پُر کرشمہ دیوی ہون۔ دُنیا کے جھگڑے فساد میرے دَم سے ہین۔ قتل و خون اور جنگ و پیکار میری کرشمہ سازیان ہین۔ لڑائیون مین میرا جلوہ نظر آتا ہے۔ باہمی عداوتین اور رنجشین میری تیر نگہان ہین"۔

یہ سُن کے مین ایک سنّاٹے مین آگیا۔ اور ذرا تامل کے بعد کہا "مگر مجھے تم سے ذرا بھی محبت نہین۔ مین تو اتفاق کی دیوی کا دلدادہ ہون"۔

ملیحہ "صرف زبان سے۔ لیکن تمھارے دل مین مین ہی بسی ہوئی ہون۔ اور آج پر موقوف نہین سلف سے آج تک ہندوستان پر میری حکومت چلی آتی ہے"۔

مین "مانا کہ ہم کبھی تمھارے دلدادہ تھے مگر اب تو اتفاق و اتحاد کی صورت زیبا کے دیوانے ہین۔ اگر تم سے پہلے کوئی تعلق تھا بھی تو اب اُسے چھوڑنے کو تیار ہین"۔

ملیحہ "مین جانتی ہون کہ سر آغا خان نے ہندوستان مین نئی بدعت ایجاد کر کے تمھین میری طرف سے بدظن کرنا چاہا ہے۔ اور چاہتے ہین کہ میرے تمھارے پُرانے رابطہ کو قطع کر دین مگر یہ ہونے والی بات نہین"۔

مین "ہونے والی بات نہین! اس مین بھی کوئی زبردستی ہے؟ مین کہتا ہون کہ یہی ہوگا۔ وہ زمانہ گیا جب تم نے ہندوستان مین فتنۂ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی تھی۔ اور بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا تھا۔ اب تو امن و امان کا دور دورہ ہے۔ اول تو برٹش گورنمنٹ ہی نے قتل و خون اور جنگ و پیکار کا مدّہ پھونک دیا۔ اور اگر دلون مین کینہ و حسد اور بغض و فساد کے کچھ بخارات باقی رہ گئے تھے تو اب سر آغا خان کی کوشش سے دور ہو گئے"۔

ملیحہ "اسے تو مین بعد بتاؤن گی کہ میری محبت ابھی تمھارے دلون مین باقی ہے لیکن پہلے یہ پوچھتی ہون کہ مجھ مین عیب کیا ہے جو تم میرے خلاف ہو۔ میرے حسن و جمال اور میری خوبیون کا سارے عالم مین کوئی مقابلہ نہین کر سکتا۔ پھر بھلا یہ پھیکی اور بے مزہ رنگت والی عورت میرا کیا سامنا کرے گی جس پر تم بے سوچے سمجھے فریفتہ ہو گئے ہو۔ اکثر لوگ

کسی کا ظاہری حسن دیکھ کے پہلی ہی نگاہ مین غلط انداز مین بے اختیار آپے سے باہر ہو جاتے ہین پھر بعد معلوم ہوتا ہے کہ اُس حسن کے دامن مین صدہا عیب چھپے ہوے تھے - اور تباہ ایسا مشکل نظر آتا ہے کہ زندگی اجیرن ہو جاتی ہے - اسکی اس ظاہری دلفریبی پر نہ جاؤ - جسے حقیقت مین حسن و جمال کہنا چاہیے وہ میرا حُسن ہے - جس مین شوخی - شرارت - فتنہ خیزی اور قیامت خیزی غرض ساری معشوقانہ ادائین موجود ہین "

اتفاق کی سراپا ناز اور مہ پارہ و مہ جمال دیوی اگرچہ اس ملیحہ کی شوخ ادائیان اور گرم جوشیان دیکھ دیکھ کے پژمردہ ہوئی جاتی تھی - مگر اس توہین کی تاب نہ لا سکی اور برافروختہ ہو کے بولی " تو اور میرا مقابلہ! نیکی کے سامنے بدی اور رحمٰن کے سامنے شیطان کو بھلا فروغ ہو سکتا ہے! ہان تو جب زور چلتا ہے فتنۂ و فساد پیدا کر کے عالم کو تہ و بالا کر دیا کرتی ہے - اور تیری شرارتون سے ہر جگہ قتل و خون ریزی کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے - مگر آخر کار میری خوبیان ان خرابیون کو دفع کرتی ہین اور انجام مین میری ہی فتح ہوتی ہے "

ملیحہ - میری زلف پیچان کے اسیر اور میرے رخ زیبا کے شیدا جتنے ہین اتنے کبھی تجھکو بھی نصیب ہوے تھے؟"

صبیحہ " یون تو ہمیشہ دنیا مین بُرون کا شمار نیکون سے زیادہ ہوا کرتا ہے مگر جو میرے حُسن کے قدردان ہین وہ تیری طرف رخ بھی نہین کرتے - جو لوگ تیرے دام مین پھنسے ہوے ہین وہ بھی جب تیرے مکر و فن کے پھندون سے چھوٹ کے آتے اور میرے امن مین پناہ لیتے ہین تو اُنھین معلوم ہوتا ہے کہ سچی مسرت کیا چیز ہے - دنیا تیری ستائی ہوئی ہے اور کون ہے جو تیری جان کو نہ کلپ رہا ہو؟ لاکھون کروڑون بندگان خدا کا خون تیری گردن پر ہے - ہزارون بستیان تو نے اُجاڑ دین اور خدا جانے کتنے گھرانون کے چراغ تو گل کر چکی ہے - اور پھر ان شرارتون اس آفت ڈھانے اور اس تباہ و برباد کرنے پہ یہ فخر و ناز! تجھے تو مجھ سے چار آنکھین کرتے شرمانا چاہیے - اگر مین نہ ہوتی تو اس عالم ہستی کو تو کب کی تباہ و برباد کر چکی ہوتی - اور تیری نحوست نے باغ ہستی کو اُجاڑ کے رکھ دیا ہوتا - یہ ساری رونق - آبادی - چہل پہل - بلکہ خلقت کی زندگی میرے دم قدم سے ہے "

تلمیحہ (طیش مین آکے)'' بس زبان روک! اپنے منہ میان مٹھو! اپنی تعریفون کا راگ بہت گا چکی۔ یہ نہ سمجھ کہ تجھ مین خوبیان ہی خوبیان ہین۔ اور مجھ مین فقط بُرائیان۔ یہ سارا عالم وجود مجھ سے اور میری وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ تجھ مین سوا بے مزہ خاموشی اور بے نتیجہ سکوت کے رکھا ہی کیا ہے۔ جو اس قدر اتراتی اور جامے سے باہر ہوئی جاتی ہے۔ سُن! مجھ مین خوبیان ہین اور تجھ سے زیادہ خوبیان۔ حق اور سچائی کی پرورش ہمیشہ میرے ہی دامن مین ہوائی ہے۔ تیری خاموشی۔ کمزوری۔ اور رواداری آہستہ آہستہ دنیا کو جہالت۔ بداعتقادی۔ کفر اور معصیت مین مبتلا کرتی ہے۔ اور اُن تیرے بگاڑے ہوؤن کی اصلاح کے لیے مین آتی اور اُنھین ہلاکت سے بچاتی ہون۔ مین نہ ہون تو دنیا مین نہ ایمان داری ہی باقی رہے اور نہ حق پرستی''۔

صبیحہ ''خوب! بُرائیون کو اچھا لباس پہنانا کوئی تجھ سے سیکھ لے۔ ہر ملک مین تیری فتنہ پردازیون کے ظلم نمایان ہین۔ تاریخین تیری سیہ کاریون کے واقعات سے بھری پڑی ہین۔ اسی ہندوستان مین دیکھ کہ رامچندرجی کے ایسے نیک اور پاک نفس شاہزادے کو تو نے کیکئی کے بھیس مین نمودار ہو کے جلاوطن کرایا۔ بی بی سے چھڑایا۔ کیسی خونریزی کرائی؟ اور کیسے ہنگامے برپا کیے؟ مہابھارت کو یاد کر جب کوروؤن اور پانڈوؤن مین پھوٹ ڈال کے تو نے سارے ہندوستان مین قتل عام کرا دیا ہے۔ اور ہر طرف موت کا بازار گرم تھا۔ اور اسکے بعد میرا وہ امن و امان اور شادمانی کا زمانہ یاد کر جب مہاراجہ رامچندرجی اجودھیا کے تخت پر اور فتحمند پانڈو ہستنا پور کی راجدھانی مین عیش و عشرت کے ساتھ حکمرانی کر رہے تھے۔ نسل انسان مین پہلی بُرائی تیری ہی نحوست سے پیدا ہوئی تو ہی ہے جس نے جنت مین نفاق کا بیج بو کے آدم و حوا کو جنت سے نکلوایا۔ تیرے ہی اشارے سے قابیل نے ہابیل کے خون سے ہاتھ رنگے۔ طوفان نوح تیری ہی قیامت خیزیون کا کرشمہ تھا۔ ابراہیم کے لیے تو نے آتش نمرود کے شعلے بھڑکائے۔ اسمٰعیل کو ایک صحرائے بے آب و گیاہ مین تو نے پھنکوایا۔ شہر سدوم کا تختہ اُلٹ کے تو نے قوم لوط کو ہلاک کیا۔ یوسف کو مان باپ کے دامن سے چھڑا کے بازار مصر مین تو نے بکوایا۔ اور دیدۂ یعقوب کی سفیدی تیری ہی تفرقہ اندازیون کا نمونہ تھی۔ قبطیون کے ہاتھون بنی اسرائیل پر تو نے کون سے مظالم تھے جو نہ کرائے۔ موسیٰ کو مصر سے تو نے بھگایا۔ اور

بنی اسرائیل تیری فتنہ انگیزیوں کی بدولت چالیس برس تک دشتِ ناپیدا کنار میں خاک چھانتے پھرتے تھے - تیری فتنہ انگیزیوں کی بدولت طالوت اپنے خدا رسیدہ داماد داؤد کا دشمن جانی تھا - اور تیری ہی کرشمہ سازیوں سے بنی اسرائیل کے بارہوں سبط ایک دوسرے کے سخت عدو - بیت المقدس کے خانۂ خدا پرستانہ شریب اور تخت نصر کی یورشیں تیری قیامت خیزیوں کے خوفناک نمونے تھیں - تو نے زکریا کو آرے سے چروایا - یحییٰ کا سر کٹوایا - اور مسیح کے لیے صلیب کھڑی کی - اور تو ہی نے حضرت محمد مصطفےٰ (صلعم) سے وطن چھڑایا - فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ کو دغابازی کے بزدلانہ حملوں کا نشانہ بنایا - اور عثمان غنی اور حسین ابن علی کو انتہا درجے کی مظلومی وبیکسی کے ساتھ باغی پیروں اور دغاباز دوستوں کے ہاتھ سے شہید کرایا - یہی نہیں اسی طرح لاکھوں خون کے دھبے تیرے دامنوں پر ہیں - سقراط تیری سنگدلی کا شکار اور منصور تیری بیوفائی کا نشانہ ہے - اور پھر بھی تو مجھ سے چار آنکھیں کر کے نیک نفسی اور پاکدامنی کا دعوی کرتی ہے ؟"

مہ لقا حسینہ کی زبان سے یہ الفاظ سُن کے ملیحۂ شوخ ادا کا چہرہ غصہ سے تمتما اُٹھا - اور نہایت برافروختہ ہو کے بولی "بس بس ! بُرے کو ہر بات بُری ہی لگتی ہے - ان باتوں میں جو بھلائیاں تھیں وہ تجھے دکھائی نہ دیں ہاں بُرائی دیکھنے کو کوئی تجھے بُلا لے - تو نے یہ خیال نہ کیا کہ ہر جھگڑے اور اختلاف میں دو فریق ہوتے ہیں - ایک حق پر اور ایک باطل پر - میں حق پرست کو سچائی پر اُبھارتی اور اُسکے مخالفوں کو اُسکا دشمن بنا کے اُس میں استقلال پیدا کر دیتی ہوں - میری تعلیم سے حق کا دعوی کرنے والا اہل باطل سے اختلاف کرتا ہے اور میں اپنی کوششوں سے اُس میں ایسا استقلال پیدا کر دیتی ہوں کہ چاہے ساری دنیا دشمنی پر آمادہ ہو جائے مگر وہ اپنی بات سے نہیں ہٹتا - تو ہوتی تو اُسے خاموش کر دیتی - اور حق پر ہمیشہ کے لیے خاک پڑ جاتی - بیشک میں نے رامچندر جی کو تکلیف دی - مگر وہ تکلیف اُنکی عظمت وحق شناسی کے اظہار اور روکن کے ظالموں کو سزا دینے کے لیے تھی - ہاں میں نے پانڈوؤں کو ستایا - لیکن بغیر اسکے نہ پانڈوؤں کا جوہر کھل سکتا تھا اور نہ کوروؤں کو اُنکی بدنفسی وبدکاری کی سزا مل سکتی تھی - ہاں میں ہوں جسنے نوح کو اُس وقت حق کا شیدا بنایا جب ساری

دنیا پر باطل کی حکومت تھی - پھر اُنھیں اہل کفر وطغیان کی مخالفت پر آمادہ کیا - ہان
مین نے ابراہیم کو بُت پرستی کی بیخکنی پر اُبھارا - اور آتش نمرودی کے اندر سچائی
کا وہ سدا بہار گلزار اگا دیا جو رہتی دنیا تک سرسبز رہیگا - ہان مین نے یوسف کو
جلاوطن کیا - مگر انکی جلاوطنی آل اسرائیل کی اقبالمندی اور اہل مصر کی ہدایت کیلیے
تھی - بنی اسرائیل کی مظلومی ہی نے توحید کو برقرار رکھا اور موسیٰ کی جلاوطنی ہی نے
فرعون کو خود پرستی کی سزا دیکر بنی اسرائیل کو اُسکے پنجۂ ستم سے آزادی دلائی - طالوت
کی دشمنی ہی تھی جسنے داؤد کے ذریعے سے خداپرستی کی عظیم الشان سلطنت قائم کرکے اُنکے
فرزند کے ہاتھ سے مسجد اقصیٰ کو تعمیر کرایا - بنی اسرائیل پر اہل بابل کے نرغے کچھ تو بنی اسرائیل
کو انکی بے اعتدالیون اور بے دینیون کی سزا دلوانے کے لیے تھے اور کچھ اس لیے
کہ حق کی شان مغلوبی و مفتوحی مین قائم ہوکے بابل کے ظلمت کدے مین ہدایت کی شمع
روشن ہو اور وہان یونس و دانیال کے سے پیغمبر ظاہر ہون - زکریا کا قتل اور یحییٰ کا
کا سر کٹنا بھی اظہار حق کے لیے تھا - جن کی وجہ سے حق کی قربان گاہ پر اگرچہ ایسی قیمتی
قربانیان چڑھین مگر دراصل حق کو باطل پر فتح حاصل ہوئی - اور مسیح پر جو مظالم
ہوے سب حق کے لیے تھے نہ اسلیے کہ دنیا کو نقصان پہونچے - یہ میری برکتین تھین کہ
ان تینون پیمبرون نے سخت سے سخت مظالم برداشت کرکے دنیا کو چھوڑا مگر حق پرستی
کے دامن سے اُنکے قدم کو لغزش نہ ہوئی - حضرت رسول خدا اگر مکے سے نکالے جانے
کی زحمت گوارا نہ فرماتے تو آفتاب توحید کی کرنین اقصاے عالم مین کیونکر چھٹکتین؟
اور اُسی حقانیت کی قربان گاہ پر فاروق و عثمان اور علی و حسین نے جانین دیکے
دنیا کو ضلالت سے بچا لیا - سچ یہ ہے کہ دنیا کی ساری حق پرستی اور خداشناسی میرے
دم سے ہے - اور میرے ذریعے سے آتی ہے - اگر تیرا زور چلتا تو نہ کوئی پیغمبر باطل کے
مٹانے کے لیے اُٹھتا اور نہ کبھی گروہ کو کوئی خدا کا بندہ گمراہی اور غلطی سے نکال کے
پاکبازی اور سچائی کی صراط مستقیم پر چلاتا - تو چپکے چپکے نہایت خاموشی کے ساتھ اور فریب
دیدے کے لوگون کو گمراہ کر دیا کرتی ہے - آدم کی خداشناسی کو تو ہی نے مٹایا تھا - نوح
کی ہدایتین تیرے ہی ہاتھون غارت ہوئی تھین - ملت ابراہیمی تیری ہی فنا کی ہوئی
تھی - قبطیون کو تو ہی نے کافر بنایا تھا - بنی اسرائیل تیری ہی موافقت مین آ

یہود ئے کیش و آئین کو تو ہی نے برباد کیا تھا۔ مسیحیت میں شرک تیرے ہی کمزوریوں سے پیدا ہوا۔ ان سب خرابیوں کے دور کرنے کے لیے اگر میں نوح و ابراہیم موسیٰ و عیسیٰ اور محمد مصطفےٰ صلعم کو اُٹھا کے کھڑا نہ کرتی تو تو نے دنیا کے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی تھی۔ تو ہمیشہ دنیا کو بگاڑتی ہے اور میں بناتی ہوں۔ تو حق کو دباتی ہے اور میں اُسکا ابھارا کرتی ہوں۔ یہ تو تیرے لچھن ہیں اور پھر میرے سامنے نیک خوئی اور نیک نفسی کا دعویٰ! اگر تجھے غیرت ہوتی تو میرے سامنے سر نہ اُٹھا سکتی۔"

اس ملیحۂ شوخ ادا کی زبان سے اُسکے یہ کارنامے سُن کے میں حیرت میں آگیا اور میرے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ اُسکی صورت مجھے پہلے سے زیادہ بھلی اور دلفریب نظر آنے لگی۔ اور اُس سے کہا "ان باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان ہی پر کیا ساری دنیا پر تمھاری حکومت ہے۔" مگر وہ گوری نازنین اب جوش و خروش سے آگے بڑھی اور بولی "ہاں ساری دنیا پر انھین کی حکومت ہے مگر اُسی وقت تک جب تک فساد کی آگ بھڑک رہی ہو۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو۔ لیکن جب ان کا کام ختم ہو چکتا ہے۔ جب یہ جی بھر کے خونریزی کر لیتی ہیں۔ اُسوقت امن و امان قائم کرنے کے لیے میں بلائی جاتی ہوں۔ اور دنیا کو بتاتی ہوں کہ امن و امان میں کیا لطف ہے اور اُنس و محبت میں کیا مزہ ہے۔ میں اُسوقت ایک کو دوسرے کا دوست اور سچا جان نثار بنا دیتی ہوں۔ لوگوں میں ہمدردی و اخوت کے رشتے قائم ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا ممد و معاون بنجاتا ہے۔"

ملیحہ۔ (تنک کر) "اور دوستی کے بہلانے ہی بہانے لوگوں کو ایسی جہالت و غفلت کی نیند میں سُلاتی اور ایسی عیش و عشرت میں ڈالتی ہو کہ چند روز میں سب کے سب جاہل و نادان بنتے اور اپنے نفس کے بندے ہو جاتے ہیں۔ پھر اُسوقت اُنکی اصلاح میں آکے کرتی ہوں۔"

صبیحہ "ہاں۔ میں فرشتۂ رحمت ہوں اور یہ فرشتۂ غضب۔"

ملیحہ "مگر میرا غضب اصلاح کے لیے ہے۔ اور میرے غضب میں رحمت کی شان ہے سنا نہیں کہ اختلاف العلماء رحمۃ۔"

صبیحہ "ہاں فقط عالموں کا اختلاف جو اپنی ذاتی خوبیوں کی بدولت اور میرے

مشورے پر عمل کرکے تمھارے شر سے بچ جاتے ہین اور نہ اختلاف کو رحمت ہونے سے کیا واسطہ؟ رحمتِ الٰہی مین ہون اور خدا فرماتا ہے کہ سبقت رحمتی علیٰ غضبی"۔

ملیحہ:" مگر اس مین شک نہین کہ تم دنیا کو بگاڑتی ہو اور مین سدھارتی ہون"۔

صبیحہ:" یہ مانا کہ ہدایت کرنے والے اور انبیا و رسل عوام سے اختلاف کرتے ہین مگر وہ اپنے اختلاف مین بھی میرے مشورون پر عمل کرتے ہین اُنکی مخالفت مین شر نہین ہوتا۔ اپنی مخالفت کے جوش مین وہ کسی کو ضرر نہین پہونچاتے اور راضی بہ رضا رہتے ہین۔ اور یہ سب باتین میری وجہ سے ہین۔ تمھارا زیادہ اثر دراصل اُن لوگون پر ہوتا ہے جو اُن سے لڑتے۔ اُنکو ستاتے۔ آزار پہونچاتے۔ جلا وطن کرتے۔ اور بن پڑا تو شہید کر ڈالتے ہین۔ اور ہمیشہ حق و باطل کی لڑائی مین تم زیادہ طرفدار اہل باطل ہی کی رہا کرتی ہو۔ حالانکہ مجھ سے اُنسے کوئی علاقہ نہین ہوتا"۔

ملیحہ:" مگر یہ تو بتاؤ کہ جب ساری دنیا یا کسی پوری قوم مین جہالت و بداخلاقی کا زور ہوتا ہے اُسوقت حق کی آواز کون بلند کرتا ہے؟ مین یا تم؟"

صبیحہ:" تم۔ مگر اُس آوازِ حق کے بلند ہوتے ہی پھر اُن حق پرستون کا ساتھ مین دیتی ہون اور تم اُنکے دشمنون سے جا ملتی اور اُنھین طرح طرح کی دشمنیان سجھاتی ہو"۔

ان دونون حسینون کے جھگڑے کو زیادہ طول پکڑتے دیکھ کے مین درمیان مین آگیا اور کہا" بس۔ اب لڑنے سے کچھ حاصل نہین۔ بہتر ہوگا کہ تم دونون مل جاؤ"۔

صبیحہ:" مین آپ کے مشورے پر عمل کرنے کو حاضر ہون۔ میرا تو کام ہی یہی ہے"۔

ملیحہ:" یہ تو اپنے بودے پن سے ہر ایک کے آگے سر جھکانے کو تیار ہین۔ مگر جب مین بھی تو لون۔ میرے اِنکے صلح ہو۔ یہ قیامت تک نہ ہوگا۔ آگ پانی کا نباہ مشکل ہے"۔

مین:" اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شر تمھاری ہی طرف سے ہے"۔

ملیحہ:" آپ جو سمجھتے ہون سمجھین مگر مین کسی کے سامنے جھکنے والی نہین"۔

مین:" تو پھر مین تمھارا ساتھ بھی نہین دے سکتا"۔

ملیحہ:" نہ دیجیے۔ مگر یہ خوب سمجھ لیجیے کہ بغیر میرے کسی کا نباہ نہین ہو سکتا۔ آپ چاہے نہ سمجھین مگر آپ کو میری ضرورت ہے۔ اور اس بزدل عورت سے زیادہ آپ میرے محتاج ہین۔ جسکی ظاہری نمایش دیکھکر اور چیڑی باتین سن کے آپ فریفتہ ہوگئے ہین

خیال کیجیے کہ اگر مین اپنی برکتین اُٹھا لون گی تو آپ کی کیا حالت ہو گی - آپ ہر خرابی مین مبتلا ہو نگے - ہر کیا داو- فریب کے پھندے مین پھنس جائین گے - اور آپ مین یہ قوت ہی باقی نہ رہیگی کہ کسی دشمن سے اپنے آپ کو بچا سکین - یا کسی مضرت کو اپنے سے دُور کر سکین "

یہ کہتے ہی اُدھر وہ ملیحۂ شوخ ادا تو چمک کے چلی - اِدھر میرے دل مین یہ خیال گذرا کہ اگر اس برہم مزاج ملیحہ کی برکتون سے مین بالکل محروم رہ گیا تو زندگی دشوار ہو جائیگی اور کہین کا نہ رہون گا - لپک کے مین نے اُسکا دامن پکڑ لیا اور استمالت کے طریقے سے کہا " چلین کہان ؟ ذرا ٹھہر کے میری دو باتین تو سُن لو "

ملیحہ " جب تمھین مجھ سے اُنس ہی نہین اور میری دشمنی کے خواہان ہو تو پھر مجھے ٹھہرنے سے مطلب ؟ "

مین " مین نے اپنے دل مین اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ نہ بغیر تمھارے نباہ ہو سکتا ہے اور نہ بغیر اُس ماہ طلعت حسینہ کے جس کی تم دشمن ہو "

ملیحہ " اور میرا اُسکے ساتھ نباہ نہین ہو سکتا "

مین " کوشش کرون گا کہ تم دونون سے اُنس و محبت رکھون اور دونون مجھ سے خوش رہین "

ملیحہ " یہ دشوار ہے - اور اگر ہو بھی سکتا ہے تو اور قومون اور اور دوسرے ملک والون سے - تم ہندوستانیون سے یہ غیر ممکن ہے کہ ہم دونون کے ساتھ نباہ ہو - تم لوگون مین اصلی نقصان اسی بات کا ہے "

مین " اچھا اگر ہم سے نہین بن پڑتا تو تمھین بتاؤ کہ کیا کرین جو تم دونون خوش رہو ؟ "

ملیحہ " ایسی تدبیرین نکالنا تمھارا کام ہے - مین یہی کہون گی کہ یا مجھ سے ہی ساز رکھو اور یا اُس حسینہ ہی سے ملو - جو میرے مذاق کے خلاف تمھین صلح جوئی کے راستے پر لگانا چاہتی ہے "

اب مین نے صلح کی حور طلعت دیوی کی طرف توجہ کی اور کہا " تمھارا کام دوستی و محبت اور صلح جوئی و ہمدردی ہے - تمھین بتاؤ کہ کیا کرون جو تم سے بھی تعلقات رہین اور اس شوخ طبع ملیحہ سے بھی "

صبیحہ "مین اور اسکی تدبیر بتاؤن کہ نااتفاقی سے اُنس پیدا کرو - ہرگز نہ ہوگا"

مین "مگر تمھارا تو کام ہے کہ دشمن سے بھی اُنس رکھو"

صبیحہ "لیکن ایسے دشمن سے دوستی کرنے کو ہرگز نہ کہون گی جو امن و امان اور اتفاق و یکجہتی کی بنیاد ہی اُکھاڑ کے پھینکدے"

مین "لیکن جب تم سے بھی تعلقات برقرار رہین گے تو یہ کیون ہونے لگا تھا؟ مین تو یہ چاہتا ہون کہ دونون سے ربط وضبط رکھون - اور ضرورت کے اوقات مین دونون سے مشورہ لون"

صبیحہ "ایسی صورتین پیدا کرنا خود تمھارا کام ہے - اسلیے کہ مین کبھی یہ مشورہ نہ دونگی کہ نااتفاقی یا خصومت کو اپنے پاس پھٹکنے دو - اور یہ اس بات کو ہرگز نہ گوارا کرنگی کہ تم کبھی کسی سے اُنس و محبت رکھو - اگر تم کو خدا نے عقل دی ہے تو آپ ہی سوچ سمجھ کے ایسی صورت پیدا کرو کہ ہم دونون راضی بھی رہین اور جبوقت جس سے مدد لینے کا موقع ملے اُس سے فائدہ بھی اُٹھا لیا کرو - لیکن ویسے نفس کُش بہادر ہندوستان مین بہت کم ہین"

مین "اچھا تو مین چاہتا ہون کہ اپنی زندگی مین اتفاق و نااتفاقی کے حدود مقرر کر لون"

صبیحہ "اول تو ایسے حدود مقرر کرنا آسان نہین - اور اگر مقرر بھی کر لو تو اُنپر قائم رہنا تمھارے لیے بہت ہی دشوار ہے"

ملیحہ (اپنے دامن کے چھڑانے کی کوشش کر کے) "تو جب تم ایسی کوئی تدبیر سوچ لینا تب مجھے بُلانا - اس صلح جوئی کی گفتگو کے وقت مین یہان نہین ٹھہر سکتی - اور اتنا بتائے دیتی ہون کہ تمھارے کیے کچھ نہین ہو سکتا - اگر تمھارا ہی زور چلتا ہوتا تو آج تک تم میرے غلام کیون بنے رہتے"

مین "اچھا میرے نہین تو تم ہی بتاؤ کہ کس کے کیے سے یہ کام ہو سکے گا؟"

ملیحہ "اُنھین آغا خان کو بُلاؤ جنھون نے میرے پنجے سے تمھین آزادی دلائی ہے جہان اُنھون نے یہ کرامت دکھائی کہ ہندوستان کے مسلمانون مین یک بیک اتفاق پیدا کرا دیا اور اُنھین ہندوؤن کے ساتھ متفق رہنے پر بھی آمادہ کر رہے ہین وہان اس امر کی بھی کوئی مناسب تدبیر بتا دین گے کہ ہر فریق اور ہر گروہ کے ساتھ

اتفاق کی کہاں تک ضرورت ہے۔ اور کہاں سے مخالفت کی حد شروع ہوتی ہے"۔
یہیں تک نوبت پہونچی تھی کہ میں عالم خیال سے نکل آیا۔ اور آنکھ سی کھُل گئی۔ لیکن اب تک نظر کے سامنے یہی منظر پیش ہے۔ اور گویا میں نااتفاقی کی شوخ طبع دیوی کا دامن پکڑے ہوئے ہوں۔ اور اس اُدھیڑبن میں لگا ہوا ہوں کہ دونوں سے کس طرح نباہوں۔ اُمید ہے کہ سرآغا خان ہی اتفاق و اختلاف کے حدود قائم کرکے میری یہ مشکل آسان کردیں گے"۔

فرشتوں کی دلبری

ہمارے ایک دوست کو عجائب المخلوقات کا ایک نہایت ہی نادر و بے بہا قلمی نسخہ ہاتھ آگیا۔ خط تو پاکیزہ تھا ہی مگر اُسکی تصویریں کسی ایسے کامل فن مصور کے ہاتھ کی کھنچی ہوئی تھیں کہ اگلے کمالات دیکھ کے آجکل کی ترقیاں نظر سے اُتری جاتی تھیں۔ وہ دوست آدمی رنگین مزاج اور شوقین تھے۔ شاعرانہ مذاق رکھتے تھے۔ ذوق شاعری نے کسی حد تک رند مشرب بھی بنا دیا تھا۔ اور فائن آرٹس (فنون لطیفہ) سے بھی بہت ہی مناسبت تھی۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے عقیدے کے پکے اور پُرانے مذاق کے سیدھے سادھے مسلمان تھے۔

یہ نادر کتاب جو ہاتھ آئی تو بڑے ذوق و شوق سے ورق گردانی شروع کردی طرح طرح کے جانوروں اور انواع و اقسام کے چرند و پرند کی تصویریں دیکھتے جاتے تھے اور دل ہی دل میں مصور کی چابکدستی کی داد دے رہے تھے کہ کتاب کے مضامین عجائبات عالم فانی کی سیر کراکے عالم جاودانی کی طرف لیچلے۔ اور مصنف کتاب نے معراج کے طریقے سے اُنھیں آسمانوں کی سیر کرانا شروع کی۔ جبرائیل۔ میکائیل۔ اسرافیل اور عزرائیل کی صورتیں ادب و تعظیم اور خوف و رجا کی نگاہوں سے دیکھیں۔ اب وہ اپنی اس جسمانی معراج میں یکے بعد دیگرے آسمانوں سے گذر رہے تھے۔ ہر آسمان کے فرشتوں سے ملتے۔ اُنکی زیارت کرتے۔ اور آگے بڑھ جاتے۔ یہاں تک کہ ایک صفحے پر چند نہایت ہی حسین و نازنین ماہوش پری پیکر دلرباؤں کی صورتیں نظر آئیں۔ مصور کے کمال کی داد بھی نہیں دینے پائے تھے کہ ان نازک اندام دلرباؤں میں سے ایک کی

بانکی چتون اور مستانہ آنکھوں کو دیکھا اور بے اختیار دل ہاتھوں سے کھو بیٹھے۔ ایکبار "اُف" کا لفظ تو زبان سے نکلا۔ پھر اسکے بعد کچھ کہنے کی طاقت نہ تھی۔ کلیجا ہاتھوں سے تھام لیا۔ نظر اُس تصویر کے رخِ زیبا پر جم گئی۔ ایک فوری جوشِ عشق کے بعد ذرا ہوش بجا ہوے تو یہ فکر ہوئی کہ دیکھوں یہ کن گلبدن خاتونوں کی تصویرین ہین۔ اور یہ دلربا ماہ طلعت کون ہے؟ نیچے کی سطر پڑھی تو لکھا نظر آیا کہ "یہ اس آسمان کے فرشتے ہین"۔

یہ الفاظ پڑھتے ہی اُنھین سناٹا ہو گیا۔ اور دل مین کہا "فرشتے! فرشتے تو مذکر ہوتے ہین۔ یہ عورتین کیسی؟ کیا آسمان پر فرشتون کے ساتھ فرشتنین بھی ہوا کرتی ہین؟ مگر نہین۔ توبہ توبہ معاذ اللہ! فرشتون کی نسبت تو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ نہ مرد ہین نہ عورت۔ انسانی جذبات و شہوات سے بَری ہین۔ اور سوا عبادت یا احکام الٰہی بجا لانے کے اُن کا کوئی کام ہی نہین۔ لیکن پھر اس پُرانی مستند کتاب مین ایسی فرشتنین کیون بنائی گئی ہین؟ اس مین کوئی بات ضرور ہے۔ مگر چاہے جو کچھ ہو۔ افسوس مین کسی کام کا نہین رہا۔ یہ چاہے فرشتہ ہون یا انسان۔ جن ہون یا پری ہون تو اب اس کا فدا اور عاشقِ زار ہون اب اس پیاری صورت کے دیکھے بغیر مجھے چین نہین پڑ سکتا۔ آہ کیا کرون کہ ان دلربا فرشتون سے ملاقات ہو۔ ان کا وصال نصیب ہو؟ افسوس اُس کا فرما جرا فرشتے کی صورت میرے دل مین کھنچ گئی اور کسی کے مٹائے نہین مٹ سکتی۔ بس اب مین اُنھین حورَوش فرشتون کی تلاش مین اپنی زندگی صرف کرون گا۔ مگر ان سے ملنے کی کون تدبیر ہے؟ کہان جاؤن کہ یہ ملین؟ کس سے ان کا پتہ پوچھون؟" اتنے مین خیال آیا کہ فرشتون کو ہم نے دین و مذہب کے ذریعے سے جانا اور پہچانا ہے۔ اور اُس عالم کے حقیقت شناس اور وہان کے جغرافیہ دان ہمارے ہادیانِ ملت و مقتدایانِ اُمت ہی ہین۔ اُنھین سے چل کے اس دلربا فرشتن کا پتہ پوچھنا چاہیے۔ ساتھ ہی مولانا مولوی محمد ہادی صاحب یاد آئے جو شہر کے بڑے زبردست عالم اور سب سے بڑے ہادیِ طریقت تھے۔ اور ہمارے دوست وہ کتاب بغل مین دبائے ہوے اُنکے آستانِ فیض پر جا پہونچے۔ جوشِ عشق کا اس قدر زور تھا کہ سلام و دست بوسی کے ساتھ ہی سوال پیش کر دیا کہ "مولانا کوئی ایسی تدبیر بھی ہے

کہ مین آسمان کے فرشتون سے مل سکون؟"

اس عجیب و غریب سوال پر مولانا نے ہمارے دوست کو سر سے پاؤن تک گھور کے دیکھا اور دل مین کہا "یہ شخص مجنون تو نہین ہوگیا ہے؟" پھر فرمایا "آپ فرشتون سے مل کے کیا کیجیے گا؟"

ہمارے دوست :۔ "اب یہ نہ پوچھیے - جناب کے سامنے عرض کرنا گستاخی ہے مگر بے کہے بھی نہین بنتا - اصل یہ ہے کہ مین ایک فرشتے پر عاشق ہوگیا ہون"۔

مولانا (منہ پر رومال رکھ کے) "آپ کو اُن کا جمال جہان آرا کہان نظر آیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ کسی فرشتے سے کہین آپ سے ملاقات ہوگئی - واقعی آپ بڑے خوش نصیب ہین کہ جیتے جی ملائکہ کا دیدار نصیب ہوگیا"۔

دوست :۔ "جی ملاقات تو نہین ہوئی مگر مین نے ایک فرشتے کی تصویر دیکھی ہے - کیا کہون کس بلا کا حسن ہے کہ بے اختیار دل ہاتھ سے نکل گیا"۔

اب مولانا نے سمجھانے کی راہ سے فرمایا "آپ ہین کہان؟ فرشتے نور کے پُتلے ہین جسم سے مبرا و منزہ - سوا انبیا کے اور کسی کو اُنکی صورت نہین نظر آ سکتی ہے - اُنکی تصویر کہان سے آ گئی؟" اسکے جواب مین ہمارے دوست نے عجائب المخلوقات کا نسخہ بغل سے نکالا - اور ورق اُلٹ کے وہ تصویر اُنکے سامنے کھول کے رکھ دی - اور کہا "یہ تصویرین فرشتون کی ہین یا نہین؟" اور اپنی معشوقہ فرشتن کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا "حضور، اسکے حسن و جمال اسکے بانکپن - اسکی چشم نرگسین اور اسکے لب لعلین کو دیکھتے ہین؟ آپ ہی انصاف فرمائین کہ اسے کیونکر نہ چاہون - آہ - اب تو بغیر اسکے وصال کے مجھے کسی طرح صبر نہین آ سکتا"۔

مولانا :۔ "کسی نے اپنے خیال سے فرضی تصویرین بنا دی ہین - ورنہ بھلا فرشتون کو کس نے دیکھا ہے؟"۔

دوست :۔ "اتنی پُرانی - اتنی بڑی - اور ایسی مستند کتاب - مین تو اسے بے اصل نہین سمجھ سکتا"۔

مولانا :۔ "اسکی اصلیت صرف اتنی ہے کہ ایک روایت مین آگیا ہے کہ اس آسمان کے فرشتون کی صورتین عورتون کی سی ہین - بس مصورنے اپنے خیال کی عورتین بنا دین"۔

دوست :" وہی ہوا نہ جو مین کہتا ہون - جب اُنکی صورتین م
سی ہین - اور نور کے سانچے مین ڈھلی ہوئی تو پھر ایسی ہی معشو
رہا فرشتون کا نورانی ہونا یہی تو اُنکے حُسن و جمال کی دلیل ہے -
کہ کوئی اُنکو دیکھ ہی نہین سکتا - اسکا مین قائل نہین - آپ خود د
انکو دیکھتے ہین - پھر اگر کسی ولی نے دیکھ لیا ہو تو کون تعجب کی
حضور چاہے خفا ہو جائین مین نہ مانون گا کہ پُرانے زمانے کے ا
دیکھے بھالے اور بغیر تحقیق کیے اپنے خیال سے فرضی تصویر بنا دی
اور شاعر سب ولی اللہ ہوتے تھے - بھلا یہ ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسی
مولانا :" تم کس خیال مین ہو - فرشتے جس طرح رجولیت و نسائیت
طرح خوبصورتی و بدصورتی سے بھی مبرا ہین "
دوست :" یہ تو مین قیامت تک نہ مانون گا - تمام پُرانے شاعر جو
دین تھے معشوق کو فرشتون کے حُسن سے تشبیہ دیتے آئے ہین - ا
مین بھی تو موجود ہے کہ یوسف کے حسن وجمال کو دیکھ کے زنان مصر
کہ یہ انسان نہین فرشتہ ہے "
مولانا :" تو وہ نساء مصر نے کہا تھا جو علی العموم کافرہ و مشرکہ تھین
دوست :" استغفر اللہ ! یہ تو مولانا آپ نے آجکل کے نیچریون کی
چونکہ قرآن پاک مین پیغمبرون کو ہمیشہ کفار ہی نے جادوگر کہا ہے ا
جادو کے برحق ہونے کا ثبوت نہین ملتا - جناب آپ اور جو فرمائین
بارے مین مین آپ کی نہین سننے کا "
مولانا ہادی کو یہ باتین سُن کے ہمارے دوست کی حالت پر
ازراہ ہمدردی فرمانے لگے " کیون اپنی زندگی خراب کرتے ہو؟ ا
پری اور چُڑیل تک پر عاشق ہوے ہین - مگر آج تک فرشتون پر
آیا تھا "
دوست :" بس رہنے دیجیے - آپ کو بھی دیکھ لیا - اب آپ حضرت و
سی باتین کرنے لگے جنسے عاشقون اور شاعرون کو ہمیشہ نفرت رہی ہے

یہ کہہ کے ہمارے شفیق جناب مولانا سے رخصت ہوئے اور دل میں سوچنے لگے کہ کہاں جاؤں اور کس سے پوچھوں کہ اسرار فلکی حل ہوں - اور فرشتوں کا کچھ حال معلوم ہو - دل میں آئی کہ اہل مذہب ہی اُس عالم کی باتیں بتایا کرتے ہیں - اگر مجھے اپنی ملکوتی معشوقہ سے ملنا ہے تو کل مذہبوں میں جاکے پتہ لگانا چاہیے - بغیر اسکے نہ فرشتوں کی حقیقت معلوم ہوگی اور نہ یہ معلوم ہوگا کہ وہ کہاں ملیں گے - آدمی پڑھے لکھے اور قابل تھے علوم دینیہ کے ساتھ تھوڑی بہت تعلیم منطق و فلسفہ کی بھی پائی تھی اور دیگر ادیان و ملل سے سخت تعصب رکھتے تھے - مگر عشق و ملائکہ کا عشق اُنھیں بے تعصب بنا کے دیگر ادیان و ملل کی طرف لیچلا - تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک پنڈت جی مہاراج سے مڈبھیڑ ہوئی جو کہیں کتھا کہنے کے لیے جا رہے تھے - ہمارے دوست نے نہایت ہی ادب سے جھک کے اُنکے آگے ڈنڈوت کی اور بڑھ کے قدم لینے کو تھے کہ پنڈت جی نے گھبرا کے پاؤں پیچھے ہٹا لیا کہ ایک ملیچھ کا ہاتھ نہ چھو جائے - اور اُدھر ہی رہنے کا اشارہ کر کے پوچھا

”مجھ سے تمھارا کیا کام ہے؟“

دوست:” میں آپ سے چند پرلوک (عالم بالا) کی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں“- پنڈت جی سمجھے کہ یہ کوئی بگڑا ہوا مسلمان ہے اور مجھ سے مذہبی مناظرہ کرنا چاہتا ہے - بگڑ کے بولے

”اسوقت مجھے چھٹی نہیں“

دوست:” مجھے انتظار کی تاب نہیں“- پنڈت جی نے بے رخی سے جواب دیا کہ ”اور مجھے چھٹی نہیں“ ہمارے دوست نے کہا ”آپ کو چھٹی ہو یا نہ ہو میں بے پوچھے نہ رہونگا- میں ایک فرشتے پر عاشق ہوگیا ہوں - اور اُسکے ہجر میں سرگرداں ہوں - آپ بزرگ ہیں اور اُس عالم کی حقیقت سے واقف - آپ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس عالم بالا تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے“

پنڈت جی:” فرشتوں کو میں نہیں جانتا - اور نہ میرے نزدیک فرشتوں کا کہیں پتہ ہے“

دوست:” خوب - میں نے ایک پر جمال فرشتے کی صورت دیکھی اسکے رخ زیبا کا دیوانہ ہوں - اور آپ کے نزدیک فرشتوں کی کوئی اصلیت ہی نہیں - اصلیت نہیں تو پھر اوپر کے عالم ابدی میں کون لوگ رہتے ہیں؟“

پنڈت جی:” وہ دیوتاؤں اور دیویوں کی بستی ہے - دیوتاؤں میں اکثر مہیب اور ڈراونی

صورت والے ہین - دیویان نہایت ہی حسین و نازنین ہین - اور اُن سے اُترکے اُس لوک (عالم) مین اپسرائین ہین - جن کی صورت پر اکثر انسان فریفتہ ہوجایا کیے ہین مگر دیویون کے حسن کے سامنے اپسراؤن کے حسن و جمال کی کوئی ہستی نہین - تم نے شاید کسی اپسرا یا دیوی کی تصویر دیکھ لی ہوگی اور عاشق ہو گئے ہوگے "

دوست " آپ کے پاس دیوتاؤن دیویون اور اپسراؤن کی تصویرین ہون تو مجھے دکھائیے - شاید اُن مین مجھے اپنی ماہ طلعت معشوقہ مل جائے "

پنڈت جی " ہان اُنکی تصویرین ہین - مگر لوگون نے اپنے خیال و مذاق کے موافق کھینچی ہین - ورنہ اُس عالم والون کی اصلی تصویر کوئی کھینچ ہی نہین سکتا - اور نہ اُنکے حسن پر ہماری نظر ٹھہر سکتی ہے "

دوست " اچھا یہ تو فرمائیے کہ اُن دیوی دیوتاؤن کا کیا کام ہے اور اپسرائین کسلیے ہین؟"

پنڈت جی " دیوی دیوتاؤن کی قدرت سے سارا عالم چل رہا ہے - زندگی موت - صحت بیماری - غریبی - امیری - خوشی اور رنج جو کچھ ہے انھین کی بدولت ہے - اور اپسرائین اُنکی خادمہ اور اُنکی سبھا مین لطف پیدا کرنے کے لیے ہین "

دوست " تو یہ سارا کام دیوتا لوگ اپنی مرضی کے موافق چلا رہے ہین اور وہ ایک خدا جسنے سب کو پیدا کیا ہے کچھ نہین کرتا اور بیکار ہے؟"

پنڈت جی " ایسا نہین ہے - دیوتا ایشور (خدا) کی مرضی پر چلتے اور اُس کے حکم کے تابع ہین "

دوست " تو پھر دیوتا وہی فرشتے ہوے؟ اچھا یہ تو بتائیے کہ اُنکی ماہیت کیا ہے؟ اور وہ ہین کس قسم کے مخلوق؟"

پنڈت جی " اُنکی ماہیت کون بتا سکتا ہے؟ اتنا سمجھو کہ نور کے بنے ہوے ہین اور خدا اور انسان کے درمیان مین ہین - نہ ایسے پاک و صاف جیسا کہ خدا ہے اور نہ ویسے جسمانی ہین جیسے کہ ہم تم ہین - جب تک چاہتے ہین نظر سے غائب رہتے ہین - اور جب چاہتے ہین کسی وضع اور روپ مین نمودار ہو جاتے ہین "

دوست " یہ آپ نے کیا فرمایا؟ اُن کا کوئی خاص روپ یعنی اُنکی کوئی مقرر و معین صورت نہین ہے بلکہ کبھی کسی صورت مین اور کبھی کسی صورت مین آشکارا ہوتے ہین؟"

پنڈت جی "نہین اُنکی ایک خاص اور مقرر صورت ہے - مگر اس کے ساتھ اُنکو اختیار ہے کہ جس اور جیسے روپ مین چاہین نظر آئین "

دوست "تو پھر اُن مین اور فرشتون مین کوئی فرق نہین - فرشتے ہی ہین جنکا نام آپ کے یہان دیوتا رکھ دیا گیا ہے - اور میری معشوقہ کوئی ایسی دیوی ہی ہوگی - رہا یہ فرق کہ مسلمانون کے عقیدے مین فرشتے مرد یا عورت نہین ہوتے - یہ میرے مقصد کے خلاف ہے اور خود مسلمانون ہی کی کتابون مین نے فرشتون کو عورت کی صورت مین دیکھ لیا تو پھر کیونکر مانون کہ وہ عورت نہین ہوتے ؟ ضرور ہوتے ہین اور مین اُنھین پرسے ایک پر عاشق ہوگیا جو آپ کے یہان کوئی حُسن وجمال کی دیوی ہوگی "

پنڈت جی "مگر دیویان اسلیے نہین ہین کہ اُنپر کوئی عاشق ہو - وہ دیوتاؤن ہی کے لیے ہین - اُنھین کی بیبیان ہین - اور اُنکے سوا اور کسی کی بی بی نہین بن سکتین "

دوست "خیر یہ تو خود اُن دیوی جی کی مرضی پر موقوف ہے - آپ ایسی تدبیر بتائیے کہ اُنکی سبھا مین میری رسائی ہو "

پنڈت جی "اسکی تدبیر مجھے نہین معلوم - اُس دیوی کا دھیان کیجیے اُسکی مرضی پر چلیے اُسے رات دن یاد کیجیے اور پکاریے - اگر کرپا ہوئی تو مل جائیگی "

دوست "افسوس آپ سے بھی مطلب نہ نکلا - ہان آپ کا اتنا احسان ضرور ہے کہ کچھ کچھ پتہ چل گیا "

ہمارے دوست پنڈت جی سے رخصت ہو کے آگے بڑھے - اور دل مین کہہ رہے تھے کہ "اب کس کے پاس جاؤن" - اتفاقاً سامنے ایک پارسی دستور (مقتدا) نظر آیا جو آتشکدے سے نکل کے اپنے گھر جا رہا تھا - لپکے کے اُسکے قریب گئے اور نہایت ادب سے سلام کیا - دستور صاحب کو ایک مسلمان مین اپنے پیروون کا سا ادب دیکھ کے تعجب معلوم ہوا - دل مین خیال کیا کہ یہ مجھے بناتا ہے - فرمایا "زیادہ ادب و تعظیم نہ کیجیے اور اپنا مطلب بتائیے "

دوست "مین فرشتون کے متعلق آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہون "

دستور "ہم فرشتون کو سروش کہتے ہین - وہ بغیر مادے کے ہین - نور کے بنے ہوے ہین اور تمام عالم کا کام اُنھین سے متعلق ہے - ہر نوع اور ہر قسم کی مخلوق کا محافظ ایک

سروش ہے "

دوست :" یہ کہیے کہ دیوتاؤن اور سروشون مین کوئی فرق نہین "

دستور :" اور انھین کو مسلمان لوگ فرشتہ کہتے ہین "

دوست :" ہے تو ایسا ہی۔ مگر اتنا فرق ہے کہ مسلمان نہ فرشتون کی عبادت کرتے ہین اور نہ اُنکے نام پر کوئی چڑھاوا چڑھاتے ہین۔ اور آپ کے یہان سروشون کی اور ہندوؤن مین دیوتاؤن کی پرستش کیجاتی ہے "

دستور :" گروہ عبادت دراصل ہُرمُزد یزدان پاک ہی کی ہے "

دوست :" ہو۔ مجھے اس سے بحث نہین۔ یہ ارشاد ہو کہ فرشتے سب کے سب مرد ہی ہین یا اُن مین عورتین بھی ہین ؟"

دستور :" سروش مرد یا عورت ہونے سے بری ہین۔ اور اُنکو عورت سمجھنا بہت بڑا گناہ ہے "

دوست :" بھلا ان سروشون کی صورت و شکل بھی کبھی کسی نے دیکھی ہے ؟ یا آپ کی پُرانی دینی کتابون مین کہین بتائی گئی ہے ؟"

دستور :" وہ خالص روح ہین۔ اور جسم سے پاک۔ اُنکی صورت کون دیکھ سکتا ہے ؟ اصلی قوتین دو ہین۔ ایک ہُرمُزد یعنی یزدان پاک۔ اور دوسری اہرمن۔ ساری خوبیان بھلائیان۔ اچھی صفتین اور تعریفین یزدان کے لیے ہین۔ اور روشنی اُس کا مظہر ہے۔ اور ساری بدیان۔ خرابیان۔ بُری صفتین اور لعنتین اہرمن کے لیے ہین۔ اور تاریکی اُس کا مظہر ہے۔ سارے اچھے سروش۔ ساری نیک قوتین۔ اور کل نیکوکار لوگ یزدان کے گروہ مین ہین۔ اور ساری بُری قوتین۔ تمام دیو اور کل بدکار لوگ اہرمن کے گروہ مین ہین۔ آپ کو اگر اُس عالم بالا کا کوئی نورانی پیکر نظر آیا ہے تو یزدان کی طرف سے ہے۔ کیونکہ سارا حُسن اُسی کی ذات سے ہے "

دوست :" جی ہان مجھے سروشتان ہی کا حُسن نظر آیا مگر اصل نہین بلکہ اُسکی تصویر "

دستور :" تصویر! تصویر کیسی ؟ سروشتان والون کی تصویر بھلا کون کھینچ سکتا ہے ؟"

دوست :" مین نے پُرانے بزرگون مین سے ایک کی نہایت اعلیٰ درجے کی کتاب مین وہ تصویر دیکھی جسے جھوٹ نہین جان سکتا "

دستور :" مین اس بارے مین نہ کسی پُرانے کو مان سکتا ہون نہ نئے کو "

دوست۔ "خیر آپ نہ مانیے۔ مگر یہ تو بتائیے کہ سروشستان تک کسی صورت سے رسائی بھی ہوسکتی ہے؟ مین اتنا چاہتا ہون کہ کوئی ہو اور کسی مذہب کا ہو۔ مجھے اُس عالم مین پہونچا دے جہان سروش یا فرشتے رہتے ہین"

دستور "اچھے کام کرو۔ یزدان پاک کے فرمان بردار رہو۔ نور و نار اور نورانی اجرام فلکی کی تعظیم و عبادت کرو۔ مرنے کے بعد سروشستان مین پہونچ جاؤ گے"

دوست "ایسی صورت بتائیے کہ زندگی ہی مین پہونچ سکون۔ مرنے کے بعد وہان پہونچانے کا تو سب ہی وعدہ کرتے ہین"

دستور "یہ ناممکن ہے۔ اس جسم کو لیکے وہان کوئی نہین جا سکتا۔ وہ نورانی مجرد کا پاک و صاف عالم ہے۔ اور وہان صرف روح ہی جا سکتی ہے"

دوست "افسوس آپ نے بھی مجھے نامراد ہی رکھا۔ مین ایک فرشتن کا عاشق زار ہون اور بغیر اُس سے ملے مجھے صبر و قرار نہین آ سکتا"

دستور "آپ اگر کسی عالم بالا والے پر عاشق ہین تو زندگی مین اُسکا دھیان کیجیے اور مرنے کے بعد اُس سے جاکے ملیے"

دستور صاحب کو غنیمت معلوم ہوا کہ ایک پاگل سے پیچھا چھوٹا۔ اور ہمارے دوست اُن سے الگ ہوتے ہی کہنے لگے "اب کس کے پاس جاؤن؟ ابھی تک تو کوئی ایسا نہ ملا جو اس امر مین میری مدد کرے یا درِ جانان تک پہونچائے۔ کیا مین نامراد رہ جاؤنگا؟ اچھا اب کسی مسیحی سے ملنا چاہیے۔ ان لوگون کا آجکل بڑا زور شور ہے۔ ہر امر کی تحقیق و تدقیق مین لگے رہتے ہین۔ ہر مشکل سے مشکل امر کو آسان کر لیتے ہین۔ اور وہان جا پہونچتے ہین جہان اس گھڑی تک کسی کا گذر نہین ہو سکا۔ یہ زمین کے اسفل سے اسفل طبقات تک پہونچ گئے۔ ساتون سمندر انھون نے کھنگال ڈالے۔ اور ہوا مین اُڑتے پھرتے ہین۔ آسمان پر بھی نامعلوم چیزون۔ تمام سیارون اور فضا و خلا کی مخلوق کا انھون نے بہت کچھ پتہ لگا لیا ہے۔ ان سے مطلب نکل جائیگا۔ ایک ستودہ صفات۔ رحمدل۔ نیک نفس و نیکدل یوروپین پادری صاحب کو کبھی کبھی انھون نے سرِ راہ وعظ کرتے دیکھا تھا۔ ہمارے دوست کو اُن کا خیال آیا اور اُنکے گھر کا راستہ لیا۔ اُنکی صورت دیکھتے ہی وہ تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوے۔ ہاتھ ملایا اور نہایت ہی اخلاق سے ملے۔ اور خود ہی پوچھا۔

"آپ نے کس لیے تکلیف کی ہے؟ کیا آپ کا کوئی کام مین کر سکتا ہون؟"
دوست: "مجھے امید تو ہے مگر ابھی عرض نہین کر سکتا کہ آپ سے کام نکلے گا یا نہین؟"
پادری: "جہان تک میرے امکان مین ہوگا دل و جان سے کوشش کرون گا۔ آپ اپنا مطلب تو فرمائین۔"
دوست: "مین آپ سے اُس عالم بالا کی کچھ کیفیت دریافت کرنا چاہتا ہون۔"
پادری (نہایت محظوظ ہوکے) "آپ نجات کے طالب ہین۔ بیشک انسان کی زندگی کی اصلی غرض یہی ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ بعوض کسی دنیوی غرض کے آپ نجات کی تلاش مین آئے ہین۔ مین خوشی کے ساتھ آپ سے وعدہ کرتا ہون کہ مسیح کے خون نے سارے عالم کی نجات کا ذمہ لے لیا ہے۔"
دوست: "میرا یہ مطلب نہین۔ مین تو فرشتون کی حقیقت دریافت کرنا چاہتا ہون۔ پہلے مجھے اُنکی وضع و حالت اور اُنکی شکل و شمائل سے مطلع فرمائیے۔"
پادری: "اُس عالم ابدی کی حالت سے کون واقف ہے؟ فرشتون کو کس نے دیکھا ہے؟"
دوست: "دیکھا نہین تو سنا ہے؟ یا سنا بھی نہین؟ بائبل مین فرشتون کا ذکر آیا ہے؟"
پادری: "آیا ہے۔ مگر یہ نہین بتایا کہ وہ کیسے ہوتے ہین؟ بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ پاک و صاف بیگناہ و معصوم ہوتے ہین۔ اور خدا نے جب کبھی کسی نیک اور پاک بندے کے پاس بھیجا ہے چلے آئے ہین۔"
دوست: "تو وہی آسمان پر اُس عالم نور مین رہتے ہون گے؟"
پادری: "مین نے مانا کہ رہتے ہین۔"
دوست: "اور وہ مرد ہین کہ عورت؟"
پادری: "مجھے اسکی خبر نہین۔ ہمارے یہان معصومی اور خوبصورتی کے خیال سے کبھی وہ معصوم ننھے ننھے پردار بچون کی صورت مین دکھائے گئے ہین اور کبھی دلفریب و نازک اندام دلربا و عصمت شعار کنواریون کی وضع مین۔"
دوست: "یعنی آپ لوگون نے اُنھین اپنے خیال سے ایسی صورتین دیدی ہین مگر اُنکے اصلی شکل و شمائل سے آپ آگاہ نہین ہین؟"
پادری: "ہان مین تو ایسا ہی سمجھتا ہون۔"

دوست:- "آخر یہ چھوٹے بچون اور اچھوتی کنواریون کا خیال جو مسیحیون مین ہے کسی بنیاد پر ہے یا بے اصل اور محض فرضی؟"

پادری:- "مین تو سمجھتا ہون کہ اُس عالم کا حال کسی کو نہین معلوم - اور اس قسم کی جتنی باتین لوگون مین مشہور ہین سب فرضی ہین۔"

دوست:- "تو آپ کو اُس عالم کا کچھ بھی حال نہین معلوم - مین جانتا تھا کہ عیسائیون نے اپنی ترقی کے مطابق اُس عالم کا حال بہت کچھ معلوم کر لیا ہوگا - لیکن تجربے سے یہ ثابت ہوا کہ اس بارے مین آپ سب کے پیچھے ہین۔"

پادری:- "ہم تو صرف خدا کے علم کے جویا ہین - اُس عالم کی اور کسی چیز سے ہمین غرض نہین۔"

دوست:- "اور مین اُس عالم کے رہنے والون کی حالت کا جویا ہون۔"

پادری:- "اُسکی انسان کو ضرورت ہی کیا ہے؟ اُسے تو صرف اپنے پروردگار کا پتہ لگانا اور راہِ نجات ڈھونڈھنا چاہیے۔"

دوست:- "مین ایک فرشتے پر عاشق ہون - جو ایک حسین ترین دوشیزہ ہے - اُسی سے ملنا چاہتا ہون - اور اُسی کے شوق مین آپ کی خدمت مین حاضر ہوا تھا - مگر افسوس آپ سے کچھ مدد نہ ملی۔"

پادری:- "وہان کے لوگون سے مرنے کے بعد ملاقات ہوگی۔"

دوست:- "کیا انبیا و اولیا کبھی اُن سے نہین مل سکے؟"

پادری:- "جن پر خدا اور مسیح کی مہربانی ہوئی ہے وہ ملے بھی ہین۔"

دوست:- "تو اسی طرح چاہتا ہون کہ آپ مجھے بھی ملا دیجیے۔"

پادری:- "یہی میرے امکان مین ہوتا تو پھر کیا تھا؟"

دوست:- "تو پھر خدا حافظ - آپ سے میری مراد نہین پوری ہو سکتی۔"

پادری صاحب سے جدا ہو کے ہمارے دوست دل مین کہنے لگے "اب کس سے ملون؟ جتنے مذہب ہمارے قریب ہین اُن سب سے تو مطلب نہین نکلا - اب فقط ایک یہودیون کا مذہب باقی ہے - جو عیسائیون اور مسلمانون دونون کو اپنی بگڑی ہوئی نسل بتاتا ہے - اسی کی طرف رُخ کرنا چاہیے - مگر غور کیا تو شہر مین مقتدا یہود درکنار کوئی یہودی بھی نہ تھا مگر ہمارے دوست کو ایسی دھن بندھی ہوئی تھی کہ اُسی دن ٹکٹ لیکے بمبئی پہونچے - اور

مختلف یہودیوں سے ملے جن کے اُنکے ایک ربّی (مقتدا) تک پہونچ ہی گئے - پر اُنکی ملاقات بھی بیکار ہوئی - اسلیے کہ یہودین ابعد الموت یا عالم بالا کا علم بہت ہی محدود نظر آیا - اُنکو یہ بتایا ہی نہین گیا ہے کہ اُس عالم مین کیا ہوگا - اور کیا واقعات پیش آئینگے - متاخرین نے کچھ بتایا بھی تو اس اجمال کے ساتھ کہ عالم آخرت کا کوئی خاص خاکہ ذہن مین آتا ہی نہین - ہان فرشتون کے وجود کو اُنھون نے زور و شور سے بیان کیا مگر اُنکے فرشتے بالکل ایک قسم کے انسان تھے جو پیغمبرون کے پاس کبھی کبھی آئے تھے - اُنکے حسن و جمال کے متعلق اسرائیلی ربّی کو کچھ بھی نہین معلوم تھا - یہ اُنکی سمجھ مین نہ آتا تھا کہ فرشتون مین معشوقیت کی کون سی بات ہے جو ہمارے دوست بے اختیار عاشق ہوگئے؟ اور جب اُنھون نے یہ بیان کیا کہ مین نے فرشتون کی تصویرین دیکھی ہین تو اُنھین بڑی ہنسی آئی -

ہمارے دوست نے نہایت ناکامی و نامرادی کے ساتھ اسرائیلی ربّی کو بھی چھوڑا اور اب بالکل مایوس تھے - اُنکو راستے مین اس حالت مین دیکھ کے کہ حیران و پریشان اور بدحواس و مبہوت کھڑے ہین ایک مقدس وضع کے بزرگ کھڑے ہوگئے اور پوچھا "آپ کس فکر مین ہین؟" ہمارے دوست نے کہا "کیا کہون؟ اب تو مجھے اپنی فکرون کا بتانا بے سود و لا حاصل ہی معلوم ہوتا ہے"۔

بزرگ "یہ نہ کہیے - انسان کو کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے - لاتقنطوا من رحمۃ اللہ"۔

دوست "مجھے اُس عالم ابدی و روحانی کی چند باتین دریافت کرنا تھین - تمام مذہبون کے علماء سے دریافت کر چکا مگر کسی سے مطلب نہ نکلا"۔

بزرگ "آپ کی غلطی تھی کہ اس غرض کے لیے آپ علما کے پاس گئے - علماے ظاہر ان رموز سرمدی کو کیا جانین؟ اسکی حقیقت دریافت کرنی ہے تو علماے باطن اور صوفیون کے پاس جائیے جنھین ولایت کا درجہ حاصل ہے"۔

دوست "کوئی ایسے بزرگ ہون تو آپ مجھے اُنکے پاس لیچلین - نہایت ہی شکر گذار ہونگا"۔

بزرگ "ایسے بزرگ دنیا سے مخفی رہا کرتے ہین - مگر مین آپ کو ایک بڑے بزرگ کے پاس لیے چلتا ہون جو ابھی چند ہی روز ہوے یہان آئے ہین"۔

اس مختصر گفتگو کے بعد ہمارے دوست اُن بزرگ کے پاس پہونچے جو شیخ باقی بن کُل ثانی

کے لقب سے مشہور تھے - انکے چہرے پر ایک نورانیت برستی تھی - آنکھون سے ریاضت باطنی کا اثر نمایان تھا - اور اخلاق مین نہایت تیزی و دلکشی تھی - مگر باوجود اسکے انکی صورت اور اُنکے شکل و شمائل کا کچھ ایسا رعب پڑتا تھا کہ ہمارے دوست کو اُن سے اُس بیباکی کے ساتھ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی جیسے کہ دیگر مقتدایان دین سے کرتے رہے تھے - دست بوسی کے بعد اُنکے سامنے ذرا فاصلے پر ادب سے خاموش بیٹھ گئے - اور کوئی لفظ زبان سے نہ نکلا - شیخ نے اپنے قریب بُلایا اور آہستہ سے فرمایا "آپ کیا چاہتے ہین؟"

دوست: "مین اُس عالم نور کی سیر کرنا چاہتا ہون جو آسمان پر ہے اور سرمدی ہے"

شیخ: "اس سیر سے آپ کا مقصود کیا ہے؟"

دوست: "فرشتون کی ملاقات"

شیخ: "فرشتون سے مل کے آپ کیا کیجیے گا؟"

دوست: "ایک فرشتے کے رُخِ زیبا کا شیدا ہوگیا ہون"

شیخ: "اُسے آپ نے کہان دیکھا؟"

دوست: "اُسے تو نہین دیکھا مگر اُسکی تصویر نظر سے گذری ہے"

شیخ: "فرشتے کی تصویر آپ نے کہان دیکھی؟"

دوست: "عجائب المخلوقات مین - جناب نے شاید ملاحظہ فرمایا ہو کہ ایک آسمان کے فرشتون کی صورتین بالکل پر جمال عورتون کی سی ہین - بس اُنھین مین سے ایک کے روے تابان پر مین فریفتہ ہوگیا" یہ باتین سُن کے شیخ کو ہنسی تو آئی مگر اُس ہنسی کو اپنے وقار کے دامن مین چھپا کے فرمایا "اچھا پہلے اسکو تحقیق کر لو کہ جو تصویر تمنے دیکھی ہے وہ اُس فرشتے کی اصلی تصویر ہے جس کے تم عاشق ہو"

دوست: "اس بارے مین مجھے اکثر حضرات بہکاتے رہے - مگر مین نے ایک کی نہ سُنی - اور (گستاخی معاف) حضور کی بھی نہ سنون گا - مین اس بات کو قیامت تک نہ مانون گا کہ اگلے بزرگان دین جو کچھ لکھ گئے ہین غلط یا بے اصل ہے - اگلے لوگ بڑے بڑے بزرگ اور پاک باطن اور اولیاء اللہ تھے - یہ نہین ہو سکتا کہ اُنھون نے کوئی جھوٹ بات لکھدی ہو"

شیخ: "تو آپ کو یقین ہے کہ جو تصویر آپ کی نظر سے گذری آپکے معشوق فرشتے کی سچی تصویر تھی؟"

دوست:" پورا پورا یقین - ذرا بھی شک و شبہہ نہین"
شیخ:" تو پھر مین آپ کو اُس فرشتے سے ملا دون گا" یہ اپنی مرضی کے موافق جواب سنتے ہی ہمارے دوست شیخ من کل فانی کے قدمون پر گر پڑے اور اپنے آنسوؤن سے اُنکے قدم دھوئے کہا" تو للہ مجھے اُس میری پیاری فرشتے سے جلدی ملایئے"
شیخ:" وہ کتاب جس مین آپ نے اُس فرشتے کی تصویر دیکھی تھی آپ کے پاس موجود ہے؟"
دوست:" جی ہان - وہ تصویر بھلا مجھ سے جدا ہو سکتی ہے؟ مرتے دم تک پہلو سے لگی رہیگی-
روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ را　　　　من نیز حاضری شوم تصویر جانان در بغل
شیخ:" خیر- تو اُسے اپنے پاس رکھیے اور میری خانقاہ کے برابر اس حجرے مین ٹھہریے پندرہ روز کی ریاضت کے بعد آپ کو وہ فرشتہ نظر آ جائے گا"
دوست:" واللہ زندگی بھر ان مبارک قدمون کو نہ چھوڑون گا" اسکے بعد شیخ باقی من کل فانی صاحب ہمارے دوست کو اُس حجرے مین لیگئے اور کہا" اگر تم اُس فرشتے کو دیکھنا چاہتے ہو تو مسلسل چالیس روز تک صبح ۶ بجے سے ۱۲ بجے تک پھر ۳ بجے سے ۵ بجے تک اور اسکے بعد شب کو ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک بلا ناغہ وقتہ اُس فرشتے کا خیال اپنے پیش نظر رکھو- اور کوشش کرو کہ کوئی اور خیال تمھارے سامنے نہ آنے پائے- اور مین بھی وقتاً فوقتاً اپنی خلوت گاہ مین بیٹھ کے تمھارے لیے مراقبہ کیا کرونگا"
جناب شیخ تو یہ ریاضت بتا کے چلےگئے اور ہمارے دوست نے ریاضت شروع کر دی- شیخ نے تو تین ہی وقت بتائے تھے مگر ہمارے دوست کا جوش و شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ سوا اُس فرشتے کے خیال کے اور کسی بات کو کبھی یاد ہی نہ کرتے- نورانی معشوقہ مہ لقا کی دُھن بندھی ہوئی تھی- دونون وقت جناب شیخ جو کچھ روکھا پھیکا کھانے کو بھیجتے کھا لیتے اور پھر تصور جانان مین مشغول ہو جاتے- اور اسکے سوا کوئی کام ہی نہ تھا کہ ہر بیٹھے رہین تصور جانان کیے ہوے بار بار عجائب المخلوقات کو کھول کے اپنی معشوقہ کی تصویر دیکھ کے یاد تازہ کر لیتے اور پھر اُس پیکر خیالی کے محو دیدار بن جاتے- چار ہی پانچ روز مین یہ حالت ہوگئی کہ وہ خیالی صورت نظر کے سامنے جم گئی اور اب ہٹائے نہین ہٹتی ہے- آنکھین کھلی ہوتی ہین تب بھی دکھائی دیتی ہے اور بند ہوتی ہین تب بھی اُسکا جلوہ سامنے ہوتا ہے- سوتے ہین تو خواب مین بھی وہی نظر آتی ہے- اسکے

دو چار روز کے بعد معلوم ہوا کہ اُن کا معشوق فرشتہ حجرے کے دروازے سے اندر آ گیا۔ اُنکے سامنے خاموش کھڑا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ تو خیالی پیکر نہیں بلکہ خود وہی ہے۔ بے اختیار لپکے کہ آنچل پکڑ لیں مگر وہ ہوا ہو گیا اور اپنی غلطی پر نادم ہو کے اور اپنی کامی پر افسوس کر کے رہ گئے۔

اب انکو ریاضت کرتے بارہ دن ہو گئے تھے کہ جناب شیخ نے آکے پوچھا "کہو! کیا حال ہے؟"۔

دوست "بس سوا اسکے کچھ نہیں کہ محو دیدار یار اور جناب کا شکر گذار ہوں"

شیخ "تم نے کچھ دیکھا؟"

دوست "جی ہاں اور ۔ ایسا کچھ دیکھا کہ آنکھوں کو تمنا رہ گئی"۔

شیخ "اب تو تم کو یقین ہے کہ میں تمہارے معشوق سے تمہیں ملا دوں گا؟"

دوست "پورا یقین۔ حضور کی دستگیری سے جو بات اب حاصل ہے یہ بھی کسی اور کی توجہ سے نہیں حاصل ہو سکتی"۔

شیخ "اچھا اٹھائیس دن اور ریاضت کر لو پھر تم سے تمہارے معشوق فرشتے سے ملاقات ہو جائے گی۔ مگر وہ کتاب جس میں تمہارے اُس فرشتے کی تصویر ہے دو چار روز کے لیے مجھے دے دو"۔ ہمارے دوست نے کتاب شیخ کی نذر کی اور کہا "اب تو مجھے اسکی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ اب یہ تصویر میرے دل پر لکھی ہے۔ ہر وقت میری نظر کے سامنے رہتی ہے۔ اور جو کوئی میرے سامنے آتا ہے اُسی صورت کا معلوم ہوتا ہے"۔

شیخ باقی من کل فانی کتاب لیکے اپنے خلوت کدے میں گئے اور اسکے بعد والے تین دنوں کی ریاضت نے ہمارے دوست کو ایسا بنا دیا کہ اب انھیں اُس فرشتے کے سوا کچھ سوجھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ اب چالیسواں روز تھا اور ہمارے دوست اپنے شب کے مراقبے اور تصور میں مصروف تھے کہ ناگہاں کچھ آہٹ معلوم ہوئی اور ساتھ ہی انکی روحانی و نورانی معشوقہ فرشتہ سامنے آکے کھڑی ہو گئی۔ اور اسکے نورانی چہرے سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اندھیرے میں چاند نکل آیا۔ یوں تو یہ صورت روز ہی نظر آتی تھی مگر آج اُس میں ذرا استقلال بھی تھا۔ ہمارے دوست دیر تک تو اپنی موجودہ عادت کے مطابق محو دیدار رہے۔ آخر ضبط نہ ہو سکا اور بڑھے کہ اُس سے ہم آغوش ہوں۔ اور جھپٹ

کے ہاتھ پکڑ لیا۔ تو معلوم ہوا کہ اُنکا ہاتھ لگتے ہی معشوقہ پتھر کی ہو کے رہ گئی۔ یہ ناکام و نامراد اپنی جگہ پر آ کے بیٹھ گئے اور وہ صورت غائب۔

صبح کو جناب شیخ نے آکے پوچھا کہ "اپنے معشوق فرشتے سے ملے؟" دوست "جی ہان ملا۔ مگر ہم آغوشی کی حسرت رہ گئی۔"

شیخ "بھلا فرشتے ایک مادی انسان سے کیونکر ہم آغوش ہو سکتے ہین؟ جب تم بھی روح محض اور اس جسم سے باہر ہو جانا اُسوقت مل لینا۔"

دوست "تو کیا میری اس ریاضت کا پھل بس اسی قدر تھا کہ دور سے رُخ جانان کو دیکھون اور ترس ترس کے رہ جاؤن؟"

شیخ "بس اسی قدر۔ دنیا مین اس سے زیادہ کی ہوس نہ کرنی چاہیے۔"

دوست "تو وہ میری کتاب لائیے مین حضور کی توجہ کا شکر گذار ضرور ہون۔ مگر افسوس اس عنایت سے میری سیری نہین ہو سکتی۔"

شیخ "کیون؟ کیا چلے جائیے گا؟"

دوست "جی ہان۔ مین اب کسی ایسے کو تلاش کرونگا جسکی مدد سے پورا وصال حاصل ہو۔"

شیخ "کیا تم سمجھتے ہو کہ دنیا مین یہ ممکن ہے؟"

دوست "نہین ممکن ہے تو مین دنیا بھر مین سرگردان مارا مارا پھرون گا۔"

شیخ "اور میرا ارادہ یہ تھا کہ تمھارے اس مجازی عشق کو حقیقی بنا دون۔"

دوست "جی مین نہ عشق مجازی چاہتا ہون نہ حقیقی۔ مین تو وصال کا خواستگار ہون۔" یہ کہہ کے جناب شیخ سے اپنی کتاب واپس لی اور اپنا راستہ لیا۔

ایک مرتاض اور صاحب باطن بزرگ کی توجہ سے ہمارے دوست مین اتنی بات ضرور پیدا ہو گئی تھی کہ جب تنہائی مین بیٹھتے دلربا فرشتن کی صورتِ زیبا نظر کے سامنے ہو جاتی۔ اور اگر وصال نہین تو دیدار جانان اُنکے اختیار مین تھا۔ تاہم یہ فکر تھی کہ اب کس کے پاس جاؤن کہ دولتِ وصال سے بہرہ یاب ہون۔

ہنوز وہ بمبئی ہی مین تھے۔ ایک دن چوپاٹی کی روح افزا تفرج گاہ مین ٹہل رہے تھے کہ ایک پُرانے بچپن کے ہم مکتب دوست مسٹر آزاد مل گئے۔ بچپن کی ہم مکتبی کے بعد زمانے نے دونون سچے دوستون مین بڑا انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ ہمارے دوست

تو اپنی پرانی وضع اور پرانے رنگ پر قائم رہے۔ مگر اُنکے دوست نے انگریزی تعلیم مین ترقی کی۔ ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ کچھ دنون ایک تھیٹر کے مینیجر رہے۔ خلاصہ یہ کہ

ما و مجنون ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق — او بصحرا رفت و ما در کوچہا رسوا شدیم

بمبئی کے دوست نے اپنے دوست کے حالات پوچھے اور انھون نے اول سے آخر تک ساری سرگذشت اور اپنی داستانِ عشق کہہ سنائی۔ مسٹر آزاد نے سُن کے ایک قہقہہ لگایا اور کہا آپ ناحق ہی مارے مارے پھرے۔ اس بارے مین تو آپ کو نہ مذہب والون سے مدد مل سکتی ہے اور نہ کسی شاہ صاحب سے۔ اُن صوفی صاحب نے تو غضب ہی کر دیا۔ آپ کو دنیا کے کام ہی کا نہ رکھا تھا"۔

دوست "یہ نہ کہیے۔ کچھ مطلب نکلا تو انھین سے"۔

مسٹر آزاد "ایسی مصیبت جھیل کے مطلب نکلا بھی تو کیا۔ لے لائیے اپنی وہ کتاب مجھے دیجیے۔ مین دم بھر مین آپ کو اُس فرشتن سے نہ ملا دون تو کہیے گا"۔

دوست "بھئی تمھارے ذریعے سے مل جائے تو نہایت ہی احسانمند ہون"۔ کتاب اُنکے ہاتھ مین دی اور ورق اُلٹ کے وہ تصویرین دکھا دین۔ مسٹر آزاد "یہی صورتین ہین؟"

دوست "جی ہی"۔ مسٹر آزاد "خیر۔ تو آج کے چوتھے دن مین ملا دون گا۔ اور ایسی ملاقات نہین کہ نگر نگر دیدم دم نہ کشیدم۔ مگر یہ کتاب مجھے دیدیجیے۔ کیونکہ بغیر اسکے دیکھے آپ کی معشوقہ فرشتن کو مین پہچان کیونکر سکون گا؟" ہمارے دوست نے کتاب اُنکے حوالے کی۔ اُن کا پتہ پوچھ لیا۔ اور چوتھے دن حسب وعدہ اُن سے آکے خوش خوش ملے۔ اور کہا "دیکھیے مین نے پتہ لگا لیا۔ آج رات کو ملاقات ہوگی"۔

دوست "(مارے خوشی کے جامے سے باہر ہو کے) "کہان؟"

مسٹر آزاد "مین اپنے ساتھ لے چلون گا۔ آپ شام سے تیار رہیے گا"۔

۸ بجے رات کو مسٹر آزاد آئے اور ہمارے دوست کو اپنے ساتھ لے کے گھر سے نکلے۔ پھر ایک وکٹوریہ فٹن پر سوار ہو کے ایک عالیشان مکان مین پہونچے اور اندر جا کے ایک بڑے بھاری خوبصورت وسیع اور پُر تکلف ہال مین بیٹھ گئے۔ ابھی پانچ منٹ ہوئے ہونگے کہ اُس عالیشان ہال مین جتنے لیمپ روشن تھے سب ایک ساتھ خاموش ہو گئے۔ اسکے بعد ایک تڑاقے کی آواز کے ساتھ سامنے کی دیوار نظر سے

غائب ہوگئی - اور اندھیری رات کا آسمان نظر آیا جسپر تارون کی افشان چُنی ہوئی تھی - ہمارے دوست تارون کے جھلملانے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ ناگہان آسمان کا دامن چاک ہوا اور معلوم ہوا کہ بلندی پر چاند نکل آیا - اب وہ چاند آہستہ آہستہ نیچے اُترنا شروع ہوا - اور جب قریب آیا تو معلوم ہوا کہ چاند نہین ایک ماہ طلعت نازنین ہے - جسکے لباس سے ویسی ہی کرنین نکل رہی ہین جیسی کہ آفتاب سے نکلتی ہین - سارا مکان اُسکے نور سے منور ہوگیا - اب جو ہمارے دوست نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی نازآفرین فرشتہ ہے جسکے عشق مین وہ بیقرار تھے - بے اختیار جی چاہا کہ دوڑکے لپٹ جائین مگر رعبِ حسن نے اعضا معطل کر دیے تھے - آخر مسٹر آزاد سے کہا " اب تک مین دھوکے مین تھا - میری معشوقہ یہی ہے - اتنا اور احسان کرو کہ اس سے کچھ باتین کر سکون " وہ نازنین چند گز کے فاصلے پر خاموش کھڑی تھی - انکی درخواست کے ساتھ ہی اُسنے شیرین و نغمہ خیز آواز مین کہا " مین آسمان کی فرشتہ خلقائیل ہون اور یہ سُن کے آئی ہون کہ ایک انسان مجھ پر شیدا ہوگیا ہے " مگر ہمارے دوست مین اب جواب کی طاقت نہ تھی - ہجوم شوق نے ایسی بیخودی طاری کی کہ دماغ چکرایا اور بیہوش ہوکے اُسی پلنگ پر گر پڑے جسپر بیٹھے ہوئے تھے -

(۲)

دیر کے بعد ہمارے دوست کی آنکھ کھُلی تو دیکھا کہ پری جمال فرشتہ اُسی طرح سامنے کھڑی ہے اور مسٹر آزاد اُنکے ہوش مین لانے کی تدبیرین کر رہے ہین - ہوش آتے ہی کمال احسانمندی سے اپنے ہم مکتب دوست کا ہاتھ چوم لیا - اور کہا " زبان نہین جو تمھارا شکریہ ادا کر سکون - آج تمھاری مدد سے میری آرزو بر آئی - ورنہ لوگون نے تو اس قدر مایوس کر دیا تھا کہ اب میرے وہم و گمان مین بھی نہ تھا کہ کبھی زندگی مین یہ بات نصیب ہوگی " پھر اُس نازآفرین مہجبین کی طرف متوجہ ہوکے کہا " اے آسمانی معشوقہ تیرا وہ عاشق شیدا مین ہی ہون "

پری جمال " فرشتون کو دنیا والون کا اعتبار نہین - انھین کے فساد مین پڑکے ہاروت و ماروت مبتلا ئے عذاب ہوئے - اور دنیا کے جھگڑون مین ایسے پھنسے کہ پھر نکلنا نصیب ہوا "

دوست " کونسی تدبیر ہے کہ اے نورانی پیکر تجھے اطمینان ہو اور تو میرا اعتبار

لیے - تو جو وعدہ لینا چاہے اُسکے لیے تیار ہون - اور اقرار کرتا ہون کہ تیرے ہر حکم کو بجا لاؤن گا"

مہ جبین - اگر تم ایسی اطاعت کے لیے تیار ہو تو میری خوشی ہے کہ مجھ سے تم سے اتنی ہی ملاقات رہے - یعنی اسی جگہ اور اسی مکان مین روز مجھ سے آکے مل جایا کرو - مگر اس سے زیادہ کی ہوس نہ کرنا - خبردار میرے پنڈے مین ہاتھ لگانے کا ارادہ نہ کرنا"

دوست " مگر کب تک ؟" مہ جبین " جب تک تم اس عالم فانی مین ہو"

دوست " آپ کے حکم کی بجا آوری مین تو کوئی عذر نہین - مگر ضبط و تحمل دشوار ہے"

مہ جبین " یہی غنیمت سمجھو کہ مین تم سے باتین کر لیتی ہون - ورنہ کسی دنیا والے کو یہ بھی نہین نصیب ہو سکتا" اتنا کہتے ہی وہ حور وش فرشتہ جس شان سے آئی تھی اُسی طرح اوپر اُڑ کے غائب ہو گئی - اور ہمارے دل از دست دادہ دوست متحیر رہ گئے - اُسکے جاتے ہی دیوار پھر سامنے آکے قائم ہو گئی - اور ہمارے دوست نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور مسٹر آزاد سے کہا " آپ کی مہربانی کا نہایت ہی شکرگزار ہون - مگر للہ کوئی ایسی تدبیر کیجیے کہ یہ ناکامی و محروم القسمتی کا مضمون

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٴ — باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

تو دور ہو"

مسٹر آزاد " جلدی نہ کرو - چند روز تک اپنی اس آسمانی معشوقہ سے یونہین مل کے اُسے مانوس بنا لو - پھر کسی دن خوش دیکھ کے اپنی آرزو ظاہر کر دینا - شاید مان جائے"

دوست - (نہایت حسرتناکی سے) "اچھا ! تو پھر اب اس معشوقہ سے کب ملاقات ہوگی"

مسٹر آزاد " کل رات کو ! وہ خود کہہ گئی ہے"

اب معمول تھا کہ روز رات کو یہ اُس مکان مین جاتے - وہ آسمانی حور اسی شان سے آسمان سے اُتر کے آتی - اُن سے دو چار باتین کرتی - اُنکی دلداری و دلدہی کرتی اور مل کے چلی جاتی - گو وہ اُنکے تسلی دینے مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھتی تھی مگر حرمان نصیبون کو کہین صبر آیا ہے ؟ آخر ایک دن بیتاب و بیزار ہو کے کہہ ہی بیٹھے -

"بندہ اب ناصبور ہوتا ہے — عضو عضو ہو وے قصور ہوتا ہے"

بانکی فرشتہ نے بگڑ کر جواب دیا "زیادہ آپے سے باہر نہ ہو - ایسا نہ ہو کہ یہ تھوڑی دیر کی پُرلطف صحبت بھی بے مزہ ہو جائے۔"

دوست: "لیکن جب دل ہی نہ مانے تو کیا کروں؟"

فرشتہ: "معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنا یہ لطف بھی کھویا چاہتے ہو - خیر - تمھارا دل کسی طرح نہین مانتا تو اپنے دوست مسٹر آزاد سے کہو - وہ سب کچھ کر سکتے ہین - اور وہ جو کہین مجھے منظور ہے۔" یہ کہ کے وہ بانکی معشوقۂ پریوش تو غائب ہوگئی اور ہمارے دوست مسٹر آزاد کے قدمون پر گر پڑے - مسٹر آزاد نے انھین اس قدر بیقرار دیکھ کے کہا "واقعی تم اب اپنا مزہ کرکرا کیا چاہتے ہو - اچھا آج شب کو وہ آسمانی فرشتہ تم سے آکے ملیگی اور بالکل انسانی معشوقہ کی طرح بے حجاب ہو کے۔"

دوست: "آپ کا درم ناخریدہ غلام ہو جاؤن گا۔"

مسٹر آزاد: "مگر اس مین خرچ بہت ہو گا۔"

دوست: "ان عالم بالا اور آسمان والون کو روپے پیسے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟"

مسٹر آزاد (قہقہہ لگا کے) "بغیر خرچ کیے خدا تو ملتا نہین - ایک مہ پارہ فرشتہ کیسے مل جائے گی؟"

دوست: "خدا کی اور بات ہے - اُسکی خوشنودی کے لیے صدقہ خیرات کی ضرورت ہے مگر فرشتون کو اس سے کیا تعلق؟"

مسٹر آزاد: "جو کچھ ہو یہ فرشتہ تو بے کچھ لیے نہ آئے گی۔"

دوست: "اور اب جو آ رہی ہے؟"

مسٹر آزاد: "ہمیشہ نقد رقم لیکے آتی ہے - گو مین نے آپ کو اسکی تکلیف نہین دی۔"

الغرض آج رات کو وہ فرشتہ اسی شان کے ساتھ آسمان سے اُتری - کچھ دیر تک دور ہی سے باتین کر کے پاس آئی اور اُسی ونگل پر ناز و ادا سے بیٹھ گئی جس پر ہمارے دوست بیٹھے ہوے تھے - ہمارے عاشق دوست نے بڑی جرأت کر کے اُسکا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا - اور اُسے آہستہ آہستہ دبا کے غور سے دیکھنے لگے -

مہ جبین: "کیا دیکھتے ہو؟"

دوست: "دیکھتا یہ ہون کہ نور کے ہاتھ اور جوہرِ نور کا بنا ہوا جسم کیسا ہوتا ہے؟"

نازنین (ایک خندۂ ناز کے ساتھ) "جب تک میں تمھارے پاس ہوں یہ پنڈا ویسا ہی نظر آئیگا جیسے تم سب کے پنڈے ہوتے ہیں۔ دنیا کی آب وہوا فوراً میں کثافت پیدا کردیتی ہے۔"

دوست "اور جب تم آسمان پر ہوتی ہو اُسوقت اس نازک پنڈے کی کیا حالت ہوتی ہے؟"

نازنین " جیسے شمع کی لَو یا ہوا جس میں روشنی پھیلی ہوئی ہو۔"

دوست " ہم اُس آسمانی کیفیت میں تم کو یہاں نہیں دیکھ سکتے؟"

مہ جبین " ہرگز نہیں۔"

الغرض ہمارے دوست شب بھر اپنی آسمانی معشوقہ سے ہمصحبت رہے۔ اور سارا وقت عالمِ بالا کے عجائبات پوچھنے ہی میں صرف ہوگیا۔ صبح کو ہنوز تارے روشن تھے کہ عام دلربا مہمانانِ شب کی طرح وہ آسمانی فرشتہ بھی ناز کے ساتھ اُٹھکے بولی "لو خدا حافظ"۔

دوست " ابھی ٹھہرو جلدی کیا ہے؟ اسوقت چلا جانا تو دُنیوی معشوقوں کا کام ہے۔"

نازنین " دنیا والوں نے رخصت کا یہ وقت آسمان والوں ہی سے سیکھا ہے۔ انوارِ آسمانی رات ہی کو دنیا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور صبح سے پہلے اوپر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔"

دوست " اسکی وجہ؟"

نازنین (مسکرا کے) "تم جانتے ہو کہ ظلمت نیچے کی طرف ہے اور نورانیت اوپر کی طرف۔ لہذا جب رات کو اندھیرا ہو جاتا ہے ہر چیز کا رُخ نشیب کی طرف رہتا ہے اور دن چونکہ روشن اور نورانی ہے اُسوقت ہر چیز کا رُخ اوپر کی جانب ہو جاتا ہے۔"

یہ کہہ کے معشوقۂ پُر انوار روانہ ہوگئی۔ مسٹر آزاد رات کو یہیں رہے تھے چلتے وقت اُنھوں نے اس معشوقہ کو ۲۰ اشرفیاں دیں اور اپنے دوست سے کہا "اب چلیے"۔

دوست "۔ تو یہ ۲۰ اشرفیاں روز خرچ ہوں گی؟"

مسٹر آزاد " روز۔ اور ابھی آپ کو خبر نہیں ہے کہ ان پری فرشتوں کے بُلانے کی تدبیروں میں اور خود انکے نذرانے میں اِسوقت تک کیا خرچ ہو چکا ہے۔"

دوست " خدا کے لیئے بتاؤ کہ یہ کیا مضمون ہے آسمانی فرشتہ کو روپیہ سے کیا سروکار"

مسٹر آزاد " آپ کو اپنے مطلب سے مطلب رکھنا چاہیئے۔ ان رموز میں نہ پڑیے"

دوست "نہیں۔ جو کچھ اصل حقیقت ہو مجھے بتا دیجیئے۔ آپ کی حیرت انگیز کوششیں

اور کامیابی دیکھ کے مین نہایت ہی حیران ہون "
مسٹر آزاد" یہ راز مین ابھی آپ کو نہ بتاؤن گا؟" دوست "- ابھی نہین تو پھر کب ؟"
مسٹر آزاد" جب مجھے مناسب معلوم ہو گا - اور جب آپ مین اُسکی صلاحیت دیکھ لونگا"
دوست " مگر روپے کا اتنا بڑا بار آپ پر ڈالنا تو انسانیت سے بعید ہے "
مسٹر آزاد " آپ میرے پُرانے دوست ہین - اور آپ کے لیے مجھے اپنا گھر تک لُٹا دینے مین تامل نہ ہوگا "
دوست " اچھا تو وعدہ کیجیے کہ جب مین گھر پہونچ جاؤن گا تو آپ کا جو کچھ اس کوشش مین صرف ہوا ہوگا مجھ سے منگوا لین گے "
مسٹر آزاد " دیکھا جائے گا - اسکی فکر نہ کیجیے "
اسکے بعد کئی مہینے تک ہمارے دوست اپنی سیمتن و ماہ طلعت آسمانی معشوقہ سے روز ملتے اور ہمکنار و ہم آغوش ہوتے رہے - یہان تک کہ جوش عشق مین گونہ اعتدال پیدا ہو گیا - اور اب وہ بےصبری و بیقراری نہ تھی - دل مین خوش تھے کہ میری معشوقہ دنیا کی نہین بلکہ آسمان کی ہے - اتنا تحمل بھی دل مین پیدا ہو گیا تھا کہ کبھی کبھی وہ نہ آتی تو زیادہ بیتاب نہ ہوتے - اور اُنکے مزاج مین ویسا تغیر نہ ہوتا جیسا کہ پہلے زمانۂ فراق مین ہوا کرتا تھا -
ایک شب اُنکی معشوقہ نہین آئی تھی اور ہمارے دوست دلچسپی کے ساتھ اپنے دوست مسٹر آزاد سے باتین کر رہے تھے - جب انتظار کا زمانہ گذر گیا تو کہنے لگے " خیر میری نازنین غلطانئیل آج نہین آئی تو کسی کام مین پھنس گئی ہوگی - مگر آپ نے آج تک اس رمز کو نہین بتایا کہ یہ کیا ماجرا ہے ؟ اس آسمانی پیکر کو آپ آسمان سے کیونکر کھولاتے ہین ؟ آپ مین مجھے کوئی ایسا تقدس بھی نہین نظر آتا کہ عالم بالا تک آپ کی رسائی ہو "
مسٹر آزاد " اس مین تقدس کو کیا دخل ؟ " دوست " تو پھر آخر آپ کی وہان کیسے رسائی ہوئی ؟ " مسٹر آزاد " تو سچ بتا دون ؟ " دوست " ہان ضرور بتائیے - اب مجھے معشوقہ کے وصال سے زیادہ شوق اس معمے کے حل کرنے کا ہے " مسٹر آزاد - مین نے بھی اُسی قسم کی تدابیر کیے جیسے کہ آپ کے شیخ حضرت " باقی من کل فانی " صاحب نے کیے تھے - صرف اتنا فرق ہے کہ اُنکے عمل مین خیال آفرینی تھی اور میرے عمل مین

حقیقت کو زیادہ دخل ہے "

دوست " کہتے آپ سچ ہین۔ مگر مین ابھی تک نہین سمجھا "

مسٹر آزاد " اُنھون نے ریاضت کے ذریعے سے آپ کے خیال کو آپ کے سامنے متشخص کرکے کھڑا کردیا تھا اور مین نے اسی صورت کی ایک اصلی معشوقہ خود آپ کے سامنے لاکے کھڑی کردی "

دوست (ذرا تامل کے ساتھ) "یعنی اصلی فرشتہ نہ وہ تھی اور نہ یہ ہے ؟ دیکھیے کہین ہان نہ کہہ دیجیے گا۔ ورنہ میری ساری آرزوئین خاک مین مل جائین گی "

مسٹر آزاد " اب چاہے جو ہو مین تو "ہان" کہنے پر مجبور ہون۔ اُن بزرگ سے مجھسے بھی ملاقات ہے۔ اور مین نے مصوری کے فن مین اچھا ملکہ پیدا کرلیا ہے۔ یہین کے آرٹس کالج مین تعلیم پائی ہے۔ ہر قسم کی تصویر اور مورت بنا لیتا ہون۔ اور ایسی کہ لوگ اُنھین دیکھ کے تعجب کرتے ہین۔ اُن دنون اُنھون نے مجھے بُلوا کے یہی آپ والا عجائب المخلوقات کا نسخہ دکھایا۔ اور اُس مین ایک تصویر دکھا کے فرمایا کہ ایسی ہی ایک تصویر بڑے پیمانے پر کھینچ دو۔ اور اسی شکل کا ایک اسٹیچو (مورت) بھی بنا دو۔ مین نے اُنکے حکم کی تعمیل کی۔ مگر مجھے تعجب تھا کہ ان بزرگ کو ایسی تصویر اور مورت کی کیا ضرورت ہے؟ اُنکے اُس خادم سے جو مجھے بُلانے گیا تھا معلوم ہوا کہ آپ سے پوری ریاضت کرا لینے اور اُس تصویر کا خیال آپ کی آنکھون کے سامنے متشخص کرا دینے کے بعد کسی شب کو وہ تصویر اور مورت آپ کے سامنے پیش کی جائے گی۔ تاکہ آپ کو اپنی ریاضت کا پھل ملنے کا یقین ہو جائے۔ اُسوقت تک مین یہ نہین جانتا تھا کہ ہمارے ایک پُرانے دوست اُنکے ہاتھ مین گرفتار ہین۔ جب آپ سے ملاقات ہوئی اور آپ نے اپنی سرگذشت بتائی تو سمجھا کہ یہ روحانی کرشمہ آپ ہی کو دکھایا گیا تھا۔ دل مین آئی کہ جہان تک بنے آپ کی آرزو پوری کردون "

دوست " تو پھر آپ نے کیا کیا ؟ "

مسٹر آزاد " مین نے تصویر یا مورت سے کام لینے کے عوض ایک اصلی حسینہ ڈھونڈھ نکالی۔ جسکی صورت بعینہٖ عجائب المخلوقات کی اُس تصویر سے ملتی تھی۔ تھیٹر والون سے مجھسے ملاقات ہی ہے۔ اور سینریون کے اعلی درجے کے پردے خود بنا لیتا ہون"

لہذا مناسب پردے اور لباس بنا کے مین نے ایک تھیٹر کا مکان کرائے پر لے لیا اور
اُس مین آسمان کا پردہ دکھا کے فرشتون کی طرح اُس حسینہ کو اُتارا - اور آپ سے
ملاقات کرا دی"
دوست (حد سے زیادہ متحیر ہو کے) " تو یہ میری معشوقہ فرشتہ نہین انسان ہے ؟ "
مسٹر آزاد " جی انسان - اور وہ بھی ایک بازاری عورت یہودن - جو بعض تھیٹرون
مین ایکٹ کرتی ہے اور ۲۰ اشرفی روز پر آیا کرتی ہے - اس مین اتنی خوبی ہے کہ پڑھی
لکھی ہے - اور جو باتین یا خیالات بتا دیے جائین اُنکو نہایت خوبی سے ادا کر دیتی ہے"
دوست " لاحول ولاقوۃ ! مین آپ کو ایسا نہ سمجھا تھا - اور یہ جو مین گنہگار ہوا ؟ "
مسٹر آزاد (مسکرا کے) " مضائقہ نہین - تو بہ کر لیجیے گا "
دوست " استغفراللہ ! عجب بیہودہ آدمی ہو "
مسٹر آزاد " مین نے اصلی حقیقت کو آپ سے بیان کر کے آپ کا گناہ ہلکا کر دیا "
دوست " یہ کیونکر ؟ " مسٹر آزاد " اس لیے کہ فرشتے چونکہ معصوم ہین اس لیے
اُن سے ناجائز تعلق رکھنا زیادہ گناہ ہے - شکر کیجیے کہ آپ سے دراصل انسان سے تعلق تھا -
دوست " بیہودگی کے ساتھ تم شریر بھی ہو - بھلا یہ کون سی حرکت تھی ؟ "
مسٹر آزاد " ایسی حرکت تھی کہ آپ کی آرزو پوری ہو گئی - اور آپ کا جنون دور ہو گیا
اُسوقت اگر مین کہتا کہ فرشتون کی تصویر نہین ہو سکتی - اور فرشتے کسی سے مل نہین سکتے
تو آپ نے جس طرح اورون کا کہنا نہین مانا میری بھی ہرگز نہ سنتے - جناب شاہ صاحب
نے آپ کی نظر اور آپ کے خیال مین استقلال پیدا کر کے آپ کو بھسلانا چاہا اُس مین
بھی کامیابی نہ ہوئی - اب سوا اسکے اور کون سی تدبیر باقی رہ گئی تھی ؟ مین نے
اپنے مذاق کے مطابق کوشش کی اور الحمدللہ کہ تمام مقتدایان دین اور جناب شیخ
سب سے زیادہ کامیاب ہوا "
دوست " اور اس فضول کام مین آپ نے ہزارون روپیے جو صرف کر دیے "
مسٹر آزاد " وہ آپ چاہین دین یا نہ دین - مین تقاضا نہین کرتا - مگر اس مین شک
نہین کہ آپ کے دماغ اور آپ کے جنون کا جیسا علاج مین نے کیا ہے کوئی نہین کر سکتا"
دوست " تو پھر اب مین چاہتا ہون کہ یہ حسینہ جو فرشتہ بن کے مجھ سے ملا کرتی ہے

ہمیشہ کے لیے مجھے مل جائے اور میرے نکاح میں آ جائے۔"
مسٹر آزاد:" جی اس چکر میں نہ آیئے۔ آسمانی فرشتوں سے ملنا آسان ہے اور اس حور وش کو قابو میں لانا غیر ممکن۔"
دوست:" اچھا کل رات کو آئے گی تو میں اُسکو نکاح کا پیام دوں گا۔"
مسٹر آزاد:" خیر۔ اب تو آپ کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ اس لیے اُس کا آنا آپ کے اختیار میں ہے۔ بُلوایئے گا آئے گی۔ نہ بُلوایئے گا نہ آئے گی۔"
دوست:" میں تو نہیں بُلواؤں گا۔"
مسٹر آزاد:" تو بس اب فرشتن کے عشق کو سلام کیجیے اور ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر کا راستہ لیجیے۔"

اسکے دوسرے دن ہمارے دوست اپنے گھر چلے آئے۔ اور مسٹر آزاد کی کوشش سے اُنکے جنون زا عشق کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ مگر دل ہی دل میں تعجب کرتے تھے کہ اس لغو خیال کے پیچھے میں کہاں کہاں گیا؟ روحانیات کا کیا کرشمہ دکھیا؟ اور آخر دل کو صبر و سکون ہوا تو کس بیہودہ سازش و فریب سے؟

شاعری کی بیباکیاں

شاعری! آزاد و خود سر شاعری! شوخ و بیباک شاعری! لغو و پُر اثر شاعری! تجھ میں کیا بات ہے کہ تیری ساری آزادیاں معاف ہیں؟ تو جس کی نسبت جو چاہے کہہ جائے تجھے کوئی نہیں بولتا! تو جسکی چاہے عزت اُتار لے تیرے لیے معاف ہے۔ قانون ساری دنیا کی دھڑ پکڑ کرتا ہے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی گستاخیوں پر اُسے سزا دیتا ہے مگر تجھ سے نہیں بولتا۔ آخر شاعری نے سلطنت کی کون سی خدمت کی ہے کہ اُسے ہمیشہ کے لیے سندِ معافی مل گئی۔ اگلے دنوں سنا کرتے تھے کہ فلاں امیر یا فلاں سردار کے لیے اتنے خون معاف ہیں۔ موجودہ عہد کی عدالت گستری نے ایسے تمام غیر منصفانہ قانون منسوخ کر دیے۔ مگر شاعری اب بے خوف و بے پروا شاعری تیری وجہ سے قانون و انصاف کے دامن پر جو دھبا اگلے دنوں تھا آج بھی قائم ہے۔ دھوئے نہیں دُھلتا اور مٹائے نہیں مٹتا۔ تیری مجنونانہ بیباکیاں جیسی پہلے

تھیں ویسی ہی آج بھی ہیں - تو جسکا جیسا چاہتی ہے خاکہ اُڑاتی ہے - جسے جس قدر چاہتی ہے بناتی اور ذلیل کرتی ہے - مگر نہ کوئی عدالت ہے جس میں تیری فریاد کی جائے - اور نہ کسی میں اتنا دم ہے کہ تجھ سے مقابلہ کرکے اپنا انتقام لے -

حسینان عالم جن کے رُخ زیبا پر دنیا جان دے رہی ہے - جن کے لیے ایک زمانہ کٹنے مرنے اور جان دینے کو تیار رہے - اُنھیں ظالم تونے کہا - بے رحم تونے بتایا - نا خدا ترسی کا الزام تونے دیا - کافرماجرائی کی تہمت تونے لگائی - غرض جی بھرکے کوسا جہان تک بنا گالیاں دیں - مگر باوجود اس قوت حسن کے وہ سوا اسکے کہ ہنس کے چُپ ہو رہیں یا شرماکے آنکھیں نیچی کرلیں تیرا کچھ نہ بگاڑ سکے - بھلا کس کی مجال تھی کہ ایک معمولی کلمہ بھی اُنکے سامنے زبان سے نکالتا ؟ مگر ظالم تو مُنھ پر گالیاں دیتی ہے اور وہ سنتے ہیں - جیسی توہین و تحقیر چاہے کرتی ہے اور وہ بُرا نہیں مانتے - خدا کے لیے وہ اپنا سچا عمل اور چلتا ہوا جادو ہمیں بھی بتادے کہ دنیا بھر کو ستائیں - زمانے بھر کو ماریں - اور کوئی ہم سے نہ بولے -

ان حسینوں کو بھی چھوڑو جن میں نزاکت و نازنینی نے جسمانی کمزوری پیدا کردی ہے - ممکن ہے کہ اپنی اس کمزوری کے خیال سے وہ تیری بے اعتدالیوں پر اُسی طرح خاموش ہو رہتے ہوں جس طرح کسی کُندہ ناتراش جاہل کی دریدہ دہنیوں کو ایک مہذب شخص طرح دے جاتا ہے - مگر میں پوچھتا ہوں کہ تجھے مذہب کے دربار سے کیونکر معافی کا پروانہ مل گیا ؟ ہماری زبان سے خلاف مذہب یا عام مسلمات دین کے مخالف ایک معمولی کلمہ بھی نکل جائے تو جناب مولوی صاحب الگ خفا ہو جاتے ہیں - ساری دنیا میں الگ شورش مچ جاتی ہے - اور جسے دیکھیے خون کا پیاسا نظر آنے لگتا ہے - مگر تو اے گستاخ و بے دین شاعری تو جتنا کفر چاہے بک دے تجھ سے کوئی نہیں بولتا -

جناب شیخ - یہی حضرت واعظ - اور یہی ہمارے مخدوم زاہد شب زندہ دار کس دن تیری بے روک زبان کے فلاخن سے زخمی نہیں ہوتے ؟ کس طرح تیرے بے رحم ہاتھوں سے چرکے پر چرکے کھاتے ہیں ؟ جناب شیخ کی پگڑی تو روز اُتارتی ہے - اُن کا مقدس باوقار عمامہ میکشوں میں اُچھلتا - اور میخانے میں رہن ہوتا ہے

حضرت واعظ کی بات بات پر زبان پکڑی جاتی ہے - انکے کلمات بات کا مضحکہ اُڑ ایا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کی پھبتیاں کسی جاتی ہین - جناب زاہد بیچارے کونے مین بیٹھے تھے اور یاد الٰہی مین مشغول تھے - چاہیے تھا کہ ان غریب سے کوئی نہ بولتا - مگر اُنکی گت بنانے مین بھی کوئی کسر نہین اُٹھا رکھی گئی - اُن کا زہد ریائی بتایا گیا - اُنکے دامن پر بدکاری کے دھبے لگائے گئے - اُنکے اعمال اور نماز روزے پر حرف رکھا گیا - اُنکی نیت خراب بتائی گئی - حضرت شیخ کی داڑھی کے ساتھ اُنکی داڑھی پر بھی برابر دست درازیان کی گئین - یہ سب کچھ ہوا مگر قانونی چارہ جوئی درکنار کبھی یہ بھی نہ ہوا کہ اُن بزرگون نے تیری نسبت کفر والحاد کا فتویٰ ہی جاری کر دیا ہوتا کہ تیری کچھ توکرکری ہوتی - اور ذرا تو تیرا زور ٹوٹتا - مگر نہین - یہ سب بزرگان دین و پیشوایان اُمت خاموش بیٹھے رہے اور تیری یہ گستاخیان روز بڑھتی ہی گئین - اے زبردست زبردست آزار شاعری! سچ بتا کیا یہ بزرگ تجھ سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہین؟ لیکن خوف ہے تو کس بات کا؟ تجھ مین کیا ہے جو کوئی تجھ سے ڈرے؟

شاعری! تیری آزادی و بیباکی اس درجے کو پہونچ گئی ہے کہ اُسے گستاخی سے بھی بڑھ کر اب بد تہذیبی اور بے تمیزی کہنا چاہیے - تیرے حملے شریفانہ نہین ہوتے اور تیری دریدہ دہنیان جادۂ تہذیب سے گذر گئی ہین - اور افسوس کوئی تدبیر نہین کہ تیری یہ شوخ و بیباک زبان روکی جائے -

ان بزرگون کے معاملے سے بھی خیر درگذر کیا جائے - کیونکہ انکی توہین اگرچہ دین و مذہب کی توہین ہے مگر ممکن ہے کہ تجھے ان سے ذاتی پرخاش ہو اور ذاتیات کا معاملہ تصور کیا جائے - مگر خود دین کی اہانت وحقارت اور تحقیر و تضحیک مین بھی اس شاعری نے کسی قسم کی کوتاہی نہین کی - انبیاے سلف کی شریعت اور اُنکے نفوس قدسیہ کے لیے کون سی گستاخی تھی جو اُٹھا رکھی گئی ہو؟

اے بد تمیز و بد تہذیب شاعری - تو ہی دیکھ کہ حضرت آدمؑ کے جنت سے آنے اور حضرت نوحؑ کے طوفان پر تو نے کیسے کیسے آوازے کسے ہین؟ اور کیا کیا باندھنو باندھے ہین؟ حضرت ابراہیمؑ کا آتشین گلزار بھی تیری ستمگاریون سے نہین بچ سکا - حضرت یعقوبؑ کی آنکھون کی سفیدی بھلا اس قابل تھی کہ تیرا بامذاق مشغلہ بنتی؟ برادران یوسف

نے جو کچھ کیا ہو مگر پھر بھی نیک بندے اور بعض پیغمبر تھے - مگر تو نے اُنکے گناہ کو اسقدر اُچھالا کہ اُن غریبون کو اضحوکۂ روزگار بنا دیا - بھلا حسن یوسف ایسی چیز تھا کہ تو اُسکی ایسی ہنسی کرے؟ اور ہر فاحشہ و فاجرہ کے حسن کے سامنے اُس معصومانہ حسن کی تحقیر کیجائے؟ حضرت یوسف اگر بھائیون کی بہیری سے کھوٹے دامون بک گئے تھے یا مصر کے بازارین ایکے بیچے گئے تھے تو اس مین اُن بیچارے کی کون سی خطا تھی جو تو بات بات پر اُنھین غلامی کا طعنہ دیا کرتی ہے؟ یا خدا کی نیک بندی زلیخا کا دل اگر یوسف کے معجزنما حسن پر آگیا تھا تو یہ چھپانے کی اور دبانے کی بات تھی - یا ایسی کہ اسکی پاداش مین غریب زلیخا کو ساری دنیا مین ہنڈایا جائے؟ افسوس اپنی بدتہذیبی کے جوش مین تجھے پیمبرون کے حرمت و ناموس کا بھی خیال نہین آتا! حضرت موسیٰ نے دیدار الٰہی کی خواہش کی اور طور پر جلوۂ ایزدی کے نمایان ہوتے ہی غش کھاکے گر پڑے - اسپر تو نے موسی کو ہزارون طعنے دیے - اور برابر اس گھڑی تک دے رہی ہے - اُنکے وادی ایمن - ید بیضا اور عصا کو تو نے اپنی خیال آرائیون کا کھیل بنایا - اُنکی بے وقری کی - اُنکی تحقیر کی - اور ایسے ایسے ناپاک مقامون اور موقعون پر لالاکے اُنھین پیش کیا کہ دین کی چادر صد جگہ سے چاک ہوگئی - لیکن تیری زبان نہ رکنا تھی نہ رکی - آخر ان بدتہذیبیون اور بدلگامیون کی کوئی حد بھی ہے؟ - ع - ہان وہان خدا دشمن این چہ بدزبانی ہاست ؛

خضر بیچارے نے ایک مرتبہ حکم الٰہی سے جناب موسیٰ کی رہبری کی تھی - اسپر موسیٰ کی نسبت تو نے جو کچھ کہا وہ تو شرمناک ہی ہے خود خضر کی ایسی خبر لی کہ غالبًا تیرے ہی خوف سے آج تک وہ بھاگے بھاگے پھرتے ہین اور تو اُنھین کسی جگہ قرار نہین لینے دیتی - حضرت مسیح کے معجزۂ احیاے موتیٰ کو دیکھ اور رہی اس ہرزہ سرائی کا خیال کر کہ "اُو بقم زندہ کند یار بدشنامے چند" - بیباکی کی کوئی حد بھی ہے؟ حضرت مسیح بھی تیری ان بدزبانیون سے بچنے کے لیے آسمان پر چلے گئے - مگر تو وہان بھی اُنھین چین سے نہین بیٹھنے دیتی - بات بات پر اُنھین آسمان پر چلے جانے کا طعنہ دیا جاتا ہے - ہر اُنکا چلا جانا دلی کمزوری پر محمول کیا جاتا ہے اور گھڑی گھڑی زمین پر بلائے جاتے ہین بعض جاہل مسلمان خصوصًا وہ جو اکثر جناب سرور کائنات صلعم کے مقابلے مین انبیاے سلف کی توہین اور سبکی کر جایا کرتے ہین - شاید یہ خیال کرکے گھڑی بھر کو

خوش ہو جائین کہ شعرا نے اور سب دنیا پر تو حملے کیے مگر ہمارے پیغمبر برحق محمد رسول اللہ کے محترم دامن تک شاعری کا گستاخ ہاتھ نہین پہونچ سکا اور دینی ادب کے باعث ایسے موقعون پر آپ کا مبارک اور پاک نام نہین لیا گیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ شاعری نے مذاہب سلف کی اتنی توہین ہرگز نہین کی تھی جتنی کہ اسلام اور شریعتِ محمدیہ کی کی ہے۔

اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ صاف صاف الفاظ مین کفر کا اقرار اور دین سے انکار کیا جاتا ہے۔ یا تو اگلون کو شوق تھا کہ بتخانون اور گرجون کو مسجد بنا دین یا یہان ہمیشہ یہ شوق رہتا ہے کہ مسجدون سے میخانے کا کام لیا جائے اور وضو و طہارت کی بدھنیون مین شرابِ خوشرنگ بھری جائے۔ یہ شکایت اکثر سُنی گئی کہ مسجد مین کچھ نہین بس خدا کا نام ہے۔ طاق مسجد مین بُت لا کے رکھے جائین اور اُنکی پرستش کیجائے۔ جب دیکھیے اسکی افسوس کیا جاتا ہے کہ کعبے سے بُت نکال دیے گئے۔ نیت رہتی ہے کہ پھر کعبے کو بتخانہ بنا دیا جائے۔ اور بجائے اذان کے کعبے مین کھڑے ہو کے سنکھ بجائین۔ حاجیون کو بہکایا جاتا ہے کہ کعبے مین کیا رکھا ہے جو وہان جاتے ہو؟ بتکدے مین آؤ۔ اور دیکھو کیسی پیاری پیاری صورتین نظر آتی ہین۔

کافر شاعری! بے دین و بے ایمان شاعری! مردود و ملعون شاعری! تیرا کچھ دین و ایمان بھی ہے؟ اس کا بھی کچھ خیال ہے کہ ایک دن مرنا اور خدا کو جواب دینا ہے؟ طاق حرم کو دیکھ اور بتون کو دیکھ! حجراسود کو دیکھ اور اُسے چھوڑ کے بتون کے چومنے کو دیکھ! ایک فاجرہ و فاحشہ کے گورے گالون کو دیکھ اور مصحفِ ربانی کو دیکھ! تیری یہ کیا شامتِ اعمال ہے کہ علانیہ کفر کا اقرار کرتی ہے؟ جنیو پہننے اور ماتھے پر قشقہ لگانے کا شوق دلاتی ہے! بُت پرستی و شرک کی عاشق زار ہے! اور اپنے پیرو ون کی زبان سے اقرار کراتی ہے کہ

مرا دلے ست بہ کفر آشنا کہ چندین بار بہ کعبہ بُردم و بازش برہمن آوردم

اور کبھی یون کہلاتی ہے کہ

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اُن نے تو قشقہ کھینچا۔ دیر مین بیٹھا۔ کب کا ترک اسلام کیا

آخر کمبخت تجھے عقبیٰ کا بھی ڈر نہین رہا! اور پھر ان دریدہ دہنیون۔ گستاخیون۔ ہرزہ سرائیون اور اس کفر بکنے کے ساتھ آزادی کی سند ایسی مل گئی ہے کہ ان باتون پر نہ کوئی بگڑتا ہے

نہ جناب شیخ برا مانتے ہین - اور نہ مفتی امت کفر کا فتوی دیتے ہین - بلکہ اُسے مزہ لیتے - جھوم جھوم کے تیرے کلمات کفر کو زبان سے دوہراتے - اور بیخود و مدہوش ہو کے اُن پر ہُو حق مچاتے ہین - اور کمال یہ کہ ان کفر و شرک کی باتون پر جو فتوے دیا جاتا ہے وہ بھی یہ ہے کہ "شاعری جزویست از پیغمبری"۔

ہمارے ان خیالات پر شاید بعض بت پرست قومون کو ملال ہو - اور کہین کہ شاعری ہماری طرفدار ہے اور یہ اُسے برا کہتے ہین - مگر ہندو دوستو! اس دھوکے مین نہ رہو - اگر تمھارا ایسا خیال ہے تو تم شاعری کے فریب مین آ گئے ہو - سچ یہ ہے کہ یہ دریدہ دہن ظالم کسی کی نہین - اور کمال بیوفائی کے ساتھ اپنون ہی کی دشمن ہے - یہ تمھاری طرفداری - تمھارے بتون کی تعریف - اُنکے پوجنے کا شوق - زنار پہننے - ماتھے پر قشقہ لگانے - اور سنکھ بجانے کی آرزو اُسی وقت تک ہے جب تک یہ شاعری اور اسکے مرید اپنے آپ کو مسلمان سمجھ رہے ہین - اگر یہ شاعری کہین ہندو ہو گئی تو یقین جانو کہ ویسی ہی تمھاری دشمن ہو جائیگی جیسی کہ فی الحال ہماری ہے - یہ تو اپنون کی دشمن ہے - اور اگر تم اسکے اپنے بن گئے تو پھر سمجھ لو کہ یہ تمھاری دشمن اور تمھاری آبروریزی کے درپے ہو گئی -

لیکن شاعری! تو چاہے کافر ہو چاہے بے دین - اور اپنی آزادیون کی بدولت تو جو چاہے کرے ہم تیرے کمال کے ضرور قائل ہین - تجھ مین جو کمال ہے کسی مین نہین - یہ معشوقانہ ادا اور دلربایانہ فن تجھی کو خوب آتا ہے کہ جن کو برا کہے اُنھین مین ہر دلعزیز بنی رہے - وہی جن پر تو طعن و تشنیع کرتی اور آوازے کستی ہے وہی تیری قدر کرتے ہین - جن مہ وشون کو تو گالیان دیتی ہے اُنھین کو اگر ہم کوئی ایک بات بھی کہدین تو بگڑ جائینگے مگر تجھ سے خوش ہین - وہی بزرگانِ امت جن کی تحقیر و توہین اور آبروریزی مین تو نے کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا تھا اُنھین مین تو محبوب بنی ہوئی ہے - اور تیری زبان سے جو گالیان نکلتی ہین اُنکو بھی وہ مزہ لے لے کے اور خوش ہو ہو کے اپنی زبان دوہراتے ہین اور خدا جانے ان بیہودہ گالیون ہی مین تو نے اُنھین کونسی رشوت دیدی ہے کہ چاہے ساری دنیا کو کافر و ملحد و بے دین بنا دین تجھے نہین بناتے؟

خوش نصیب شاعری! سندِ عفو رکھنے والی شاعری! ہم تیری تعریف کرنے اور

تیرے کمالات کا اقرار کرنے پر ہم مجبور ہین - اور ملتجی ہین کہ کوئی ایسا ہی نسخہ ہمین بھی بتادے - اگرچہ تیری طرح ہم سے بدزبانی و زبان درازی ہرگز نہ ہوسکے گی مگر اتنا تو ہو کہ اگر کبھی اتفاق سے کسی کی نسبت کوئی کلمہ زبان سے نکل جائے تو وہ برا نہ مانے اور اُسکے جواب مین کچھ نہ کہے -

آزادی

زمانہ آزادی کا ہے اور آزادی کی گھر گھر پکار ہے - بیڑیان جو ہزارون سال سے پاؤن مین پڑی ہوئی تھین کٹ رہی ہین جن ہتکڑیون مین قرنہا قرن سے ہاتھ جکڑے چلے آتے تھے ٹوٹتی جاتی ہین اور غیب کی پیشین گوئی کرنیوالا فرشتہ سُریلی دلکش آواز مین ایک ایسے پُرلطف زمانے کی پیشین گوئی کر رہا ہے جبکہ ہر جگہ اور ہر گروہ مین آزادی کا دور دورہ ہوگا - سب آزاد ہونگے - کسی کو کسی کی پروا نہ ہوگی - دنیا سے ساری حکومتین اُٹھ جائینگی - آزادی کی خوبصورت و دلفریب ملکہ سارے عالم پر حکمران ہوگی - اور اُسوقت دنیا یہ پُر افکار و آلام دنیا نہ ہوگی بلکہ درحقیقت ایک جنت ہوگی جس مین ہر شخص مزے اُڑا رہا ہوگا - اور جہان دلداری کرنیوالی حورین "سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین" کے عوض ہارکی دُھن مین یہ نغمہ گا رہی ہونگی کہ

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

اس خیال اور اس امید پر لوگ خوش ہو رہے ہین - اور ہر شخص کا دل خوشیون اور مسرتون سے لبریز ہے - حقیقت مین آزادی ایسی ہی مزے کی چیز ہے - دنیا کی ساری نعمتین اور لذتین ایک طرف اور آزادی ایک طرف - فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کسی کی حکومت نہ اُٹھائیے اور غلامی و ماتحتی سے بدتر کوئی چیز نہین - ملک دوسرے ملک کی ماتحتی کو اپنی ذلت سمجھتے ہین - شہر دوسرے شہر کے مطیع بن کے رہنے مین اپنی حقارت خیال کرتے ہین - گانوؤن کو دوسرے گانوؤن سے دب کے رہنے مین ذلت و سُبکی نظر آتی ہے - یہی حالت خاندانون کی ہے - کوئی خاندان نہین چاہتا کہ دوسرے کا دست نگر و مطیع بنکے رہے - اور ہر قبیلہ اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لیے لڑنے اور کٹنے مرنے پر تیار ہے - اس سے بھی آگے بڑھکے خاندانون کی اندرونی حالت دیکھیے تو وہان بھی ہر فرد خاندان اور ہر متنفس مین یہی آزادی کا شوق نظر آئیگا - بیٹا نہین چاہتا کہ باپ کا فرمانبردار بن کے رہے -

بھائی کو نہین گوارا کہ بڑے بھائی کا غلام بنا رہے۔ بی بی کو دل سے نہین پسند کہ شوہر کی لونڈی بنجائے۔ بیٹیان ان کے حکم کو نہایت ہی مجبوری سے برداشت کرتی ہین۔ آزادی کا جوش یہان تک ترقی کر چلا ہے کہ عورتون کو شکایت ہے کہ مرد ہم پر زبردستی حکومت کرتے ہین۔ اور کیا عجب کہ مصنف اخوان الصفا کے خیال کے مطابق جانورون کو بھی شکایت ہو کہ نوع انسانی اپنا غلام بنا کے ہم پر بڑے بڑے ظلم کر رہی ہے۔ اور جب ان جانورون کو ہم اپنی حکومت سے بھاگتے اور باوجود ہر طرح کی داشت کرنے اور چمکار چمکار کے مانوس بنانے کے بھی جب ہم انھین بھڑک کے بھاگتے اور درپے آزار ہو جاتے دیکھتے ہین تو یقین ہو جاتا ہے کہ بیشک ان جانورون کو ہماری حکومت دل سے گوارا نہین۔

سب سے بڑی گرفت مذہب کی ہے۔ مذہب یقین کی صورت پیدا کر کے اور دل مین جگہ پیدا کر کے انسان سے اپنی حکومت ایسی منوا لیتا ہے کہ اُسکے لیے وہ جان تک دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ تاریخ مین دیکھو کہ کیسی کیسی بڑی اور کیسی کیسی زبردست قومین اسی مذہب کے لیے کس جان بازی و سرفروشی سے لڑی اور اپنے عقائد اور اپنے معابد کے لیے کٹ مری ہین۔ مگر آزادی کے موجودہ دور دورے نے مذہبی گرفت کو بھی کمزور کر دیا۔ اب مذہبی پابندیون سے بھی لوگون کا دل اُکتا چلا ہے۔ اور اکثر نوجوانون کی زبانون پر یہ شعر جاری ہے کہ

قید مذہب واقعی اک روگ ہے   آدمی کو چاہیے آزاد ہو

موجودہ تعلیم اور جدید مذاق کے جذبات نے ہمین اس درجے پر پہونچا دیا ہے کہ خیال ہوتا ہے گویا آج تک دنیا آزادی کا گلا گھونٹتی رہی۔ اور جذبات انسانی کے ساتھ انسان کی ساری اعلیٰ قوتین پابندیون اور قیدون مین جکڑ جکڑ کے مٹا دی گئین۔ اگلے تمدن۔ اگلے فلسفۂ اخلاق۔ اگلے بزرگون۔ اگلے مذہبون۔ اور اگلی سلطنتون نے نوع انسان کو قیدون کی زنجیرون مین روز بروز زیادہ جکڑا۔ اور حاکمی و محکومی کے سلسلے کو یہان تک ترقی دی کہ عالم کا سارا نظام ہی یہ ہو گیا کہ ایک دوسرے کا غلام اور ہر متنفس کسی اپنے بالادست کا مطیع فرمان رہے۔ دنیا نے سب سے پہلا جہاد آزادی ہی پر کیا۔ اور اس بات کی کوشش کی کہ آزادی کا کہین نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ ہر فرد بشر کو چاہے کیسا ہی زبردست اور صاحب جبروت ہو اُس کا سر کسی نہ کسی کے آگے ضرور جھکا رہے۔ بوڑھے بچون پر۔ بڑے چھوٹون پر۔ مرد عورتون پر۔ دولتمند غریبون پر حکومت کرین۔ اور جہان عظمت و شوکت

اس درجے کو پہونچ جائے کہ کوئی انسانی عظمت اُسکا مقابلہ نہ کرسکے تو وہان انسان ایک
ہستی مافوق کا محکوم بنا دیا جائے جو چاہے نظر آئے چاہے سمجھ مین نہ آئے چاہے ثابت
نہ ہوسکے مگر اُسکی ابدی حکومت مانی جائے۔

لیکن اب یہ امید پیدا ہو چلی ہے کہ ان قیدون سے بہت جلد چھٹکارا ہو جائیگا۔ قرن ہا
قرن کے اسیران ستم چھوٹین گے۔ اور ہزار ہا سال کے گرفتارون کو رہائی نصیب ہو گی۔
پھر یہ نہ ہوگا کہ ہم اپنی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کیے جائین۔ یا ایسا ہو کہ ہم کوئی کام
کرنا چاہین اور کوئی ہمارا ہاتھ پکڑے۔ بچے خوش ہین کہ اب نہ سیلی اُستاد کا دھڑکا ہے
اور نہ ماسٹر صاحب کے بید کا۔ نہ مان باپ ہمین کسی کام سے روک سکین گے اور نہ کسی
اور بزرگ کا ہم پر دباؤ ہو گا۔ چھوٹے دل ہی دل مین خوش ہو رہے ہین کہ اب اپنے دل کا
شوق پورا کرنے مین ہمین نہ کسی بڑے کا دباؤ ہوگا اور نہ کسی بزرگ کا لحاظ۔ غلام اور نوکر
خوش ہین کہ ہمارے مالکون کی زبردستیون کا زمانہ گیا۔ اب وہ ایک کہین گے تو ہم سو
سُنائین گے۔ غربا کے حوصلے بڑھ گئے ہین کہ وہ امیرون کی زبردستیان اور رئیسون کی خود
پرستیان تشریف لیجانے کو ہین۔ قومین مارے خوشی کے پھولی نہین سماتین کہ اب ہم آزاد
ہین۔ اور اپنے یا پرائے کسی حکمران کے زیر فرمان نہ ہونگے۔ اور ملکون مین خوشیان منائی
جا رہی ہین کہ آیندہ کسی دوسرے ملک کی ماتحتی نہ کرنا پڑیگی۔ بلکہ ہم خود اپنے بادشاہ
ہون گے۔

بیشک ان باتون پر جس قدر خوشی منائی جائے تھوڑی ہے۔ اور ان سب لوگون کا
شادان و فرحان ہونا حق بجانب ہے۔ مگر ذرا اسکا بھی اندازہ کر لینا چاہیے کہ اس آزادی
کے رواج پا جانے کے بعد دنیا کیسی ہو گی؟ اور روے زمین کی کیا حالت ہو گی؟ آزادی
کے دلفریب وعدے خود مختاری و خودسری کے جس زمانے کا خاکہ ہمارے خیال کے صفحے پر
کھینچتے ہین ذرا اُسکو بھی تو دیکھنا چاہیے کہ کیسا ہے؟

ہمنے اس خاکے پر ایک تفصیلی نظر ڈالی اور تعجب ہے کہ جس آزادی کا ذوق و شوق
لوگون مین اس قدر بڑھا ہوا ہے وہ ہمین نہایت ہی خطرناک نظر آتی ہے۔ ایک تباہی و
بربادی۔ شور و شر اور فتنہ و فساد کا عہد ہماری آنکھون کے سامنے ہو جاتا ہے۔ ہر شخص کے
آزاد ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص محتاج ہے اور خائف و ہراسان۔ ایک نہایت ہی خطرناک

بہیمیت کا عالم نظر آتا ہے جس مین کوئی کسی کا نہین اور جو ہے اپنے نفس کا بندہ ہے نفس پرور۔ تن نے دل آزاری کی صورت اختیار کر لی ہے۔ نافرمانیون نے بے امنی پیدا کر دی ہے اور شہوت پرستیون کی بدولت انتہا درجے کی بدتہذیبیون اور بداخلاقیون کا دَور دَورہ ہے نہ کہین عزت و ناموس کا پتہ ہے اور نہ کہین عصمت و حرمت کا۔ یہان تک کہ ان آزادیون نے بڑھتے بڑھتے دنیا کو فطرت کے اُسی نقطۂ اولین پر پہونچا دیا جس سے تہذیب و معاشرت کا آغاز ہوا تھا۔ نہ خاندانی تعلقات باقی رہے اور نہ ستر پوشی و لباس کی ضرورت رہی۔

آزادی کی یہ خوفناک تصویر دیکھنے کے بعد ہم تو سہم کے رہ گئے۔ مگر نہین معلوم ہمارے وہ نوجوان جو آزادی کا دم بھر رہے ہین اور آزادی آزادی پکارتے پھرتے ہین اُنکے دل پر کچھ اثر پڑا یا نہین۔ ہمارے پُرانے فارسی لٹریچر اور ہماری شاعری نے رندانہ مشربی کے پہلو سے جس قسم کی آزادیان اور تہذیب و مذہب پر حملہ کرنے مین جیسی جیسی بیباکیان دکھائی تھین اُنھون نے ہمین پہلے ہی سے آزادی کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ اب مغرب کی طرف سے آزادی کی ایک نئی ہوا کے جھونکے برطانیۂ عظمیٰ کے پرچم اقبال کو لہراتے ہوے آئے۔ جنھون نے ممالک مغرب مین محکومون کو حکمرانون پر غالب کر دیا تھا اور اُن کا اثر اب ملکی رسوم اور مذہبی آئین کو بھی کمزور کرنے لگا تھا۔ الغرض ان دو مختلف اثرون کے اجتماع سے ہمارے نوجوانون کو جس آزادی کا چسکا پڑا وہ درحقیقت نہ مغربی آزادی ہے نہ مشرقی آزادی۔ بلکہ آزادی کا ایک نیا معجون مرکب ہے جو محض زبان سے کہنے یا پہلی نظر مین چاہے کیسا ہی بھلا معلوم ہو مگر اصل مین نہایت ہی مضر اور حد سے زیادہ خطرناک ہے۔

کہنے کو چاہے کوئی آزادی کا کتنا ہی مدح خوان ہو مگر ہمین غور کرنے کے بعد تو ساری خوبیان پابندی ہی مین نظر آتی ہین۔ اور آزادی بجاے دنیا کو ترقی دینے کے نظام عالم کو درہم و برہم کرنے اور ہر بنی چیز کو بگاڑنے والی ہی معلوم ہوتی ہے۔ اپنے خیال کو عالم ارضی کے حدود سے باہر نکال کے ذرا آسمان اور ان روشن اور متحرک اجرام فلکی کی طرف لیجایئے جن سے بحر نا پیدا کنار کا جہاز ران اور صحراے عرب کا بدوی رہرو قدم قدم پر راستہ پوچھتا ہے۔ نجومی غیب کی باتین اور نوشتۂ قسمت کے رموز دریافت کرتا ہے ہیأت دان سنین و شہور کا حساب معلوم کرتا ہے۔ وصال جانان کے مزے لوٹنے والا

جنھین اپنی بزم عیش کی شمعین اور قندیلین بتاتا اور حرمان نصیب اپنے تنور سینہ کے
انگارے خیال کر کے انھین چنگاریون کو گن گن کے اپنی شب تنہائی بسر کرتا ہے۔ ان
روشن تارون سے ان سب لوگون نے اپنے اپنے مذاق وخیال کے مطابق فائدہ
اُٹھایا اور اُٹھا رہے ہین تو آؤ ہم بھی انکی حالت سے آزادی و پابندی کے مسئلے مین سبق لین
ان کے دیکھنے اور انپر بخوبی غور کرنے سے صاف نظر آجاتا ہے کہ سارا عالم ہستی
صرف بے انتہا پابندیون اور ایک دوسرے کے زیر اثر و حکومت رہنے سے چل رہا ہے
ماہتاب جسے تم نے کبھی کسی کا رخسار تابان اور کبھی کسی محفل عیش کی شمع سمجھ رکھا ہے
کرۂ زمین کے زیر اثر ہے۔ اُسپر صدقے ہوتا اور اُسکی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔ زمین مع
اپنے اس محکوم کے آفتاب کے قلمرو مین ہے اُسکے گرد پھرتی اور اسکی طرف قدم بڑھاتی
چلی جاتی ہے تاکہ شہنشاہ خاور کے دربار مین اُسکے دوسرے فرمان بردار کواکب کی طرح
حاضر ہو کے اپنا حق اطاعت و فرمانبرداری ادا کردے۔ آفتاب جو ہماری زمین پر
متصرف وحاکم ہے وہ بھی اگر نظر تعمق سے دیکھیے تو بجاے خود آزاد نہین اور مع اپنے
تمام مطیعون اور محکومون کے کسی اور بڑے زبردست حاکم کے زیر اثر ہے۔ اوپر کے
ان روشن اور جھلملاتے ہوے تارون مین صدہا ہزارہا آفتاب ہین اور سب ایکدوسرے
کے زیر فرمان۔ خدا جانے کون کس کی طرف جاتا ہے اور کس کی قلمرو مین ہے۔ اور
ان سب سلسلون کا منتہے کسی ایسی زبردست قوت پر ہوا ہے جو سب کی حاکم۔ سب سے
زبردست۔ اور عالم کی ساری قوتون اور کششون کا سرچشمہ ہے۔ بہرحال یہ ساری
فضاے وسیع اور قدرت الٰہی کا یہ وسیع میدان صرف پابندیون اور محکومی و ماتحتی
کے نمونون سے بھرا ہوا ہے۔ آزادی و خودسری کا کہین پتہ نہین۔ اور اگر ان مین سے
کوئی بھی سرکشی کا ارادہ کرتا یا آزادی کا خواستگار ہوتا ہے تو ٹوٹ کے فنا ہو جاتا ہے۔
اُسکے ذرے منتشر ہو کے اِدھر اُدھر جاتے اور دیگر اجرام کی کشش مین آکے اُن سے
جا ملتے اور پھر پابندیون اور کششون کی زنجیر مین جکڑ جاتے ہین۔

اب اس فلکی فضا کو چھوڑ کے زمین پر آئیے۔ اور یہان کی حالت دیکھیے۔ اگرچہ
یہان بھی نظر آتا ہے کہ دنیا کا ہر ہر ذرہ کسی مافوق طاقت کے زیر حکومت ہے۔ اور اگر
بہ اختیار نہین تو اضطراراً ہی سہی اپنے غلامی کے فرائض بجا لا رہا ہے تاہم ایک

کج فہم سطحی نظر والا شاید کہدے کہ تخلیق کے ابتدائی ایام مین جب ہر چیز اپنی اصلی حالت
و فطرت پر تھی مطلقاً آزاد تھی - مگر انسان کی زبردستیون اور دست درازیون نے
فطرت کے اصلی رنگ کو مٹا کے یہ تکلیف دہ نظام قائم کر دیا جس مین ہر ایک دوسرے
کا ماتحت و فرمان بردار ہے -

ہم نے مانا کہ یہ صحیح ہے مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ دنیا مین جتنی ترقیان ہوئی ہین یہ سب
آزادی کی برکتین ہین یا پابندی کی؟ آزادی مین کچھ نہ تھا - اور جو کچھ ہوا ہے سب
پابندیون کے فیض سے ہوا ہے - دراصل پابندیون ہی نے یہ دنیا بنائی ہے - دنیا کا
تمدن - تمام ملکون اور قومون کی ترقیان - ہر قسم کے سامان عیش کی فراہمی - انسانی راحتون
اور راحتون کے ساتھ معاشرت کے تکلفات کا بڑھنا سب پابندی کی بدولت ہے - پابندی
نہ ہوتی تو دنیا مین کچھ نہ ہوتا - اور آج ہزارہا سال بعد بھی دنیا ویسی ہی رہتی جیسی
کہ ابتداے تخلیق کے وقت تھی -

جانورون کا اور اپنی حالت کا مقابلہ کرو - اگرچہ جانورون مین بھی ایک قسم کی پابندی
ہے جس سے اُن مین ایک ناقص درجے کا خاندانی نظام قائم ہو کے بقاے نوع کا
باعث ہوا جایا کرتا ہے مگر اُن مین غالب عنصر آزادی ہی کا ہے - ہماری طرح اُن مین نہ ترقی
کی ہوس ہے نہ کسی قسم کا تمدن - نہ سامان عیش فراہم کرنے کا شوق ہے نہ قومی حمیت کا
جوش - جس حال مین ہین اُسی مین خوش ہین - اور سوا اپنا پیٹ بھر لینے اور موسمی
تکالیف سے بچ لینے کے اور کسی چیز سے مطلب نہین رکھتے - بہر حال ہمارے دیکھتے
بہت آزاد ہین اُنکے مقابل ہم مین صدہا طرح کی پابندیان ہین - اُنکی آزادی کا نتیجہ یہ ہے
کہ ابتداے تخلیق کے وقت جس حالت پر تھے اُسی پر آج بھی ہین - اور ہماری پابندیون کی
برکت ہے کہ معاشرت و تہذیب اور علم و فضل مین روز بروز ترقی ہی کرتے چلے جاتے ہین -
اور آج بھی ترقی کی کوئی حد نہین مقرر کیجا سکتی -

یورپ کی موجودہ سلطنتون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آزاد ہین - یعنی رعایا کسی ایک
شخص کی فرمان بردار نہین بلکہ خود تاجدار رعایا کے زیر حکم ہوتے ہین - جمہور کی مجموعی
رضامندی سے ایک قانون بنایا جاتا ہے جس کی اطاعت حاکم و محکوم اور بادشاہ و
رعایا سب کرتے ہین - لیکن اگر غور سے دیکھو تو وہان بھی جمہوریت کسی ایک ہی شخص

کی مطیع ہوتی ہے جو سب کا لیڈر ہوتا ہے - اور اُسکے اثر کو سب لوگ اس قدر مانتے ہین کہ جس طرف وہ چلتا ہے اُسی طرف سب چلتے ہین - اور جو وہ کہدیتا ہے اسکی تائید مین سب کے ہاتھ اُٹھ جاتے ہین - اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ وہان جمہوریت صرف نام کے لیے ہے ورنہ اصل مین ایک ہی شخص ہوتا ہے جس کی سب اطاعت کرتے ہین اور جو جمہور کو اسی طرح ہنکاتا ہے جس طرح کہ گڈریا بکریون کے گلے کو جدھر چاہتا ہے ہنکا لیجاتا ہے - اس لیے جس چیز کو صحیح معنون مین آزادی کہا جا سکے وہان بھی نہین ہے - یہ ہماری غلطی ہے کہ اہل مغرب کو آزاد سن کے ہم پابندیون کا جُوا اپنی گردن سے اُتار کے پھینکے دیتے ہین - اور دھوکے دھوکے مین اُس آزادی کو اختیار کرتے جاتے ہین جو تمدن کو برباد کرنے والی اور بہیمیت کے ہم معنی ہے -

ہمارے لٹریچر اور ہماری شاعری نے مدتہاے دراز سے ہم مین رندانہ مشربی کی آزادی کا شوق پیدا کر رکھا تھا - کیونکہ شاعری کی تعلیم سے ہم میکشی پر آمادہ - بت پرستی کے رسیا - بزرگان دین کی اطاعت سے گریزان - انبیا و مقتدایان امت کی خدمت مین گستاخ اور نفس کے بندے ہو رہے تھے - لیکن ان جذبات کو اخلاقی و مذہبی تعلیم - بڑون کی صحبت - اور معاشرت دباتی جسکی وجہ سے ہمارے خیالات و جذبات چاہے کیسے ہی ہون لیکن ہماری اخلاقی حالت نہین بگڑنے پاتی تھی - اب آزادی کی ایک موثر آواز یورپ سے آئی جس نے رندانہ مشربی کی آزادی سے مل کے نوجوانون کے جذبات کو اُبھار دیا - اور ہندوستان ایک ایسی خطرناک آزادی کا گھر بنگیا جس سے تباہی کے سوا اور کسی بات کی امید نہین کیجا سکتی -

اصلی آزادی جس پر یورپ فخر کر رہا ہے اور جو اسلام کی سچی اور پہلی تعلیم تھی وہ حق پژوہی ہے - یعنی امر حق مین کسی کا پاس و لحاظ نہ کرنا اور جس طرح بنے سچائی کا بول بالا کرنا ہے جس قوم مین یہ صفت پیدا ہو اور ایسی مبارک آزادی ہو اُس مین تمام انسانی صفات و کمالات خود ہی پیدا ہو جاتے ہین - مگر افسوس کہ ہمارے یہان بجاے اُس کے آزادی اس عنوان سے نمودار ہوئی ہے کہ بزرگون سے سرکشی کیجائے - کسی کو نہ دینی مقتدا مانا جائے اور نہ دنیوی لیڈر - ہر قسم کی پابندیان چھوڑ دی جائین - ہر شخص اپنی مرضی اور اپنی خوشی پر چل کے بندۂ نفس بنجائے - جو نہایت ہی خوفناک چیز ہے - اور خدا ہندوستانیون

کو ایسی آزادی سے محفوظ رکھئے۔

ایک روپیہ کی سرگذشت

مجھے ملکۂ معظمہ مرحومہ کوئین وکٹوریہ سے بے انتہا محبت ہے۔ اُنکے اوصاف حمیدہ
اور انکی نیک نفسی و غریب نوازی کے جو واقعات سُن چکا ہون اُنھون نے مجھے اُن کے
نام کا شیدا بنا دیا ہے۔ اس سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکالین کہ مین کنگ ایڈورڈ ہفتم
یا اپنے موجودہ تاجدار حضور جارج پنجم کو ناپسند کرتا ہون۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے؟ جب
مجھے ملکہ وکٹوریہ سے محبت ہے تو اُنکے اقبالمند بیٹے اور پوتے سے بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیئے
تاہم مجھے یہ کہنے مین تامل نہ کرنا چاہیئے کہ مجھے وکٹوریہ سے ایک خاص قسم کا اُنس ہے۔
جسکی وجہ سے مین اُنکی ہر یادگار کو زیادہ عزیز رکھتا ہون۔ اُنکی تصویرین۔ اُنکے عہد کے
تمغے۔ اور اُنکے دور کے سکے دیکھ کے میرے دل کو بیحد مسرت ہوتی ہے۔ جب کسی سے روپیہ
لیتا ہون تو ملکۂ وکٹوریہ کے سکون کے روپئے چھانٹ کے نکال لیتا ہون۔ افسوس سرکاری
خزانہ ان روپیون کو گلا گلا کے معدوم کیے دیتا ہے۔ اور یہ عمل اس سختی اور مستعدی سے کیا
گیا کہ اب بازار مین ملکۂ معظمہ کے نام کے سکے آدھے رہ گئے ہین۔ اور جہان کہین سے روپئے
ملیں اُن مین زیادہ تعداد شاہ ایڈورڈ ہفتم کے روپیون کی ہوتی ہے۔ مگر مین جھوٹ نہ
کہون گا کہ مجھے یہ روپیہ پسند نہین۔ میری ہمیشہ ہی کوشش رہتی ہے کہ میرے پاس وہی
روپئے ہون جن پر کوئین وکٹوریہ کا پیارا چہرہ بنا ہو۔ اور اُن مین بھی خاصتہً سنہ ۱۹۴۰ع کا
روپیہ جس پر ملکہ معظمہ کا بھولا بھالا بے تاج کا چہرہ بنا ہے۔ تاجدار چہرہ اُن لوگون کو مبارک
رہے جو شان و شوکت اور دھوم دھام پسند کرتے ہین۔ یا امپیریلزم کے خبط مین مبتلا ہین۔
مجھے تو ملکۂ وکٹوریہ کا بھولا اور سادہ چوڑے دار چہرہ ہی زیادہ عزیز ہے مگر میری بدقسمتی سے
گورنمنٹ اب اُسی روپئے کی دشمن نظر آتی ہے۔ سرکاری ہاتھون مین پہونچتے ہی وہ
کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ بازار مین اُسپر بعض لوگ بٹہ لگا لیتے ہین۔ ریلوے والے اُس کے
لینے سے انکار کرتے ہین۔ یہ حالات دیکھ کے مجھے اندیشہ ہو چلا ہے کہ ایسا نہ ہو چند روز
مین میری مشتاق آنکھین اس خوبصورت چہرے اور اس پیارے سکے کے دیکھنے کو ترسنے
نہ لگین۔ اس اندیشے سے چاہتا ہون کہ اس سکے کے روپیون کو روک کے رکھون تاکہ

دستبردِ زمانہ سے محفوظ رہے۔ نہ کسی ایسے کے ہاتھ مین پڑے جو اُسے مٹا کے رکھ دے۔

مگر خدا جانے کسی فقیر کی بددعا ہے یا اپنی شامتِ اعمال کہ روپیہ میرے ہاتھ مین کسی طرح ٹھہرتا ہی نہین۔ آیا اور گیا۔ ہزار روک روک کے رکھتا ہون۔ مٹھیان کستا ہون مگر کسی نہ کسی بہانے نکل ہی جاتا ہے۔ یہی بے مائگی (جس کا ملال مجھے اپنی مفلسی کی وجہ سے نہین بلکہ اسلیے تھا کہ ملکۂ وکٹوریہ کے پیارے چہرے کا کوئی روپیہ میرے پاس نہین رہا) ایک دن زیادہ دلگیر بنائے ہوے تھی کہ ڈاکیے نے لا کے چند روپے دیے جن مین ایک روپیہ اتفاقاً اُسی سنہ ۱۸۴۰ء کے سکے کا تھا۔ مین شکر گذار ہوا کہ اُس نے مجھے میری عزیز چیز لا کے دی۔ اور وہ احسانمند تھا کہ جس روپے کو اکثر لوگ پھیر دیتے ہین مین نے لے لیا۔ بہرحال مین نے اُس روپے کو لیا اور سب روپیون سے الگ کرکے اور حرزِ جان بنا کے جیب مین رکھ لیا۔ جب تنہائی مین موقع ملتا اُسے نکال کے دیکھتا۔ اُسکے نقش و نگار اور ملکۂ مرحومہ کے خوبصورت چہرے پر غور کرتا اور خوش ہوتا۔ چار ہی پانچ روز مین میری نظر کی مقناطیسی قوت بلا ارادہ حرکت مین آئی اور وہ روپیہ اور وہ صورت جو اُس پر نقش تھی میری آنکھون کے سامنے اس طرح قائم ہوگئی کہ ہٹاتا ہون تو تکلف سے ہٹتی ہے اور مین اُسکی طرف توجہ کرون یا نہ کرون جب اُسکا جی چاہتا ہے ایک بے تکلف مہ جبین کی طرح خلوت گاہِ تصور مین چلی آتی ہے۔ اور جب تک جی چاہتا ہے سامنے رہتی ہے۔

اسی حالت مین ایک دن مین نے اُس روپے کو جیب سے نکال کے نظر کے سامنے کیا تو خیال کے کان بجنے سے لگے۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے وہ کچھ کہتا ہے۔ مین نے مراقبے کی شان سے آواز پر کان لگا دیے، اور اُس روپے کی زبانِ خاموشی سے یہ الفاظ سنے "مجھے کیون زبردستی قید کر رکھا ہے؟ مین ٹھہرنے کے لیے نہین چلنے کے لیے ہون"۔

مین: "مگر میرا تو یہ جی چاہتا ہے کہ تم ہمیشہ میرے ہی پاس رہو"

وہ: "تم خوشی سے نہ چھوڑوگے تو مین زبردستی چھینا جاؤن گا۔ مین رہنے والی چیز ہی نہین ہون"

مین: "لیکن آج کل کا زمانہ تمھارے چلن کے موافق نہین۔ اب دوسرے روپے کا چلن ہے۔ اس لیے تمھاری سلامتی اسی مین ہے کہ منہ چھپا کے ایک جگہ بیٹھ رہو۔ اور ایک کے ہو جاؤ"۔

وہ "نہ مین مٹنے کی چیز ہون اور نہ کوئی مجھے مٹا سکتا ہے - رہی یہ بات کہ میری ہیأت وصورت بگاڑ کے مجھے دوسرا لباس پنہا دیا جائے - تو تناسخ کا یہ فطری عمل مجھے دل وجان سے منظور ہے - مگر یہ نہین گوارا کہ پاؤن توڑ کے ایک جگہ بیٹھ جاؤن"

مین "لیکن مجھے تو تمھاری یہی موجودہ صورت ووضع پسند ہے"

وہ "ہوا کرے - زمانے کو تو نہین پسند - اور کیا تم نے یہ بھی نہین سُنا کہ مین اُسکا ساتھی ہون جسکا اقبال اوج وعروج پر ہو - جب تک ملکۂ معظمہ وکٹوریہ کے اقبال کا زمانہ تھا مین نے اُن کا ساتھ دیا - اب تو شہنشاہ جارج پنجم کا اقبال ہے - اس لیے مین بھی اب اُنھین کا ساتھ دون گا"

مین "تو تم نے شاہ اڈورڈ ہفتم کے اقبال کا کیون نہ ساتھ دیا؟"

وہ "اسکی تو مجھے آرزو تھی - کسی نے توجہ نہ کی اور مین ایسے ہاتھون مین تھا جنھون نے کمال بے رحمی کے ساتھ مجھے اس خوش نصیبی سے محروم رکھا"

مین "تو تم بیوفا ہو؟"

وہ "بیشک یہ کوئی نئی بات نہین - سارا عالم جانتا ہے کہ روپیہ بیوفا ہے"

مین "مگر مین ملکۂ معظمۂ انجہانی کی محبت مین تمھین وفاداری سکھاؤن گا"

وہ "چاہے تم زبردستی پکڑ رکھو مگر اس طرح نہ مین تمھارے کچھ کام آؤن گا - اور نہ تمھین کوئی فائدہ حاصل ہوگا - کوئی زبردستی چھین لیگا - اور اُسوقت پچھتاؤ گے"

مین "فائدہ ہو یا نہ ہو - مگر جہان تک میرا بس چلیگا تمھین کہین جانے نہ دونگا"

وہ "میرے لیے یہ کوئی نئی مصیبت نہین - بارہا ایسی قیدین جھیل چکا ہون - اور ہمیشہ یہی دیکھا کہ جنھون نے مجھے قید کرکے رکھا نہایت ذلیل وخراب ہوے - اور آخر مین اُنھین تباہ وحقیر کرکے اُن کی قید سے نکلا"

اُسکی زبان سے یہ پُر اثر اور عبرتناک وخوفناک الفاظ سُن کے مین نے کہا "اچھا تم اپنی سرگذشت بیان کرو - اور بتاؤ کہ تم پر کیا کیا گذری ہے - ممکن ہے کہ تمھارے حالات سُن کے مین اس خیال سے باز آجاؤن - اور تمھین آزاد کردون"

وہ "اچھا تو سنیے - مگر کان لگا کے سنیے - میرے حالات ایسے مختلف اور عجیب وغریب ہین کہ اُنکا خیال کرکے اکثر خود مجھے ہنسی آجاتی ہے - میری ولادت یا میری اس صورت کا

جنم بڑی مسرت و شادمانی اور عیش و عشرت کے زمانے مین ہوا - یعنی جس سال ملکۂ وکٹوریہ کی شادی ہوئی تھی - اُسی سال مین پیدا ہوا - مرحومہ سنہ ۱۸۱۹ء مین پیدا ہوئی تھین - اٹھارہ برس سنہ ۱۸۳۷ء مین سریر آرائے سلطنت ہوئین - اور تخت نشینی کے تیسرے برس جبکہ اُنھین اکیسوان سال تھا یعنی سنہ ۱۸۴۰ء مین پرنس البرٹ کی دولھن بنین - اور اسی مسرت و شادمانی کے سال کلکتے کی ٹکسال مین میرا جنم ہوا - جس حساب سے مین شہنشاہ ایڈورڈ معظم سے ایک سال بڑا ہون - کیونکہ اُنکی ولادت سنہ ۱۸۴۱ء کی ہے - ان باتون سے آپ اندازہ کر سکتے ہین کہ اپنی پیدائش کے اعتبار سے مین کیسا خوش اقبال ہون؟ کیسا مبارک فال ہون؟ جو کوئی ملکۂ وکٹوریہ کی شادی کے زمانے مین خاص اُنکی اقبالمندی کا مژدہ سنانے کے لیے پیدا ہوا ہو اُس سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے؟ مگر مین اور میرے تمام ہم جنس سچ یہ ہے کہ انقلاب عالم کی سیر دیکھنے اور نشیب و فراز زمانہ کی ٹھوکرین ہی کھانے کے لیے پیدا کیے گئے ہین - اس لیے اس مبارک فالی سے مین کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکا -

پیدا ہونے کے دو ہی چار روز بعد مین دمدمے کے ایک گورے کی تنخواہ مین دیا گیا اس ظالم نے دوسرے ہی دن وہان کے ایک شراب خانے مین جا کے شراب پی - اور اُسکی قیمت مین مجھے دے دیا - شراب خانے مین ایک لونڈا نوکر تھا جو مالک کی آنکھ بچا کے مجھے چُرا لے بھاگا - اور دوسرے دن چکلے مین جا کے ایک بازاری عورت سے منہ کالا کیا - اس طرح مین چور کی جیب سے نکل کے ایک زانیہ قحبہ کے قبضے مین پہونچا - اُس نے چار پانچ روز بعد بازار مین جا کے ایک ساری خریدی اور اُسکی قیمت مین مجھے بزاز کے حوالے کیا - یہ لالہ جی بڑے کرّے اور نہایت کنجوس تھے - اُنکے پاس جا کے پھر روپیہ باہر نہ نکل سکتا تھا - کپڑے کی تجارت کے علاوہ سودی روپیہ بھی چلاتے - مگر اسکے ساتھ پابندی تھی کہ کسی کو گھر کے خرچ کے لیے یا مال تجارت کی خریداری مین یا بطور قرض کچھ دیتے تو روز کی آمدنی مین سے دیتے - دے دلا کے جو کچھ بچتا اُسے شام کو ایک بڑے بھاری لکڑی کے صندوق مین بند کر دیتے اور رات کو اُسی صندوق کے اوپر لیٹ کے سوتے - بدقسمتی سے مین اُنکے صندوق مین داخل ہو گیا - جس دائمی قید سے روپئے کو کبھی نجات ہی نہ مل سکتی تھی - میری خوش قسمتی سے چند روز بعد دِوالی آئی - لالہ صاحب کے پاس اتفاقاً اُس دن کچھ نہ تھا - اور جُوا کھیلنے کی ضرورت تھی - بہت پچتا پچتا کے

اور گنگڑیوں کے پس وپیش کے بعد ایک ٹھنڈی سانس بھر کے لالہ جی نے صندوق کھولا اور سو روپے جُوے کے لیے نکالے جن میں مین بھی تھا - قدرت کو لالہ صاحب سے مدتون سے کسر نکالنا تھی - رات بھر ہارتے ہی رہے - اور مین اُنکی دھوتی کے ٹھینٹ سے نکل کے ایک مسلمان جواری کے ہاتھ مین گیا - جس نے رات بھرمین اپنی حیثیت اور اپنے ظرف سے زیادہ کوئی پچاس روپے جیت لیے تھے -

صبح کو وہ دوالی کا اقبالمند مسلمان مجھے جیب مین کھنکھناتا ہوا بازار مین آیا - اور مفت کی رقم کو مفت ہی لُٹانے لگا - شام ہوتے ہوتے اسکی جیب مین اکیلا مین ہی باقی تھا کہ ناگہان پولیس کے ایک کانسٹبل نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "تمھارے نام چوری کا وارنٹ ہے تھانے پر چلو" چونکہ اُس نے حقیقت مین چوری کی تھی - اسلیے مجھے جیب سے نکال کے اُس کانسٹبل کے حوالے کیا اور اس آفت سے پیچھا چھڑا کے شہر سے بھاگ گیا - یون مین رشوت کے طریقے پر ایک برقنداز کے پاس پہونچا - جسنے آٹے دال کی خریداری مین ایک بنیے کو دیا - پھر بنیے کے پاس سے ایک کاشتکار کے گھر مین اور اُسکے ہاتھ سے سرکاری مالگذاری کے طور پر سرکاری خزانے مین واپس آیا -

اب مین اپنے وطن مین آگیا تھا اور ضرورت تھی کہ اس آزاردہ سفر کے بعد چند روز کے لیے سستانے کا موقع پاؤن - مگر دوسرے ہی دن ایک بابو کی تنخواہ مین دے دیا گیا یہ بابو صاحب عجیب وغریب شخص تھے - مین نے ایسا آدمی زندگی بھر نہین دیکھا تھا - اُن کا معمول تھا کہ جب کسی سے کوئی سودا لینا ہوتا یا کسی سے کچھ کام نکالنا ہوتا تو مجھے جیب سے نکال کے دکھاتے - اپنا مطلب پورا کر لیتے اور پھر جیب مین رکھ کے چلتے بنتے - نتیجہ یہ تھا کہ سودے سلف مین تو اُن پر قرض بڑھتا جاتا - مگر محنت مزدوری کرنیوالے جب اپنی اُجرت نہ پاتے تو اُنھین گالیان دینا شروع کرتے - اور وہ چل دیتے - انھون نے ہزارون دفعہ مجھے جیب سے نکالا اور مین سمجھا کہ اب مین اُنکی قید سے آزاد ہوا چاہتا ہون - مگر پھر اُنھین کے پاس رہ گیا اور میرے سارے حوصلے خاک مین مل گئے - کئی بار لوگون سے مارپیٹ کی بھی نوبت آئی - دو ایک نے اُنکی جیب پر ہاتھ ڈال دیا - اور مجھے یقین ہوا کہ مین اُنکے ہاتھ سے چھنا چاہتا ہون - مگر ہمیشہ وہ اپنی چالاکیون سے بچ گئے اور مجھے بھی بچا لیا - اب مین آزادی سے بالکل مایوس تھا - اور اس روز روز کے عذاب سے

نجات پانے کی کوئی صورت نہ نظر آتی تھی کہ یکایک ایک قزاق کی ٹکڑی مین پکڑے گئے اور مین زبردستی اُن سے چھین کے ایک بساطی کے حوالے کیا گیا۔

اُس بساطی کو کسی ضرورت سے وسط ہند کا سفر پیش آیا اور مجھے کمر مین باندھے ہوئے گھر سے نکلا۔ دس بارہ منزلون کے بعد اُسے چند ہم سفر دوست ملے۔ جن سے اُس سے خلا ملا بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اور وہ روز بروز اُسکے مذاق اور اُسکے ارادون پر حاوی ہوتے جاتے تھے۔ ایک رات کو ایک کوہستانی جنگل مین یہ سب بیٹھے ہوے حُقے کے دَم لگا رہے تھے۔ اور لطف و مذاق کی باتون مین قہقہے اُڑ رہے تھے کہ یکایک اُن سفری دوستون مین سے ایک نے بساطی کے ہاتھ پکڑے اور دوسرے نے اُسکے گلے مین رومال کا پھندا ڈال کے آناً فاناً مین اُسکا کام تمام کر دیا۔ لاش کے ٹھنڈے ہونے کے بعد جب اُسکے کپڑے اُتارے گئے تو ہمیانی مین اور بہت سے روپیون کے ساتھ بندھا ہوا مین نکلا۔ بساطی کی لاش کو پیٹ پہاڑ کے اُنھون نے دفن کر دیا۔ اور مجھے مال مشترکہ کی حیثیت سے لے کے آگے روانہ ہوے۔ چھ سات مہینے تک مین اُن ٹھگون کے ساتھ رہا جن مین بیرحمی۔ بے حمیتی۔ بے دردی اور سنگدلی کے ایسے ایسے واقعات دیکھے کہ اپنی زندگی سے عاجز تھا۔ خصوصاً جب یہ نظر آیا کہ یہ سارے مظلے اور ساری خون ریزیان فقط میرے شوق مین ہوتی ہین اور اُن کا اصلی باعث مین ہی ہون تو دنیا آنکھون مین تیرہ و تار ہوگئی اور مجھے خود اپنی صورت سے نفرت معلوم ہونے لگی۔

ایک مدت کے بعد یہ سب ٹھگ اور انکی اور کئی جماعتین مختلف مقامات سے آ کے وندھیاچل پہاڑ کی ایک گھاٹی مین جمع ہوئین۔ تمام مال واسباب اور ساری دولت جو اُن لوگون کو جانین لینے کے انعام مین ملی تھی نکال کے ایک جگہ اکٹھا کی گئی ہے اور اُس کی تقسیم کا وقت آیا تو ناگہان پچاس ساٹھ سوار تلوارین کھینچے ہوے اُن ٹھگون پر آ پڑے۔ سب کو کاٹ کے ڈال دیا۔ اور مجھے اُس ساری دولت کے ساتھ قبضہ مین کر کے برہان پور مین پہونچے۔ یہ قزاق اور ڈاکو تھے جن کا معمول تھا کہ سال مین چار مہینے وسط ہند کا دورہ کر کے لوٹ مار مین جو کچھ ہاتھ آتا اُسے آٹھ مہینے تک گھر مین بیٹھ کے کھاتے۔ برہان پور مین ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد یہ سب لوگ سارا لوٹ کا مال لے کے ایک پہاڑی مقام مین گئے جو دریائے ناپتی کے کنارے تھا۔ وہان ایک دعوت کی گئی۔ بہت سی ناچنے گانے

والی رنڈیاں بلائی گئین۔ اور تین روز تک جشن رہا۔ جب تیسرے دن سب رنڈیاں رخصت کر دی گئین تو یہ لوگ باہم بیٹھ کے اپنی لوٹ کی تقسیم مین مشغول ہوے۔ اس تقسیم مین بات بات پر اور ہر چیز پر جھگڑا ہوتا تھا۔ مگر ایک خان صاحب جو سب کے سردار اور چودھری تھے تمام نزاعون کو آسانی سے رفع کر دیتے۔ اور پھر اُنکے فیصلے مین کسی کو عذر نہ ہوتا۔

مین اس تقسیم مین انھین خان صاحب کے حصے مین آیا۔ چنانچہ وہ مجھے لے کے اپنے گھر مین آئے۔ اور اپنی بی بی کے حوالے کر دیا۔ اس نیکبخت نے جو ایک جوان اور خوشرو عورت تھی مجھے اپنے صندوقچے مین بند کیا تو نکالنا بھول گئی۔ لیکن مجھے آزادی کے لیے زیادہ انتظار نہین کرنا پڑا۔ کیونکہ تین ہی چار مہینے بعد ایک چور سیندھ دے کے اور وہ صندوقچہ توڑ کے مجھے نکال لے گیا۔

یہ انقلابات تھوڑے نہین ہین۔ مگر انکے جلد جلد پیش آنے کا اندازہ آپ کو اس سے ہو سکتا ہے کہ میری عمر اسوقت دس ہی برس کی تھی۔ اُس چور کا لڑکا مولوی صاحب سے فارسی پڑھتا تھا جو اودھ کے رہنے والے تھے۔ مین تنخواہ کی مد مین چور کی جیب سے نکل کے اُن مولوی صاحب کے پاس آیا۔ وہ بڑے متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ اور کسب حلال کے سوا کسی ناجائز چیز کو ہاتھ نہ لگاتے۔ انھین کیا خبر کہ انکے شاگرد کا باپ چور ہے۔ اور مین چوری کے ذریعے اُسکے پاس پہونچا تھا۔ مگر جیسی زنجیر میرے پانوٗن مین اُن مولوی صاحب نے ڈالی آج تک کوئی نہین ڈال سکا تھا۔ مجھے پاتے ہی انھون نے کھود کے زمین مین گاڑ دیا۔ اور مین چھ برس تک خاک کے نیچے دبا پڑا رہا۔ اُن کا کھانا ایک امیر شخص کے سر تھا۔ فقط جو کچھ ہاتھ آتا اُسے زمین مین گاڑ دیا کرتے۔ یہان تک کہ تقریبًا ایک ہزار ہو گئے۔ تب اُن مولوی صاحب نے وطن کا ارادہ کیا۔ اور مجھے کمر مین باندھ کے حاجیون کے ایک قافلے کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہوے اور بڑے خوش نصیب تھے کہ اس بے امنی کے زمانے مین صحیح و سالم اپنے گھر پہونچ گئے اُنکا مکان توکانپور کے قریب تھا۔ مگر گھر مین دو ہی مہینے رہنے کے بعد اُنھون نے لکھنؤ کی راہ لی جو اُن دنون بڑا دولتمند شہر تھا۔ اور جہان باہر والون کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ سفر مین اور گھر مین اُنکے بہت سے روپئے صرف ہو چکے تھے مگر مین ابھی تک اُنکی کمر مین تھا۔ یہان پہونچنے کے بعد بھی اُنھون نے وہی پُرانا طریقہ اختیار کیا کہ پاس جو

جمع جتھا تھی اُسے زمین مین دفن کر دیا - اور جو کچھ کماتے اُس مین کفایت شعاری کی زندگی
بسر کرتے - لیکن یہان اُنھین ایک ہی سال ہوا تھا کہ غدر ہو گیا - غدر مین وہ اچھے رہے
کیونکہ ایک ہندوستانی رئیس نے اُنھین تجربہ کار سمجھ کے زیادہ ماہوار پر نوکر رکھ لیا -
لیکن جب انگریزون کا تسلط ہوا تو اُنھون نے اپنی دولت زمین سے کھود کے کمر مین
باندھی - اور جناب عالیہ اور برجیس قدر کے لشکر مین شامل ہو کے نیپال کی ترائی کی
طرف بھاگے - اور جب یہ لشکر منتشر ہوا تو وہ بدحواسی اور سراسیمگی کے ساتھ واپس
روانہ ہوے - راستے مین بھوٹانیون کی ایک پلٹن نے اُنھین اپنی سنگینون کا نشانہ بنایا
اور اُنکی کمر مین جو کچھ روپیہ تھا کھول کے بانٹ لیا - مین بھی ایک بھوٹیے کے قبضے مین آیا-
جو بلندی ہند کے مسطح میدانون سے نکال کے ہمالیہ کی گھاٹیون مین لیگیا-

اب مین تجارت کے سلسلے مین اُس بھوٹیے کے پاس سے ایک مارواڑی بنیے کے پاس
آیا - اُسپر کسی میونسپل لا کی خلاف ورزی مین جرمانہ ہوا - جس کی بدولت مین اُسکی غلّک سے
سے نکل کے سرکاری خزانے مین داخل ہوا -

چند روز بعد مین ایک نوٹ کے معاوضے مین ایک ہندوستانی رئیس کے محل مین پہونچا-
اُنکا معمول تھا کہ دو چار روپئے اور دو ایک اشرفیان ہمیشہ جیب مین ڈالے رکھتے مگر خرچ
کبھی نہ کرتے - چنانچہ مین بھی منجملہ اُن چند بدنصیب روپئون کے تھا جو اس طریقے سے اُن کی
جیب مین ڈالے گئے - چھ مہینے جیب مین پڑے پڑے گذر گئے اور کسی طرح مجھے باہر کی ہوا کھانے
کی نوبت نہ آئی - ایک کنجوس بنیے کے صندوق سے بھی زیادہ سخت میرے حق مین اُنکی
جیب ہو گئی - مگر اُنھون نے مجھپر ترس نہ کھانا تھا نہ کھایا - مین کہہ چکا ہون کہ جو کوئی مجھے
زبردستی روکتا ہے اُس سے مین بہ جبر چھینا جاتا ہون - چنانچہ ایک دن اُنھین کی ایک لونڈی
نے چپکے سے مجھے جیب سے نکال کے اپنے محرم مین رکھ لیا - اُسکے ایک ہفتے بعد اُس چھوکری
نے مجھے اپنے ناجائز عاشق اور آشنا کے سپرد کیا - اسکی جیب مین دو ہی چار روز رہا تھا کہ اُسکی
جورو کا بھائی ایک سفر پر روانہ ہونے والا تھا - اُس عورت نے چُرا کے اپنے شوہر کی جیب
سے نکال لیا - اور مجھے ایک دھجّی مین سی کے اور امام ضامن بنا کے اپنے بھائی کے بازو پر
باندھ دیا - جہان تلے اوپر کئی روپئے اور بندھے ہوے تھے - امام ضامن کی رقم عموماً خیرات
کے لئے ہوا کرتی ہے - مگر اُس نوجوان نے گھر سے نکلنے کے تیسرے دن ایک سرا مین ٹھہر کے

گلچھرے اُڑانا شروع کیے - خوب سیہ کاریان کین - اور وہ اِدھر مضامین کے روپے جن مین کمبخت مین بھی تھا عیاشی و سرکشی مین صرف ہوے - خلاصہ یہ کہ اب مین ایک کمسن اور خوبصورت بھٹیارن کے دوپٹے کے کھونٹ مین بندھا ہوا تھا -

بھٹیارن کے پاس سے مین وہان کے ایک کاشتکار کے پاس پہونچا - جس نے مجھے زمین مین گاڑ دیا - اور پانچ سال بعد جب وہ ہندوؤن کے مختلف درشنون اور تیرتھون کے مقامون کی سیر کرنے کے لیے روانہ ہوا تو مجھے کھود کے نکالا اور اپنی کمر مین باندھا - ہردوار کاشی پرایاگ مین ثواب کمانے کے بعد اُس نے بنگالے کا اور وہان سے جگناتھ جی کا سفر کیا - لیکن جگناتھ جی مین پہونچنے کو ابھی دو تین منزلین باقی تھین کہ ایک مسلمان خان صاحب نے قزاقی کر کے اُسے مار ڈالا - اور اُس کا روپیہ اور مال و اسباب لے کے گھر کی طرف چلے تھے کہ معلوم ہوا سرکار مین اُنکے جرم کی خبر ہو گئی - اور پولیس تلاش مین ہے - آدمی ہوشیار تھے اُسی جگہ اُس ہندو کے کپڑے اور اُسکا سارا مال و اسباب تو ایک پہاڑ کی کھو مین ڈال دیا - اور نقد روپیہ کمر مین باندھ کے حج کے لیے روانہ ہو گئے - مجھے اُنکے اس حج پر ہنسی آتی تھی - جو ایک بیگناہ کی جان لینے کا کفارہ تصور کیا گیا تھا - کسی طرح ایسے ظالم و غاصب کے ساتھ مین متبرک و محترم مقامات عرب مین جانا نہین چاہتا تھا - مگر کیا کرتا مجبور تھا - اور کشان کشان مغرب کی طرف چلا جاتا تھا - وہان خان صاحب نے حج کیا - اسکے بعد زیارت تربت نبوی صلعم کے لیے مدینۂ طیبہ کی راہ لی - راستے مین اُنھون نے خرچ کے لیے جو دو روپے صندوق سے نکال کے جیب مین ڈالے اُن مین مین بھی تھا - اور خوش تھا کہ اب ایسے سیہ دل شخص کے ہاتھ سے مجھے چھٹکارا ملے گا - لیکن سفر حج مین جس قسم کی خست اُنھون نے اختیار کر رکھی تھی اُس سے مجھے ہرگز امید نہ تھی کہ وہ مجھے کبھی جیب سے نکالینگے بھی -

چنانچہ مدینۂ طیبہ پہونچنے کو صرف تین دن رہ گئے اور مین اُنکی جیب ہی مین تھا - اُس روز دوپہر کو وہ اونٹ سے اُتر کے حاجت ضروری کے لیے راستے سے ہٹ کے ایک ٹیلے کی آڑ مین گئے - وہان پہونچتے ہی ایک بدوی عرب نے اُن پر حملہ کیا - اور وہ اُسکی دست برد سے بچانے کے لیے مجھے فوراً منہ مین رکھ کے نگل گئے - بدوی نے اُنکی یہ حرکت دیکھی تو اُسے بڑا غصہ آیا - جھپٹا - اور جنبیہ کے ایک وار مین اُنھین قتل کر ڈالا - پھر جنبیہ سے پیٹ پھاڑ کے مجھے نکال لیا - اور مین خان صاحب کے تیرہ و تار سینے سے اُسی طرح نکلا جس طرح حضرت

یونس مچھلی کے پیٹ سے نکلے تھے۔ خان صاحب کا باقی روپیہ اُس بدوی کی نذر ہوا جس کے اونٹ پر وہ سوار تھے۔ کپڑوں کی دو ایک گٹھریاں رہ گئی تھیں اُن پر اُن کے ایک ہمسفر دوست نے اُن کے گھر پہونچا دینے کا وعدہ کرکے قبضہ کرلیا۔ یہ حالات مجھے اپنے اُن ہمراہی روپیوں سے معلوم ہوئے جو خان صاحب کے پاس تھے۔ اور اس واقعے کے چار روز بعد مین اور وہ سب لا کے مدینۂ طیبہ مین ایک ہندوستانی تاجر کے پاس چوتھائی قیمت پر چھوڑ کے عثمانی سکّون سے بدلے گئے۔ اور ایک ہی صندوق مین مقفل کرکے رکھے گئے۔ جہان مین دو سال تک قید رہا۔

تیسرے برس وہ سوداگر مجھے لے کے بمبئی مین آیا۔ اور چند ہی روز بعد مجھے دے کے اُس نے جی۔ آئی۔ پی ریلوے کا ٹکٹ خریدا۔ وہان ایک ریلوے کانسٹبل کی تنخواہ مین دیا گیا۔ جس نے ایک شخص کے ہاتھ مجھے اپنے گھر مین بھیجا۔ جو بارہ بنکی کے ضلع مین تھا۔ اُس کی بی بی کے قبضے مین کئی برس تک رہ کے مین بیع و شری کے ذریعے سے پھر ایک پنجابی سوداگر کے پاس آیا۔ وہ مجھے لے کے یہان آیا۔ اُس نے کلکتے کے کسی کارخانے کے نام سو روپئے کا منی آرڈر بھیجا تھا۔ اُسکے اُن روپیون مین مین بھی تھا۔ اور یون ڈاکخانے سے مین تمھارے پاس آیا۔

میرے یہ حالات سن کے تمھین معلوم ہوگیا ہوگا کہ مین رُکنے اور ٹھہرنے والی چیز نہین ہون۔ اسلیے بڑی مہربانی ہو اگر تم بھی بہت جلد مجھے آزاد کردو۔"

مین: "تمھارے حالات بہت دلچسپ ہین۔ اور بیشک یہی مناسب ہے کہ تم کو آزادی دی جائے۔ مگر مجھے وہ صورت بہت زیادہ عزیز ہے جو تم پر بنی ہوئی ہے اسلیے جہان تک میرا بس چلے گا تمھین جدا نہ کرون گا۔"

میرے اس جواب پر وہ ایک حسرت کے ساتھ خاموش ہوگیا۔ اور مین نے چپکے سے پھر جیب مین رکھ لیا۔ مگر دوسرے ہی دن ملازمان مطبع کا تقاضا ہوا۔ اور اُس کے سوا کوئی اور روپیہ موجود نہ تھا۔ مجبوراً مین نے اپنی وہ عزیز چیز نہایت ہی حسرت و یاس کے ساتھ جیب سے نکال کے اُن لوگون کے حوالے کی۔ مگر دیتے وقت اُس روپئے کی طرف خطاب کرکے مین نے کمال مایوسی کے ساتھ کہا "بیشک وہی ہوا جو تم کہتے تھے۔ مین ہارا اور تم جیتے۔"

ہم اچھے ہین یا ہمارا دلگداز؟

صاحبو! اگر ہم مین اور ہمارے دلگداز مین کوئی رقابت ہو تو آپ تعجب نہ کرین - گو ہم مین اور دلگداز مین کچھتی ہے - ہم اُسکے ہین اور وہ ہمارا ہے مگر پھر بھی ہم دونون بجاے خود ایک نفس رکھتے ہین جو خود غرضی سے صاف اور مبرا نہین ہے - مقابلہ دوستون ہی سے ہوا کرتا ہے - اور حسد اپنون ہی پر آتا ہے - پھر کون سی حیرت کی بات ہے اگر ہم دونون مین سے ایک کو دوسرے پر حسد ہو؟ اور بالفرض مانا کہ دلگداز کو حسد نہین مگر ہم جھوٹ کیون کہین ہمین تو ہے -

اور حسد نہ ہونے کی کیا وجہ؟ خوش قسمتی سے جو بات اُسے حاصل ہے ہمین خواب مین بھی نصیب نہین ہو سکتی - یہی کیا کم ہے کہ وہ مہینے مین ایک بار آپ کی زیارت کر لیتا ہے آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوتا ہے - آپ کے ہاتھون مین پہونچتا ہے - اُسکی باتین سُن کے آپ خوش ہوتے اور اُسکی قدر افزائی کرتے ہین - اور ایک ہم ہین کہ حرمان نصیبی مین مبتلا ہوے تو اُن کرم فرماؤن - اُن عزیز مہربانون - اُن سچے دوستون - اور اُن پیارے قدردانون کی صورت دیکھنے کو ترستے ہی رہ گئے جن کی یاد دل مین ہے اور جن کے دیدار کی آرزو ہمیشہ سینے مین آتش شوق کو بھڑکاتی ہی رہتی ہے -

کہین یہ نہ کہ دیجیے گا کہ اسی وجہ سے ہم دلگداز کو ہر مہینے آپ کی خدمت تک نہین پہونچنے دیتے - اور جب دیکھیے تین تین چار چار بلکہ چھ چھ مہینے تک اس طرح ڈال رکھتے ہین کہ وہ آپ کے شوق مین بیتاب ہو جاتا ہے - اور آپ کو اُسکی یاد پریشان کرتی ہے - حسد کا تقاضا تو یہی تھا - مگر آپ یقین مانیے کہ ہم حاسد ہین لیکن بدنیت و بدخواہ حاسد نہین - بیشک ہم نے اُسے آپ کی خدمت مین حاضر ہونے سے روکا لیکن خدا علیم ہے کہ عمداً نہین روکا - اور نہ اُس مین بدنیتی کو کسی قسم کا دخل تھا - علاوہ برین دلگداز کے آپ کی خدمت مین پہونچ جانے پر گو ہمین حسد ہو مگر اس مین ہمارا ایک طرح کا نفع بھی ہے - اُسکے ذریعے سے چاہے ہم بذات خود نہ پہونچ سکین مگر ہماری یاد تو آپ کے محبت بھرے دلون مین تازی ہو جاتی ہے؟ پھر ایسی نعمت عظمیٰ سے محروم رہنا کسے گوارا ہوگا؟ اس بارے مین تو ہم دلگداز کے شکر گزار ہین کہ ہماری یاد ہماری محبت اور

ہمارے نام کو وہان پہونچا دیتا ہے جہان تک ہماری رسائی کسی طرح نہ ہو سکتی تھی۔

لیکن دلگداز! وجود یکہ ہماری ایسی آرزوئین پوری کرتا اور ہمین ایسی عزتین دلاتا ہے مگر اسی چیز کی بنا پر ہمین اسکے ساتھ حسد بھی ہے کہ افسوس جہان وہ آزادی و بے تکلفی اور عام مقبولیت کے ساتھ جا پہونچتا ہے ہم نہین پہونچ سکتے۔

صاحبو! ہمین آج تک حج بیت اللہ اور زیارت تربت نبوی کی تمنا ہی رہی۔ مگر ہمارا دلگداز ہر مہینے مکۂ معظمہ مین حاضری دے آتا ہے۔ اور ایسے ایسے متبرک و محترم مقامات اور انوار قدس کی ایسی پاک منزلون مین اُسکی رسائی ہو جاتی ہے جہان تک ہماری آرزو بھی خیال کے پرون سے اُڑ کے نہین پہونچ سکتی۔

روئساے قوم۔ والیان ملک اور امراسکے اعلیٰ دربار مین جہان دور ہی سے "دور باش" اور "با ادب!" کی دھمکیان سُنی جاتی ہین وہ بے تکلف جا پہونچتا اور شوق کے ہاتھون سے لیا جاتا ہے۔ وہ محترم و مکرم علما و فضلا اور اولیا و اتقیا جن کی قدمبوسی مین سعادتِ دارین ہے اسے قدر کے ہاتھون سے لیتے اور پسندیدگی کی عزت دیتے ہین۔ اور جن مبارک ہاتھون کو بوسہ دینا موجب برکت خیال کیا جاتا ہے وہی بڑے ذوق و شوق کے ساتھ لے لیتے اور قدر و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ ان معزز دربارون اور ان برگزیدہ صحبتہاے فیض مین اگر ہم خود جاہین تو باریابی دشوار ہوگی۔ مختلف لوگون سے سفارشین اُٹھوائینگے چوبدارون کی خوشامد کرینگے تو شاید بدقت تمام سلام کرنے اور آداب بجا لانے کی عزت حاصل ہو سکے گی۔ مگر دلگداز کو آپ دیکھتے ہین کہ بلا واسطہ اور بے سعی و سفارش کے کس بے تکلفی سے جاتا اور یار شاطر بنجاتا ہے؟

یہان تک بھی غنیمت ہے۔ مشکل اور دشواری سے سہی کسی نہ کسی طرح کوئی ہم سا محروم القسمت ان مذکورہ صحبتون مین جگہ پا ہی لیگا مگر دلگداز تو وہان جا پہونچتا ہے جہان پرندہ بھی پر نہین مار سکتا۔ اور فرشتون کے پر جلتے ہین۔ بیسیون تعلیمیافتہ اور صاحبِ علم خاتونین۔ عفت شعار و پاکدامن بیبیان جن کے دامن عفت پر حورین نماز پڑھتی ہین۔ اور جن کے حریم محترم تک ہوا کا بھی گذر نہین ہو سکتا۔ اُنکی پاکبازی و عصمت شعاری کی خلوت گاہ مین بھی اسے آپ ویسا ہی مقبول اور ویسا ہی رسا اور باریاب پائین گے جیسا کہ دوسرے مقامات مین۔ وہان یہ عصمت کے پاک و صاف دامنون مین کھیلتا

معصومانہ مذاق کی باتین کرتا۔ ورنازک ہونٹون سے اپنی خوبی و رعنائی کی داد پاتا ہے۔
وہ خوبصورت اور نازک اچھوتے ہاتھ جنھین کوئی مَس نہین کرسکتا اسے اپنے ارمانون کی طرح شوق سے لیتے ہین۔ پاک وصاف شرمگین آنکھین جن تک کسی کے خیال کی نگاہ بھی نہین پہونچ سکتی اسے محبت کی نگاہ سے دیکھتی اور اسکے مضامین کو پڑھ پڑھ کے لطف اُٹھاتی ہین۔

ہم تو ہم بھلا دنیا مین کوئی بھی ہے جو اِن خوش قسمتیون مین دلگداز کا مقابلہ کرسکے؟ یا جہان تک وہ بے تکلفی اور بیباکی کے ساتھ چلا جاتا ہے اُسے بھی باریابی نصیب ہوسکے؟ ہرگز نہین۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ دلگداز سے زیادہ خوش نصیب کون ہوسکتا ہے؟ اور اگر ہمین اُسپر حسد آتا ہے تو کیا بیجا ہے؟

بیشک ہم اپنے دلگداز پر حسد کرتے ہین۔ اُسکے رقیب خود ہی ہین۔ اور تسلیم کیے لیتے ہین کہ دلگداز ہم سے زیادہ خوش اقبال اور ہم سے اچھا بلکہ ہزار درجے اچھا ہے۔ مگر کیون؟ اسلیے کہ خدا نے اُسے بیگناہ آنکھین دی ہین۔ جن سے وہ ہر خوبصورت کو دیکھتا اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتا ہے۔ پاک دلی و معصومی کی زبان دی ہے جس سے وہ ہر اعلیٰ و ادنیٰ اور ہر زن و مرد سے سرگوشیان کرتا اور مارے خوشی کے پھولا نہین سماتا ہے۔ ضابط اور رازدار کان دیے ہین جن سے ہر ایک کی باتین سُنتا اور ہمیشہ خاموش رہتا ہے۔ اور لغزشون سے بچنے والے پاؤن دیے ہین جن سے وہ ہر ایک کے آغوش شوق مین جاتا اور جسکے پاس جاتا اُسی کا ہو جاتا ہے۔

لیکن کمال یہ ہے کہ اُسکی مقبولیت کا دائرہ نیکون اور بھلون ہی تک محدود نہین۔ وہ ہر بُری بھلی صحبت مین حاضری دیتا ہے۔ اگر حضرت زاہد کے سجادے پر رکھا ہوا ہے تو اُسے آپ میکشون کی پُرشور صحبتون مین بھی پائین گے۔ اُسکو پڑھتے وقت اگر حضرت واعظ وجناب شیخ کی ڈاڑھی کو مستانہ حرکت ہوتی ہے تو بزم شراب کے از خود رفتہ اسے پڑھ پڑھ کے سارے جسم سے اُچھلتے اور آپے سے باہر ہوے جاتے ہین۔ کسی حرم محترم میں اگر کسی عفت شعار کی شرمیلی نگاہین اُسکے صفحون پر پڑ رہی ہین تو اسی کے مقابل اُس بے عصمتی کے شرمناک مقام مین بھی کسی شوخ ادا کی شوخ و بیباک نظرین اُسکی سطرون پر لوٹ لوٹ جاتی ہین۔
یہ سب ہے مگر دلگداز اپنی وضع نہین چھوڑتا۔ ہر صحبت مین جاتا ہے مگر اس سے متأثر

نہین ہوتا۔ بلکہ کچھ اپنا ہی اثر ڈالدیتا ہے۔ وہ سب کا بن گیا اور سب نے اُسے اپنا بنا لیا۔مگر پھر بھی وہ ویسا ہی الگ تھلگ رہا جیسا کہ تھا۔ وہ ہرایک کی دلداری کرتا اور ہر سینے مین اپنی جگہ پیدا کرلیتا ہے۔مگر اسلیے نہین کہ اُنکی بُرائیون کو اختیار کرے۔جس طرح زاہد شب زندہ دار کے پاس جاکے وہ نماز نہین پڑھتا اُسی طرح ایک شرابی کی صحبت مین بیٹھ کے وہ شراب نہین پینے لگتا۔ محبت و الفت کی صحبتون مین وہ محبت کے چراغ کو روشن کرتا اور اگر پہلے سے روشن ہو تو اُکسا دیتا ہے۔ دینداری کی خانقاہون مین وہ جوش دینی اور خوش عقیدگی کے جذبات کو اُبھارتا اور اُنھین خدا کی طرف متوجہ کرتا ہے۔علم و فضل کی مجلسون مین وہ اعلیٰ درجے کے علمی مسائل چھیڑتا اور بڑے بڑے اہم مسائل سطے کرا دیتا ہے۔ اور رندانہ مشربی کی محفلون مین حریفان صحبت کے جذبات کو اُبھارکے اُن مین عجیب قسم کا ذوق وشوق پیدا کردیتا ہے۔ یہ سب کام اُسکی سعی سے ہوتے ہین مگر اُسے اس سے بحث نہین کہ بُرے ہین یا بھلے۔ ہر صحبت اپنے مذاق کے موافق اُس سے لطف اُٹھا لیتی ہے۔ ہرگروہ اُسکی دلچسپیون سے لذت پاتا۔ اور ہر شخص اُس سے ذوق حاصل کرتا ہے۔ مگر وہ اس بذلہ سنجی اور خیال آفرینی کے ساتھ ایسی خاموشی کی شان کو نباہ دیتا ہے کہ کسی کو اُس سے کسی قسم کا اندیشہ نہین۔ اور کوئی نہین جسکے دل مین اُسکی جگہ نہ ہو۔ اور یہی اُسکی ہردلعزیزی ہے جو ہمارے دل مین اُس کی جانب سے حسد کے جذبات کو اُبھارتی ہے۔

قدر دانان دلگداز! ہم نے اپنا عیب آپ پر کھول تو دیا۔ مگر ڈرتے ہین کہ اس صاف بیانی کے نتیجے مین کہین آپ ہی ہمارے خلاف نہ ہوجائین۔ مثل مشہور ہے کہ "دوست کا دشمن اپنا دشمن" اور جب آپ دلگداز کو عزیز رکھتے ہین تو ضرور ہے کہ اُسکے مخالفون کو اچھا نہ سمجھتے ہون گے۔ لیکن بندہ نواز! ہم ابھی ابھی کہہ چکے ہین کہ "حاسد ہین مگر بدنیت و بدخواہ نہین"۔ اور پھر کہتے ہین کہ ہم دلگداز کے حاسد ہین مگر اُسکے مخالف نہین"۔ آپ اُسکے حال پر جس قدر عنایت فرماتے ہین ہمین اُسی قدر زیادہ خوشی اور مسرت ہوتی ہے اُتنے ہی زیادہ آپ کے ممنون احسان ہوتے ہین۔ وہ آپ کے پاس جاتا۔ ذوق وشوق کے ہاتھون سے لیا جاتا۔ آپ کی صحبت مین شریک ہوتا۔ اور آپ کا ہمدم و ہمراز بنتا ہے۔ آپ اُسکی پُرلطف باتین سنتے اور کمال بے تکلفی سے اُسکے سامنے اپنے دلی جذبات کو ظاہر کردیتے ہین

اور یہ ایسی باتیں ہیں جنھیں دیکھ دیکھ کے ہم حد سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ لیکن ہاں اسکے ساتھ ہی ہمارے دل میں یہ خیال بھی آجاتا ہے کہ باریابی و ہم صحبتی اور رازداری کی جو عزت اُسے حاصل ہوئی کاش ہمیں بھی نصیب ہوتی؟ اور ایسے حسد کو شرع نے بھی جائز کر دیا ہے۔

لیکن اگر دلگداز پر ہمارا یہ جائز حسد بھی آپ کو ناگوار ہے تو اسکا علاج بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ یہ کہ دلگداز پر نظر عنایت کرتے وقت ہمیں بھی یاد کر لیا کیجیے۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی   بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را

کبوتر۔ بلبل۔ پپیہا

کہتے ہیں کہ نغمہ سرائی کا فن چڑیوں سے نکلا ہے۔ عربی میں موسیقی کا لفظ یونانی کے لفظ "موسی کے" سے ماخوذ ہے جس کے معنی گانے کے ہیں۔ اور وہی لفظ انگریزی میں "میوزک" کی صورت میں موجود ہے۔ مگر طیور کے ساتھ نغمے کی مناسبت اس قدر مشہور تھی کہ کسی صاحب نے موسیقی کا ماخذ "موسیقار" نام ایک طائر کو بتا دیا۔ جو ہما اور سیمرغ کی طرح ایسا روپوش ہوا ہے کہ کبھی اُس کا نغمہ سننا نہ نصیب ہوا۔

موسیقی اور چڑیوں کی مناسبت یورپ میں بہت مشہور ہے۔ اٹلی کی زبان زیادہ نغمہ خیز ہے اور چاہے سمجھ میں نہ آئے مگر کانوں کو ضرور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس خوبی کی وجہ سے اہل یورپ اس زبان کو "لینگویج آف برڈس" چڑیوں کی زبان کہتے ہیں۔ سنتے ہیں کہ یورپ کی چڑیاں زیادہ نغمہ سنج ہوتی ہیں۔ اور وہاں کے لٹریچر میں اُنکے نغمے کی اکثر تعریف کیجاتی ہے۔ مگر ایشیا والوں پر ان مغنیان باغ قدرت کی گلے بازی سے جیسا وجد کا عالم طاری ہو جاتا ہے یورپ والوں کو نصیب نہ ہوا ہوگا۔

طیور کا پُر اثر نغمہ اور اُن کا ایک ہی کلمۂ جوش کو خوش گلوئی کے ساتھ بار بار دوہرانا اور دُھن باندھ دینا انسان کے دلی جذبات میں سخت ہیجان اور عجیب قسم کا جوش پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسی سبب سے شعرا چاہے کہیں کے اور کسی اقلیم و سرزمین کے ہوں اپنے ملک کے کسی نہ کسی طائر کو اپنا ہمزبان و ہمصفیر بنا لیا کرتے ہیں۔ وہی جوش و خروش جسے بلبل شعرائے ایران کے دلوں میں پیدا کیا کرتا ہے پپیہا ہندوستان میں پیدا کرتا ہے۔

اور کبوتر عرب میں۔ ہمیں کبوتر کی غٹرغون کی قدر نہیں۔ ہمیں اُسکی آواز اور اُس کے جوش مستی کو دیکھ کے جوش نہیں آتا۔ مگر آہ تم نہیں جانتے کہ صحرائے عرب میں پیلو کے عظیم الشان درخت کی ٹہنیوں پر گونج گونج کے اُس نے کتنوں کے دلوں میں محبت کی آگ لگادی ہے۔ قیس عامری نے اکثر اس کا نغمہ سُن کے کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں۔ لیلیٰ و لبنیٰ اس کی درد بھری فریاد سُن کے اکثر تڑپ تڑپ گئی ہیں۔ اور حضرت شیخ شبلیؒ کے ایسے خدارس بزرگ کو بھی اُسکی سحر آگین آواز پر حال آگیا ہے۔ اُس خشک و بے گیاہ سرزمین اور اُس گرم و پُر آشوب دنیا میں جو کام کبوتر کا گونجنا کر گیا ہے نہ بلبلِ بدخشان سے ہو سکتا تھا نہ ہندوستان کی پپیہے۔

اب عربوں کی بیتابی دیکھ کے ایران میں آئیے۔ جہاں نازک مزاج و نازک طبع بلبل ہزار داستان ایک پُر فضا چمن میں گلاب کے پھول کے پاس بیٹھا ہوا اس طرح از خود رفتہ و مست ہو ہو کے نغمہ سنجی کر رہا ہے کہ گویا ایک عاشق ہجران نصیب نے معشوقۂ نازآفرین کے سامنے بیٹھ کے شکایتوں کا دفتر کھول دیا ہے۔ اپنی حالت بیان کرتا ہے اور نہیں بیان کر چکتا۔ اپنی مصیبت کہتا ہے اور نہیں کہہ چکتا۔ اسکی ان راز و نیاز کی باتوں نے خدا جانے کس کس کے دلوں میں آتش شوق بھڑکائی ہوگی۔ اور کیسے کیسے مدہوش و از خود رفتہ کر دیا ہوگا۔ اسی کی زبان سے عشق کا دفتر سُن کے شیرین خسرو پرویز کے قصر بیستون میں آئی۔ اسی نے فرہاد سے کوہکنی کرائی۔ اور اسی نے خسرو کے دل میں الفت کا چراغ جلایا۔ اسی سے سیکھ کے نظامی و انوری اور سعدی و حافظ نے غزل سرائی کی۔ اور اسی کا نغمہ باربد و نکیسا کے چنگ و رباب سے سُنا جاتا تھا۔

ایرانیوں کو بھی اُنکے ملک میں چھوڑیے اور اب ہندوستان میں آکے ساون بھادون کی بہار اور بسنت کی رُت دیکھیے۔ کھیت لہلہا رہے ہیں۔ اور آموں کے باغوں میں سوختہ دل پپیہا سب سے الگ کسی ٹہنی پر بیٹھا ہوا نغمہ سنجی کر رہا ہے۔ اس طرح وہ بدہوش ہو ہو کے پی۔ پی کی رٹ لگائے ہوئے ہے کہ معلوم ہوتا ہے کوئی شوہر سے چھوٹی ہوئی ہجران زدہ عورت جذبات دلی سے بیتاب و بیقرار ہو ہو کے اپنے پیارے شوہر کو پکار رہی ہے۔ اُسے نہ کسی چیز کی فکر ہے نہ کسی بات کا خیال ہے صرف اپنے معشوق

کی یاد ہے اور اُس کا نام زبان پر ہے - اُسکے اس شور نے دل کے زخمون پر نمک چھڑک دیا ہے - اور کوئی نہین جو اُس کی فریاد سُن کے کلیجہ ہاتھون سے نہ تھام لیتا ہو - اسی کا نغمہ سُن کے راجہ دشینت اپنی مہ جبین شکنتلا کی یاد مین سر دُھننے لگا تھا - اسی کی آواز نے نل کو اُسکی دلربا دمینتی کے فراق مین خانمان برباد کیا تھا - اسی کی آواز پر کالی داس نے نغمہ سنجی کی - اور اسی کے جذبات شعراے ہند کی غزل سرائی سے ظاہر ہوئے -

کبوتر ہو یا بُلبُل ہو یا پپیہا تینون نے جذبات عشق کو ہیجان مین لا کے سارے عالم مین جوش و خروش پیدا کر دیا ہے - اسکا فیصلہ کرنا آسان نہین کہ ان مین سے کس کا نالہ زیادہ پُر اثر ہے یا کس کی دردبھری آواز مین زیادہ تاثیر پائی جاتی ہے - اپنی اپنی جگہ پر تینون کا نغمہ زیادہ پُرسوز و گداز نظر آتا ہے - عاشقان عرب کے دلون مین جو آگ کبوتر لگا دیتا ہے نہ بلبل لگا سکتا ہے نہ پپیہا - اسی طرح بیقراران عجم کو اپنا درد و غم اور رنج و الم نہ کبوتر کے گونجنے سے یاد آسکتا ہے اور نہ پپیہا کی "پی کہان" سے - ہندوستان مین بلبل تو نہین مگر فارسی انشا پردازی کے مذاق سخن کے اثر سے اُسکا نام بہت مشہور ہے - کسی نے اُسکا نغمہ تو نہین سُنا مگر اُردو شعرا اسی خیال پر سر دُھن لیا کرتے ہین کہ نالہ نہایت ہی پُرسوز و گداز ہوتا ہے - مگر پپیہا کی زبان سے اسکی ہجران نصیبی کا قصہ قریب قریب ہر شخص سُن لیا کرتا ہے - بیشک ہمارے دل پر جو چوٹ اس وطن کے دردمند طائر کی آواز سے لگتی ہے اور کسی آواز سے نہین ممکن ہے - لہذا ہم خواہ مخواہ پپیہا ہی کی طرفداری کرین گے -

مگر ہمارا فیصلہ ہی کیا؟ اور ہمین فیصلہ کرنے کا حق ہی کیا ہے؟ ہان ایک بات البتہ ہے - ان طیور سے اُس ملک و قوم کے مذاق کا تھوڑا بہت پتہ ضرور لگ جاتا ہے جہان کی شاعری مین اُنکو جگہ ملی ہے - یا جس سرزمین کے عالم حسن و عشق اور صحبت ناز و نیاز مین وہ جان ڈال دیتے ہین -

اہل عرب کے لیے یہ مجبوری بھی ہے کہ اُنکے دشت ناپیدا کنار مین بلبل ہزار داستان کے ایسے نازک مزاج طائر کا نہین گذر ہو سکتا - اور کہین آم کے پیڑ بھی نہین جن کی ٹہنیون پر پپیہا آ کے بیٹھے اور اپنے "پی" کو پکارے - وہ کبوتر کی غٹرغون سے اپنے

اپنی شاعری کو نہ چمکاتے تو کیا کرتے؟ لیکن اس انتخاب سے اُن کے اس جذبے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ان مین عشقبازی کی نفسانی خواہش کا زیادہ جوش تھا۔ وہ خالی شکوہ و شکایت کا دفتر کھولنا یا فراق مین نالہ و زاری کرنا ہی نہین پسند کرتے۔ بلکہ جوش مستی اور شوق وصال کی گرجوشیون کی طرف اُن کا رجحان زیادہ ہے۔ جن چیزون کو کبوتر سے زیادہ اور کوئی طائر نہین ظاہر کر سکتا۔

اُنکے خلاف ایران کا شاعر زیادہ نازک مزاج ہے۔ اُسکے مذاق مین جتنی لطافت و نزاکت ہے اُتنی شہوت پرستی نہین۔ اُس نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے جس طائر کو اختیار کیا اُسکے عشق کو شہوت پرستی سے کوئی لگاؤ نہین۔ وہ بلبل کے نغمے سے اپنے دل مین جوش پیدا کرتا ہے جسے پھول کے ساتھ پاک اور بے غرضی کی محبت ہے۔ عاشق بیقرار کی طرح پھول کے قریب صحن چمن مین بیٹھ کے نالہ و فریاد کرتا اور شکایتون کا دفتر کھول دیتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ اتنی بے وفائی بھی ہے کہ جب تک باغ مین بہار کا موسم ہے اور پھول کھلے ہوے ہین وہ وہین بسیرا لگا لیتا ہے۔ ادھر بہار رخصت ہوئی اور اُدھر اُسنے بھی اپنا اختر ابختر اسنبھالا۔ پھر کبھی اُدھر کا رُخ بھی نہین کرتا۔

لیکن ہندوستان کی عاشق عورت ہے۔ جس کی طینت مین وفاداری ہے۔ اور جس کی فطرت ہے کہ جس کی ہوئی بس اُسی کی ہو گئی۔ خصوص ہندوستان کی عورت جو مرنے مین بھی شوہر کا ساتھ دیا کرتی تھی اور اب بھی ایسی ہی جانبازی کو تیار رہے۔ وہ اپنے معشوق (شوہر) کے دم تک ہے۔ اور اسی کے نام سے جیتی ہے۔ چونکہ ان جذبات کا ظہور ہندوستان کی شاعری مین بھی ہوتا ہے اس لیے یہان شاعرانہ خیالات و مذاق کے اظہار کے لیے پپیہا منتخب کیا گیا جو بلبل بدخشان کی طرح ہزار داستان نہین بلکہ اُسے صرف ایک "پی" کا نام یاد ہے اور کچھ نہین۔ وہ گویا ایک خانہ بدوش و آوارہ گرد جوگن ہے جو ہر درخت پر جاتی اور ہر شاخ پر بیٹھتی ہے۔ اور جہان جاتی پی کو پکارتی رہتی ہے۔

اگر غور سے دیکھیے تو ان طائرون سے ہر قوم کے ذاتی خصائص معلوم ہو جاتے ہین اور پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ اپنے جوش و خروش کو کس عنوان سے ظاہر کرنا چاہتے ہین اور اُن کا اصلی مقصد کیا ہے۔

نیچر کی ترقیان

نیچر کا لفظ جب پہلے پہل ہندوستان مین آیا ہے تو اُسپر ہر طرف سے یورشین ہونے لگین - سر سید مرحوم کی زبان سے جیسے ہی یہ انوکھا لفظ سُنا گیا ہر جگہ ایک شور مچ گیا - کوئی سمجھا کوئی نہین سمجھا - مگر پیچھے سب پڑ گئے - اور چند روز تک یہ عالم تھا کہ معلوم ہوتا جیسے لوگ غریب نیچر کو دنیا مین رہنے ہی نہ دین گے -

ہندوستان پہ موقوف نہین - دنیا مین جہان کہین نیچر کا نام پہلے پہل لیا گیا یہی دُرگت بنی - انسان کے ہوش سنبھالنے سے پہلے سارے صفحۂ ہستی پر نیچر کی حکومت تھی - ہر چیز نیچر کے تابع فرمان تھی - اور نیچر ہی انسان کا رہبر بلکہ اُستادِ ازل تھا - مگر انسان جو جو ہوش سنبھالتا گیا نیچر کو بھولتا گیا - اُسکے دماغی خیالات - اُسکے ایجادات و اختراعات نیچر پہ غالب آتے گئے - یہان تک کہ انسانی تربیت و تعلیم کے لیے مذاہب پیدا ہوئے - مذہب کی اصلی بنیاد نیچر ہی پر قائم ہوئی تھی مگر دنیا کے عام مذاق رسم و رواج - اور انسان کے اپنی قوت پر نازان ہونے کا نتیجہ تھا کہ مذاہب کو نیچر سے عداوت ہو گئی اور مذہبون نے بڑی زبردست قوت اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ نیچر پہ حملہ شروع کر دیا - پھر جب دنیا کی حکومت بھی مذہبون کے ہاتھ مین آگئی تو اُنھون نے نیچر کو جابجا شکستین دین - اور اب جہان دیکھیے نیچر کا حریف تصنع اُسپر غالب تھا -

خدا فراموش لوگ چونکہ اکثر نیچر کا نام زیادہ لیتے اور نیچر ہی کی جے پکارا کرتے تھے اسلیے پیروان مذہب کے ذہن سے "فطرۃ اللہ" کا خیال اُتر گیا اور اُنھون نے خداپرستی کا سب سے بڑا دشمن نیچر ہی کو سمجھ لیا - اور یہی اصلی بنا نیچر اور مذہب کی عداوت کی تھی - گو اصل مین دونون ایک تھے - اور ازل سے ایک دوسرے کے دوست اور ہمدم و ہمراز چلے آتے تھے - مگر تصنع کے غلبے نے دونون کی صورتین ایسی بدل دی تھین کہ ایک دوسرے کو دشمن جانی تصور کرتے - اور معلوم ہوتا کہ دنیا مین ان دونون حریفون کا ایک ساتھ ہرگز نباہ نہ ہو سکے گا - چنانچہ مذہب سے جہان تک بنتا تھا اسی کوشش مین تھا کہ نیچر کو پیس کے رکھ دے - اور ایسا فنا کرے کہ پھر کہین اُس کا نام و نشان باقی نہ رہے -

گر نیچر فنا ہونیوالی چیز نہ تھا۔ جن لوگون نے حدیث "لاتسبوا الدھر انا الدھر" (زمانے کو برا نہ کہو مین ہی زمانہ ہون) سُنی تھی جانتے تھے کہ تخلیق عالم مین نیچر ہی خدا کا داہنا ہاتھ ہے۔ وہ ہاتھ جسکی نسبت خود وہ حضرت رب العزت فرماتا ہے "ید اللہ فوق ایدیھم" (خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھون پر ہے) اور جب وہ خدا کا ہاتھ تھا جو باغ قدرت مین رنگ رنگ کے گل بوٹے کھلاتا اور طرح طرح کے طیور سے اُنپر نغمہ سنجی کراتا ہے تو بھلا اُسے کون مغلوب کر سکتا تھا؟ چنانچہ نیچر جو بادی النظر مین دشمن یا ہوا نظر آتا تھا۔ ہر جگہ اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھا۔ اور تصنع کے دامن ہی مین چھپا ہوا اپنے کمالات اور اپنی چابکدستی کے کرشمے دکھا رہا تھا۔

اُس نے تصنع اور انسانی تبختر کو چند روز کے لیے اُبھرنے اور سر اُٹھانے کا موقع دے دیا۔ انسانی کارستانی کا پورا زور ختم ہونے اور اُسکی خود آرائی و خود پرستی کا تماشا دیکھ لینے کے بعد سر اُونچا کیا۔ اور دنیا کو دکھا دیا کہ وہ مغلوب یا فنا نہین ہوا تھا بلکہ انھین مصنوعات انسانی کے دامن مین چھپا ہوا تھا۔ اب کی نمایان ہوتے ہی اس نے دکھا دیا اور ثابت کر دیا کہ سارے تصنع اور تمام انسانی کاریگریون مین اُسکی قوت مخفی تھی۔ جو کچھ کر رہا تھا وہی کر رہا تھا۔ اور بناوٹ مین بھی دراصل اُسی کے ہاتھ کی کاریگریان تھین۔

نیچر کا یہ آخری غلبہ دیکھ کے سب لوگ چونک پڑے۔ جو اُسکے مخالف تھے موافق ہو گئے۔ جنھین اُن سے عداوت تھی محبت ہو گئی۔ جن کو اُسکی صورت سے نفرت تھی اُسکے جمال جہان آرا کے دیوانے ہو گئے۔ اور اہل مذہب بھی تعصب کا پردہ چاک کر کے چلا اُٹھے "ہل تجد لخلق اللہ تبدیلا؟" (خدا کی تخلیق (نیچر) مین تجھے کوئی بھی تغیر و تبدل نظر آتا ہے؟)

خصوص اہل تصوف اور قائلین وحدت وجود نے تو صاف اقرار کر لیا کہ اس سارے عالم کون و فساد اور اس تخیلی نہ مٹنے والی دنیا مین ہر چیز بلکہ ہر ذرے سے وہی ہستی مطلق نمایان ہے۔ اور اُسکے یہ تغیرات و انقلابات وہی فطرۃ ہین جسے اہل شرع فطرۃ اللہ کہتے ہین اور اسی کا دوسرا نام نیچر ہے۔

یہ خیال پیدا ہونے کے بعد غور کیا گیا تو صاف نظر آیا اور سب کو تسلیم کر لینا پڑا کہ جو کچھ ہے نیچر ہی ہے اور نیچر کے سوا کچھ نہین۔ اگلی دنیا نے نیچر کی مخالفت مین اپنی ناسمجھی

سے جو کچھ کیا ظلم تھا۔ بادۂ نیچر کے سرشار منصور کو جنے نیچر کی محبت کے جوش میں "انا الحق" کا نعرہ بلند کیا تھا سولی دی گئی۔ اور سرمد نے نیچر کے جذبات میں محو ہو کے کپڑے پھاڑ ڈالے تو واجب القتل قرار دیا گیا۔ مگر ایسے مظالم اب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اب نیچر نے تصنع یعنی مادہ پرستوں پر فتح پا لی۔ اور وہ زمانہ آ گیا کہ مذہب ہی کے طرفداروں میں سے کسی کی زبان سے تو یہ الفاظ نکلتے ہیں کہ "جتنا مذہب فلسفے میں ہے اتنا فلسفہ مذہب میں نہیں" اور کوئی کہتا ہے کہ "فلسفہ مذہب ہے اور مذہب فلسفہ"۔

یا تو انسان کی بنائی ہوئی تہذیب کا اس قدر زور تھا کہ محض برہنگی کی بنا پر سرمد کا سر کاٹا گیا۔ اور یا یہ عہد ہے کہ برہنگی ہی میں فطرت کا سچا کمال نظر آتا ہے۔

یورپ میں اکثر جگہ مشہور ہے کہ بعض آوارہ عورتیں مردوں کے مجمع میں برہنہ ہو کے ناچتی ہیں۔ مگر یہ ایک بدتہذیبی و بداخلاقی کا فعل سمجھا جاتا تھا۔ اور قانون کسی طرح اسکی اجازت نہ دے سکتا تھا۔ جو عورتیں ایسا کرتی تھیں تو پوشیدہ مکانوں میں اور خاص جماعتوں کے سامنے کرتی تھیں۔ یہ مجال نہ تھی کہ عام مجمعوں کے سامنے ننگی ہو کے ناچیں۔ مگر فی الحال پیرس کی ایک باکمال حسینہ نے اپنا کمال عریانی دکھا کے زمانے کو منوا دیا کہ ننگا ہو کے ناچنا ہرگز بداخلاقی نہیں۔ بلکہ فطرت کے بالکل مطابق اور نیچر کی سب سے مکمل جلوہ فرمائی ہے۔

ان بی صاحبہ کا نام مس ویلانی ہے جو پیرس کی بڑی مشہور رقاصہ ہیں مس ویلانی نے مختلف صحبتوں میں پوشیدہ طور پر اپنا یہ کمال دکھانے کے بعد فی الحال جرمنی کے شہر میونیخ میں خاص مشہور مصوروں۔ نقاشوں اور بت تراشوں کو بلا کے اُنکے سامنے اپنے برہنہ ناچ کا کمال دکھایا۔ پولیس کے افسر جو پرانے اصول اخلاق کے دلدادہ اور لکیر کے فقیر تھے اس ناچ کو سخت بداخلاقی و بدتہذیبی تصور کرتے تھے اور مس ویلانی کے تاک میں لگے ہوئے تھے۔ میونیخ کے کسی تھیٹر میں وہ ننگی کھڑی ہوئی ناچ ہی رہی تھیں کہ پولیس نے دخل بیجا کر کے صحبت کو برخاست کر دی اور مس ویلانی کا چالان کیا۔

مقدمہ جب مجسٹریٹ کے اجلاس میں پیش ہوا تو جرمنی کے نصف درجن مشہور و معروف صاحب کمال مصوروں نے آکے شہادت دی کہ ہم نے خود مس

ویلانی کا ننگا ہو کے ناچنا دیکھا ہے اور دعوی کرتے ہین کہ یہ نہایت ہی اعلیٰ درجے کا سائنٹفک ناچ تھا جس مین ایک اعلیٰ ترین کمال انسانی نظر آتا ہے۔ اور ہمین اپنے فن مین اُنکے اس ناچ سے بڑی مدد ملی۔ جرمن کے سب سے بڑے نقاش پروفیسر کول باش نے کہا "یہ رقص علم و فن کی حیثیت سے بڑے اعلیٰ ترین کمال کا ظاہر کرنیوالا اور بہت ہی مہذب و معزز تھا۔ مین اپنی بی بی کو بھی یہ ناچ دکھانے کو لے گیا تھا۔ اور اُنھون نے بھی تسلیم کیا کہ اس مین کوئی اعتراض کے قابل بات نہین ہے۔" میونخ کی آرٹسٹ سوسائٹی کے پریسیڈنٹ پروفیسر پٹرسن نے شہادت مین اس سے بھی بڑھکے یہ ارشاد فرمایا "مین تو اُس دن خوش ہون گا جب ایسے کمالات بجائے منتخب لوگون کے عوام کے سامنے اور عام خلقت کے مجمع مین دکھائے جایا کرینگے۔ اور تہذیب انسانی کی یہ ترقی عام مخلوق کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہوگی۔ انسانی جسم کے حسن و جمال کے اظہار سے تہذیب مین کسی قسم کا رخنہ نہین پڑ سکتا۔"

الغرض ایسی ایسی زبردست اور زوردار شہادتین پیش ہوئین کہ پولیس کو ایسے مہذب و شائستہ فعل پر مس ویلانی کے چالان کرنے پر ندامت ہوئی۔ اور جوری نے فیصلہ سنایا کہ "مس ویلانی اپنے اس رقص سے ایک فن کی اعلیٰ درجے کی خدمت کر رہی تھین۔ اور یہ عذر کہ اُن کا یہ فعل اخلاق عامہ کے اصول کے خلاف تھا بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔" چنانچہ اب امید ہے کہ مس ویلانی بہت بے تکلفی و آزادی اور فخر و ناز کے ساتھ اپنا کمال دکھایا کریگی۔ اور پھر کبھی کسی قسم کی مزاحمت پیش نہ آئے گی۔

ہمین یاد ہے کہ ایک بار سر سیّد مرحوم لکھنؤ سے علیگڈھ جا رہے تھے۔ گاڑی ہردوئی کے اسٹیشن پر ٹھہری اور کسی وکیل نے جو اُنھین پہچانتا تھا اکثر لوگون کو جو اسٹیشن پر تھے اور سید صاحب کی زیارت کے مشتاق تھے دور سے اُنکی صورت دکھا دی۔ فوراً سید صاحب کی گاڑی کے سامنے ایک میلا سا لگ گیا۔ اور سندیلہ کے ایک اُردو دان وکیل صاحب نے بڑی جرأت کرکے یہ حرکت کی کہ سید صاحب کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہو گئے۔ اور خوشامد و لجاجت سے کہنے لگے "مجھے دکھا دیجئے

جب کئی بار اُنھون نے یہی سوال کیا تو سید صاحب نے پوچھا "آخر کیا دکھا دون؟"
عرض کیا "نیچر۔ مین نیچر کے دیکھنے کا مشتاق ہون اور سنا ہے آپ سے ملاقات ہے۔"
سید صاحب نے ہنس کے کہا "آپ ہی کے گھر مین ہے جا کے دیکھ لیجیے۔" مگر ہمین
افسوس ہے کہ اُن دنون مس ولایتی نہ ہوئین۔ ورنہ سید صاحب اُنھین اُن کی
بی بی کے پاس بھیجنے کے عوض مس ولایتی کے پاس بھیجدیتے۔

آسمان و زمین

آسمان و زمین کا ساتھ پُرانا ہے۔ کوئی نہ تھا جب یہ تھے۔ خدا جانے کب
سے چلے آتے ہین۔ اور کب تک یہی حالت رہے گی۔ آج یہ پُرانا آسمان پیرفلک
کہلاتا ہے اور زمین زال دنیا۔ قدامت کے صفحات پر نظر ڈالئے جاہے جس قدر
غور کرو ان دونون کے تعلقات ایک ہی وضع کے نظر آئین گے۔ اور سچ یہ ہے
کہ بچپین سے بڑھاپے تک ان دونون نے اپنی اُسی پُرانی شان سے بکمال وضعداری
کے ساتھ نباہ دی۔

مگر ان دونون کے درمیان مین جو مخلوق ہے اُس نے عجب متلوّن اور تغیر پذیر
طبیعت پائی ہے۔ انسان سے کسی طرح خاموش اور نچلا نہین بیٹھا جاتا۔ آسمان
خاموش ہے اور بہ حسب ظاہر بالکل بے زبان۔ چشم انجم سے سب کچھ دیکھتا ہے
مگر لب نہین ہلاتا۔ جو کہو سنتا ہے۔ اور جیسی پیش آئے جھیل لیتا ہے لیکن دم نہین
مارتا۔ اسی طرح زمین بھی کبھی منہ نہین کھولتی۔ جس خاموشی سے اُسے آسمان
دیکھتا ہے ویسے ہی سکوت سے یہ بھی اُسے آنکھون ہی آنکھون مین دیکھ کے رہ جاتی
ہے اور کچھ نہین بولتی۔ ان دونون کی خاموشی سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو کسی
سے شکایت یا اختلاف نہین ہے۔ نہ آسمان کسی بات مین زمین کا شاکی ہے اور
نہ زمین کو آسمان سے کچھ شکایت ہے۔

لیکن زمین والے بڑے متفنّی اور زمین و آسمان کی اس صلح جوئی کے
سخت دشمن ہین۔ جب سے پیدا ہوے ہین اسی دُھن مین لگے ہین کہ ان دونون
کو لڑا دین۔ آغاز تخلیق کا حال نہین معلوم۔ قیاس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ

اُن دونوں دنیا والے بہت ہی بے عقل اور بالکل بہائم صفت تھے۔ اور اُنھیں بانوروں کی لڑائی سے اتنی مہلت ہی نہ تھی کہ خیالات کو زمین کے حلقے سے باہر لیجائیں۔ مگر بعض قومی اور مذہبی روایات بتاتی ہیں کہ اُس زمانے مین زمین و آسمان والوں کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ اہل فلک اس تیرہ خاکدان عنصری مین آتے جاتے۔ انکی صحبتوں اور محفلوں مین شریک ہوتے۔ جس کسی سے زیادہ اُنس ہو جاتا اُسے اپنے ہوائی تخت پر بٹھا کے ملأ اعلیٰ مین لے جاتے۔ اور آسمان والوں سے ملاتے تھے۔

مگر انسان کی عقلِ فساد جو جو بڑھتی گئی اس ربط وضبط مین فرق پڑتا گیا۔ ہمین شک نہین کہ یہ لوگ اوپر والوں کو اپنے سے مافوق اور اعلیٰ مانتے تھے۔ یہان تک کہ اُنھین پوجنے اور اُنکی پرستش کرنے لگے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بیمروتی بھی اختیار کرلی کہ جب کبھی کسی قسم کی تکلیف ہوتی۔ کوئی آزار پہونچتا۔ آسمان کو کوسنے لگتے۔ ہمارے شعرائے سلف اور ہمارے قدیم انشاپردازوں نے بات بات پر آسمان کو بُرا کہا۔ جی بھر کے گالیان دین۔ جانتے تھے کہ ہمارے معاملات اور ہماری قسمت مین آسمان کو دخل نہین۔ جو کچھ کرتا دھرتا ہے۔ وہ خالق بے ہمتا کرتا ہے جس نے زمین و آسمان دونوں کو پیدا کیا ہے۔ مگر بے عقل و متعصب اہل دنیا نے اس کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اور جب دل دُکھا جب کسی قسم کی تکلیف ہوئی آسمان کو ہدف ملامت بنا دیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسمان والوں نے زمین پر آنا ہی چھوڑ دیا۔ اور سمجھ گئے کہ یہ کرۂ خاکی والے بے ایمان ملنے کے قابل نہین ہین۔ جس طرح ہمارے آج کل کے حکمران تصور کرتے ہین کہ ان پر حکومت کرو۔ انھین تعلیم دو۔ ان کو مہذب و شایستہ بناؤ۔ انکے ساتھ انصاف بھی کرو۔ مگر ان سے ہلو ملو نہین۔ دُور ہی دور رہو۔ اور ہوشیاری سے دیکھتے رہو کہ یہ کبھی تمھاری سوسائٹی مین نہ گھُسنے پائین۔ اس بارے مین انکی ذرا بھی مروت نہ کرو۔ یہی طریقہ اجرام نورانی رکھنے والے سکان فلک نے بھی اختیار کرلیا۔

سچ یہ ہے کہ آسمان والوں کی یہ بے مروتی اب بالکل ناقابل برداشت ہوگئی ہے

ہاں تاکہ ہم مین بعض رند مشرب بے پروائوں اور اپنے خالق و باری تک کا پاس ادب نہ کرنے والون نے آسمان کو بُرا کہا - ہم تسلیم کیے لیتے ہین کہ وہ گنہگار بھی ہین اور اپنے کیے کی سزا بھی پائین گے - مگر ہماری عام وضع ہرگز ایسی نہین ہے کہ اُسکی شکایت کی جائے - ہم نے ساکنان فلک کو اپنے سے اعلیٰ اور ہر بات مین اچھا تسلیم کیا -

ملأ اعلیٰ والو! ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے پروردگار کو برتری اور اپنے ذاتی علو کی وجہ سے تمھارے ساتھ خصوصیت ہے - اُس کا عرش اعلیٰ تمھارے ہی عالم مین ہے - اُسکے فرشتے تمھین مین رہتے ہین - ہمارے انبیا اور ہمارے برگزیدۂ و پاک نفس لوگون کے پاس وہ ہدایات الٰہی اور احکام ربانی کو لے کے آئے تھے - وہ حسین مہوش اور مہرطلعت حورین تمھین مین رہتی ہین جو ہمارے نیکو کارون کے زہد و تقوے کا انعام ہین - اور جن کے حسن و جمال کو مہ جبینان زمین کا دنیوی حُسن ہرگز نہین پہونچ سکتا - یا کسی ملک مین تمھاری فوقانی بستیون کے رہنے والے دیوتا اور دیویان بن کے کچھ ایسی آن بان سے یہان آ کے نمودار ہوے کہ لوگ انکی عظمت اور انکے حُسن کو دیکھ کے خدا کو بھی بھول گئے اور انھین کی پرستش کرنے لگے - ان تمام باتون سے تم بخوبی اندازہ کر سکتے ہو کہ ہمارے خیالات تمھاری نسبت کیا ہین؟ اور ہمین تم سے کیسی عقیدت ہے؟ ہم آج تک مانتے اور جانتے ہین کہ ہمارے پاس رحمت الٰہی کو لیکے تمھارے فرشتے ہی آیا کرتے ہین مگر افسوس اب تم ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ گویا کبھی کسی قسم کا راہ و رسم ہی نہ تھا - یا تو یہ حال تھا کہ آسمان کے فرشتے قوم لوط پر عذاب کے لیے آئے تو کہا "اب آئے ہین تو ابراہیمؑ سے بھی ملتے چلین" جو خدا رس اور حق پرست پیغمبر برحق تھے - یا اب یہ حالت ہے کہ خدا کی رحمت نے کے اکثر آتے ہو اور یہ نہین ہوتا کہ کبھی کسی مومن صالح سے بھی ملتے جاؤ -

یا تو راون اور مہابھارت کا عہد اولین تھا جب یہ آسمانی دیوتا دُنیا مین بار بار آتے تھے - نامی راجاؤن اور پاکباز رشیون سے ملتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آسمان و زمین مین کوئی مسافت ہی نہین ہے - اور یا اب ایسے بگڑے کہ گویا صورت دکھانے کی قسم کھائی ہے - آتے ہین مگر اپنا کام کرکے خموشی

سے چلے جاتے ہین کہ کسی کو خبر ہی نہین ہوتی

خیر اگر تم نے یہ بے تعلقی اختیار کر لی ہے تو تمھین اپنے فعل کا اختیار ہے۔ تم ہما نو اور تمھارا کام جانے۔ مگر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ اسکے نتائج آخر مین تمھین ناگوار گذرینگے اور پھر کچھ بنائے نہ بنی گی۔ تمھاری دائمی غیبت کا یہ نتیجہ ہوا کہ پہلے تو لوگون کو تمھاری صورتین بھول گئین۔ سلف کے خلاف قرون وسطیٰ والے یہ نہ جانتے تھے کہ تمھاری صورتین کیسی اور تمھاری حالت کیا ہے۔ فقط تمھارا نام اور تمھاری خوبیان جانتے تھے۔ جن کو ایک مذہبی عقیدت کی شان سے مانے جاتے تھے۔ اب موجودہ لوگون کی یہ حالت ہے کہ تمھاری یاد اور تمھارا خیال بھی بھول گئے۔ اور صاف کہ رہے ہین کہ ملأ اعلیٰ کے یہ ڈھکوسلے اگلون کے اوہام و خیالات ہین۔ جن کو اصلیت سے کوئی تعلق نہین ؛

یہ بھی درکنار اب تو ایسا زمانہ آگیا ہے اور دنیا والے تمھاری طرف سے اسقدر بے پروا و بے عقیدہ ہو گئے ہین کہ تمھاری ہستی درکنار اب تو اُنھون نے آسمان کے وجود سے بھی انکار کر دیا ہے۔ صاف کہتے ہین کہ اب پُرانا رواق نیلگون محض نظر کا دھوکا اور سراب ہے جسکو آج تک نہ کوئی پا سکا ہے اور نہ پا سکے گا۔ اسکی نیلگونی نظر کی غلطی ہے۔ کیونکہ بُعد کا دھندھلکا یہی رنگت اختیار کر لیا کرتا ہے۔

بہرحال ہم نے بتا دیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ آسمان اور آسمان والے اپنے وجود کے تازہ ثبوت دین اور اگلی روایتون کو کافی نہ سمجھین۔ ورنہ اگر آسمان کی یہی خاموشی رہی اور چند روز یہی لیل ونہار رہے تو اہل دنیا اپنی ہستی کے غرور مین آسمان تو آسمان آسمان والے خدا کو بھی بھول جائین گے۔

مرور ایّام

وقت گذرتا چلا جاتا ہے۔ اشہب لیل ونہار کی سبک روی وہی ہے جو ہمیشہ تھی۔ زمانہ روکے نہین رُکتا۔ عمر ہاتھ سے نکلی جاتی ہے۔ اور آہ! کوئی تدبیر نہین بن پڑتی کہ اس ہوا کو روکین۔

ہماری جوانی رخصت ہو گئی تو بلا سے۔ گئی تو گئی۔ جس چیز سے کبھی لطف نہ اُٹھایا

اُسکا غم ہی کیا۔ مگر آہ! غم تو اس بات کا ہے کہ اے دلدار ناز آفرین اور اے محبوبۂ مہ جبین! ہاے یہ تیرا دلستانی کا زمانہ اور تیرا حُسن وجمال بھی رخصت ہوا جاتا ہے۔ ہماری دنیا بھی ہے۔ اور یہ نہین تو ہماری نظر مین دنیا اندھیری ہے۔ ہاے کیا بےبسی اور کیسی بیچارگی ہے؟

دوستو! کوئی تدبیر تو بتاؤ کہ یہ حسن عالم آشوب ٹھہرے۔ اور اس نازنینی وناز برداری کو قیام ہو۔ افسوس! کسی کے حسن کو بگڑتے اور کسی کے شباب کے چمن کو اُجڑتے دیکھتے ہین اور کوئی زور نہین چلتا۔ باغ حسن مین خزان آرہی ہے۔ جبین تابان کی آب پھیکی پڑگئی۔ رخسارون کے پھول مُرجھائے جاتے ہین۔ نرگس ستانہ مین کمھلاہٹ کے آثار پیدا ہو چلے۔ اور جوشِ شباب پر پانی پڑا جاتا ہے۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہین ہوتی ہمارا دل جوراُٹھانے سے نہین اُکتا یا تھا کہ یار کی شمشیر ابرو اور خنجر مژگان کی آب جاتی رہی! ہم تو سر دینے کو آمادہ وتیار رہین مگر اسکو کیا کرین کہ کسی کی نازک کلائیون مین سر کاٹنے کی سکت ہی نہین باقی رہی؟ یہ سب کیون؟ اسلیے کہ زمانہ روکے نہین رُکتا۔ اور صبح وصال کے بیوفاؤن کی طرح ہاتھ سے دامن چھُڑا کے چلا ہی جاتا ہے

دنیا والو! تم نے بڑی بڑی بلند پروازیان کی ہین۔ اور ایسے ایسے کام کیے ہین جو کبھی کسی کے وہم وگمان مین بھی نہ تھے۔ قدرت سے تم نے خوب خوب مقابلے کیے ہین۔ اپنے حُسنِ تدبیر اور اپنی مردانہ کوشش سے نیچر تک کو دبالیا ہے۔ ہوا تمھارے تابع فرمان ہوگئی۔ اور آگ پانی تمھارے بس مین ہین۔ زندگی کی کشمکش مین تم روز بروز فتحون پر فتحین حاصل کرتے چلے جاتے ہو۔ اور زمین سے اُڑکے سقفِ فلک چھُو لینے تک کا تم نے سامان کرلیا۔ یہ سب ہوگیا مگر کوئی ایسی تدبیر نہین کرتے کہ اس ظالم زمانے کا قدم رُکے جو نہایت ہی تیزی کے ساتھ دوڑتا اور بھاگا چلا جاتا ہے؟

زمانے کی دوڑ اور بھاگ گھوڑدوڑ کے تیزدم گھوڑون یا شرط باندھ کے دوڑنے والے اتھلیٹون کی سی نہین بلکہ جیب کترون کی سی ہے۔ جو ہماری جیب سے کوئی چیز نکالتے اور اپنی جان لے کے زور وشور سے بھاگتے ہین۔ خدا نے ہمین جتنی نعمتین اور

دولتین دی ہین۔ ہمارے پاس جتنی خوبیان اور دلچسپی کی چیزین ہین اُن سب کو یہ عالم قدرت کا پُرانا چوٹّا (زمانہ) ہمارے گھرون سے چُرا کے بلکہ ہم سے چھین جھپٹ کے لے بھاگتا ہے اور پھر کبھی ہاتھ نہین آتا۔ آہ! کبھی نہین پکڑا جاتا کہ ہم عدالت مین دادخواہ ہون اور اپنا مال مسروقہ برآمد کرائین۔ اے دنیا کے بڑے بڑے مقننو! اور اے بحر و بر کی فرمانروائی کا دعویٰ کرنیوالو! تمھارا سارا زور ہمین پر چلتا ہے؟ اس پُرانے ڈاکو اور اس ڈھیٹ چور کو نہین پکڑتے کہ ہم زوال اور تباہی کی آفت سے بچین؟ اور خدا نے ہمین جو کچھ دیا ہے اُس سے لطف اُٹھا سکین؟

کیسا جی چاہتا ہے کہ ایام رفتہ پھر آجاتے؟ بچپن کی سادگی اور بےفکری کی قدر نہین جانی تھی اب انکی قدر کرتے۔ اور اُس زمانے کی بےفکریون کا مزہ ایکبار پھر اُٹھا لیتے۔ جوانی سے جی بھر کے لطف نہین اُٹھانے پائے تھے کہ رخصت ہو گئی۔ اور بالفرض اگر آرام اور چین ان دونون بھی نہ نصیب ہوا تھا تو وہ شباب کے ولولے اور وہ جوانی کی بےپروائیان ہی کیا کم تھین؟ کیا اچھا ہوتا کہ عہد شباب پھر آتا؟ اور پھر ہم مین وہی اُن دونون کا جوش و خروش ہوتا؟

طفولیت اور شباب کو بھی جانے دیجیے۔ اس گذری ہوئی عمر مین جو بہت ہی تھوڑی معلوم ہوتی ہے کیسی کیسی صحبتون مین بیٹھے؟ کیسے کیسے دوستون سے ملے؟ کن کن پری جمالون کے ناز اُٹھائے؟ اور کن کن احباب کی دوستی کا دم بھرا؟ مگر اب جو دیکھتے ہین تو سب رخصت ہو گئے۔ سب چھوڑ کے چلے گئے۔ اور اس ظالم زمانے نے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ ساری نعمتین اور لذتین اور مسرت و محبت کے سب کرشمے ہم سے چھین لے گیا۔

اس بے رحم زمانے کے روکنے کی کاش کوئی تدبیر ہوتی۔ کس سے کہین؟ اور کس کے آگے فریاد کرین؟ اگلون سے سنا ہے کہ زمانہ نوین آسمان کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ لیل و نہار اور گھڑی ساعت کا فرق اسی کی بیقرار طبیعت اور اُسی کے نہ رُکنے والے قدمون سے ہے۔ یہ جس رُخ پر گھما دیا گیا اُسی رُخ پر گھومے جاتا ہے۔ اور جدھر کو چلا اُسی طرف آج تک قدم مارتا چلا جاتا ہے کبھی پیچھے نہین ہٹتا۔ دوستو! سائنس کے باکمالو! علم جرثقیل کے اُستادو!

باکمال انجینیرو! تم نے ہوا مین گھوڑے دوڑا دیے ہین۔ سمندرون کو کھنگال ڈالا ہے۔ آسمان تک پہونچنے کے پر پرواز پیدا کر لیے ہین۔ موج ہوا پر پیام پہونچاتے ہو۔ کیا یہ نہین ہوسکتا کہ آسمان کو اُلٹی طرف پھرا دو؟ جس رُخ پر جا رہا ہے اُسپر بہت چل لیا۔ اب اپنا رُخ پلٹے۔ اور جدھر سے آیا ہے پھر اُسی طرف کی راہ لے۔ آؤ ہم اچھے اچھے ہوشیار انجنیرون کو لے کے ایک زبردست ہوائی جہاز مین بیٹھین۔ اُڑ کے آسمان کو چھوئین۔ اور زور لگائین کہ اسکی چال بدلے۔ ہم آگے کی طرف جانے سے اُکتا گئے جدھر لاعلمی کا دھندلکا اور طرح طرح کے خطرون کا دھڑکا لگا ہوا ہے۔ اب ہم اُسی طرف جانا چاہتے ہین جدھر سے آئے ہین۔ اور پھر عمر رفتہ کی سیر کرنا چاہتے ہین۔ ہمین اپنی گذری ہوئی جوانی چاہیے۔ ہمین اپنا پیارا بچپن چاہیے۔ ہمین اپنے پُرانے احباب اور اگلے معشوق چاہیے۔ ہم کو آغوش عدم مین سونے سے انکار نہین۔ ہم خوشی سے مرنے کے لیے تیار ہین۔ مگر بوڑھاپے کی ایڑیان رگڑ کے نہین بلکہ جوانی کے حوصلے نکال کے اور بچپن کے میدان مین کھیل کے۔ ہم اُدھر ہی سے عدم آباد کو جانا چاہتے ہین جدھر سے آئے تھے۔ اگر آسمان کی حرکت کا رخ بدل گیا تو یہ سب نعمتین حاصل ہو جائین گی۔

مگر نہین۔ آج کل کے محققین کہتے ہین یہ دن رات کا تغیر اور وقت کا حساب حرکت آسمان سے نہین بلکہ خود زمین کی حرکت سے ہے۔ وہ اگلا چرخ بےستون غبار ہو کے اُڑ گیا۔ اور پُرانا پیر فلک جیسے ہمارے شعرا کوسا کرتے تھے خدا جانے کس قبر مین دفن ہو گیا۔ اب تو خود زمین سے سابقہ ہے۔ یہ مادر زمین ہی ہے جو ہمین اپنی گود مین لیے پھرتی ہے اور کسی حالت پر قرار نہین لیتی۔ خدا جانے اہل عالم کو کب سے پھرا رہی ہے اور کب تک پھرائیگی۔ لیکن اس مین بھی وہی قیامت کی وضعداری ہے کہ جس رخ پر چلی اُسی پر چلی جاتی ہے۔ اور یہ مٹی کا لٹو جس طرف کو صبح ازل مین گھوما تھا آج تک اُسی طرف پھر رہا ہے۔ ناچ ناچ کے آگے بڑھتا ہے۔ مگر رُکتا نہین۔ ممکن نہین کہ اسکا قدم رُکے یا یہ کہین پر ٹھہرے۔

اگر ایسا ہے تو اور زیادہ آسانی ہے۔ اب تو اوپر کا پُر خطر راستہ طے کرنے کی بھی ضرورت نہین رہی۔ اپنے بڑے بڑے میکانکل انجنیرون کو جمع کر کے آمادہ کرین کہ اگر اس لٹو کو روک نہین سکتے تو کوئی ایسی ہی تدبیر کرین کہ اسکی چال اُلٹی ہو جائے۔ اگر داہنی طرف

پھرتا ہو تو بائین طرف پھر جائے۔ اور جس راستے کو اسوقت تک طے کر آیا ہے اُسی پر واپس چلے

اے باکمالان عالم اگر تم اتنا کام کر دو تو ہماری ساری آرزوئین پوری ہو جائین۔ دنیا کی ساری تباہیان دور ہون اور ہم سب کی تمنائین بر آئین۔ گذشتہ ایام پھر ہمارے سامنے آجائین۔ اور اپنے ساتھ اُن تمام واقعات اور اگلی کیفیتون کو پھر ہماری آنکھون کے سامنے کر دین جنکے شوق مین زندگی تیرہ ہو رہی ہے۔ اور وہ دلفریب سین پھر آنکھون کے سامنے ہو جائے جسے یاد کر کے اکثر دل بیتاب پکار اُٹھا کرتا ہے کہ "ایک بار دیکھا ہے اور دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے۔"

اگر زمانے نے مساعدت کی اور ہم ان قدرت کے پھرائے ہوے لٹوؤن کو اپنی مرضی کے موافق پھرا سکے تو کیسی کیسی مرادین بر آئین گی؟ ہماری چھوڑ دو۔ ہم کیا اور ہماری آرزو کیا؟ جو نظام عالم کے مصالح مین ہمارا کچھ لحاظ کیا جائے؟ دنیا والو! اُسوقت تم سب کیسے کیسے لطف دیکھ لوگے؟ اور کیا کیا مزے اُٹھالو گے؟

جس طرح ہمین اپنے بچپن کا آخری عہد کچھ کچھ یاد ہے اور آغاز طفولیت کی تمام باتین غفلت و نسیان کی نذر ہو کے اُس طرح بھولین کہ لوگ یاد دلاتے ہین اور نہین یاد آتین۔ دوسرون سے سنتے ہین اور یقین نہین آتا۔ اُسی طرح نوع انسان کو اپنا بچپن بالکل بھولا ہوا ہے۔ تاریخی عہد سے پیشتر کی تاریخ کا کچھ مختصر خاکہ الہامی کتابون کے ذریعے سے تو معلوم ہو گیا ہے مگر ہم سے پوچھو تو ہمین کچھ یاد نہین کہ ہم سے پہلے دنیا مین کیا تھا؟ اور ہم جب آئے ہین تو یہ دنیا کیسی تھی؟ اور ہم کیسے تھے؟ اُس عہد عتیق کی نسبت الہامی روایات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اگرچہ بہت سے لوگ اسکے ماننے مین بھی تامل کرتے ہین مگر ہمین تامل نہین ہم سب مانے لیتے ہین۔ لیکن ماننے سے بھی کیا ہوتا ہے؟ کیونکہ جو کچھ بتایا گیا اس قدر مختصر اور مجمل ہے کہ سیری نہین ہوتی۔ اور جی چاہتا ہے کہ اُس دور کے حالات زیادہ وضاحت اور تفصیل سے معلوم ہوتے سچ یہ ہے کہ وہ عہد بالکل ایک راز سربستہ اور عقدۂ لاینحل بنا ہوا ہے۔ انسان قیاسات سے جو باتین چاہے پیدا کر لے مگر حافظے کی مدد سے ایک لفظ بھی نہین کہہ سکتا۔ اے اس دور کے سحر نما انجینرو! اگر تم نے رفتار زمین کا رخ بدل دیا تو اتنا ہی نہ ہوگا کہ ہمارے اُس شوخ ادا مہ جبین کا زوال پذیر حسن پھر شباب کی شوخیان دکھا دے۔

یا ہم جوانی سے پھر لطف اٹھا نہین۔ ور بچپن کے اُس زمانے کو آنکھون سے دیکھ لین جس کا کوئی خیال حافظہ مین بھی موجود نہین ہے۔ بلکہ خود تم کو بڑے بڑے لطف آئین گے۔ اور وہ رموز معلوم ہو جائین گے جو کسی کو نہین معلوم۔

گریو فون مین آج کل تم ہر گفتگو۔ ہر نغمے۔ ہر مذاق کی بات۔ اور ہر تقریر کو جب چاہتے ہو دوہرا لیتے ہو۔ اور ہر سبق کو مکرر سہ کرر سُن لیا کرتے ہو۔ اسی طرح اگر تم سے زمین کے اس قدرتی لٹو کے اُلٹی طرف پھرانے کی کوئی تدبیر بن پڑی تو دنیا کی تمام گذری باتین اپنی آنکھون سے دیکھ لوگے۔ زمانہ اُلٹی طرف چلے گا۔ بڈھے قبرون سے نکلین گے۔ بوڑھے سے جوان اور جوان سے بچے ہونگے۔ اور اپنی طفولیت کے آغوش مین لیٹ کے غائب ہو جائین گے۔ اور بجاے اسکے کہ تمھین اپنی داستانین سنائین اپنی اصلی زندگی دکھا کے اور اپنے تمام کارنامے تمھارے پیش نظر کر کے رخصت ہوجائین گے۔ گذشتہ دور مین تم نے بڑی غفلت کی کہ ابتدائی عہد کے واقعات کو بالکل قلمبند نہین کیا۔ اب کی ہوشیاری سے قلم ہاتھ مین لے کے بیٹھنا اور جو کچھ دکھنیا لکھتے جانا۔ دیکھو اب کی ایسا نہ ہو کہ دنیا کی تاریخ کا کوئی حصہ بھی تاریکی مین رہ جاے۔

لیکن نہین ہم غلطی پر ہین۔ اس انقلاب سے ہمین کوئی علمی نفع نہین پہونچ سکتا اور نہ ہماری واقفیت بڑھ سکتی ہے۔ کیونکہ جب ہمارے بچپن کا زمانہ آئیگا اُسوقت ہم ویسے ہی غافل و نادان بنجائین گے جیسے کہ پہلے تھے۔ اور اتنا ہوش ہی نہ ہوگا کہ لکھنا پڑھنا تو بڑی بات ہے سمجھ بھی سکین یا کچھ یاد بھی رکھ سکین۔ بالکل ناسمجھ نادان اور بیحس و بے زبان بن جائین گے۔ علیٰ ہذا القیاس دنیا بھی اپنے بچپن اور اپنے عالم ہیولانیت کے درجے پر پہونچے گی تو اُسوقت وہ بھی ویسی ہی جاہل و بے عقل ہوگی۔ اور کسی کے پاس ایسا دماغ ہی نہ ہوگا کہ اس نامعلوم زمانے کے حالات قلمبند کرے یا وہی رکھ سکے۔

کاش یہ ہوتا کہ ساری دنیا تو اُلٹی طرف چلتی مگر ہمین کسی طلسمی قوت اور سحر کے عمل سے ایسا ابدی استقلال حاصل ہوجاتا کہ جس حال پر ہین اُسی پر قائم رہ جاتے۔ نہ آگے بڑھتے اور نہ پیچھے ہٹتے۔ نہ شیخ فانی بنکے مرتے۔ نہ شباب و طفولیت کی دوبارہ سیر کر کے کتم عدم مین پہونچتے۔ ساری دنیا ہماری نظر کے سامنے ایک تھیئٹر ہوتی اور ہم تماشائی

قدرت کا کارخانہ ہمارا اُلمپیا ہوتا اور ہم سیر کرنیوالے ۔ زمانۂ مستقبل پر پردہ پڑ جاتا ۔ اور زمانۂ ماضی ہمارے لیے مستقبل بن جاتا ۔ یورپ کی جدید ترقیون کا آغاز دیکھتے ۔ نپولین ہمارے سامنے آتا اور اپنا پورا پورا ایکٹ دکھا کے پھر فوج فرانس کا ایک [illegible] سپاہی بنجاتا ۔ اس عہد کی تمام ایجادین ہمارے سامنے ہوتین ۔ جنگلے ٹتے ہی مسلمانون کا دور شروع ہوتا ۔ اور ہم گذشتہ تیرہ سو برس تک مسلمانون کے عروج و اقبال کی سیر کرتے ۔ واجد علی شاہ پھر اپنے رقص و سرود کی محفل گرم کرتے ۔ قیصر باغ کے میلے ہوتے ۔ اور لوگون کی بیفکریان خبر دیتین کہ ہمنے جو کچھ پہلے دیکھا تھا وہ کس خواب غفلت کا خمیازہ تھا یا وہ کس غیر معتدل عیش شبینہ کی سحر تھی ۔ اودھ کے دربار کی کمزوری کے ساتھ ہی دہلی کا دربار زور پکڑتا مسلسل سو برس کی بدنظمی کے بعد عالمگیری عہد کی برکتین دیکھتے اُس عہد کے علماء سے مصافحہ کرتے ۔ پھر دیکھتے کہ شاہجہان اپنی عمارتین بنوا رہا ہے ۔ آگرے کا روضۂ تاج گنج اور دہلی کی جامع مسجد تعمیر ہو رہے ہین ۔ پھر جہانگیری عہد کی عشقبازیون کا سمان دیکھتے اور جہانگیر و نورجہان اپنے زمانے کے خسرو شیرین بنے ہوے ہوتے ۔ پھر عہد اکبری کو دیکھتے ۔ اور نظر آتا کہ اکبر کا سا بادشاہ باوجود بہت اچھا قابل جوہر رکھنے کے اپنی جہالت کی وجہ سے کیسی کیسی حماقتون کا شکار بن رہا ہے ۔ یون ہی ہندوستان کے تمام انقلابات کا اُلٹا رخ دیکھتے دیکھتے عباسی اور اُموی عہدون کو دیکھتے ۔ اور آخر یہ پُرشوق آنکھین خلافت راشدہ کا بابرکت دَور دیکھتین ۔ نظر آتا کہ صحابہ کس طرح دُنیا کو فتح کر رہے ہین ۔ اور جناب رسالت صلعم کی تعلیمات کیسی کیسی برکتون کا جلوہ دکھا رہی ہین ۔ اور آخر حضرت ختمی مآب کی زیارت سے بہرہ اندوز ہو کے اور آپ کی قدمبوسی کا فخر حاصل کر کے عہد اسلام کو رخصت کرتے اور مسیحیت کا رنگ اور اُسکے انقلابات و تنوعات دیکھتے ۔ اور یہودیون کی سطوت آنکھون کے سامنے ہوتی ۔ ساسانیون کی شوکت و حشمت دیکھ کے آنکھین چکا چوندھ ہوتین ۔ یونانیون کے علم و حکمت سے فائدہ اُٹھاتے ۔ مصریون اور بابل والون کی پُر اسرار بت پرستی کو غور سے دیکھتے ۔ فراعنۂ مصر کو بنی اسرائیل پر جور و تشدد کرتے دیکھ کے افسوس کرتے ۔ اور بابل و اسیریا کے مظالم پر [illegible] دیکھتے یہان تک کہ بنی نوع انسان کا [illegible] اپنے آغاز کے [illegible] سے نکل جاتا [illegible]

عہد حجریت شروع ہوتا - اُن دنون کا نامعلوم تمدن دیکھتے - یہ تماشا نظر آتا کہ انسانون کے غول جانورون کی طرح باہم لڑتے - خوب خوب ڈھیلے بازیان اور سنگباریان ہوتین اسکے بعد جب باہم ملجاتے توکوئی کسی کے گھونسا مارتا - کوئی کسی کا منہ کھسوٹ لیتا - کوئی کسی کو ٹیلک دیتا - اور کوئی کسی کا گلا گھونٹتا - الغرض عجیب عجیب طرح سے لپاڈگی ہوتی - اور یہ زمانہ بھی گذرکے وہ عہد آجاتا جب کہ انسان غارون اور کھوؤن مین رہتے اور موذی درندون سے لڑلڑکے اپنے لیے زمین پہ جگہ نکالتے - اور اپنی متحدہ قوت سے ایسے ایسے قوی ہیکل جانورون کو مارتے - شکستین دیتے - اور عالم حیوانات پر اپنی حکومت قائم کرتے تھے - اسکے چندروز بعد حضرت آدم و حوّا اپنی اُسی صورت و وضع مین نظر آتے جس مین کہ جنت سے نکالے گئے تھے - یہان تک کہ وہ پھر جنت مین واپس تشریف لیجاتے - اور واقعی وہ عجیب لطف کا وقت ہوتا جبکہ آدم تو نہ ہوتے مگر نسل آدم کا ایک شخص عالم کے تھیٹر کا تماشا دیکھتا ہوتا - اُسوقت کے زمین و آسمان واقعی عجیب و غریب ہوتے دنیا مین یا تو جنگل بہڑ ہوتا یا خوفناک کوہستان - یا جان ستان دشت وحشت - اس حالت مین ہمین بھٹکتے پھرتے ہوتے - زیادہ زمانہ نہ گذرا ہوتا کہ ناگہان پردۂ غیب سے "کُن" کی آواز آتی اور سارے موجودات کے ساتھ ہم بھی فنا ہوجاتے - یہ انقلاب بھی لطف سے خالی نہ ہوتا کہ حضرت جل جلالہٗ کے پہلے "کن" نے تو سارے عالم ہستی کو پیدا کیا اور یہ دوسرا "کُن" سارے موجودات کو فنا کر دیتا -

یہ حیرت انگیز خیالات اور یہ قابل تعجب ہوسین عالم جوش و مدہوشی مین ہماری زبان سے ظاہر ہو رہی تھین کہ ایک ذی ہوش دوست نے سُن کے بے اختیار قہقہہ لگایا - اور کہا "ایسا نہ ہو کہ ان شیخ چلی کے منصوبون اور اس خیالی ناٹک کی سیر کے ساتھ تھین لونٹک اسائلم (پاگل خانہ) کی سیر کرنا پڑے" - اس پر لطف خواب سے چونکنے مین ہمین تکلیف تو بڑی ہوئی مگر اسکے ساتھ خفت بھی ہوئی - اور وہ خفت مٹانے کےلیے جواب دیا "خدا کی قدرت سے کوئی بات بعید نہین ہے - کیا یہ نہین ہو سکتا ہے کہ عالم ہستی کے تمام واقعات ایک تھیٹر کی طرح ہماری نظر کے سامنے گذرین اور ہم اُس کا تماشا دیکھین؟" جواب ملا "کیون نہین؟ اور تم اُس تھیٹر کو دیکھ ہی رہے تھے لیکن ایسی ہی سیرین دیکھنے والے

پاگل خانے کی ہوا کھایا کرتے ہیں۔ آخر تم اپنے آپ کو سمجھے کیا ہو؟ تم کیا چیز ہو اور تمھاری کیا ہستی ہے کہ زمانے کی رفتار تمھارے لیے مستقبل کا رُخ چھوڑ کے ماضی کی طرف ہو جائیگی؟ تم سیر دیکھنے والے ہو۔ اور سارا عالم تمھاری تماشا گاہ ہو۔ ساری مخلوق کیڑے کا کام دے اور تم بیٹھ کے تماشا دیکھو" اُنکی ان باتوں سے ہمیں اپنی ہستی کی ناپائداری اور اپنی حقیقت نظر آئی۔ اور شرما کے خاموش ہو گئے۔

صحبت دوشین

ہائے کس مزے کی صحبت تھی! اور کیسی پُر لطف! جو چیز یاد آ جاتی ہے دل پر نشتر کا کام کر جاتی ہے۔ کچھ ایسا رنگ جم گیا تھا کہ شاہد آرزو آغوش شوق میں خود ہی چلا آیا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ کوئی حسرت نہیں جو دل میں باقی رہ گئی ہو۔ حریفان صحبت کی بذلہ سنجیاں دلدار ناز آفرین کی رقیب بن گئی تھیں۔ اور دل پُر شوق حیران تھا کہ اُن دونوں میں سے کس کی طرف توجہ کرے؟ ایک طرف کسی کی صورت زیبا تھی جو دل کو اپنی طرف کھینچے لیتی تھی اور دوسری طرف یاران انجمن اور حریفان صحبت کے لطیفے تھے جو دل بیتاب کو گرویدہ بنا رہے تھے۔ لیکن آہ! اس اختلاف میں بھی مزہ تھا اور ایسا مزہ کہ پھر نہ نصیب ہوگا۔ جذبات عیش نے افکار و آلام کو بالکل بھلا دیا تھا۔ شمع سامنے روتی رہی مگر ہمیں خیال نہ کیا۔ پروانے آئے اور دامن شمع میں رقص بسمل کا تماشا دکھا کے شہیدان وفا کے گنج شہیداں میں پہونچ گئے لیکن ہمیں حس نہ ہوئی۔ یہ یاد ہی نہ تھا کہ غم کسے کہتے ہیں۔ اور حسرت کیسی ہوتی ہے۔ مگر افسوس بادۂ عیش کا نشہ بہت تیز ہو گیا تھا۔ اور غفلت نے کبھی اسکا خیال بھی نہ آنے دیا کہ اس شب عیش کی صبح ایسی صبح قیامت ہوگی۔

اے ہمکنار شب! کبھی پھر بھی اپنی پیاری صورتیں دکھاؤ گے؟ ہمیں تو سر و پا کی خبر نہ تھی اور تم بے وعدہ کیسے چلے گئے۔ یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کب گئے؟ کدھر گئے؟ کیوں گئے؟ اور یہ پھر آ ... [illegible]

... تھا کہ سب ... [illegible]

... [illegible]

کچھ بھی نہین - پھر وہی پہلی سی بیقراری ہے - اور وہی اگلی سی بیتابی - بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اب دل مین پہلے سے زیادہ آرزوئین بھری ہوئی ہین - کیونکہ صحبت دوشین بہت سی نئی آرزوئین پیدا کر گئی - یا تو فقط پرسون والے دلرباؤن سے چھوٹنے کا صدمہ تھا یا اب کل والون سے بچھڑنے کا بھی غم ہے -

انجام پر نظر نہ پڑتا اور کنار غضب تو یہ ہے کہ اسی صحبت دوشین مین بہت سے ایسے لطف بھی تھے کہ جن سے مزہ اٹھانا ہی رہ گیا - شمع و پروانے کے راز و نیاز دیکھنے کے قابل تھے - مگر دیکھنے کی فرصت کسے تھی؟ ہم تو خود ہی کسی شمع رخسار کے پروانے بنے ہوے تھے - یاران صحبت کی شوخ طبعیان اور ندیمان انجمن کی از خود رفتگیان مزے دکھا رہی تھین - مگر تم ہی انصاف کرو ہم محبوبۂ دلربا کی سُریلی آواز اور میٹھی میٹھی باتین سنتے یا اُن باتون کو؟ جن کانون مین کسی پری جمال کی نغمہ خیز آواز گونج رہی ہو وہ بھلا کسی اور آواز کو سُن سکتا ہے؟ ان سب چیزون کو بھی جانے دو - ہم تو افسوس دلدار مہ جبین سے بھی دل کھول کے اور جی بھر کے نہین ملنے پائے تھے - کہ نشۂ عیش نے مدہوش کیا - اور شب کے نقیبان صبح نے دم بھر مین شور مچا دیا کہ

صبح دمید شب گذشت ماہِ شبینہ خفت زر   روے سحر سیہ کُنید یار بدین بہانہ رفت

اے صحبت دوشین والو! کیا یہ نہین ممکن ہے کہ ہم پھر تم سب کو جمع کرین؟ ناز آفرین مہمانان شب کو پھر اُسی طرح شمع محفل بنائین؟ وہی سامان عیش پھر فراہم ہو؟ پھر وہی بادۂ عیش کا دَور چل رہا ہو؟ وہی حریفان صحبت ہون؟ اور وہی دلداری و دلبری کے لطف؟ مگر نہین - یہ تمنا دل کی دل ہی مین رہیگی اور قبر تک ساتھ جائیگی - اعادۂ معدوم محال ہے - گذرے زمانے کو پھر حال کی سرحد مین لے آنا انسان کا کام نہین - اور صحبت باہم کے بچھڑے ہوؤن کا پتہ قیامت ہی کو ملے گا -

ہم ہی اپنی صحبت دوشین کو نہین یاد کر رہے ہین بلکہ اس غم سے کوئی خالی نہین دنیا مین کون ہے جو اپنی گذشتہ صحبت عیش کو یاد کر کے نہ رو رہا ہو؟ اور اگلے ندیمان صحبت کے لیے خون کے آنسو نہ بہاتا ہو؟ عہد ماضی کا جو دلچسپ اور دلفریب سمان ہماری نظر کے سامنے ہے اُس سے زیادہ پُر لطف سمان عہد وؤن کی نظر مین ہے - اور اُن سے بھی بڑی آرزو مندی کی تصویر یا رسیدون کو نظر آ رہی ہے - مگر افسوس سب حسرت آلود ہین سب

سب نامراد و ناکام ہین - اور سب اپنی صحبت دردشین کو یاد کرکے بے اختیار چلا اُٹھتے ہین کہ "ایک بار دیکھا ہے اور دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے "

صبح

یہ دلفریب گھڑی علی العموم پسند کی جاتی ہے - اور واقعی عجیب سہانا وقت ہوتا ہے جبکہ ہرایک کی طبیعت مین ایک جوش پیدا ہوجاتا ہے - ہر کوشش مین تازگی ہوتی ہے - جذبات دلی برانگیختہ ہوجاتے ہین - اور ہر شخص سچے دل سے اپنے کام مین مصروف ہوتا ہے - اسوقت شیخ و برہمن دونون کی عبادت مین خلوص اور اثر ہوتا ہے - کھیت جوتنے والا ہرواہا جتنا کام اسوقت کی دو گھڑیون مین کرلیتا ہے دن بھر مین نہین کرسکتا - شاعر جیسی خیال آفرینی اسوقت کرسکتا ہے اور کسی وقت ممکن نہین - مسافر سے جیسی سریع السیری اس نور کی گھڑی مین ظاہر ہوتی ہے اور وقت دشوار ہے - اور کسی دلدار نازآفرین کو رخصت کرنیوالے جس جوش اور ولولے سے اسوقت کی ابتدائی گھڑیون مین رہ رہ کے ملتے اور کھینچ کھینچ کے لپٹتے ہین اور کسی وقت نہین لپٹتے -

اسوقت کے مختلف پہلوؤن پر نظر ڈالی جائے تو عجیب عجیب متضاد کیفیتین نظر آتی ہین یون تو زاہد کی نماز - برہمنون کی پوجا - پری وشون کے گنگا کنارے جانے - اور مسافرون کے راہ طلب مین قدم رکھنے سب مین نمایان فرق ہے اور ایک خاص کیفیت ہے اور جہان دیکھو ایک نیا سمان نظر آئے گا - مگر اس گھڑی کی بعض حالتین بہت ہی ممتاز اور دل پر اثر ڈالنے والی ہین -

صبح کی اصلی حیثیتین دو ہی ہین - رات کا ختم ہونا - اور دن کا برآمد ہونا - پہلی حیثیت سے اسپر کسی گذشتہ کیفیت کا خاتمہ ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے ایک خاص زندگی کا آغاز - اور دونون مین خوشی و غم اور راحت و الم کے دونون پہلو موجود ہین صبح و شام کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان اوقات مین دو وقت ملتے ہین - ہان ملتے تو ضرور ہین مگر اسکو ملنا نہ کہنا چاہیے - کیونکہ رخصت ہونے کے لیے ملتے ہین - ایک وقت آتا ہے اور ایک جاتا ہے - مگر کبھی آنیوالا ایسا محبوب ہوتا ہے کہ جانے والے کے مصیبت سے نجات پانے اور آنے والے کے وصل سے لطف اُٹھانے کی خوشی ہوتی ہے - اور کبھی جانے

والا ایسا عزیز ہوتا ہے کہ اُس سے چھوٹنے اور فراق کی ظالم گھڑی سے سابقہ پڑنے کا غم ہوتا ہے۔
وہ بھی صبح ہے جبکہ شب وصل اور عیش گذشتہ کا خاتمہ ہوتا ہے اور پیارے ہمکناران شب چلنے کی تیاریاں کرکے کہتے ہین "خدا حافظ" اور وہ بھی صبح ہے جب رات بھر کی حرمان نصیبی اور فراق کی روح فرسا بیقراری کا خاتمہ ہوتا ہے اور آفتاب اپنی امید بھری صورت دکھا کے دل مین آرزوؤن کا چراغ روشن کرتا ہے۔

پہلی صبح اور کسی کے لیے چاہے کیسی ہی امید افزا ہو مگر ہمارے حق مین صبح محشر ہے۔ جب ہماری اُتری صورت کی طرح آسمان کی رنگت بھی بدل جاتی ہے۔ اور ہماری ہی طرح پیارے رخصت ہونے والون کے چہرون کے رنگ کو ندامت بدل دیتی ہے۔ ہماری صحبت عیش کی طرح آسمان پر بزم انجم بھی درہم برہم ہونے لگتی ہے۔ اور ہمارے ہمکنارون سے زیادہ مہوشان فلک کی رنگت بدلتی اور اُنکے گورے چہرون پر حسرت برسنا شروع ہوتی ہے۔ تھوڑی ہی دیر مین ایک ایک کرکے سب رخصت ہو جاتے ہین۔ اور رات کے سارے سامان عیش کا دم بھر مین خاتمہ ہو جاتا ہے۔ وہ حجلۂ فلک جو رات بھر حسینان عالم بالا کا عشرتکدہ بنا رہا تھا اسپر مغرور المزاج آفتاب غیظ و غضب کے تیورون سے آکے اپنا قبضہ کرلیتا ہے۔ اور اپنے آتشین نیزے کو ہماری طرف جھکا دیتا ہے کہ سینے مین جو آتش ہجران بھڑکی ہے اُسے اور بھڑکائے۔ اور خون شدہ زخمی دل پر اور چرکے دے۔ طیور کا شور و ہنگامہ اور کسی کو چاہے نغمۂ خوش معلوم ہو مگر دراصل ہماری حرمان نصیبی کا ماتم ہے۔ اور ہر چیز ہمین اپنے غم مین سوگوار معلوم ہوتی ہے۔ فکر ہوتی ہے کہ یہ پہاڑ سا دن کیونکر کٹے گا؟ اور پھر بھی شب عیش کا جلوہ دیکھنا نصیب ہوگا یا نہین؟ شمع کا چہرہ ہماری حسرت کی تصویر ہوتا ہے۔ اور دامن شمع اپنی آرزوؤن کا مقتل۔ غرض جدھر نظر جاتی ہے اور جس چیز کو دیکھتے ہین سوا سامان الم کے اور کوئی چیز نہین دکھائی دیتی۔ کیونکہ جس دلدار ناز آفرین اور جس معشوقۂ مہ جبین کے دم سے دنیا کی ساری مسرتین وابستہ ہین وہی رخصت ہو کے چلی گئی تو پھر کس چیز مین لطف آ سکتا ہے؟ اور چین پڑنے کی کون سی صورت ہو سکتی ہے؟

اب اس حسرت کدے کو چھوڑ کے اُس دوسری صبح کو دیکھیے جبکہ رات کی تکلیف ہجران سے فارغ ہوا چاہتے۔ اور تمام ساعات شب انتظار کے بعد صبح امید نے اپنی صورت

دکھائی ہے۔ یہ بھی کوئی کامیابی و مقصد وری کی گھڑی نہیں ہے لیکن ہاں رات کی حالت کے دیکھتے بہت غنیمت ہے۔ تم اس مین کسی لذت و مسرت کو نہ محسوس کر سکو گے۔ مگر جن لوگون کو ساری رات انگارون پر لوٹتے۔ کانٹون کے بچھونون پر تڑپتے۔ اور بیقراری کے ساتھ کروٹین بدلتے گذری ہے اُن سے پوچھو کہ اس مین کیسی تسلی اور کیسی تسکین ہے۔ ع از دوزخیان پُرس کہ اعراف بہشت است ؛ یہان والون کی نظر مین گذشتہ رات کا آسمان ایک گلخن تھا جس مین کوئلے دہک رہے تھے۔ شمع گُل تھی۔ اور تیرگیِ شب مین موت کا سناٹا تھا۔ ساری رات اشکباری تھی اور گریۂ وزاری۔ کسی حال پر قرار نہ آتا تھا اور کسی پہلو چین نہ پڑتا تھا۔ گھڑیان کاٹے نہ کٹتی تھین۔ گھڑیالی گھڑیان بجاتے وقت ہمیشہ سو جاتا تھا۔ اور طولانی رات نے دامن قیامت سے شرط باندھلی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ طیور مر گئے۔ اور شیخ و برہمن سب کو اُٹھنا بھول گیا۔ ایسی ناکامی و نامرادی کی شب ہجران کے بعد یکایک صبح ہونا اور اُس گھڑی کا آجانا جسکی رات بھر آرزو رہی تھی اور جسکے لیے شام سے اسوقت تک دعائین مانگتے ہی گذری تھی کس قدر تسکین دینے والا ہے؟ مرغان سحر اگرچہ دیر کو اُٹھے مگر اُٹھے۔ اور کچھ ایسی تسلی کی دُھن مین اپنا نغمہ سُنانا شروع کیا کہ دل حسرت نصیب بہل گیا۔ چڑیون کا چہچہانا سُن کے رونا بھول گئے۔ اور اب مسجد کا شیخ اور بتکدے کا برہمن دونون ہمارے دل کو تسلی دے رہے ہین۔ یا تو بے بسی کے ساتھ انتہا درجے کی بیکسی اور تنہائی تھی اور یا عالم ہستی مین زندگی کے آثار نمودار ہوتے ہی ہزارون سمجھانے اور دل بہلانے والے پیدا ہو گئے۔ دل و جگر کے زخمون پر سپیدۂ سحر نے اپنا صحت بخش پھاہا رکھ دیا۔ اور نسیم سحر کے جھونکون نے دل کی لگی اور تنور سینہ کی آگ بجھا دی۔ آفتاب کا روشن چہرہ آرزوؤن سے بھرا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نورانیت کے دامن مین ساری تمنائین موجود ہین اور سورج اپنی کرنون سے امیدون کا مینہ برسا رہا ہے۔ جس سے رات کی ساری کلفت دُور ہوئی جاتی ہے۔ بہرحال اس مین یہ کمال تھا کہ اگرچہ کوئی آرزومندی کی گھڑی نہ تھی جن وعدہ فراموشون کو رات بھر یاد کرتے اور جن کے فراق مین تارے گنتے گذری تھی اگرچہ وہ آ نہین گئے۔ مگر یہ پیاری صبح تھی جس کی معجز نمائی سے فراق مین بھی تسلی ہو گئی۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے نامرادی ہی مین آرزو بر آئی۔

گریہ دونون دنیاے عشق کی شاعرانہ سمجھتے تھین - اور غم ہو یا خوشی دونون سے متاثر ہونیوالے زیادہ تر شعرا تھے یا وہ جو کسی کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہین اور کسی پری جمال کے وعدۂ فردا پر جیتے ہین - وصل و فراق ہی اُنکے عالم ہین - یار کی صورت زیبا نظر شوق کے سامنے سے ہٹی اور بیقرار ہوگئے - اور کسی وعدہ فراموش کے آنے کا مژدہ یا کسی پریوش کے چھڑون کی جھنکار سُنی اور جی اُٹھے - اور جامے سے باہر ہوگئے -

لیکن کاروباری دنیا کی صبح دوسری صبح ہے - اُسے ان صبحون سے کوئی سروکار نہین وہان نہ شب فراق ہے اور نہ شب وصال - رنج و راحت دنیا مین توام ہین اور اُن کو سب ہی سے سابقہ پڑتا ہے مگر صبح نہ اُنکے رنج کو بڑھاتی ہے نہ اُنکے غم کو - بلکہ غور سے دیکھو تو اُنکی صبح ہمیشہ امید و آرزو کی صبح ہوتی ہے - ہان اس عالم مین بھی آنکھ کھلتے ہی رنج و الم اور درد و غم سے دوچار ہو جاتے ہون - مگر اکثر تقریبًا سب ہی کے لیے تازہ امیدین لیکے آتی ہے - اور اُنکے اُمید و آرزو سے بھرے ہوے چہرے اُس وقت چمکنے لگتے ہین - اور رات کی تیرگی دُور ہونے کے بعد کون ہے جسکے چہرے پر صبح کا آفتاب اُمید کا سُنہرا غازہ نہ مل دیتا ہو -

اس وقت کا آرزو بھرا ہوا سین تو ذرا دیکھو کہ کس قدر دلچسپ ہے ؟ صبح کے تارے نے جگمگا کے اپنی نیم بازمستانہ آنکھون کے اشارون سے شیخ و برہمن دونون کو جگا دیا ہے عالم پر سے رات کا موت کا سناٹا دور ہوا ہے - اور مرغ سحر کے ساتھ موذن نے اذان دی - برہمن نے صداے ناقوس بلند کی - اور کلیسیا والے نے گھنٹا بجایا - ان سب کے ساتھ مرغان سحر بھی دلچسپ نغمون سے اپنی بیداری کا ثبوت دینے لگے - سب لوگ بستر سے خوش و خرم ہنستے کھلکھلاتے اُٹھے اور اپنے کامون مین مشغول ہونے کی تیاریان کرنے لگے -

سب سے پہلے کسان اپنے بیلون کو کھول کے اور ہل کندھون پر رکھ کے کھیتون کی طرف چلا - کارخانون مین صبح کی سیٹی بجی اور مرد و زن کے غول خوش خوش بڑی بڑی فیکٹریون کی طرف روانہ ہوے - اور ہر شخص اپنے کام مین لگا - گویا عالم کی مشین جو کچھ رات گئے بگڑ گئی تھی اور ساری رات بند پڑی رہی تھی پھر چلنا شروع ہوئی - صبح کی خوشخرام نسیم جو کسی رات کے جاگے ہوے محو خواب حسین کی برہم زلفون سے

کھیل کے اور شوخیان کرکے آئی ہے - لہلہاتے ہوے کھیتون کو لہرا رہی ہے - جسکا حسن اسوقت بہار پر ہے - اور چمن کی بہار نظرون مین کھبی جاتی ہے - سب سے زیادہ پُرلطف نظارہ اُن کمسن بچون اور نوعمر لڑکون کا ہے جو گھرون سے نکل نکل کے کھیلتے کودتے اسکولون کی طرف جا رہے ہین - یہ زمین کی سب سے زیادہ قیمتی پیداوار ہین - اور انھین کے دَم سے زمانے کی آیندہ اُمیدین وابستہ ہین - ہماری آرزوئین انکے تروتازہ اور بشاش چہرون سے نمایان ہین -

ان تمام چیزون کو دیکھ کے کون ہے جسکی مردہ اُمیدین بھی زندہ نہ ہو جاتی ہون؟ اور جسکے دل مین ذرا بھی یاس کا خوف باقی رہتا ہو اسی سے ثبوت ملتا ہے کہ دنیا فی نفسہ خوشیون اور امیدون سے بھری ہوئی ہے - اور ہر چیز ہم سے کامیابی و مقصد وری کا وعدہ کرتی ہے - ان باتون کو کارکنان قدرت ہر صبح کو نہایت وضاحت سے آشکارا کر دیا کرتے ہین - لہذا صبح کامیابی و مقصدوری ہی سے بھری ہوئی ہے - رہا یہ جو بعض لوگ شاکی نظر آتے ہین وہ اُن کا ذاتی نقص ہے - صبح فی ذاتہ بُری نہین لیکن ہان انسان کو اختیار ہے کہ اپنی صبح بُری بنالے یا بھلی -

طلسم فنا

ابھی چند روز ہوے ایک انگریزی اخبار مین یہ بحث نظر آئی تھی کہ "مرنے کے بعد کیا ہوگا؟" اُس مین سب سے زیادہ چبھتا ہوا یہ فقرہ تھا کہ "اگلون سے اکثر لوگ اپنا زیادہ وقت اسی مابعد الموت کے معمے کے حل کرنے مین صرف کیا کرتے تھے - اور اب بہت کم لوگ اسکی طرف توجہ کرتے ہین" مگر وہ چونکہ ایک مسیحی دنیا کی صدا تھی لہذا انجام مین مسیحیت ہی کی طرف توجہ دلائی گئی - اور اُسی تنگ خیالی پر اُسکا خاتمہ ہوگیا جسکی جھلک آج کل یورپ والون کی اکثر تحریرون مین اور خاصتہً اُن تحریرون مین نظر آیا کرتی ہے جو مذہب یا معاشرت یا تاریخ کے متعلق ہوا کرتی ہین -

انسان کو جس چیز مین سب سے پہلے اور سب سے زیادہ نمایان طور پر اپنی بےبسی نظر آئی وہ موت ہے - اُس نے پہلے پہل جب کسی کو مرتے دیکھا ہوگا تو خدا جانے اُس کا کیا حال ہوا ہوگا - وہ گھبرایا ہوگا کہ یہ شخص جو ابھی باتین کر رہا تھا یک بیک

خاموش کیون ہو گیا - اور اس سے تو ایک گھڑی بھر کے لیے بھی نچلا نہیں بیٹھا جاتا تھا آخر یہ یکبارگی بجیب و حرکت کیون ہو گیا؟ اس راز کے دریافت کرنے کے لیے اُس نے کیا کچھ سر نہ مارا ہو گا؟ اور کہان کہان کی خاک چھانی ہو گی؟ ہر شخص سے بلکہ ہر شجر و حجر تک سے دریافت کرتا پھرا ہو گا کہ موت کیا چیز ہے؟ مگر کہین سے کچھ جواب نہ ملا ہو گا۔ اور آخر تھک کے بیٹھ رہا ہو گا - کہ یہ راز سربستہ کسی طرح حل نہین ہو سکتا۔

مگر افسوس اس معمے کے حل کرنے مین جس طرح وہ پہلا انسان عاجز اور بدست و پا تھا اُسی طرح آج ہزارہا برس گذر جانے کے بعد بھی انسان ویسا ہی لاجواب اور خاموش ہے۔ اور کچھ نہین کہہ سکتا - اس معمے نے دنیا کے آغاز ہی مین انسان کو فلسفیانہ روحانیت کا خیال دلایا - یہ خیال بیجا نہ تھا کہ جو چیز قفس جسمانی کے اندر رہ کے زندہ دلی اور طرح طرح کے کرشمے دکھا رہی تھی اُس سے اس جسم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد کیا کچھ کمالات نہ ظاہر ہوتے ہونگے؟ یہ جملہ اگرچہ بہت آسانی اور صفائی سے کہہ دیا جا سکتا تھا کہ جو چیز جسم کے اندر سے یہ معجز نمائیان دکھا رہی تھی وہ ایک عارضی کیفیت تھی جو جسم کے اندر ہی فنا ہو گئی۔ مگر اسپر کسی کو اطمینان نہ ہوتا تھا اور نہ یہ تسلیم کرنے کو جی چاہتا تھا کہ ایک ایسی زبردست قوت یون آناً فاناً مین فنا ہو جائے۔ جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد کسی روح کے قائم و برقرار رہنے کا خیال آنا تھا کہ انسان کو خیال کی آنکھون سے ارواح کا ایک بڑا بھاری عالم نظر آ گیا - پہلے اُسے دنیا ہی کے ہر سناٹے اور ہر خاموشی کے مقام مین بُری بھلی ہر طرح کی روحین نظر آئین - اُسے درختون مین - جھاڑیون مین - پہاڑون مین - وادیون مین - دریاؤن مین - نہرون مین جنگلون مین اور بیابانون مین ہر جگہ روحانی مخلوقات نظر آنے لگی - اُس نے بڑے بڑے زبردست اور قوی ہیکل دیوتا دیکھے - بڑی بڑی خوبصورت دیویان دیکھین - اور جدھر نظر اُٹھائی اس جسمانی عالم سے زیادہ بڑا اور زیادہ وسیع عالم ارواح نظر آیا جس مین فرشتے تھے - جن تھے - ہیبت ناک دیو تھے - پریان تھین - شیاطین اور بھوت تھے - اور اُن ہی روحون کے غول مین اُسے اپنے وہ عزیز اور محبوب دوست بھی نظر آ گئے جو اُس سے چھین کے غیر مجسم مخلوقات کے عالم مین بھیج دیے گئے تھے۔

دنیا کی اس روحانی ترقی نے دماغون اور عقیدون مین پہلو بدلتے بدلتے اور ایک

خاص مزاج اور خاکہ قائم کرتے کرتے افلاطون اور پرانے صوفیون کا عالم مثال پیدا کیا - بلکہ اس سے بھی پہلے نامہ زرتشت مین بتایا گیا کہ "زمین پر جو کچھ ہے اُن چیزون کا عکس اور سایہ ہے جو آسمان پر ہین" یعنی آسمان ارواح کا خزانہ ہے اور یہان جو کچھ ہے وہان بھی موجود ہے - بلکہ وہ اصل ہے اور یہ زمین والی صورتین اور شکلین اُسکا سایہ اور عکس ہین - یہ وہ زمانہ تھا جب انسان کو موت کے راز کے علاوہ آسمان بھی ایک بڑا طلسم خانہ نظر آیا تھا - جہان تارے اور چاند سورج اور مختلف کیفیتین تو نظر آتی ہین مگر اس کا پتہ نہین چلتا کہ یہ سارا کارخانہ کیا ہے اور کیون ہے ؟ اور اس بالائی قصر زمردین مین ان نورانی اجرام کے ساتھ اور کیا کیا چیزین ہین ؟

چند روز کے غور و خوض کے بعد انسان کا یہ خیال قائم ہوا کہ یہ آسمان ہی روحون کا خزانہ یا عالم ارواح ہے - ہمارے یہان تمام روحین آسمان سے آتی اور پھر وہین چلی جاتی ہین - اسوقت سے روحانیت اور نورانیت مین علاقہ پیدا ہوا - اور لوگون کو خیال ہوا کہ یہ دونون چیزین ایک دوسرے سے قریب ہین - اور نورانیت ایک کثیف درجے کی روحانیت ہے جو بمقابل تمام اجسام کے ارواح سے بہت قریب ہے -

لیکن اتنی ترقی اور ان تمام خیال آرائیون کے بعد بھی غور سے دیکھا تو موت کا مسئلہ ویسا ہی لاینحل تھا - اب خیالات کی کثرت نے یہ حالت کردی کہ نہ تو اسی پر دل جمتا تھا کہ مرنے کے بعد یہ زندگی کی کیفیت مطلقاً فنا ہوجاتی ہے اور نہ اسی کا پورا پورا یقین آتا تھا کہ روح جسم سے نکل کے کسی دوسرے عالم مین چلی جاتی ہے -

نوع انسانی کی ہدایت اور اُسکے اصول زندگی کے مرتب و منضبط کرنے کے لیے مذاہب پیدا ہوے تو اُنھون نے بھی سب سے زیادہ فائدہ اسی موت کے نہ حل ہونے والے معمے سے اُٹھایا - مذاہب کو اس بات کی تعلیم دینی تھی کہ اچھے کام کرو - اور بری باتون سے باز آؤ - مگر دنیا مین کوئی ایسی زبردست قوت نہ تھی جو انسان کو اُنکی ہدایات کے ماننے اور اُنپر عمل پیرا ہونے پر مجبور کردیتی - جب تک بھلائی کا انعام دینے کے لیے کوئی دارالجزا اور برائی کی سزا دینے کے لیے کوئی دارالبوار موجود نہ ہو - غیر ممکن تھا کہ انسان جس مین بھی خواہشات کا جوش تھا اُس کا ہر ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر عالم و جاہل کسی کام کرنے یا اُسکے ترک پر مجبور ہو جائے - چنانچہ اُنھون نے جنت و دوزخ کو موت ہی کے دامن مین

چھپا ہوا بتایا۔

اُدھر موت نے دنیا والون کو اس قدر ستایا اس درجہ بے بس کیا اور ایسے ایسے دُکھ دیے تھے کہ لوگون کو خود موت ہی کسی مہیب دیو اورکسی خونخوار بلا کی صورت مین نظر آنے لگی تھی - وہ ہر توانا اور صاحب اثر شخص کے سامنے جاجا کے موت سے پناہ مانگتے تھے مگر پناہ نہ ملتی تھی - انسان کی اس کمزوری کو دیکھ کے لاکھون حکیم اور طبیب اور ہزارون سیانے پیدا ہوگئے - جنھون نے دوائین دین - گنڈے دیے - تعویذ دیے - اور سیکڑون جتن کیئے - مگر موت ایسی بلا نہ تھی جو کسی کے ٹالے ٹل سکتی - یا کوئی علاج سودمند ہوتا - بہرحال سارے عالم کے عجز اور بڑے بڑے عقلا کی بیچارگی نے موت کو ایک ایسا پردہ ثابت کر دیا جسکے اُس طرف کا حال کسی کو نہین معلوم - اور قطعی طور پر طے پا گیا کہ جب تک کوئی جام مرگ کو نہ پی لے نہین جان سکتا کہ اُس مین کیا ہے -

موت نہ ہوتی تو آج دنیا مین انسان کو رہنے کے لیے جگہ نہ ملتی - اس لیے کہ موت کا فرشتہ بعد والون کے لیے ہمیشہ جگہ خالی کراتا رہتا ہے - دنیا ایک بڑا دلچسپ میلا ہے جسکی سیر کو لوگ آتے ہین - اور جس طرح کسی جگہ زیادہ مجمع ہوتے دیکھ کے پولیس کا کانسٹبل کہتا ہے "دیکھتے جاؤ اور گذرتے جاؤ" اور کسی کو ٹھہرنے نہین دیتا - اُسی طرح موت دنیا مین آنیوالون کو یہان قرار نہین لینے دیتی - اور سب کو ہنکا ہنکا کے اُس بستی مین پہونچا دیتی ہے جہان سے پھر کوئی پلٹ کے نہین آیا -

خیال تو کرو کہ کیسے کیسے لوگون اور کس کس پایہ کے بزرگون کو موت نے ہنکا کے عدم آباد مین پہونچا دیا ہے ؟ سب گئے - کسی نے جانے مین عذر نہین کیا - مگر افسوس جتنے گئے ہین سب نہایت بے بسی کے ساتھ گئے ہین - ان جانے والون مین بڑے بڑے اُولوالعزم بادشاہ ہین - فوجون کے فتحمند سپہ سالار ہین - انبیا و رسل ہین - اولیا و اتقیا ہین - غرض اچھے بُرے سب ہی طرح کے لوگ ہین - اور سب ایک ہی راستے سے گئے ہین -

مذاہب سنے مرنے والون کی نسبت اپنے اپنے مذاق کے موافق جدا جدا فتوے دیتے ہین اور اپنے پیرؤن کے سوا دوسرون کا انجام بُرا بتایا ہے - ہمین اُن کا کہنا ماننے مین عذر نہین - مگر یہ تو دیکھو کہ دنیا سے جانے مین سب کی حالت یکسان ہی رہی -

کُنجِ عُزلت

دنیا کے جھگڑو! تم سے نجات پانے اور تمھاری تکلیفون سے بچنے کے لیے کوئی مامن بھی ہے؟ جہان ہم اطمینان سے بیٹھ سکین۔ اور کوئی ہمین نہ ستائے۔ فارغ البالی کی زندگی بسر کرین۔ اور کوئی ہمارے عیش کو بے مزہ نہ کرے۔ کسی فکر کو پاس نہ پھٹکنے دین اور کسی تردد کی ہم تک رسائی نہ ہو۔ اگلے کہہ گئے ہین ع "ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را" لیکن وہ "گوشۂ تنہائی" کہان ہے؟ ہمنے تو ہزار ڈھونڈھا کہین نہ پایا۔ لاکھ سر مارا کہین پتہ نہ چلا۔ آخر وہ کدھر ہے؟ کس جگہ ہے؟ کس سرزمین مین ہے؟ اور کس اقلیم مین واقع ہے؟ جہان جاتے ہین اور جس طرف نظر اُٹھا کے دیکھتے ہین اُس سچے "مامن" اور حقیقی "جاے پناہ" کا سراغ نہین لگتا۔ جہان تک فکرین نہ پہونچنے پاتی ہون اور خیالات پریشان کی رسائی نہ ہوتی ہو۔

کیا وہ ظلمات مین ہے جہان آبِ حیات ہے؟ جس کی تلاش مین اگلے ہزار سرگردان رہے مگر نہ پایا۔ جس کی جستجو مین بڑے بڑے سیاحون نے دنیا کی خاک چھانی اور نہ پہونچ سکے۔ لوگ کہتے ہین کہ حضرت خضر سکندر کو آبِ حیات کے چشمے پر لیگئے۔ جام حیات پیا اور چاہا کہ سکندر کو بھی پلائین۔ مگر اُس چشمے کے کنارے اس قدر جاندار زندگی کے ہاتھون سے عاجز اور موت کے آرزومند دکھائی دیے کہ سکندر کو جینا بلاے جان نظر آیا۔ اور یہ خیال کرکے کہ ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے آبِ حیات کے پینے سے انکار کردیا۔ خضر نے سیر ہوکے پیا۔ جسکے پیتے ہی وہ موت سے آزاد اور ملک الموت کی پہونچ سے باہر ہوگئے۔ مگر ناکام و نامراد سکندر جس نے بہادری کے ساتھ زندگی و موت کی کشمکش مین پڑنا گوارا کرلیا تھا۔ فکرون کا ناقابل برداشت بوجھ اپنے سر پر لادے ہوے واپس آیا۔ اس سے بحث نہین کہ دونون مین سے کون اچھا رہا۔ مگر بظاہر تو ہمین دونون برابر نظر آتے ہین۔ آج ہماری آنکھون کے سامنے نہ خضر ہی موجود ہین اور نہ سکندر۔ خضر نے اگر آبِ حیات پی کے ابدی زندگی حاصل کی تو سکندر کو بھی اُسکے کارنامون نے آج تک مرنے نہین دیا۔ دونون کے نام رہتی دنیا تک زندہ رہین گے اور کسی کے مٹائے نہین مٹ سکتے۔ موت و زندگی نے اُنکے جسمون کے ساتھ جو سلوک چاہے کیا ہوگا

مگر اُنکے ناموں پر موت کا زور بالکل نہیں چل سکا۔ چنانچہ زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔

یہ مانا کہ سکندر دنیا سے رخصت ہوگیا اور خضر موجود سُنے جاتے ہیں۔ مگر خضر و سکندر میں اصلی فرق زندگی و موت کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایک دوسری حیثیت سے ہے۔ سکندر نے چاہے خضر کے آبِ حیات کو نہ پیا ہو۔ مگر اُسے آبِ حیات کا ایک دوسرا چشمہ مل گیا۔ جس کی وجہ سے اُسنے بھی ابدی و سرمدی زندگی حاصل کرلی۔ مگر جو چیز خضر کو ملی اور سکندر کو نہ مل سکی وہ کنجِ عزلت یا گوشۂ تنہائی ہے۔ بدنصیب سکندر کو وہ کنجِ عزلت نہیں مل سکا۔ حسرتوں اور آرزوؤں۔ ہوسوں اور تمناؤں کا ایک بارِ عظیم سر پر لیے ہوے وہ چاروں طرف پھرا اور کہیں خموشی اور بےفکری کا مامن نہ مل سکا۔ جہاں اپنے سر کے بوجھ کو پھینک کے وہ بےپروائی اور آرام کی زندگی بسر کرتا۔ لاکھ سر مارا مگر کچھ زور نہ چلا۔ اور آخر اسی بوجھ کے دباؤ سے بیمار پڑ کے بابل میں مرگیا۔ مگر خضر کو وہ گوشۂ عزلت مل گیا۔ جہاں نہایت اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ کوئی فکر پاس نہیں پھٹکنے پاتی۔ کسی آفت کا سامنا نہیں ہوتا۔ کوئی خطرہ دل میں نہیں آتا۔ اور کوئی سودا دماغ میں نہیں سماتا۔ دنیا میں ہیں۔ مگر کوئی اُن تک نہیں پہونچ سکتا۔ زندہ ہیں مگر زندگی کی تلخیوں سے آزاد۔ ایک کونے میں خاموش و بےغرض بیٹھے ہیں۔ اور دُنیا کے تغیرات ایک دائمی تھیئٹر بنکے اُنھیں روز ایک نیا تماشا دکھاتے اور عالمِ تخلیق کے ایکٹر ہر لحظہ اُنکے سامنے نیا کھیل کھیلتے ہیں۔ بچوں کی اُس سیر بین کی طرح جس میں شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہر گھڑی پہلا نقشہ بگاڑتے اور نیا بناتے ہیں دنیا کا جغرافیہ روز بدلتا ہے۔ پل پل میں پرانا کارخانہ غائب اور نیا قائم ہوتا ہے۔ ہر روز ایک نیا بہادر میدان میں آکے جوہرِ شجاعت دکھاتا۔ ہزاروں اور لاکھوں نبرد آزماؤں کو مغلوب کرتا۔ شہرت و ناموری حاصل کرتا۔ اور خاک میں مل جاتا ہے۔ بڑے بڑے متبحر عالم و فاضل حاذق طبیب و معالج۔ کامل فن صناع و مہندس ناموری کے اسٹیج پر آتے اور اپنے کمالات و ہنر دکھانے کے بعد نہایت ہی حسرت و ناکامی کے ساتھ دوسروں کے لیے جگہ خالی کرکے چلے جاتے ہیں۔ گمنام اور کم مایہ لوگ عروج پکڑتے۔ دولت و حشمت میں نمود حاصل کرتے۔ اور پھر ذلت میں پڑ جاتے ہیں۔ سلطنتیں بنتی اور بگڑتی [illegible]

اور قوین ناموری کے ملأ اعلیٰ پر پہونچ کے گرتی اور حضیض ادبار کے تحت الثریٰ مین پہونچ جاتی ہین - ان تمام انقلابات عالم سے سب متاثر ہوتے - ہنستے اور روتے - خوشیان مناتے اور مبتلاے الم ہوتے ہین - مگر اکیلا ایک شخص اپنے خاموشی کے گوشۂ عزلت سے ان چیزون کا تماشا دیکھتا اور لطف اُٹھاتا ہے - وہ کون ہے؟ حضرت خضر - شعرا اُن پر چاہے جیسے آڑی ترچھی آئین - آج کل کے انگریزی دان اور پرانے اہل حدیث چاہے اُنکی زندگی سے انکار ہی کیون نہ کردین - مگر اُنھین پروا نہین - ہماری طرح ناتجربہ کار ہوتے تو لوگون کے تانے اور شاعرون کے چھیڑنے سے کبھی نہ کبھی برافروختہ ہوکے اپنے کنج عزلت سے باہر نکل آتے - مگر نہین - اُنپر کسی بات کا اثر نہین ہوتا - وہ پرواہی نہین کرتے کہ دنیا والے اُنکی نسبت کیا کہتے ہین -

خضر نے سکندر کو آب حیات کے چشمے تک پہونچا دیا مگر وہ اپنا عزلت کدہ اور حوادث روزگار سے بچنے کا مامن نہ دکھایا کہ اُسے جینے مین مزہ آنے کی امید ہوتی - اور یہ اندیشہ نہ پیدا ہوتا کہ زندگی عذاب الیم ہو جائیگی - اُسے اگر خضر کا وہ مامن مل جاتا تو پھر وہ اُس بُڑھاپے کی بے دست و پائی کا ذرا خیال نہ کرتا اور ہوس ملک گیری سے بھی دست بردار ہو جاتا -

سچ یہ ہے کہ دنیا مین کنج عزلت ہی وہ زبردست قلعہ ہے جہان تک حوادث روزگار کی رسائی نہین ہوتی - اور دستبرد زمانہ جس کا کچھ نہین بگاڑ سکتی - بڑی بڑی سلطنتون اور بڑے بڑے فاتحون نے دنیا مین سیکڑون ایسے مضبوط اور زبردست قلعے بنائے ہین جن پر لوگون کو بڑے بڑے دعوے تھے - بابل و نینوا کے ایسے قدیم شہرون سے زیادہ محفوظ اور بھروسے کے شہر اور قلعے کون ہونگے؟ مگر زمانے کے بے روک ہاتھون نے سب کو مٹا دیا - اس مین شک نہین کہ آجکل کے قلعے پرانے قلعون سے زیادہ محفوظ اور ناقابل گذر ہوتے ہین - جن کے قریب تک بھی دشمن کا گذر نہین ہو سکتا - مگر اس مین بھی کسی کو شک نہ ہوگا کہ زمانے کا دست ستم کبھی نہ کبھی ان کو مسمار کرہی دیگا - اور آفات ارضی و سماوی کی فوجین اور مرور ایام کے حملہ آور انھین مٹاہی کے رکھ دین گے -

لیکن کنج تنہائی کے سیدھے سادے اور بے تکلف قلعے تک نہ کوئی دنیا کا زبردست

سے زبردست فاتح پہونچ سکتا ہے اور نہ اُن قدرتی حملہ آوروں کی رسائی ہوسکتی ہے جو دنیا کی ہر چیز کے مٹانے پر تیار رہا کرتے ہین - فلکِ پیر کے ستم ساری دنیا پر ہوتے ہین مگر اس گوشۂ عزلت تک اُس کا ہاتھ بھی نہین پہونچ سکتا -

الغرض کنج عزلت ہی وہ مقام ہے جہان ہم ہر قسم کے آزار اور ہر طرح کے آلام و حوادث سے نجات پا سکتے ہین - مگر افسوس اُسکا پتہ نہین - اور نہ کوئی پتہ دینے والا ہے - خضر نے سکندر کے ایسے نامی دوست کو آبِ حیات کا چشمہ بتا دیا مگر اُس گوشۂ عزلت کا پتہ نہ دیا جہان وہ کمال فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہین تو بھلا ہمین یا کسی اور کو کیا پتہ دینگے ؟ بعض بعض بزرگون سے کبھی کبھی خضر سے ملاقات بھی ہوجایا کرتی ہے - مگر افسوس ہمین کہین نہ ملے - ورنہ اُن سے پوچھتے اور التجا کرتے کہ کبھی ہمین بھی اپنے سچے عشرت کدے کی سیر کرا دیجیے - دیکھین تو سہی وہان کیا ہے اور کیسے کیسے سامان عیش مہیا ہین - کہ کسی قسم کی فکر پاس نہین پھٹکنے پاتی - اور آلام و ہموم دُور ہی دُور رہتے ہین -

لیکن ایسا نہین - جس گوشۂ عزلت مین افکار و آلام سے نجات ملتی ہے وہان کچھ بھی نہین - نہ کوئی عیش کا سامان ہے نہ کسی قسم کی دلچسپیون کے کھیل ہین - نہ ہمارے مذاق کا ولایتی فرنیچر ہے - نہ جدید آلات و ذرائع عیش ہین جو سائنس کے معجزات سے ان دنون پیدا ہوگئے ہین - نہ وہان بادۂ احمر کے دَور چلتے ہین اور نہ کسی زہرہ جبین کا وصال ہوتا ہے بلکہ بڑھا کے خیال کا نروان ہے جس مین عدمی کیفیتون کے سوا ہستی کا کوئی کرشمہ نہین - وہان جو کچھ لذت و مسرت ہے اسی بات کی ہے کہ کوئی چیز نہین بلکہ وہان پہونچنے کے بعد شک پیدا ہوجاتا ہے کہ ہم بھی ہین یا نہین -

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنج عزلت کہین گورِ غریبان کے پاس ہوگا - بیشک یہ خوابگاہ عدم کے مست خواب جس بے فکری کے ساتھ قیامت سے شرط باندھ کے لیٹے ہین اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنج عزلت مین پہونچ گئے - جہان خاموش لیٹے ہین نہ کسی سے بولتے ہین نہ چالتے ہین - اور یہان تک بے پروا ہین کہ زمانہ خود اُنکے جسم کے ساتھ جیسا سلوک چاہے کرے برا نہین مانتے - گوشت سڑ کے خاک ہوجائے تو پروا نہین - ہڈیان گل کر مٹی مین مل جائین تو فکر نہین - ہم دو ہزار مرتبہ کسی محشر خرام کی ٹھوکر سے مر کے

زندہ ہوے مگر یہ کسی کی نہین سنتے - ان پر نہ کسی کے لب جان بخش کی مسیحائی چلتی ہے اور نہ انھین کسی شوخ ادا کی قیامت خرامیان جگاتی ہین - جس رُخ پر لیٹ گئے لیٹ گئے پھر کروٹ بھی نہین بدلتے - یقیناً یہ کنج عزلت مین پہونچ گئے ہین - اور وہ لطف اُٹھا رہے ہین جسکے نصیب ہونے کی ہمین جان دینے پر بھی امید نہین -

لیکن نہین - سنتے ہین کہ ان خاموشان ازل کو بھی قیامت کا دھڑکا لگا ہوا ہے - چاہے ہم سے نہ بولین - ہماری بات کا جواب نہ دین - اور اسکے روادار نہ ہون کہ انکی خاموشی کی لذت کسی اور کو بھی نصیب ہو سکے مگر زندگی مابعد الموت کے جھگڑون اور ثواب و عذاب کے اندیشون سے نہایت پریشان و متردد ہین - کھٹکا لگا ہوا ہے کہ دیکھیے کہ آیندہ کیا ہوگا - اور روز جزا مین کیسی پیش آئے گی - افسوس وہ گوشۂ عزلت جہان فکرون اور خطرون کا گذر نہ ہو یہان بھی نہین ملا -

تو اُسے کہان ڈھونڈھین؟ کیا مایوس ہو کے بیٹھ رہین؟ مگر ہاے فکرین اور روز روز کے آلام و حوادث بیٹھنے بھی تو نہین دیتے - جب کسی آفت کا سامنا ہوتا ہے یہی جی چاہتا ہے کہ وہ کنج عزلت مل جاتا جس مین پہونچتے ہی دروازہ بند کرکے بیٹھ رہتے اور اس آفت سے نجات مل جاتی - اور جس گھڑی مصیبت سر پر آکے پڑ جاتی ہے دل کا تقاضا شروع ہوتا ہے کہ اُسی گوشۂ تنہائی کو ڈھونڈھ نکالو جہان حضرت خضر مسرت و آرام اور اطمینان و امن و امان کے ساتھ جا کے بیٹھ رہے ہین -

جس طرح کیمیا کے متعلق ہزارون آدمیون پر شبہہ ہوتا ہے - اور پھر بھی پتہ نہین چلتا کہ اُس کا نسخہ کسے معلوم ہے - اُسی طرح ہمین ہر گروہ اور ہر شخص پر دھوکا ہوتا ہے کہ اُسے گوشۂ عزلت کا راستہ معلوم ہوگا - لیکن جستجو کے بعد کوئی ایسا نہین ملا جو ادھر کا راستہ بتائے اور ہم راہ نجات کے مسافر بنکے وہان پہونچین -

زیادہ تر گمان تارک الدنیا لوگون اور علماے روحانیین پر ہے کہ انھین اس منزل نجات کا سراغ لگ گیا ہے - اسلیے کہ انھین جیسا اطمینان قلب حاصل ہے اور سامان دنیوی کو یہ جیسی بے پروائی اور کمال استغنا کی نظر سے دیکھتے ہین اور کسی کو نہین دیکھا - گو ان مین بھی بہت سے ایسے دنیا پرست ہین جن کے دل مین ہمارے دلون سے زیادہ ہوسین بھری ہوئی ہین - مگر انھین کی وضع مین چند ایسے بھی اور سور[illegible]

بھی ہین جنھون نے نفس کشی اور جہاد نفس کے ذریعے سے کنج عزلت کے زبردست قلعہ کا پتہ لگا کے اُسے فتح کر لیا ہے۔ کاش اُن تک ہماری رسائی ہوتی۔ اور اُنکے ہاتھ مین ہاتھ دیکے ہم التجا کرتے کہ ہمین بھی وہین پہونچا دیجیے جہان آپ ہین لیکن قیامت تو یہ ہے کہ جو اطمینان قلب کے سچے عزلت کدے مین پہونچ گیا اُسے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی۔ ہم اُسے ہزار تلاش کرین وہ ہم سے دُور ہی دور رہتا اور ہماری صورت دیکھ کے بھاگتا ہے۔

لیکن جب اور سب راستے بند ہین تو ہمین ایسے ہی فاتح کنج عزلت کا انتظار کرنا چاہیے۔ شاید کہین مل جائے۔ ہماری التجائین اُسکے دل پر اثر کرین۔ اور وہ ہمین اُس حقیقی امن مین پہونچا دے۔ گوشۂ تنہائی ملنے کی اگر کوئی سبیل ہے تو بس یہی ہے۔ اور اتنا سہارا بھی ہمین زندگی بسر کر دینے کے لیے کافی ہے۔

خود نمائی

(یہ مضمون انگریزی کے جادو بیان اڈیسن کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے)

کیسی حیرت کی بات ہے کہ جو شخص اپنی ساری کمزوریون اور ناقابلیتون کو جانتا ہو وہ شہرت و ناموری کی ہوس کرے! اور یہ ہوس اُسے اس قدر اندھا کر دے کہ اپنی بُرائی۔ نالایقی۔ جہالت اور اپنے سارے عیبون کو بھی وہ تعریف کے قابل سمجھنے لگے۔ اور کوشش کرے کہ جہان تک بنے اُنھین کے ذریعے سے شہرت اور نمود حاصل کرون اور اپنی تعریف کے قصیدے سُنتا رہون۔

انسان کی اکیلی خوبیون ہی پر اگر نظر ڈالی جائے تو وہ تعداد اور مقدار مین بُرائیون سے کہین زیادہ ثابت ہون گی۔ اسپر بھی اگر کوئی غور کرے تو صاف کھُل جائیگا کہ ایسا شخص بھی گو اُس مین اتنی خوبیان ہین کبھی اُن پر فخر و ناز نہین کر سکتا۔ یون تو ہر شخص کو دوسرے کے مقابل اپنی ذات مین کوئی نہ کوئی خوبی مل جائیگی جو دوسرون مین نہ ہو۔ اور جس کے لحاظ سے وہ اپنے آپ کو دوسرون سے ممتاز کر سکے۔ مگر عقل والا ایسی خوبی کا خیال نہین کیا کرتا۔

عقلمند اور بیوقوف کے خیال مین بس اتنا ہی فرق ہے عقلمند چاہتا ہے کہ خود مجھ

مین کوئی خاص قسم کی خوبی ہو۔ اور بیوقوف یہ خیال کرکے اپنے آپ کو ممتاز بتاتا ہے
کہ مین دوسرون سے اچھا ہون۔ کیونکہ اُن لوگون مین بہت سی ایسی بُرائیان ہین
جو مجھ مین نہین۔ عقلمند خود اپنے عیبون کو دیکھتا رہتا ہے اور بیوقوف دوسرون
کے عیبون کو۔ عقلمند کی نظر فقط اپنی بُرائیون پر پڑتی ہے اور بیوقوف کی نظر فقط اپنی
خوبیون پر۔ عقلمند اُسی وقت خوش ہوتا ہے جب اپنی ذات مین کوئی عیب نہ پاوے
مگر بیوقوف کی خوشی فقط اسپر منحصر ہے کہ چند لوگون مین اُسکی واہ وا ہو جائے۔
مگر یہ شہرت کی ہوس چاہے کیسی ہی لغو اور بیہودہ ہو اکثر اس سے عمدہ نتائج بھی
ظاہر ہو جاتے ہین۔ کیونکہ اُس سے انسان مین فقط اسی بات کا شوق نہین پیدا ہوتا
کہ بُرائیون سے متنفر و محترز رہے۔ بلکہ یہ ہوس اُسے ہمیشہ ایسے کامون مین لگائے رکھتی
ہے جو بہت اچھے اور اعلیٰ درجے کے ہون۔ اور اسی دُھن مین وہ اکثر بہت کچھ کر گذرتا
ہے۔ الغرض یہ ہوس عام اس سے کہ معیوب ہو یا مہمل اسکے نتائج نوع انسان کے
حق مین ایسے اچھے ثابت ہوے ہین کہ اُسے چھوڑ کے ضائع نہ کر دینا چاہیے۔ ہمارے نزدیک
دنیا مین جتنے بڑے لوگ گذرے ہین سب اسی بیہودہ ہوس کے طفیل مین
پیدا ہوے تھے۔

غور سے دیکھو تو یہ ہوس بہ نسبت مردون کے عورتون مین زیادہ ہوتی ہے۔
عورتین شہرت کی بہت ہی طالب ہوتی ہین۔ چنانچہ اس شوق مین اُنکے ہاتھون سے
اکثر اچھے اچھے کام بھی انجام پا جاتے ہین۔ کیونکہ اُنکے دل مین ہمیشہ یہ شوق موجود
رہتا ہے کہ ہماری صفتون۔ نیکیون۔ اور خوبیون کی وجہ سے دنیا مین ہماری تعریف
ہو۔ اور صرف اسی خیال سے اُنھین نیکیون اور صفات حسنہ سے زیادہ اپنی عزت کا
پاس ہوتا ہے۔ دنیا مین پاکدامنی۔ وفاشعاری۔ اور ایثار نفس کی مثالین کثرت
سے موجود ہین۔ بہت سی عورتین اپنے بچون کی تعلیم۔ اپنے خاندان کی خبرگیری۔ اور
اپنے شوہر کی اطاعت مین مشہور ہوتی ہین۔ سچ پوچھیے تو یہی صفت عورتون کا اصلی
جوہر ہے۔ یہی اُنکے بڑے بڑے کارنامے ہین۔ اور یہی اُنکی خوبیان اور نیکیان ہین۔
بخلاف اُنکے مرد اپنی شہرت جنگ و جدل کے میدانون۔ تجارت کے بازارون اور
انصاف کی کرسیون کے ذریعے سے حاصل کرتے ہین۔

لیکن شہرت کی ہوس عورتون کے حق مین جس قدر مفید ہے اُسی قدر مضر بھی ہے کیونکہ اگر وہ کسی نیک کام کے لیے ہو تو بہت ہی مفید ہے۔ لیکن اگر محض نمایش وخود نمائی پر مبنی ہو تو وہی اُنکے حق مین سخت تباہی کا باعث ہو جاتی ہے۔ مین اس موقع پر فقط اُسی ہوس ناموری کی حالت دکھانا چاہتا ہون جو صرف نمایش کے لیے ہوتی ہے۔ اور جس کا انجام سوا پچھتانے کے کچھ نہین ہو سکتا۔ بعض خاص وجہون اور مصلحتون سے نام نہین لیا چاہتا۔ لہذا اُس خودنما اور خودستا نازنین کو "دلربا" کے لفظ سے یاد کرون گا۔

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبران گفتہ آید در حدیثِ دیگران

میری اُس دلربا کو جب دیکھو بناؤ چُناؤ کی فکر مین رہتی ہے۔ اور خودآرائی وخودنمائی کے سوا کسی بات کا خیال نہین آتا۔ جب دیکھو اُسکے چشم وابرو۔ خط وخال۔ وضع ولباس۔ اور چال ڈھال مین کوئی نہ کوئی ایسی ادا ضرور پائی جائیگی جسے دیکھکے اگر کوئی شخص دل ہاتھون سے نہ تھام لے تو زبان سے "آہ" ضرور نکل جائے گی۔ تعریف اور عام قدردانی کے شوق مین یہ کافر ماجرا "دلربا" ہر صحبت اور ہر محفل مین جا پہونچتی ہے۔ تاکہ بیتاب وبیقرار دل رکھنے والون کو اسیر گیسو کرکے اپنا غلام اور مطیع فرمان بنالے۔ ہر شام کو وہ بڑے کروفر سے اپنی چند پرکالہ اور مشق ستم کرنیوالی ہمجولیون کے ساتھ بڑی بڑی گذرگاہون سے گذرتی اور ہجوم عشاق پر نگاہِ ناز سے بجلیان گرائی ہوئی نکل جاتی ہے۔

ان نازنینون سے اگر کوئی بات کرنا چاہے تو لازم ہے کہ بڑے ادب سے اور نہایت ہی موزون ومناسب الفاظ مین اُن سے خطاب کرے۔ اُنکے ناز اور تبختر سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہمارا مرنا جینا انھین کے قبضۂ قدرت مین ہے۔ عالمِ بالا کی خوشیان۔ اور تحت الثریٰ کی تکلیفین انھین کے وصال وفراق سے عبارت ہین۔ چشمۂ حیوان اُنکے لب جان بخش ہین۔ اور جنت الفردوس اُنکا گلے لگانا اور اُن کا آغوش ہے۔ ہماری جتنی گھڑیان اُنکی صحبت مین گذر جائین مبارک ہین۔ جو ہمین اپنے حق مین دائمی خوشی اور سرمدی مسرت کا سرچشمہ معلوم ہون گی۔ کسی کو دیکھ کے مسکرا دینا یا محبت وعنایت کا ایک لفظ زبان سے نکال دینا وہ بے بہا خلعت و

وانعام ہین جو اُنکے دربار حُسن سے عطا ہوتے ہین - اور آہ سرد - اشک گرم - اور عجز و نیاز وہ نذرانے ہین جو ان حُسن کی دیویون کے سامنے پیشکش کیے جاتے ہین - انکے تبسم ناز سے لوگ جی اُٹھتے ہین - اور جبین ناز کی ذرا سی شکن دلون کو خون کرتی اور باغ آرزو پر بجلیان گراتی ہے -

مختلف مذاق واداکی تمام دلرباؤن کی تصویرین دکھانا امکان سے باہر ہے - کیونکہ ؎ ہر گُلے را رنگ و بوے دیگر ست - اور جسے دیکھیے اُسکی روش جداگانہ ہے - شعرا ان "دلربا" مہ جبینون کو "بُت" کے لفظ سے یاد کرتے ہین - کیونکہ ہر پُرشوق دل اُن کا بتخانہ بن گیا ہے - اور ہر سینے مین اُنکی پرستش ہو رہی ہے - ارض کنعان اور اُسکے قرب و جوار مین بہت سے اصلی و حقیقی بت قائم ہوگئے تھے - جن مین سے بعض کی عبادت آگ اور شعلون سے کی جاتی تھی - بہت سے بتون مین یہ جان ستانی تھی کہ اُن کے سامنے انسان کا خون بہایا جاتا - اور لوگ پکڑ پکڑ کے ذبح کیے جاتے - بعضون کے سامنے ہر شب کو انکی دعوت کا سامان مہیا کیا جاتا - اور انھین مین چند ایسے بُت بھی تھے جن کو کوڑے مارے جاتے کہ اُنھون نے اپنے پوجاریون کی دعا کیون نہین قبول کی -

لیکن ہمارے ان دلربا بتون کے ماننے والے بت پرست اگلے زمانے کے تمام بت پرستون سے جداگانہ مذاق رکھتے ہین - وہان مختلف بت پوجے جاتے تھے - اور بتون ہی کے اعتبار سے بُت پرستون مین بھی اختلاف رہا کرتا تھا - بخلاف اُن کے ہمارے ان بتون کے پوجاریون کی یہ حالت ہے کہ سب کے سب ایک ہی بت کو پوجتے ہین - اور اسی کے مطابق ہمارے بت کا شوق بھی اگلے بتون اور مورتون کے شوق سے بالکل الگ ہے - ہمارے ظالم بُت یہ چاہتے ہین کہ اُنکے بیشمار پجاری ہون - ادھر پوجاریون مین سے ہر ایک کے دل مین یہ تمنا ہے کہ یہ دلربا بت طناز ہمارے ہی قبضے مین رہے - اور کسی اور کی اُس تک رسائی نہ ہو - ہمارے اس بُت کی یہ خواہش مندرجۂ ذیل تصویر سے نہایت خوبی کے ساتھ ظاہر ہو سکتی ہے -

بتِ دلربا ناز و انداز اور عجیب تمکنت سے جلوہ افروز ہے - چار پانچ پوجاری سامنے کھڑے ہین - ہر ایک اسکی نظر عنایت کا امیدوار ہے - اور اپنا اپنا نذرانہ پیش کر رہا ہے - بُت کی یہ وضع ہے کہ دلربائی کے ساتھ سب کی دلداری بھی

بھی کرتا ہے - یہ نہین گوارا کہ جس کا دل مٹھی مین آگیا ہے قبضے سے نکل بھی جانے - ایک کی طرف دیکھ کے مسکرا دیا - دوسرے پر نگاہ غلط انداز ڈال دی - تیسرے کا منہ چڑھا دیا اور چوتھے کو اپنے مہندی لگے پاؤن سے نزاکت کے ساتھ ٹھکرا دیا - بھلا یہ چیتان کوئی بوجھ سکتا ہے کہ ہمارے اس بتِ مہ جبین نے چارون مین سے کس کے حال پر عنایت کی ؟ سچ یہ ہے کہ کسی کے حال پر نہین -

آہ ! اس بتِ طناز کے ناز و انداز دیکھ کے ہمین اپنی خوبصورت معشوقۂ بے نظیر کی ادائین یاد آگئین - جو آج کل کے تمام بتون مین ممتاز اور سب سے زیادہ مشہور ہے - ہر ہفتے مین ایک مرتبہ رات کے وقت اسکی پرستش ہوتی ہے - ہماری صحبت کے چند نوجوان اپنے آپ کو اسکی نظر مین ممتاز بنانے کے لیے وہان جمع ہوتے ہین - اور وہ مشتاقون کے بیچ مین شمع محفل بن کے انکے دلون مین شوق کی بیشمار شمعین روشن کر دیتی ہے - اپنے پجاریون کا ذوق و شوق بڑھانے کے لیے ہر ایک کے حال پر وہ کوئی نہ کوئی عنایت ضرور کرتی ہے - ایک کا مزاج پوچھ لیتی ہے - دوسرے کی طرف کنکھیون سے دیکھ لیتی ہے - تیسرے پر کوئی پھبتی کہ دیتی ہے - اور چوتھے کے زانو مین زور سے چٹکی لے لیتی ہے - غرض حریفان صحبت مین کوئی نہین جو اپنے ظرف و ذوق کے مطابق بہرہ اندوز نہ ہو جاتا ہو - اس طرح سب کے دلون مین عشق کی آگ لگا کے چلی جاتی ہے - اور سب کو اس حال مین چھوڑ جاتی ہے کہ اپنی کامیابی پر نازان - اپنی خوش نصیبی پر مسرور - اور اپنی حالت پر مطمئن ہین - پجاریون کے دلون مین شوق کی شمع پوری نہین جل چکتی کہ ساتوین دن اسی وقت اور اسی انداز سے پھر آکے وہ اپنا جمال جہان آرا دکھاتی - محبت کے چراغون کو اکساتی - اور دلون مین شوق کی نئی شمعین روشن کر دیتی ہے -

بعض ایسے اسباب بھی ہین جن سے ان بتون کی شان دلربائی مین فرق آجایا کرتا ہے - جن مین سے ایک نکاح بھی ہے - شادی ہوتے ہی یہ کافر ماجرا بت اپنی تمام ادائین اور سارے کرشمے بھول کے محض ایک سیدھی سادی عورت رہ جاتے ہین - پھر شادی کے بعد بڑھاپا تو اس بت دلربا کو تباہ و برباد ہی کر کے چھوڑتا ہے -

بڑے بڑے پوجاریون کی زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے کہ

گیا حسن خوبان دلخواہ کا ہمیشہ رہے نام اللہ کا

افسوس! اس دلربائیت کے لیے اپنے اس عزو تمکنت کے تخت سے گر کے معمولی درجے پر آ جانا قیامت ہے - نہ اس سے بڑی کوئی بدقسمتی ہوسکتی ہے - اور نہ اس سے بڑھ کے کوئی رنج و الم کی بات ہے - آہ! یہی زنا کا میلان اور اسی قسم کے دل دُکھانے والے اسباب ہیں جو ہمارے بت دلربا کو معشوقی کے شہ نشین سے گرا کے ایسا بنا دیتے ہیں کہ سارے ناز و انداز ہوا ہو جاتے ہیں - اور اُسکی جگہ فقط ایک معمولی عورت رہ جاتی ہے - اسکی پہلی شان اور اگلی آن بان کا کہیں پتہ نہیں - اور حسن و جمال خواب و خیال ہوگیا - اس لیے اے ناعاقبت اندیش بتو! اے بے رحم دلرباؤ! ایسا طریقہ اختیار کرو کہ تمھاری شہرت باقی رہے - خوب یاد رکھو کہ حُسن صرف اچھا لباس - جگمگاتا زیور - اور معشوقانہ بانکپن نہیں ہے - زیور سونے کا ہو یا جواہرات کا اُتر جائیگا - وہ باطنی زیور ہے جو مرور ایام کا ساتھ دیتا ہے - نہ بیماری سے جاتا ہے نہ رخصتِ شباب سے زائل ہوتا ہے - نہ افلاس اُسے چھین سکتا ہے - اور نہ مصیبت اُسے چُرا سکتی ہے - ہر حالت - ہر وقت اور ہر زمانے میں موجود رہتا ہے - اور اپنے پرائے سب کی نظر میں دلفریب و خوشگوار ہوتا ہے -

مرد چون پیر شود حرص جوان می گردد

قدرت نے باغ عالم کے میوزیم میں عجیب عجیب قسم کی متضاد چیزیں پیدا کر رکھی ہیں - مگر موت! اے لذتوں کو چھیننے والی - اور مسرتوں کو خاک میں ملانیوالی موت! کیا تجھسے بھی زیادہ کوئی عجیب و غریب چیز ہے؟ بہت سے مصیبت زدوں کو تیری آرزو کرتے اور بہت سے حرمان نصیبوں کو تجھپر مرتے دیکھا ہے - خصوصاً بیقراران عشق اور شمع رخسار کے پروانوں نے تو تیرے شوق میں بے انتہا ہائے ہائے مچا رکھی ہے - ایک نازک خیال مصیبت کی زندگی ہی کو مرنے کی تمنا بتاتا اور کہتا ہے

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہیں غالب　　قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

دوسرا انتہائی جوش دل سے موت کے استقبال کو ان الفاظ سے مرحبا کہتا ہے

ہو چکی شہر بشہر رسوائی　　اے مری موت تو بھلی آئی

لیکن غور سے دیکھو تو یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے - کون ہے جو موت سے نہیں بھاگتا

اور مرنے کے نام سے کس کا دم نہیں نکلتا؟ انسان کی عمر جس قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسی قدر اُسکی مسرتیں کم ہوتی جاتی ہیں - لیکن باوجود ان نامرادیوں کے اُسکے دل میں جینے کی ہوس یوماً فیوماً ترقی ہی کرتی رہتی ہے -

کسی بڑھیا کی حسین و نازنین جوان جہان بیٹی جس کا نام "ماہ رُخ" تھا مدت سے بیمار رہتی - رات دن دعا کیا کرتی کہ "یا اللہ اسکی آئی مجھے لگ جائے!" اتفاقاً ایک اندھیری رات کو گھر میں ماں بیٹیوں کے سوا کوئی تیسرا نہ تھا - مریضہ کمرے میں سو رہی تھی اور ضعیفہ کھلے دالان میں - دروازہ کھلا رہ گیا تھا - پڑوسی کا بیل گھر میں گھس آیا اور سیدھا باورچیخانے میں گیا - وہاں چھوٹی دیگ کھلی پڑی تھی - اُس میں سر ڈالا کہ کچھ ہو تو کھاؤں - سر جانے کو تو دیگ میں چلا گیا مگر نکالنا چاہا تو سینگ اٹکتے تھے - اُس دیگ کو سر پہ اُٹھا کے کھڑکھڑاتا اور بجاتا ہوا گھبرا گھبرا کے اِدھر اُدھر بھاگنے لگا - اور گھر میں قیامت کا ہنگامہ مچا دیا - بڑھیا کی جو آنکھ کھلی تو ایک ایسا عجیب الخلقت حیوان نظر آیا کہ نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ سُنا تھا - سمجھی کہ ملک الموت ہیں جو میری بیٹی کی روح قبض کرنے کو آئے ہیں - اسی خیال میں تھی کہ بیل کمال اضطراب کے ساتھ اُسکی طرف دوڑا - بڑھیا بدحواس پلنگ پر سے اُٹھ کے بھاگی اور پکار پکار کے کہنے لگی "میری طرف کیوں آتے ہو؟ ماہ رُخ اُس کمرے میں لیٹی ہے!"

آہ! اے ہادم اللذات موت! یہ تیرا ہی خوف تھا جس نے ماں کی مامتا کو بھی بھلا دیا - ایک قریب المرگ بڑھیا جو قبر میں پاؤں لٹکائے ہے اور رات دن بیٹی کی موت کو اپنے سر پہ بلایا کرتی ہے تیری صورت دیکھتے ہی اپنی جان بچاتی اور کمال سنگدلی کے ساتھ اپنے کلیجے کے ٹکڑے اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹی کو تیرے سامنے پیش کیے دیتی ہے -

بڑھاپے کی زندگی سے بھی بڑا کوئی عذاب ہو سکتا ہے؟ قویٰ نے جواب دے دیا حواس مختل ہو گئے - دو قدم چلنا محال ہے - ذرا ذرا سے کاموں کے لیے دوسروں کے محتاج ہیں - اور ہر خواہش میں اوروں کے دست نگر - یہی حالت ہے جسے دیکھ کے سکندر نے ابدی زندگی کو خیرباد کہدی - اور آب حیات نہ پیا - صاف کہدیا کہ ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے مگر یہ سکندر ہی سے ہو سکا جو جوان تھا - وہ پیر فانی جو بڑھاپے کی تلخیوں کا مزہ

چکھ رہا ہے اُس کی زبان سے یہ کلمہ ہرگز نہ نکلے گا۔ اُسے زندگی کی سب سے زیادہ آرزو
وہ معمولی قسم کے خطرے اور ذرا ذرا سے اندیشے جنھین ہم جوانی مین بالکل ہیچ اور
پوچ دلچر خیال کرتے تھے اب بُڑھاپے مین ہمین نہایت ہی خطرناک نظر آنے لگے ہین۔ ہم
ہر قسم کی احتیاطین برتتے ہین۔ قوی الاثر دواؤن کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے لاتے ہین
جس چیز مین مضرت کا کچھ بھی اندیشہ سُنتے ہین اُس سے کوسون بھاگتے ہین۔ جو پرہیز کبھی
نہین ہو سکا تھا اب ہو جاتا ہے۔ اور پھر اسپر بھی دل سے موت کا دھڑکا نہین جاتا۔
جس سے بچنے اور ملک الموت کا مقابلہ کرنے کی تدبیرون مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھتے۔
یہان تک کہ زندگی کے جو چند ایام باقی رہ گئے ہین وہ اسی بے سود و بے نتیجہ کوشش مین
صرف ہو جاتے ہین کہ کسی طرح موت کے چنگل سے بچین اور دنیا مین ہمیشہ بنے رہین۔

اپنی زندگی کے آیندہ ایام کے متعلق ہمین کچھ بھی نہین معلوم۔ نہ یہ جانتے ہین کہ کتنے
دن ہین۔ نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کیسے گذرین گے۔ اور نہ اسکی خبر ہے کہ اُن مین کیا ہوگا۔ عمر رفتہ
کا میدان البتہ پیش نظر ہے جسے ہم طے کر آئے ہین۔ جس مین تلخیان بھی تھین مگر بہت سی
دلچسپ باتین بھی تھین جو یاد ہین۔ اُنھین کو یاد کرکے ہم اکثر خوش ہو لیا کرتے ہین۔ اور
موجودہ ایام زندگی مین دل ستم زدہ کی تسلی کے لیے اُن گذشتہ مسرتون کی یاد سے بہتر کوئی
نسخہ ہاتھ نہین لگا ہے۔ لیکن افسوس عمر رفتہ کے واقعات کا چراغ آیندہ ایام زندگی مین
نہین روشن ہو سکتا۔ وہ چراغ صرف موجودہ حصۂ عمر کے کلبۂ احزان تک آتا ہے اس حد
سے ذرا بھی آگے لیجانے کا قصد کیا اور گُل ہوا۔ اسکے ساتھ قیامت یہ کہ زندگی کی دشواریون
طرح طرح کی تکلیفون اور تجربے کی وسعت نے دل مین دھڑکا پیدا کر دیا ہے کہ آیندہ زندگی
نہایت ہی دشوار اور سخت کٹھن ہوگی۔ مگر زندگی کی حرص بھلاوے مین ڈال کے اور ہمین بے
نتیجہ ہوسون کی نہ پوری ہونیوالی آرزوؤن مین مبتلا کر کے ہمارے دل مین ایک ایسی موہوم
امید پیدا کر دیتی ہے جو تمام تجربون اور کُل مسلم واقعات پر غالب آجاتی ہے۔ اور یقین ہو
جاتا ہے کہ گذشتہ زندگی کی طرح آیندہ حصہ عمر مین بھی کچھ مسرتین ضرور ہونگی۔ اس خیال کے
ساتھ ہی جی چاہنے لگتا ہے کہ آیندہ مسرتون اور خوشیون کے انتظار مین جہان تک ہو سکے
زندہ ہی رہین۔

اب اس ہوس مین ہماری حالت اُس جُواری کی سی ہو جاتی ہے جو ہارتا جاتا ہے

مگر کبھی اُسے ہاتھ نہیں روکتا۔ ناکامی ہر بار اُسکے دل میں نیا داؤں لگانے کا جوش بڑھاتی ہے اُور اُسے ایک دُھن سی ہو جاتی ہے کہ جس قدر زیادہ ہارتا ہے اُسی قدر زیادہ کھیلتا اور زیادہ بڑھ بڑھ کے داؤں لگاتا ہے۔ اور جب تک بالکل تباہ نہ ہو جائے ہمت نہیں ہارتا۔

آخر یہ ہوسِ دنیا جو زندگی کے ساتھ ساتھ بڑھتی اور روز بروز زیادہ ہی ہوتی جاتی ہے ہم میں کیونکر پیدا ہوگئی؟ اور یہ ہمیشہ جیتے رہنے کی آرزو کیوں ہے؟ صاف دیکھ رہے ہیں کہ جینا وبال جان ہوگیا ہے مصیبت کے سوا مسرت کا چہرہ دیکھنا کبھی نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ اور جییں۔ کیا یہ ہماری فطرت کا کرشمہ ہے؟ یا ہمارا مقتضائے طبع یہی ہے؟ لیکن ایسا تھا تو پھر مرتے کیوں؟ اور زندگی ابدی لاکھ اجیرن ہو بے مانگے کیوں نہ مل جاتی؟

دیکھو وہ بوڑھا پیر فانی قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ زندگی اُسکے حق میں بلائے جان ہے؟ اور صاف نظر آرہا ہے کہ اب اس جینے میں مصیبتوں کے سوا کچھ نہیں باقی رہا جن آفتوں اور تباہیوں کو دیکھ کے چاہیے تو یہ تھا کہ اس دہاڑے کو پہونچنے کے بعد وہ موت سے اتنا نہ ڈرتا جتنا کہ جوانی میں ڈرتا تھا۔ اب تو اُسے مرنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے تھا۔ بلکہ موت نہ بھی نہ آتی تو وہ خود اپنے ہی ہاتھ سے اپنی پُر محن زندگی کا خاتمہ کرکے اس حسرت و اندوہ کے سین کو موقوف کر دیتا اور اُن صدموں اور تکلیفوں سے نجات پا جاتا جن میں کہ مبتلا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ عمر چند روزہ اُسے ہمیشہ اور ہر زمانے سے زیادہ عزیز ہے۔ موت جسے چاہیے تھا کہ وہ خود ہی ذوق و شوق سے بُلاتا اب اُسکی نظر میں ایک نہایت ہی خوفناک چیز بن گئی ہے۔ اور باقیماندہ حسرتناک زندگی اُسکے خیال میں ایک بڑی بھاری مسرت اور نعمت عظمیٰ بنی ہوئی ہے۔ حالانکہ غور سے دیکھو تو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

قاعدہ ہے کہ ساتھ کے رفیقان زندگی اور آس پاس کی تمام چیزوں سے ہمیں اُسی قدر محبت ہو جاتی ہے جس قدر کہ اُن کا ساتھ رہے۔ اور وہ ہماری نظر کے سامنے رہیں۔ ایک جگہ رہتے رہتے ہمیں اُس جگہ سے بھی اُنس ہو جاتا ہے۔ ایک بوسیدہ اور قریب الانہدام عمارت جسے ہم مدت سے دیکھتے رہے ہیں جب کھُدنے لگتی ہے تو ہمارا دل دُکھتا ہے۔

جانتے ہین کہ وہ پھر بنانے کے لیے کھودی جاتی ہے۔ اور اُسکی جگہ بڑی بھاری عظیم الشان عمارت بنا کے کھڑی کر دی جائیگی۔ مگر دل نہین مانتا۔ اُسے اُسکے کھُدنے پر رنج ہی ہوتا ہے۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات ہماری سرشت مین داخل ہے کہ جس چیز کو مدت تک دیکھتے رہتے ہین اُس سے محبت کرنے لگتے ہین۔ بس مین سمجھتا ہون کہ یہی چیز اور ہماری یہی سرشت ہمارے دلون مین ترقی عمر کے ساتھ دنیا مین رہنے کی ہوس کو روز بروز بڑھاتی جاتی ہے۔ چونکہ زندگی کا ایک بڑا حصہ دنیا مین بسر ہوا ہے اس لیے ہمین دنیا کی تمام چیزون سے محبت ہو جاتی ہے۔ اور جی نہین چاہتا کہ اُن مین سے کسی کو بھی چھوڑین۔ اس سے بحث نہین کہ اس طرح ایڑیان رگڑتے اور اس جینے سے ہمین کوئی فائدہ بھی ہوگا یا نہین۔ اور باقیماندہ حصۂ عمر مین ہمارے لیے کسی قسم کی خوشی بھی ہے یا نہین۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ دنیا کی تمام چیزون کو ایک مدت سے دیکھتے چلے آئے ہین۔ اور اُن سے محبت ہو گئی ہے۔

کسی رحم دل بادشاہ نے اپنی تخت نشینی کی خوشی مین حکم دیا کہ قیدخانون مین جتنے قیدی ہون سب رہا کر دیے جائین۔ حسب فرمان شاہی سارے قیدی بادہ شاہ کے سامنے لا کے کھڑے کر دیے گئے۔ کہ اُسے دعائین دے کے اپنے اپنے گھرون کو جائین۔ اتنے مین ایک نہایت ہی بوڑھا سن رسیدہ پیر فانی اسیرون کی صفون مین سے نکل کے آگے آیا۔ اور بادشاہ کے سامنے زمین بوس ہو کے عرض کرنے لگا "خداوندا! میری عمر اسوقت بچاسی برس کی ہے۔ اور بائیس سال کی عمر سے قید ہون۔ مین بالکل بے گناہ اسیر کیا گیا تھا۔ نہ مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوئی تھی نہ کسی جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ اور نہ مجھے اپنے حق مین کچھ کہنے اور جوابدہی کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔ لیکن اب یہان پڑے پڑے ایک قرن سے زیادہ زمانہ گذر گیا۔ اور ترسٹھ سال اسی قیدخانے کی تاریکی اور تنہائی مین بسر ہو گئے۔ جیل سے نکال کے یہان تک لاتے جاتے ہی مین میری یہ حالت ہو گئی کہ روشنی اور دھوپ کی تیزی سے آنکھین خیرہ ہو گئین۔ نہ مجھے کچھ سوجھائی دیتا ہے اور نہ اب کھُلی فضا مین چل پھر سکتا ہون۔ دنیا مین میرا کوئی عزیز آشنا بھی نہین باقی رہا۔ جو ہین سب مجھے بھول گئے ہین۔ اور مین اُنھین بھول گیا۔ اس لیے حضور عالی مجھے تو اجازت ملے کہ اپنی باقیماندہ زندگی بھی اُسی قیدخانے مین کاٹ دون۔ اور اسی کال کوٹھری مین

پڑا ہوں جس میں اتنے دنوں رہ چکا ہوں - خوبصورت محلوں اور عالیشان ایوانوں سے مجھے اپنی اس تنگ و تار کوٹھری کی دیواریں زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہیں - مجھے اب تھوڑے ہی دنوں اور جینا ہے اور تمنا ہے کہ باقی زندگی بھی اسی جگہ بسر کردوں جہاں میری جوانی اور اتنی عمر گذری ہے "

اس بوڑھے پیر فانی کا قیدخانے میں پڑے رہنے کی آرزو کرنا ویسا ہی ہے جیسے کہ ہر شخص کو دنیا میں رہنے کی ہوس ہوتی ہے - قیدخانہ ایسی چیز ہے جسے کوئی نہیں پسند کرتا - ہر فرد بشر اُسکے نام سے کانپتا اور بھاگتا ہے - مگر رہتے رہتے انسان اُسکا بھی آرزومند ہو جاتا ہے اور پسند کرنے لگتا ہے - پُرانے قیدی چھوٹتے وقت ساتھیوں سے اُسی طرح رخصت ہوکے آتے ہیں جس طرح کوئی حرمان نصیب اپنے وطن سے نکلتا ہو اور باہر آتے ہی کوشش کرتے ہیں کہ جس قدر جلد ہو سکے اپنے آپ کو پھر اُسی میں پہونچا دیں - اسی طرح ہم دنیا میں جس قدر زیادہ رہتے ہیں اُسی قدر زیادہ ہمیں اُس سے محبت ہو جاتی ہے - ہمارے پالے ہوے جانور - ہمارے لگائے ہوے درخت - ہمارے بنائے ہوے مکان اور اسی قسم کی ہزارہا چیزیں ہمیں بوگا فوگا دنیا سے وابستہ کرتی جاتی ہیں اور ان سے چھوٹنے کا ہمیں بہت ہی افسوس ہوتا ہے۔ نوجوان کی نظر میں دُنیا ایک نئی چیز ہوتی ہے - اُسکے لیے اُس زمانے میں اگرچہ دلچسپی و لطف کا بہت کچھ سامان جمع ہوتا ہے مگر وہ اُسکی کچھ زیادہ پروا نہیں کرتا - لیکن آخر عمر میں دنیا اُسکی پُرانی - رفیق و انیس بنجاتی ہے - اور اُسوقت لے دے کے جو کچھ دلچسپی باقی رہ جاتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہم گذشتہ خوشیوں اور لذتوں کو یاد کر لیا کریں - اب کسی نئی چیز سے ہمارا دل خوش نہیں ہوتا - کوئی نئی بات ہمیں پسند نہیں آتی مگر ان بے لطفیوں پر بھی ہم دنیا میں رہنا چاہتے ہیں - اور اُس سے بے انتہا محبت کرتے ہیں - یہاں تک کہ اپنے زوال پذیر خزانے کو بہت ہی کفایت شعاری سے صرف کرتے ہیں - تنگی و ترشی سے بسر کرتے ہیں - اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں کہ جو کچھ اندوختہ ہے بہت دنوں تک کام آئے - اور اس انجام کو کہ ایک دن موت آ لیگی اور ہمیں اپنی تمام عزیز چیزوں اور محبوب لوگوں سے چھڑا دیگی ہم بہت ہی درد کے ساتھ یاد کرتے اور نہایت حسرت کی نظر سے دیکھتے ہیں -

---

کسی کی یاد

دنیا کے جھگڑو! خدا کے لیے ذرا چین سے بیٹھنے دو۔ جس قدر ہم تم سے بھاگتے ہیں اُسی قدر تم نے قسم کھالی ہے کہ جان نہ چھوڑو گے۔ تمنا رہ گئی کہ کوئی اطمینان کی گھڑی نصیب ہوتی۔ اور ہم خاموشی و سکون کے ساتھ ایک حالت پر قرار لیتے۔ جو چاہتے کرتے۔ جس پر چاہتے جان فدا کرتے۔ جسے چاہتے یاد کرتے۔ جسکے خیال میں چاہتے محو ہوجاتے۔ اور بقول غالب مرحوم یہ تمنا بر آتی کہ

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن   بیٹھے رہیں تصورِ جانان کیے ہوے

مگر ہاے! کیا کہیں؟ اور کس کے آگے روئیں؟ تمھاری یورش اور تمھارے حملوں نے کوئی بھی آرزو نہ پوری ہونے دی۔ سچ یہ ہے کہ تم نے کسی کام کا نہ رکھا۔

فکرِ معاش و عشقِ بتان۔ یادِ رفتگان   اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کرے؟

تم نے کسی کام کی فرصت نہ دی۔ افسوس! تم ہمیں کبھی اپنے شوق اور اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرنے دیتے۔

اے افکارِ دہر! مانا کہ تمھیں ہم سے دشمنی ہے۔ عداوت ہے۔ تم ہمیں خوش و خُرّم نہیں دیکھ سکتے۔ ہماری مسرت تمھارے سینے میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ ہرگز نہیں چاہتے کہ ہماری کوئی آرزو بر آئے۔ یہ نہیں گوارا کہ ہم معشوقہ آرزو سے ہمکنار ہوں۔ اور کسی کے اخلاقِ عالیہ کے موردِ عنایت بنیں۔ مگر ہمیں رونے تو دو۔ آہ! تم تو رونے بھی نہیں دیتے۔

اے تردداتِ زندگی! تمھارے اس نرغے میں بھی کیا کہیں کہ اسوقت کون یاد آگیا؟ اور کس نے ہمیں ہمیشہ کے لیے بزمِ ماتم میں بٹھا دیا۔ مگر اسپر بھی تمھارا حملہ نہیں رُکتا۔ تم اپنی بے رحمیوں سے نہیں باز آتے۔ یہ کبھی نہیں دیکھتے کہ اسوقت ہجومِ آلام سے ہمیں تمھارے جھگڑوں میں پڑنے کی فرصت ہی نہیں ہے؟ یوں تو ہمیں بچھڑے ہوؤں کی یاد نے ہمیشہ بیتاب و بیقرار رکھا۔ یہ زندگی روز روز کی ناکامیوں اور نامرادیوں کے علاوہ صدہا رخصت ہوجانے والے احباب و دل میں اپنا نقش بٹھا دینے والی صحبتوں کے غم میں روتے گذری۔ اس عمر کو یھی چھوڑو روتے ہی کسی طرح کٹ جائے گی۔ مگر آہ! اس پیارے دلدار نازآفرین اور اس دل میں جم جانے والی صورتِ زیبا کی جدائی تو کسی طرح گوارا نہیں

ہو سکتی جسکی یاد سب پر غالب ہے - اس دل خون کر دینے والی یاد نے اس ستم زدہ دل پر جو تمھاری بدولت ہمیشہ جولان گاہِ حوادث اور مرکز ہموم و غموم بنا رہا ایسا قبضہ کرلیا ہے کہ اب اسکے غم کے آگے کسی بات کا ہوش نہین -

امید تھی کہ اُس چھوٹ جانے والے دلدار ناز آفرین کی محبت بھری باتین ساری فکرین دور کر دین گی - کیونکہ اُسکی جبین ناز ہمارے کوکب آرزو کا مطلع تھی - اُسکی شوخ آنکھین اپنی چمک دمک سے افکار و ہموم کی تاریکی کو دل سے مٹا دیتی تھین - اُسکے بھرے بھرے رخسار ہماری جنت آرزو کے لذیذ ترمیوے تھے - اس کا خندۂ ناز تمنا و امید کے راستے کی مشعل تھا - اور اُسکی زلف شبگون وہ کمند آرزو تھی جس سے ہم ہر تمنا کو اپنے پاس کھینچ لاتے اور ہر حوصلے کو طائر شکار بنا لیتے - آہ! ہم سمجھے تھے کہ اُس بتِ دلدار کی مدد سے عمر کی گذشتہ ناکامیون کا معاوضہ ملجائیگا - اور چند روز عیش مین گذرین گے - ارادہ تھا کہ

ازز لفِ دراز تو کمندے فگنیم بر گردنِ عمر رفتہ تا باز آید

مگر عمر! بدنصیب عمر! تیری وہ کمند ٹوٹ گئی اور حُسن کے عالیشان ایوان کے منازلِ عالیہ تک اب وہ تیری شکستہ کمند نہین پہونچ سکتی - بس ہو چکا - قسمت پر تیرا کوئی زور نہین چل سکتا - اور جس طرح تیرا زور نہین چلتا اسی طرح تو بھی قابو سے باہر ہے - کون ہے جو اس عالم یاس مین تجھے روکے؟ اور کس کی مجال ہے کہ تجھے تھامے ؟

خیر اے عمر! یہ بھی مانا کہ تیرا روکنا دشوار ہے - مگر اے دنیا کے جھگڑو تم تو نہ ستاؤ - کیا ضرور ہے کہ ہجوم آلام کے ساتھ تمھارا بھی ہجوم ہو؟ اگر ہم عمر ناپائدار کو نہین روک سکتے تو اتنا موقع تو دو کہ اسکے جتنے دن باقی ہین اُس دلربا بچھڑنے والی کو یاد کرتے - اور اُسکی یاد مین روتے اور سرد دُھنتے گذر جائین -

اے یادِ رفتگان! تیری سیرگاہ مین ہم نے بڑے بڑے تماشے دیکھے ہین - اُن تماشون کو جانے دو جو اگلے تذکرون اور تاریخ و سیر کے واقعون سے ماخوذ ہین - یا جنھین افسانہ خوان ایام کی سامعہ نوازی نے کانون کے ذریعے سے حافظے کے خزانے مین لالا کے جمع کیا ہے - بیشک اُن مین نہایت ہی دلچسپ روایات اور دلون پر اثر ڈالنے والے واقعات ہین - لیکن اے بے پروا حوادث روزگار! اُنھین باربار یاد کرنا چونکہ تمھاری مرضی کے خلاف معلوم ہوتا ہے - اس لیے ہم اُنکی طرف سے بھی اپنا خیال ہٹا لیتے ہین

ہم سے قسم لے لو کہ سنتے کے گذرے افسانوں کو جو کبھی زبان پر بھی لائیں - یا ان سے ذرا بھی متاثر ہوں - لیکن جب ہم تمھارا اتنا لحاظ کرتے ہیں تو تم میں بھی اتنی مروت ہونی چاہیے کہ ہمیں اُن باتوں کو یاد کر کے رو لینے دو جو آنکھوں کی دیکھی ہوئی ہیں - اور ابھی کل کی باتیں ہیں -

عرب کا معجز بیان شاعر امرأ القیس عجیب بہادری و مردانگی سے حوادثِ روزگار اور مکروہات زمانہ پر فتح حاصل کر کے گذری باتوں کو یاد کرتا اور یادِ رفتگان کے شہر خاموشاں میں اپنا چراغ روشن کرتا ہے - خدا جانے کس مہم پر اور کیسی شدید ضرورت سے جا رہا تھا کہ ایک پُر فضا وادی کو دیکھ کے معشوقہ مہ جبین اور اُسکے ساتھ اپنا اگلا عیش اور بےفکری کا زمانہ یاد آگیا - جب اُس سے صحبتیں رہتی تھیں - طرح طرح کی باتیں ہوتی تھیں - روز ملتے تھے - اور نوعمری کی سادگی کے ساتھ شوق کی بیخودی میں خدا جانے کیا کیا بے تکلفیاں کر گذرتے تھے - شب و روز ناز آفرینی و ناز برداری اور ناز و نیاز میں گذر جاتے تھے - نہ کسی بات کا کھٹکا تھا - گرد و پیش کی زمین کا کوئی چپہ نہ تھا جہاں معشوقۂ جان نواز سے صحبت نہ رہی ہو - اور وہ اُس کی کسی نہ کسی ادائے دلکش کو نہ یاد دلاتا ہو - کوئی درخت نہ تھا جسکے سائے میں بیٹھ کے اس بچھڑی ہوئی حسینہ سے ہمکنار نہ ہوا ہو - اور کوئی چشمہ نہ تھا جسکے پانی میں اُتر کے شوخ ادائی کے ساتھ دونوں باہم نہائے اور کھیلے نہ ہوں - ہر تقدیر اس بے پروا شاعر نے ساری فکروں کو آگ پھینک کے یادِ جاناں کا مزہ اُٹھا لیا -

مگر اے آفاتِ زندگی! ہمیں تم اتنی مہلت نہیں دیتے کہ بچھڑی ہوئی معشوقۂ مہ جبین کی یاد نے ہمارے ظلمت کدۂ دل میں جو اُسکی قبر بنا دی ہے اُسپر ایک حسرت بھری شمع روشن کریں! خیر تم ہمیں نہیں چھوڑتے تو ہم ہی تمھیں چھوڑے دیتے ہیں - اب ہمیں کچھ پروا نہیں - تم کو اختیار ہے - جتنا ستانا ہو ستا لو - اور جس قدر حیران کرنا ہو کر لو - ہماری زبان سے اُف نہ سنوگے - ہم نے اب تمھاری بے رحمیوں کی طرف سے آنکھ پھیر لی اور قسم لے لو جو کبھی آنکھ اُٹھا کے بھی دیکھیں -

اب ہمیں اپنی زہرہ جبین کے سوا کوئی یاد نہیں - اُسکو یاد کرینگے - اور چاہے جو ہو جائے اُسی کو یاد کرینگے - اب اس دلِ خون شدہ میں اُسکے خیال کے سوا کوئی نہ ہوگا

افسوس! اسکی محبت بھری صورت خواب و خیال ہو گئی - اور جس طرح آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد اُسکی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے اُسی طرح اُسکے چلے جانے کے بعد اُسکا خیال اکثر اس بیتاب و بیقرار دل مین آجاتا ہے - کاش ہم ایک باکمال مرتاض ہوتے کہ خیال سے اصلیت کا لطف اُٹھا لیتے - یا ایک روشن ضمیر صوفی صافی ہوتے کہ اُس کے خیال کو شوق کے تخت روان پر بٹھا کے اپنے گھر مین بلاتے اور دل کی سہری مین اس طرح سُلا دیتے کہ پھر نہ جا سکتی - اور ہمیشہ دل ہی مین بنی رہتی - مقتدایان دین اور محققان روحانیین وعدہ کرتے ہین کہ فردائے قیامت کو ضرور وصال ہوگا - یہ مانا کہ دلربا ماہ طلعتون کے وعدون کی فردا ہمیشہ سے فردائے قیامت ہوتی آئی ہے - مگر جو ستم زدہ حرمان نصیب فراق و ہجران کی ایک رات کے برداشت کرنے کی بھی تاب نہ لا سکتا ہو اُس سے بھلا فردائے قیامت کا انتظار کیسے ہو سکے گا؟

غرض جدھر دیکھیے مایوسی ہی مایوسی ہے - شوق بھری آنکھین ہر طرف ڈھونڈھتی پھرتی ہین اور اُسے کہین نہین پاتین - دنیا کا ایک ایک کونا ڈھونڈھ آئے مگر وہ پریجمال کہین نہ ملی - حسینان جہان کے آتشین رخسار اور لب لعلین دیکھ کے بارہا اُسکا دھوکا ہوا - اور شوق کے جوش مین دوڑے گئے - لیکن قریب جا کے دیکھا تو اُن مین اپنی ناز آفرین کی کوئی بات نہ نظر آئی - نونہالان چمن مین سے کون ہے جسپر اُسکا دھوکا نہین ہوا؟ مگر افسوس دھوکا ہی دھوکا تھا - سرو کے قامت زیبا کو دیکھ کے بے اختیار دوڑے کہ شاید ہماری سرو قامت سیر باغ کو آئی ہے مگر جا کے دیکھا تو وہ نہ تھی - نرگس شہلا کو دیکھ کے دھوکا ہوا کہ غالباً یہ ہماری جادو نگاہ کی مست و مخمور آنکھین ہین - مگر آہ وہ پیاری اور رسیلی آنکھین کہان؟ گلاب کی تازگی و رعنائی دیکھ کے سمجھے کہ یہ اُس گلعذار کے رخسارے ہین - اور بڑے شوق سے دوڑے - مگر افسوس وہ ہماری مہ جبین کا رخ زیبا نہین سراب تھا - مایوسی بڑھی تو جوش وحشت صحرا مین نکال لیگیا - ہر گولے پر دھوکا ہوا کہ اسی پردے مین ہماری لیلا کی محمل ہوگی - مگر خاک کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا - ہر سبکرو اور چالاک ہرن کو دیکھ کے شبہہ ہوا کہ ہماری معشوقۂ طناز ہے - مگر وہ ایک ہوا کے جھونکے کی طرح نظر سے غائب ہو گیا اور ہاتھ مل کے رہ گئے -

خلاصہ یہ کہ ساری زمین چھان ڈالی اور اُس جمال جہان آرا کا کہین پتہ نہ لگا

سارے پُر فضا مقامات - تمام روح افزا باغ - وہ ہماری امید بھری کوی جانان - وہ صحبت عیش کا مکان - سب اُسکے بغیر سونے پڑے ہین - وہ اُسکا خاص عشرتکدہ جسمین اُسکی صورتِ زیبا نظر آیا کرتی - اور وہ ہمارا عالمِ حسن و عشق جس مین ہر صبح اُسکی جبین ناز کا آفتاب طلوع کیا کرتا - ہر شب کو اس کی جادو بھری آنکھین سحر سامری کو جگایا کرتین اور اُسکے گورے گال چاند کے دو جدا جدا ٹکڑون کی طرح چمک کے شق القمر کا معجزہ دکھا دیتے - اُسکی زلفون کے بکھرتے ہی رات ہو جاتی - اور اُسکے عارض تابان کے نمودار ہوتے ہی دن ہو جاتا - کاکل پیچان کی بدلیان آتین اور رخسار تابان کا چاند بدلی مین چھپ چھپ کے اور دامن ابر سے نکل نکل کے بار بار شبِ فراق و صبحِ وصال کے کرشمے دکھاتا - اُسکی نگاہ گرم کی بجلیان چمکتین اور ہماری چشمِ اشکبار کا مینہ برستا - آہ ! کیا عالم تھا ! کیا سمان تھا ! مگر اب کچھ بھی نہین - ایک اُس ماہ طلعت کے نہ ہونے سے وہ عالم ہی اُجڑ گیا - اور ہر طرف سناٹا پڑا ہوا ہے -

آخر وہ کہان گئی ؟ کیا اپنی آسمانی خوبیون کے تقاضے اور اپنے نورانی حسن کے میلان سے آسمان پر چلی گئی ؟ ایسا ہے تو کاش کوئی وہان جاتا اور اُس سے اتنا پوچھ آتا کہ ع "اے رہ نوردِ عالمِ بالا چگونۂ" اُس حسن آباد ملکوت کی بڑی تعریفین سُنی ہین سنتے ہین کہ وہان بدصورت کوئی نہین - اور اُس عالم قدس مین اچھی صورتون والے ہی رہتے ہین - فرشتون کے حسن کا تذکرہ کس نے نہین سُنا ؟ اور حورون کی تو تعریف ہو ہی نہین سکتی - اس سے بڑھ کے کیا ہوگا کہ حضرت شیخ اور جناب زاہد کے ایسے خشک مزاج بزرگ بھی اُنکے دام گیسو کے اسیر اور اُنکے عالم آشوب چہرون کے دیوانے ہو رہے ہین - اور جب ایسے ایسے نیک نفس بزرگون کی یہ حالت ہے تو اُنکے رُخ زیبا کی زیارت کرکے ہم سے آشفتہ مزاجون کی کیا حالت ہوگی ؟ مگر نہین - نہ ہمین فرشتون سے مطلب ہے نہ حورون سے سروکار - ہمین تو اپنی ماہ طلعت دلربا چاہیے - اور خدا جانے اعلےٰ نمایش گاہِ حسن مین ہماری وہ مہ جبین نازنین کیسی رہی ؟ یہ تو یقینی ہے کہ اُسکا حسن وہان بھی سب پر بالا رہے گا - فرشتے ہون یا حورین اُسکے حسن کا مقابلہ کوئی نہین کرسکتا - مگر اندیشہ ہے تو یہ کہ وہان بھی ہمارے رقیب نہ پیدا ہو جائین - اور فرشتون ہی مین سے چند نئے ہاروت و ماروت نہ نکل پڑین - یہ بھی سہی - اور "این ہم اندر

عاشقی یا ز سے غمہاے دگر" مگر سمجھنا یہ ہے کہ عاشقان عالم سروش والون کے ساتھ ہماری تازہ آفرین کا سلوک کیسا ہے؟ یہ کہنے کی کوئی کیسے جرأت کرے کہ

در گلرخان دہر نظیرے نہ داشتی　　در حوریان آئینہ سیما چگونہ؟

اِن سب جھگڑون اور اندیشون کو بھی الگ کرو۔ مگر یہ بتا دو کہ عالم بالا مین اُسے کیونکر ڈھونڈھیں؟ اور کہان ڈھونڈھیں؟ جس کسی کو اپنا پیامبر بناکے وہان بھیجین کے اُس سے پھر واپس آنے کی اُمید رکھنا جنون ہے۔ جو جائیگا اور اُسکی جلوہ گاہِ حسن تک باریاب ہو سکے گا وہ پھر کیون واپس آنے لگا تھا؟ خود ہمین اپنے اوپر اعتبار نہین ہے۔ جب اور کوئی اُسے چھوڑکے نہ واپس آئے گا تو پھر ہم کیون آنے لگے تھے؟ ہم بھی اُسی عالم سروش کے ہو جائین گے اور کبھی واپس نہ آئین گے۔ کوئی ایسی تدبیر ہوتی کہ اُسے یہین بُلاتے۔ اور اس انقلاب پذیر عالم کے لیل ونہار کا سمان ایک ساتھ بیٹھ کے اور کچھ دنون دیکھتے۔

اچھا تو ہم یہین بیٹھ کے اپنے دلربا نازنین کو عالم بالا اور شاہراہِ فلک مین ڈھونڈتے ہین۔ کیونکہ وہ اس تیرہ خاکدان ارضی مین نہین ہے تو نورانی اجرام فلک مین ضرور ہوگی۔ مگر جستجو کی غائر نظر کو وہان بھی اُسکی صورت زیبا نہین نظر آتی۔ روشن آفتاب سے شعلے نکلتے دیکھ کے خیال ہوتا ہے کہ یہی ہماری مہروش ہے۔ اسلیے کہ اُسکے گورے گالون سے بھی لوین نکلتی تھین۔ مگر آفتاب کی گرم مزاجی نے اُمید کی شمع گل کردی۔ اور معلوم ہوا کہ یہ ہماری شمع رخسار نہین کوئی اور ہے۔ وہ ہوتی تو اُسکے حسن کی شعاعین ہمارے سینے کی آگ کو گلزار ابراہیم بنا دیتین۔ چاند کا روشن چہرہ دیکھکے یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہی ہے اُسکی ٹھنڈی روشنی ہمارے کلبۂ احزان کو اُسی طرح روشن کر رہی ہے جس طرح وہ اُس ماہ رُخ کے آنے سے روشن ہو جایا کرتا تھا۔ مگر نہین۔ اس مین بھی وہ بات نہین۔ اُسکے چہرے کی روشنی دل کے اندر بھی اُجالا کردیا کرتی تھی۔ جہان تک چاند کی روشنی نہین پہونچ سکتی۔ مگر یقین ہے کہ وہ ان ہزارہا روشن تارون ہی مین ہوگی۔ سب مین اُسی کی سی چمک دمک ہے۔ سب مین اُسکی نازنینی و تازہ آفرینی ہے۔ سب نظرون کو اپنے حسن کی طرف کھینچتے اور دیکھنے والون کو اپنا شیدا بناتے ہین۔ بُرجِ سنبلہ مین ایک حسین دوشیزہ کھڑی ہے۔ وہی تو نہین؟ عروس جوزا کا ٹیکہ آسمان والون نے کھول کے اُسی کی نازک کمر مین

تو نہین بابندھ دیا؟ مشتری کی جگہ پہ اُسکی بین لیکے وہی تو آسمان پہ نہین بیٹھ گئی؟ اور زہرہ کے تجھوٹے پر آسمان پر وہی تو جلوہ فرما نہین؟ ہر طرف خیال جاتا ہے اور آسمان کی ہر صورت زیبا پر اُس کا دھوکا ہوتا ہے مگر افسوس کسی مین بھی وہ بات نہین نظر آتی جو ہماری نازنین مین تھی -

افسوس تو نہین ملتی - اور کہین تیرا پتہ نہین - آہ! پھر بھی نا امیدی مین ہمارا جوشِ دل ہماری رہبری کرتا ہے اور ہر حسن اور ہر خوبی کے دامن مین چھپی ہوئی ہمین تو وہی نظر آتی ہے - یہ فقط کہنے کی باتین ہین کہ تو نہین ہے - نہین تو ہر جگہ ہے - تو ان آنکھون کے سامنے سے نہین ہٹتی - وہ وقت جب تیرا جمال جہان آرا پہلے پہل نظر آیا تھا اور اُسکے بعد وہ نازک گھڑی جب تو ان مشتاق آنکھون کے سامنے سے غائب ہوئی ہے دونون نظر کے سامنے ہین - بلکہ اب ہمین تجھ مین اُسوقت سے زیادہ خوبیان - زیادہ دلکشیان - زیادہ ناز و انداز - اور زیادہ لطف نظر آتے ہین -

تیرے خوبصورت اور شباب کے آغوش مین کھیلنے والے چہرے کے گرد عصمت و عفت کا ہالہ اور پاکدامنی کے نور کا حلقہ نظر آرہا ہے - اور تیرے حسن مین لپٹی ہوئی کچھ ایسی ابدی و سرمدی نورانیت دکھائی دے رہی ہے کہ تیرے دلدادہ ہونے کی وجہ سے ہمین خود اپنی سرمدیت اور اپنی غیر فانی زندگی کا یقین ہوا جاتا ہے - دنیا کا ہر پھول اور آسمان کا ہر تارہ تیرے چہرے کی نقاب بن گیا ہے جسکے اندر سے ہمین تیرا خوبصورت چہرہ کچھ پوشیدہ اور کچھ نمایان اُسی طرح نظر آرہا ہے جس طرح کہ تو ہماری صحبتون مین "دیدار می نمائی و پرہیز می کنی" کی شان ظاہر کیا کرتی تھی - سورج کی کرنون - چاند کی شعاعون - تارون کی جھلملاہٹ - اور شمع کی روشنی مین ہمین ہر وقت تیرا پیارا چہرہ دکھائی دیتا ہے - اب اُسکی رونق اور تازگی کو جنت کا قیام و استقلال حاصل ہو گیا ہے اسلیے کہ اب تو مرورِ ایام اور انقضاے عمر کی دست بُرد سے باہر ہے - اور اپنے پائدار اور سدا بہار حُسن کا جام حیات پلا کے تو ہماری محبت مین بھی ابدیت و سرمدیت کا سرور و اطمینان پیدا کر رہی ہے - بہر حال اے ابدیت کے جھولے مین جھولنے والی نازنین! شہرون مین - صحراؤن مین - جنگلون مین - پہاڑون مین - ہر طرف ہمین تیری ہی موہنی مورت نظر آتی ہے - سمندر کی لہرون مین اور نسیم کے جھونکون مین تیرا ابدیت کا تخت پریون کے تختون

کی طرح اُٹھتا نظر آتا ہے ۔ اور رات کی اندھیری اور سنسان مقامات کی خاموشی مین یا تو مین خود تیری آواز سنتا ہون اور یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے رحمت کا فرشتہ چپکے چپکے کانون مین کہہ رہا ہے کہ اس تاریکی کی نقاب مین تیرا ہی چہرہ ہے ۔ اور اس سناٹے کے گرمو فون مین تیری ہی نغمہ خیز آواز آرہی ہے ۔

ایسے دل و دماغ مین بسے ہوے حُسن کی یاد کو کون بھلا سکتا ہے ؟ اور کس کی مجال ہے کہ اُس جمال جہان آرا کے اور ہماری آنکھون کے درمیان مین پردہ ڈالے ؟ اے حوادثِ روزگار ۔ ! اور اے انقلابِ زمانہ ! تم ہمین جتنا چاہو ستا لو مگر یہ تمھاری قوت سے باہر ہے کہ اُس نازنین کو ہمارے دل مین آنے اور ہماری آنکھون کے سامنے پھرنے سے روکو ۔ ہم نے تمھین دکھا دیا کہ تمھارے ہجوم اور تمھاری اس سخت روک تھام پر بھی ہم اُس نازنین کی یاد کو نہ بھولے ۔ اور آخر تمھارے مقابلے مین ہم ہی فتحیاب ہوے

گنگا کنارے کا پُرانا برگد

بُڑھاپے کے وقار و تمکنت سے خاموش کھڑا ہے ۔ اگرچہ ایک بلند ٹیلے پر ہے اور اسکی چوٹی کوسون سے دکھائی دیتی ہے ۔ مگر اپنی عزلت گزینی کے لیے اُس نے ایسا خاموش اور سنسان مقام اختیار کیا ہے جہان آبادی کا کوسون پتہ نہین ۔ اُسکے سائے مین ایک چھوٹی سی ویران مسجد ہے ۔ ایک مختصر سا اُجاڑ شوالہ ہے ۔ اور چند اور عمارتون کے منہدم و شکستہ آثار ہین ۔ جن کو دیکھ کے کسی کی سمجھ مین نہین آتا کہ آیا کسی کے رہنے کے مکان تھے ؟ خانقاہ تھے ؟ ٹھاکر دوارے تھے ؟ کیا تھے ؟ ہان مسجد کے متصل چند پُرانی قبرین ہین جن مین سے بعضی اپنی حالت پر قائم ہین اور بعض مٹ رہی ہین ۔ جس سے اندازہ ہی نہین یقین ہو جاتا ہے کہ بہت سی مٹ بھی گئین ۔ لیکن اتنا اطمینان ضرور ہے کہ سیہ مستان خوابِ فنا کا ساتھ دے کے اور انکی ہڈیان تک گل گل کے خاک ہو جانے کے بعد مٹی ہین ۔

دن کو اکثر گرڑیون کے لڑکے اپنی بھیڑ بکریون کے ساتھ اس پُرانے گھنے درخت کے سائے مین آکے بیٹھتے ۔ کھیلتے کودتے ۔ اور بےفکری کے گیت گاتے ہین ۔ اُن کی بکریان اور بھیڑین ادھر اُدھر دوڑ کے چرتی ۔ ٹیلے کے دامن پر جولانیان دکھاتی ۔ اور نیچے اُتر کے گنگا کے پانی سے سیراب ہوتی ہین ۔ اسکی ٹھنڈی ڈالون پر اور بڑے بڑے پتون کی

چلمنون مین صدہا طیور اور گلہریان - اور ہزار ہا قسم کے حشرات الارض آرام سے چھپے بیٹھے ہین جو ہر صبح و شام کو اپنے مستانہ نغمون سے ساکنان گورغریبان کے مسکنون پر نوبت بجایا کرتے ہین۔ مگر رات کا اندھیرا ہوتے ہی سب کے سب نہایت ہی خموشی و سکون کے ساتھ اپنے نشیمنون مین غائب ہوجاتے ہین اور اُسوقت شب زندہ دار اُلو جو دن کے شور و ہنگامے سے کول کے اندر سرک کے روشنی سے ہٹ دور پر جاکے مصروف مراقبہ ہوگیا تھا باہر نکل کے خاموش دنیا اور سنسان عالم پر نگاہ عبرت ڈالتا ہے۔ اور اپنے حُجرے سے گردن باہر نکال کے ہو البا قی کی ضربین اور نعرے لگانا شروع کرتا ہے۔

کیا دنیا کے پردے پر اس سے زیادہ عبرتناک منظر کوئی اور بھی ہے؟ اور یہان کی خموشی سے بڑھ کے بھی کوئی پُر معنی اور مضمون خیز کتاب ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہین۔ اس چھوٹے اور محدود عالم مین ایک غیر محدود خلقت آباد ہے۔ جو اپنے شور و ہنگامے سے زندگی و زندہ دلی کا اور اپنے سکوت و سکون سے ہماری ہستیِ موہوم کی بے ثباتی و بے استقلالی کا ثبوت دیتی رہتی ہے۔

خدا جانے یہ پُرانا درخت کب سے یہان گنگا کا پُجاری بنا کھڑا ہے۔ اور عالم کی نیرنگیون کے کیسے کیسے تماشے دیکھ چکا ہے۔ طیور کا جو عالم اسپر بسا ہوا ہے خدا جانے کیا کیا انقلابات دیکھ چکا ہے۔ اس عالم مین طوفان آئے ہین۔ آندھیان چلی ہین۔ تباہیان ہوئی ہین۔ اور بڑے بڑے ہنگامے بپا ہوے ہین۔ زندگی و موت کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ خدا جانے کتنے ایک اور کیسے کیسے خوبصورت طیور اسکی ٹہنیون مین پل کے بڑے ہوے ہین۔ اور یک بیک کمال بے اُنسی اور بے پروائی کے ساتھ بچپن کے دوستون اور طفولیت کے رفیقون سے رخصت ہوکے چلے گئے ہین۔ یہی وہ صحرا کا درخت تو نہین جس کی پُر عبرت تاریخ کا ایک ٹکڑا نظیر اکبرآبادی نے اپنی نظم "ہنس نامہ" مین اس تمہید سے بیان کیا ہے کہ

آیا تھا کسی شہر سے اک ہنس بچارا ۔۔۔ اک پیڑ پہ صحرا کے کیا اُسنے گذارا

لیکن چاہے یہ وہی درخت ہو یا کوئی اور اس مین شک نہین کہ اُسپر روز ویسے ہی ہنگامے مچے رہتے ہین۔ فرق اتنا ہے کہ جو مخلوق اس نباتی عالم مین آباد ہے نہایت ہی متین وضابط ہے - اور ہماری طرح ادنیٰ ادنیٰ سی باتون پر آپے سے باہر نہین ہوجاتی -

یہان بھی روز و نا دتین ہوتی ہین - اور اس دنیا مین بھی روزانہ بازار مرگ گرم رہتا ہے مگر ہمارے گھر ون کی طرح نہ یہان ولادت پر ڈھول بجتی ہے اور نہ موت پر شور ماتم بلند ہوتا ہے - دنیوی مسرت و الم پر یہ لوگ ہم سے زیادہ فلسفیانہ نظر ڈالتے ہین اور ہم سے بدرجہا زیادہ بے پروا ہین - وہ اپنی مخلوقیت کے راز اور "فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ" کے فلسفے کو بخوبی سمجھ گئے ہین - اور قدرت کی دست بُرد پر دم نہین مارتے - نہ کبھی کوئی کلمۂ شکایت اُنکی زبان سے نکلتا ہے - اور نہ کسی تکلیف پر اُف کرتے ہین -

لیکن جو عالم اس مرقع عبرت درخت کے اندر واقع ہے اُس سے قطع نظر کرکے اگر اُس چھوٹے سے شہر خاموشان کے حالات پر نظر ڈالیے جو اسکے سائے مین اور اسکے آس پاس واقع ہے تو خدا جانے کیا کیا باتین خیال مین آجاتی ہین - خود اس سے پوچھو تو کچھ نہ بیان کریگا - کیونکہ مقدس رود گنگا کے کنارے کھڑے ہو کے یہ سوا اپنے خالق بے ہمتا کی تسبیح و تہلیل کے کوئی اور بات گناہ سمجھتا ہے - اور اپنے خالق سے باتین کرنے مین اس قدر محو اور اس درجہ مصروف ہے کہ ہماری نہین سُنتا - لیکن اس کا ہر ہر پتہ تاریخ کا ایک ورق ہے - اور اسکے دامن مین اگلے افسانون کی تصویرین نظر آرہی ہین - حقیقت بین نظر چاہیے -

بستی - مندر - قبرین - منہدم مکان کے آثار کہ رہے ہین کہ کبھی یہان آبادی تھی یہ لوگ جو اِن ٹوٹی قبرون مین سو رہے ہین کبھی زندہ تھے - اس درخت کے قریب بستے اور گرد و پیش کے میدانون مین چلتے پھرتے نظر آتے تھے - مسجد مین اذان ہوتی تھی اور شوالے مین ناقوس بجتا تھا - خدا پرستی کے دونون عنوان زندہ تھے اور ایک دوسرے سے ربط و اُنس رکھتے تھے اگرچہ مذہب و اعتقادات مین باہمی اختلاف تھا مگر نہ لڑائی تھی نہ جھگڑا - جس کا اس سے زیادہ واضح ثبوت کیا ہوگا کہ دونون کے عبادت خانے جو ایکدوسرے کے جوار مین تھے اپنی اصلی حالت پر قائم ہین اور سلف کے تبرکات کی شان سے ہم تک پہونچے ہین - جو ہندو مسلمان اُس پُرانے برگد کے آغوش فنا مین سو رہے ہین اپنے عہد مین ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے - اور مختلف المذہب پڑوسیون کو ستانا اُنکے اصولِ اخلاق سے ناجائز تھا - انھین کہین دور لیجا کے اپنا معبد بنانے کا خیال نہ تھا بلکہ چاہتے تھے کہ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کے اپنے خدا کی پرستش کرین - ممکن ہے کہ آجکل

کے زہریلے اثر سے وہ بھی متاثر ہو جاتے۔ اور لڑ جھگڑ کے ایسا قانون بنواتے کہ ایک فریق کا معبد دوسرے فریق کے معبد سے دور ہو۔ مگر خدا نے ایسے پُرفتن زمانے کے شروع ہونے سے پہلے ہی اُنھین اپنے پاس بُلا لیا۔ اُنکے معبدین اور حال کے ذو تعمیر معابد کی طرح معرکہ آرائی اور جنگ و پیکار کے قلعے ہونے کے عوض خالص عبادتکدے ہین۔ اسلیے کہ اُنھین خاموش اور سنسان پڑا رہنا پسند ہے اور یہ نہین گوارا کہ جھگڑالو نمازیون اور پجاریون کے معبد بنین۔ موجودہ سپاہیانہ منش عابدون کو بھی یہ سادے اور بے شر معبد نہین پسند ہین۔ وہ اپنے لیے نئے مذاق کے معبد بنائین گے مگر ان مین نماز گزاری کے لیے نہ جائین گے۔

آہ! اس زمانے کے لوگ چاہے اُنکی بے شرمی کی زندگی اور اُنکے صلح جوئی کے مذاق کو نہ پسند کرتے ہون۔ مگر ہمین اُنکی اگلی بے آزار زندگی پر بھی حسد آتا ہے۔ اور اُنکے بعد مرگ کی اس خاموش زندگی پر بھی۔ خیال کرو کہ جب وہ زندہ ہونگے اور یہ مکانات آباد ہون گے تو اُنکے باہمی اُنس و محبت نے اس مبارک خطۂ زمین کو مسرت و شادمانی کا کیسا پُرلطف مامن بنا دیا ہوگا۔ یہان کے ہندو مسلمان خلوص اور صاف دلی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جُلتے ہونگے۔ اور کسی کا کوئی کام بغیر دوسرے کی مدد اور شرکت کے پورا نہ ہوتا ہوگا۔ اور جب دنیوی کاروبار سے فرصت ملتی ہوگی اُسوقت دونون نہایت ہی اخلاقانہ رفق و موانست کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہو کے خدا کی عبادت کے لیے اپنے اپنے معبدون مین چلے جاتے ہونگے۔ اور جس طرح طیور اس برگد کی ٹہنیون پر بیٹھ کے بقول فیضی فیّاضی

مرغان سحر بہر صباحے   خوانند ترانہ اصطلاحے

اپنے جدا جدا نغمون سے خدا کو یاد کرتے ہین۔ یہ دونون گروہ اپنی اپنی وضع اور اپنے اپنے مذاق مین اُس خالق بے ہمتا کی عبادت کرتے ہونگے۔ نہ ان کی اذان اُنکو ناگوار ہوتی ہوگی اور نہ اُنکا سنکھ انکو مشتعل کرتا ہوگا۔ زندگی بھر ساتھ دینے کے بعد مرنے مین بھی دونون نے ساتھ دیا۔ اور اسی درخت کے نیچے ایک کی ہڈیان آغوش لحد کے سپرد کی گئین اور ایک کی خاک کو گنگا مائی نے مادر شفقتہ کی طرح اپنی متبرک گود مین لے لیا۔

غرض دونون مبارک زندگیان بسر کر کے چلے گئے۔ اور جو سلامت روی کی وضع اختیار

کی تھی اُسے دم واپسین تک نباہ گئے۔ اور اپنی باقیات الصالحات کے ذریعے سے آج تک نباہ رہے ہین۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم اور ہمارے زمانے والے نہ اُن کی مبارک زندگیون سے سبق لیتے ہین اور نہ اُنکی قبرون پر جا کے دو آنسو بہاتے اور فاتحے کو ہاتھ اُٹھاتے ہین۔

مغرور جُوتا

مین اپنے ٹوٹے ہوے جُوتے کو مُرمت کر رہا تھا کہ اُس نے اور دانت نکال دیے۔ اور مین ایسا جھنجلایا کہ اُسے نوچ کے پھینک دیا۔ میری یہ تکبر انہ برہمی اُسے ناگوار سی گزری اور زبان حال سے بولا "میرا قصور؟" مین نے بے پروائی سے کہا "۔ کفش چون وندان نماید مکنند از پای دُور"۔ اُس نے کہا "خیر آپ کو میری ضرورت نہین رہی ہے تو نکال دیجیے۔ مگر یون ذلیل کر کے تو نہ نکالیے!" اُسکے اس غرور پر مجھے ہنسی آگئی۔ اور کہا "کیا دنیا مین تجھ سے بھی زیادہ ذلیل کوئی چیز ہے؟ تو انسان کے اسفل ترین حصۂ جسم سے وابستہ ہر وقت پاؤن سے کچلا اور روندا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ راستے کی نجاستون مین آلودہ ہوتا رہتا ہے۔ تہذیب کی صحبتون مین تیرا گزر نہین ہو سکتا۔ صفائی کی محفلون مین تُو گھُسنے نہین پاتا۔ ہم جب کبھی کسی احسان فراموش کو دیکھ کے کہتے ہین کہ یہ ہماری ہی جوتیون کا صدقہ ہے اُسوقت تجھے انتہا درجے کی ذلت سے دیکھتے ہین۔ اور ہماری محبوبۂ مہ جبین نے کل جو اپنی زلفِ برہم کی طرح پیچ و تاب کھا کے "میری جوتی کی نوک سے" کہا تھا تو اُس نے تجھے حد سے زیادہ حقیر خیال کیا تھا۔ تو یہ بھی نہین دیکھتا کہ جسے کمال ذلیل کرنا ہوتا ہے اُسے تیری مار ماری جاتی ہے؟ اور تیری ایک بے نتیجہ چوٹ بھی اُسے تیر و سنان اور شمشیر و خنجر کے ہزار جان ستان زخمون سے زیادہ ناگوار گزرتی ہے؟ یہ سب کیون؟ اسلیے کہ تو نہایت ہی حقیر اور حد سے زیادہ ذلیل ہے۔ لیکن باوجود ان سب باتون کے تجھے بیحیائی سے اپنی عزت کا خیال ہے؟"

مین سمجھتا تھا کہ یہ باتین اُس سرکش جوتے کو خاموش کر دین گی۔ مگر اُس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور بولا "یون تو آپ کو اختیار ہے کہ اپنے نزدیک جسے چاہین معزز خیال کر لین اور جسے چاہین ذلیل کر دین۔ لیکن خدائی فیصلہ آپ کی تجویز اور مرضی سے نہین ہو سکتا۔ خدا نے

ہر شخص اور ہر چیز کو اپنے مقام پر ایک فضیلت اور خصوصیت عطا کی ہے جس پر وہ جس قدر فخر و ناز کرے بجا ہے۔ لیکن اُس پر آپ کی طرح کسی کو اترانا نہ چاہیے۔ مجھ مین اگر کوئی ذلت کی بات ہے تو وہ آپ کی بدولت ہے۔ آپ اپنے گھر مین مجھے ذلیل سمجھا کرین۔ لیکن مین اپنی جگہ پر غور کرتا ہون تو اپنے مین کوئی ذلت و حقارت کی بات نہین پاتا۔ مین جس چیز سے بنا ہون اُسی سے آپ کا جسم بنا ہے۔ یہی زندگی۔ یہی نرمی۔ یہی حُسن۔ اور یہی خوبی جو آپ کی کھال مین ہے کبھی مجھ مین بھی تھی۔ یہی غذائین جو روز آپ کا جزو بدن ہوا کرتی ہین کبھی میرا جزو بدن بھی ہوا کرتی تھین۔ مرنے کے بعد میری حالت آپ سے اچھی رہی۔ مین تو سڑنے گلنے سے بچ کے آپ کے پاؤن کا لباس بن گیا۔ آپ کی کھال مین اگر نفع رسانی خلق کا کوئی مادہ شاید ہو بھی تو اس مستعار زندگی ہی تک ہے۔ مرنے کے بعد آپ کے جسم کے کسی حصے کو خلق اللہ کی خدمت کا موقع ملے اسکی ہرگز اُمید نہین۔ ممکن تھا کہ مین ایک پُر تکلف ٹوپی کا استر بنکے آپ کے سر پر جا پہونچتا۔ ممکن تھا کہ مین پوستین کی صورت مین نمودار ہو کے آپ کے جسم سے لپٹ جاتا۔ ممکن تھا کہ مین ایک پیٹی بنتا اور آپ کی کمر مین بندھا رہتا۔ اور ممکن تھا کہ مین کوئی ایسی خوبصورت چیز بنتا جسے آپ نہایت عزیز رکھتے۔"

جوتے کی اِن واعظانہ باتون سے مین دل مین کانپ گیا۔ مگر یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ ایک ایسی ذلیل شے سے قائل ہو جاؤن۔ جواب دیا "ان صورتون مین سے جو صورت ہوتی ویسی ہی تمھاری قدر و منزلت بھی کیجاتی۔ مگر اب تو تم ایک جوتے ہو اور ٹوٹے ہوے جوتے! ایسی حالت مین عزت کا نام لیتے تمھین شرم نہین آتی؟" مگر وہ جوتا بھی کچھ ایسا جھنجھلایا ہوا تھا کہ کسی طرح جان نہ چھوڑی اور کہا "مین تو جوتا ہوتے مین بھی اپنی توہین و تذلیل کی کوئی وجہ نہین پاتا۔ جوتا ہونے سے کیا کوئی ذلیل ہو جاتا ہے؟ اگر مین آپ کے بادشاہ یا کسی معمولی حاکم ہی کا جوتا ہوتا تو آپ زمین پر سر رکھ کے مجھے چومتے۔ اگر مین آپ کے مرشد یا کسی ولی اللہ کا جوتا ہوتا تو آپ مجھے باوجود شکستگی کے آنکھون سے لگاتے۔ اگر مین آپ کے اُستاد یا کسی دوسرے بزرگ کا جوتا ہوتا تو آپ سعادتمندی تصور کر کے مجھے سیدھا کرتے۔ اور بالفرض اگر مین اُسی مہ جبین کی جوتیان ہوتا جس کے "میری جوتی کی نوک سے" کہنے مین آپ کو میری حقارت نظر آئی تو آپ میری مار کو بڑے شوق اور مزے سے کھاتے۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ جوتا ہونے سے میری کیا آبرو گھٹ گئی؟

ہان اس بات کو مین البتہ مان لون گا کہ آپ کے ایسے ناحق شناس انسان کی پاپوش بننے سے میری عزت جاتی رہی۔ اور مجھ مین ذلت و حقارت جو کچھ ہے آپ سے ملنے آپ کے پاس آنے اور آپ کی صحبت مین رہنے کی وجہ سے ہے"۔

اب گفتگو نے ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ اپنی کمزوری ظاہر ہونا درکنار مجھے یہ نظر آ رہا تھا کہ میرا ہی جوتا مجھے کمال بیباکی سے ذلیل کر رہا ہے۔ برہمی کے ساتھ کہا "تیری حقارت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ جب مقدس دربار الٰہی مین پہونچے تو حکم ہوا کہ "فاخلع نعلیک" (اپنی جوتیان اُتار ڈالو) جوتے نے کہا "بیشک اُس مقام پر جناب موسیٰ کو جوتیان اُتارنا پڑین۔ مگر جس منزل تک وہ جوتیان پہنے چلے گئے اور جہان تک میرا اُن کا ساتھ رہا وہان تک آپ تو کیا ہین بڑے بڑے ائمۂ دین کی بھی رسائی نہین ہو سکتی۔ ذات وحدت کی قربت مین ضرورت تھی کہ حضرت موسیٰ دنیا کی تمام نمائشون سے معرّیٰ ہو جائین۔ جوتیان تو جوتیان وہان تو اُنھین سارے کپڑے اُتار ڈالنا چاہیے تھے۔ اس مین اول تو میری ذلت نہین ہوئی اور جو ہوئی بھی تو آپ کے مقابلے مین نہین۔ آپ سے افضل ہی ہون"۔

آخر مین نے تنگ آ کے پوچھا "کیا تو سچ مچ اپنے آپ کو مجھ سے افضل و اعلےٰ سمجھتا ہے یا یہ فقط تیری سخن پروری ہے؟" اُس نے کہا "سخن پروری اور ضد انسان کے صفات ہین۔ اور انسان کے سوا ساری مخلوق ان سرکشانہ صفات سے مبرّا ہے۔ رہا اپنی بڑائی اور فضیلت کا خیال۔ تو وہ نفس پرستی کا تقاضا ہے۔ اور خدا نے مجھے اس مرض سے محفوظ رکھا ہے۔ اپنے مخلوقیت کے فرائض ادا کرنے کی دُھن مین کبھی مجھے اس مسئلے پر غور کرنے کی فرصت ہی نہین ملی۔ مین کیا جانون کہ آپ افضل ہین یا مین؟ ہان ایک بات البتہ خیال مین آتی ہے۔ مگر آپ شاید اسے مانین یا نہ مانین؟" مین نے گھبرا کے پوچھا "وہ کون سی بات ہے؟" جواب ملا کہ "اپنے فرائض زندگی کو جو شخص جتنی زیادہ عمدگی و مستعدی سے بجا لائے اُسی قدر اُسے افضل ہونا چاہیے"۔ مین نے کہا "بیشک!"

میری زبان سے بیشک کا لفظ سنتے ہی وہ ایک جوش مسرت کے ساتھ بولا "اچھا" تو پھر مین آپ سے افضل ہون۔ مین سچ کہتا ہون کہ اپنے فرائض ادا کرنے مین کبھی مین نے کوتاہی نہین کی۔ مین آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اور دربار الٰہی سے آپ کے یہان میرا تقرر

ہوا تھا - آپ نے جب اور جو کام لینا چاہا مین نے عذر نہین کیا - آپ بڑے کامون کے لیے گئے - بیہ کاریون مین مبتلا ہونے کے لیے گھر سے نکلے - ایذا رسانی اور مخلوق کو آزار پہونچانے کے لیے روانہ ہوے اور ہمیشہ مجھے پہن کے گئے - میری طرف سے آپکی فرمانبرداری مین ذرا بھی کمی ہوئی ہو تو فرمائیے ؟ آپ مجھے پہنے ہوے نجاستون مین چلے گئے - کانٹون اور پتھرون مین گھس گئے - مجھے ان باتون سے تکلیف ہوئی مگر مین نے اطاعت سے مُنہ نہ موڑا - آپ کی رفاقت مین مجھے حد درجے کی بے نفسی سے کام لینا پڑا - نیکی اور بدی کی طرف سے اپنے آپ کو بالکل بے حس کر لینا پڑا - غرض مین نے ہر طرح کی مصیبتین جھیلین مگر آپ کی نافرمانی نہین کی - اب اسکے مقابلے مین آپ اسکا ثبوت دین کہ آپسے بھی اپنے فرائض زندگی کے بجالانے مین قصور نہین ہوا - اگر آپ اسے ثابت کر دیجائین تو گو کہ اس سے صرف میری آپ کی مساوات ثابت ہوگی مگر مین آپ کو اپنے سے افضل مان لون گا - ورنہ بندہ نواز قصور معاف آپ ہزار بڑھ بڑھ کے باتین بنائین مین آپ سے اچھا ہون"

اب مین کلیتہً لاجواب تھا خصوصًا اس لیے کہ اُسکے یاد دلانے سے زندگی بھر کے گناہ اور قصور میری آنکھون کے سامنے پھر رہے تھے - کمال بے اختیاری سے قبول کر لینا پڑا کہ " مین ہارا اور تم جیتے - واقعی تم مجھ سے ہزار درجے بہتر ہو - اور مین نے جو تمھاری تحقیر کی اُسے معاف کرو"

سقفِ فلک

انسان کی جب پہلے پہل دنیا مین آنکھ کھلی ہوگی اور اُس نے اس نیلگون سقفِ فلک کی طرف نظر اُٹھا کے دیکھا ہوگا تو اُسکی عجب حالت ہوگئی ہوگی - ہم اس بالائی طلسم کو دیکھتے دیکھتے عادی ہوگئے ہین - اور ہمارے دلون کو صبر آگیا ہے کہ ع " کس نکشود و نکشاید بہ حکمت این معارا " لیکن اُسوقت انسان کی متجسس طبیعت کو اپنے اس عجز کی خبر نہ تھی - وہ بڑے بڑے دعوے رکھتا ہوگا - اور جانتا ہوگا کہ ہم سب کچھ کر سکتے ہین سچ یہ ہے کہ اُسوقت اس طلسم فلک کا راز معلوم کرنے کے شوق نے اُسے بہت ہی پریشان کیا - یہ تماشا دیکھتے دیکھتے وہ حیران ہوگیا کہ دن کو تو اس گنبد نما سقف مدوّر مین

ایک ہی قندیل روشن ہوتی ہے جس کی تیز روشنی سے ہر طرف اُجالا ہو جاتا ہے۔ مگر رات کو جب وہ دن والی بڑی قندیل غائب ہو جاتی ہے تو جابجا بے ترتیبی سے سیکڑون چراغ روشن ہو جاتے ہین۔ اور پتہ نہین چلتا کہ کیون روشن ہوتے ہین اور انھین کون روشن کرتا ہے؟ پہلا خیال یہ تھا کہ یہ قندیلین اس لاجوردی چھت مین قائم ہین۔ مگر مشاہدے سے معلوم ہوا کہ نہین یہ چلتی پھرتی رہتی ہین۔ اور ایک جگہ قائم نہین۔ یہ دیکھ کے اور حیرت ہوئی۔ دل مین کہا "اس سے تو یہ سمجھ مین آتا ہے کہ کچھ لوگ مقرر ہین جو آسمان پر ان چراغون کو لیے لیے پھرتے ہین"۔

جب نظر اس راز قدرت کو کسی طرح نہ پا سکی اور یقین ہوگیا کہ اب یہ حال بغیر پاس جا کے دیکھے نہین کھل سکتا تو انسانون نے بڑی بیصبری کے ساتھ اس بات کی کوشش شروع کی کہ جس طرح بنے اس چھت پر چڑھین۔ جہان تک رسائی ہو سکی ڈھونڈھا اور تلاش کیا مگر کسی جگہ کوئی زینہ نہ ملا جس پر سے ہو کے اُوپر جائین۔ سیڑھی بنانے کی کوشش کی مگر بہت سے بانس اُٹھا اُٹھا کے دیکھے کوئی آسمان تک نہ پہونچا۔ آخر سب نے مل کے ایک مینار بنانا شروع کیا۔ اور اس دُھن مین لگ گئے کہ جب تک آسمان نہ ملیگا ہم اس مینار کو اُونچا کرتے ہی چلے جائین گے۔ اس مینار کے بنانے مین اُنھون نے بڑی بڑی مستعدیان دکھائین۔ نہ دن کو دن سمجھے نہ رات کو رات۔ لیکن اُسے جس قدر بلند کرتے جاتے تھے اُسی قدر آسمان اور اونچا ہوتا جاتا تھا۔ آخر ہاتھ پاؤن محنت سے رہ گئے۔ ساری کوشش بیکار گئی۔ ہمتین پست ہو گئین۔ اور نظر آگیا کہ کسی ایسے بُرج کے بنانے کا خیال کرنا جو آسمان سے جا لگے محض جنون ہے۔

لیکن انسان سعی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ فلک دوز بُرج بنانے کی کوشش مین عاجز ہوا تو اس راز کے حل کرنے کی دوسری تدبیرین سوچنے لگا۔ ظاہر مین نظر آ رہا تھا کہ چارون طرف آسمان کے کونے سطح زمین کے کونون سے ملے ہوے ہین۔ بنانے والے نے اس نیلگون گنبد کو دیوارون پر نہین قائم کیا بلکہ ایک گول پیالا ہے جو فرش زمین پر اوندھا دیا ہے۔ اسکے ساتھ آسمان و زمین کے کنارے جہان پر ملے تھے وہ مقام کچھ دُور نہ نظر آتا تھا۔ بہت سے اُولوالعزمون نے کہا "اگر ہم آسمان پر سیڑھی نہین لگا سکتے۔ کوئی ایسا بُرج و مینار نہین بنا سکتے کہ جسکی چوٹی اس نیلی چھت کو چھو سکے تو ہم

افق کی طرف جا ئین گے جس طرح بنے گا گرتے پڑتے پہونچین گے اور اس اندھے پیانے کی کگرون کو چھو لین گے - چنانچہ ہر شخص اپنی مرضی کے موافق کسی نہ کسی طرف چل کھڑا ہوا - کسی نے پورب کی راہ لی اور کسی نے پچھم کی - کوئی اُتّر کی طرف چلا اور کوئی دکھن کی طرف - مگر سب حیرت سے دیکھتے تھے کہ جس قدر آگے بڑھتے ہین اُسی قدر افق پیچھے ہٹتا جاتا ہے - تیزی سے قدم اُٹھایا - وہ بھی تیزی سے دُور ہونے لگا - دوڑے وہ گویا ان سے بچنے کے لیے اُلٹا بھاگنے لگا -

اسی دُھن مین یہ لوگ منزلون چلے گئے - ہزارون کوس آگے نکل گئے - مگر افق اُتنی ہی دُور تھا جتنی دور کہ گھر سے چلتے وقت نظر آیا تھا - آخر بعض کو سمندر نے روکا - اور اپنی لہرون سے چین بہ جبین ہو کے قدرت کی طرف سے ڈانٹا کہ "تأدّب!" بعض کو سر بہ فلک پہاڑون نے روکا اور عظمت و جبروت کے لہجے مین کہا "زیادہ حدِ ادب!" لیکن اُفق کی جستجو مین اتنی دُور نکل آئے تھے کہ پانؤن نے جواب دیدیا تھا - گھر واپس جانا محال تھا - جہان پہونچے وہین کے ہو گئے - مگر اپنی متجسّس طبیعت سے مجبور تھے - دُھن اب بھی یہی تھی کہ آسمان کو چھو لین -

ہوس آمیز اُمید نے اب ان کے دلون مین یہ خیال پیدا کیا کہ اگر گوشۂ فلک کو چھو لین گے تو اسکے اوپر چڑھنے کی کوئی راہ بھی ضرور نکل آئیگی - کوئی دروازہ یا کوئی کھڑکی موجود ہی ہوگی - بس ہم اُسکے پار ہوے اور آسمان پر چڑھ گئے - جن کے پانؤن سمندر نے پکڑ لیے تھے اُنھون نے سوچتے سوچتے مدتون مین دریا پر سفر کرنے کے مخدوش ذریعے پیدا کر لیے - کشتیان بنائین اور اُن پر سوار ہو کے ڈگمگاتے اور موجون کے تھپیڑے کھاتے ہوے آگے بڑھے کہ اُفقِ فلک تک پہونچین جو سامنے ہی ہے - اُفق تو اب بھی نہ ملا - اپنی وضع کے مطابق دُور ہی ہوتا گیا مگر صدہا جزیرے مل گئے - جن مین جا جا کے اُنھون نے سکونت اختیار کی - اور کوئی مقام نہ باقی رہا جہان نہ پہونچ گئے ہون -

جن لوگون کو پہاڑون نے روکا تھا وہ پہلے تو ہیبت کھا کے اور خوف زدہ ہو کے رُکے - ذرا ٹھہرے - پھر غور سے جو دیکھا تو پہاڑون کی چوٹیان آسمان سے باتین کرتی نظر آئین - اور دل مین کہا "یہ تو آسمان پر پہونچنے کے اچھے خاصے زینے موجود ہین - ہم نے وہ بُرج بنانے کی فضول ہی کوشش کی تھی" فوراً پہاڑون پر چڑھنے لگے - اب اس

سبھی لاحاصل میں لگے ہوئے ہیں۔ ٹھوکریں کھا کھا کے گرتے ہیں۔ ہانپ ہانپ کے قدم اُٹھاتے ہیں مگر چڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ آخر اکثر کو چوٹیوں پر جاکے نظر آیا کہ یہاں سے بھی آسمان اُتنی ہی دُور ہے جتنی دُور کہ زمین پر سے تھا۔ مگر بعض جن کی نہایت بلند پہاڑوں کی برف آلود چوٹیوں تک رسائی نہ ہو سکتی تھی اُنھیں یقین ہو گیا کہ اوپر جاکے بھی سقفِ فلک کو نہ چھو سکیں گے۔ لیکن پھر بھی رہ رہ کے یہ خیال آتا تھا کہ اگر اس برف کے سمندر کو پھاند کے اوپر پہونچ جائیں تو شاید آسمان کی حقیقت یہاں سے کچھ زیادہ معلوم ہو سکے۔ اسی خیال سے اوپر چڑھنے کی ہوس میں بہتوں نے جانیں دیں مگر آسمان کو کوئی نہ چھو سکا۔

اس جستجوے لاحاصل سے انسان کی آرزو تو نہ بر آئی مگر خدا کا جو منشاءِ تخلیق تھا وہ آپ ہی آپ بڑی خوبی کے ساتھ پورا ہوتا گیا۔ یعنی ساری زمین انسانوں سے آباد ہو گئی۔ اور حضرتِ آدم کو خلافت و نیابتِ الٰہی کا جو عہدہ ملا تھا اُسکی البتہ بوجہِ احسن تکمیل ہوئی۔

لیکن اس تھکنے اور عاجز ہونے پر بھی انسان اپنی جستجو سے باز نہ آیا۔ اب اُسنے زمین ہی پر بیٹھے بیٹھے آسمان میں ٹھگلیاں لگانا شروع کیں۔ غور کرنا شروع کیا کہ آخر یہ طلسم کیا ہے؟ اس سقفِ زرنگار پر کون لوگ رہتے ہیں؟ آخر غور اور سوچ نے اُسے دھیان اور مراقبے کی برکتیں دکھانا شروع کیں۔ اور خیالات نے پرورش پاکے واقعیت اور حقیقت کے ایسے ایسے لباس پہنے کہ اُسے اپنی روحانی سیروں اور باطنی جستجوؤں کا یقین آگیا اور سمجھا کہ ہم آسمان پر جاکے جو کچھ معلوم کر سکتے اُسے یہیں گردن جھُکا کے اور آنکھیں بند کر کے چشمِ حقیقت بین سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔

دنیا میں انسانوں کو جنگلوں۔ پہاڑوں۔ اور سمندروں میں بہت سی ایسی چیزیں نظر آئی تھیں جن کی عظمت سے مغلوب و خائف ہو کے اُس نے خیال کر لیا تھا کہ ان میں کوئی غیر مجسم قوٰی موجود ہیں جو اپنی صورت تو نہیں دکھاتیں مگر ہم پر اپنا رعب بٹھا دیا کرتی ہیں۔ جب ان قوتوں کا اُسے بہت زیادہ یقین ہوا تو کبھی کبھی اُسکے خیال کی آنکھوں نے ان روحانی قوتوں کی صورتیں بھی دیکھ لی تھیں۔ اب اُس کا خیال اس جانب مائل ہوا کہ یہ سقفِ فلک انھیں باطنی اور مخفی قوتوں کا نشیمن ہے۔ اس خیال کی طرف توجہ ہونے کے بعد جب انسان نے مراقبۂ و مکاشفہ کے قاعدوں سے اُسکو خوب پرورش کیا تو آسمان پر اُسے بڑے بڑے تماشے نظر آنے لگے۔ اُسکی باطنی جستجوؤں نے سقفِ فلک کے اوپر جس

روحانی عالم کا پتہ لگایا تھا وہ ایک بڑا وسیع عالم نظر آیا۔ جس مین دیوتا رہتے تھے۔ دیویان اپنے لازوال ابدی حسن کے کرشمے دکھارہی تھین۔ اُنکے رہنے کے محل۔ اُنکے سیر کرنے کے چمن اور اُنکے سارے سازوسامان دنیوی تکلفات سے بدرجہا زیادہ بڑھے چڑھے نظر آئے۔

زیادہ غور وخوض اور مزید توجہ نے اس بات کو بھی محسوس کرلیا کہ آسمانی تارون کی حرکتین نئی نئی اور جدا گانہ ہین۔ اور سب ایک ہی سافت پر نہین بلکہ نسبۃً قریب و بعید ہین۔ کوئی بہت زیادہ دُور ہے اور کوئی بہ نسبت اُسکے نزدیک۔ ان نئی باتون کے معلوم ہوتے ہی انسان کی جستجوؤن نے رفتہ رفتہ اس سقف فلک پر ایک بڑا بھاری نوکھنڈا محل بناکے کھڑا کردیا۔ اور چونکہ اس نومنزلی عمارت مین سے سب درجون کے تارے اور اُنکی حرکتین نیچے سے بخوبی نظر آسکتی تھین اسلیے یہ بھی فیصلہ ہوگیا کہ یہ ساری عمارت صاف اور شفاف شیشے کی بنی ہوئی ہے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ سقف فلک کا یہ نومنزلہ محل فرشتون اور دیوتاؤن کا عالیشان شیش محل بنگیا۔ جس مین سے سروشتان کی ابدی کنواریان اور دنیا پر تصرف کرنیوالی دیویان جھانک جھانک کے دنیا والون کے ہر فعل اور اُنکی ہر حرکت کو دیکھتی رہتی تھین۔

اب ان خیالات کے ساتھ عقیدت نے دنیا کا رنگ ہی بدل دیا۔ ساتون سیّارون مین سے ہر ایک دیوتا یا دیوی بن گیا۔ مراقبون۔ روحانی سیرون۔ اور جستجوؤن نے ان دیوتاؤن کی صورتین۔ شکلین۔ اُنکے لباس۔ اُنکے رنگ اور اُنکے بانے (شعار) بتائے۔ اُن ساتون تارون کے جیسے شیش محل سقف فلک پر نظر آئے تھے دُنیا مین بننے اور تیار ہونے لگے۔ اور بڑے زور وشور سے اُنکی پرستش ہونے لگی۔ سب کو یقین آگیا کہ دنیا والون کا روحانی کمال یہی ہے کہ یہ جسم جو بوجھل ہونے کی وجہ سے اوپر اُڑنے نہین دیتا اس سے الگ ہوکے اور لسوت روح بنکے انسان سقف فلک کے اس شیش محل مین پہونچ سکتا ہے۔ اور یہی اُسکی نجات ہے۔ اور یہین سے روحانیت کا عالم قائم ہوا جس نے محققین مابعد کی جستجوؤن سے ہر عہد اور ہر زمانے مین ایک نیا رنگ بدلا اور نئی شان دکھائی۔

یہ نوکھنڈا شیش محل ہزارہا سال تک قائم رہا۔ اگرچہ اس بارے مین کہ اُس مین

کیا ہے اور کون اور کیسے لوگ رہتے ہین؟ بعد کی جستجو ؤن نے اختلافات پیدا کر دیے - ہر گروہ
ایک نئے نتیجے کو پہونچا - اور جس طرح بادشاہون کی دست بُرد سے دُنیا کا جغرافیہ بدلا کرتا تھا
اُسی طرح سقف فلک کا جغرافیہ بھی ہر گروہ اور ہر مذہب کے خیال کے مطابق بدلتا اور کچھ
سے کچھ ہوتا رہا - لیکن پُرانے محققون کا شیش محل بدستور قائم تھا اور امید تھی کہ قیامت تک
برقرار رہیگا - کیونکہ فنا ہونا درکنار اُسکا خرق و التیام تک محال تھا -

لیکن دورِ جدید کی تحقیقات اور دُوربینی کے نئے آلات نے اب ہزارہا سال کے بعد
سقف فلک کے اُس شیش محل کو جسکے ٹوٹنے کو دُنیا محال و خلاف عقل سمجھے ہوے تھی
اس طرح مٹا کے رکھ دیا کہ گویا تھا ہی نہین - اب نہ وہ شیشے کے آسمان ہین اور نہ اُنکی
وہ گردش - بلکہ تارے خود ہی اپنے حیز پر چکّر لگا رہے ہین - تارون کی بھی وہ شکلین اور
وضعین خواب و خیال ہوگئین - نہ عطارد مرد مقدس ہے نہ مریخ بانکا سپاہی - نہ زُہرہ
اپنی چشم فتان سے دلبری کرتی ہے نہ مشتری بال کھولے بین بجا رہی ہے - بلکہ بجاے اسکے
کہ یہ سب دیوتا یا دیویان ہون ہماری زمین ہی کے سے کُرّے اور بڑے بڑے عالم نکلے - تاہم
اُس شیش محل کے ڈھا جانے پر بھی وہ روحانیات کا عالم باقی ہے جو اُسی سے نکلا تھا - مگر
کُرّون کے عالمون تک پہونچنا اور اُن مین زندہ و متحرک مخلوق کا پتہ لگانا ابھی باقی ہے -
ہوائی گھوڑے انسان نے پیدا کر لیے ہین - اور امید ہے کہ باقیماندہ رموز بھی کسی مابعد زمانے
مین حل ہو جائین گے -

عقل و نقل کا جھگڑا

(۱)

دنیا کی پُرانی وضع چلی آتی ہے کہ جتنی باتین تجربون - مشاہدون - سُننے سنانے
اور دیکھنے بھالنے سے معلوم ہوتی ہین اُن پر عقل مناسب طریقے سے تصرف کر کے نئی
باتین نکالتی اور نئے نتیجون کو پہونچتی ہے - علم و عقل کی اس باہمی سازگاری و ہمنوائی
سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا عقل و نقل دو زبردست ملکائین ہین جو نہایت ہی یگانگت
کے ساتھ دونون کی مشترکہ مملکت پر یکسان طریقے سے حکومت کر رہی ہین - اِن کے
اتفاق و اتحاد اور باہمی میل جول کا زمانہ انسان کے لیے اعلیٰ ترین امن و امان اور

بے فکری و لاابالی کا عہد تھا۔ مگر افسوس دنیا کا معمول ہے کہ جسے کسی پر چند روز حکومت و تصرف کرنے کا موقع مل جاتا ہے وہ اپنی حد سے گذر جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ محکوم کو ہمیشہ کے لیے غلام اور بے عذر فرمان بردار بنالے۔ اُسکی آزادی بالکل سلب ہو جائے۔ اور کبھی وہ حلقۂ اطاعت سے باہر نہ ہو سکے۔ افسوس اس خرابی نے بڑے بڑے شاہی خاندانون بڑی بڑی نامور قومون اور بڑی بڑی زبردست سلطنتون اور مملکتون کو برباد کیا ہے۔

سلطنتون ہی پر منحصر نہین یہی مصیبت و آفت ہمین مذہب اور دین و ملت کے اقتدارات مین نظر آتی ہے۔ تعلیم یافتہ ہندو شکایت کر رہے ہین کہ برہمنون نے دوسری ذات والے ہندوؤن کو اپنے بس مین کیا تو اپنی حکومت اُن پر ایسی وسیع کر دی اور ایسی جکڑ بند کی کہ اُن غریبون کو جینا دشوار ہو گیا۔ دین و دنیا کے تمام کامون اور مرنے جینے تک مین وہ پنڈت جی مہاراج کی توجہ کے محتاج ہو گئے۔ اور کوئی گھریلو رسم اور عبادت بھی نہین باقی رہی جسے وہ بغیر اپنے پروہت پنڈت جی کی مدد کے انجام دے سکتے ہون۔

یہی شکایت اکثر مسلمانون کو اپنے مقتدا مولویون سے ہے جو چاہتے ہین کہ ہر ادنے سے ادنے کام مین لوگ ہمارے فتوے اور ہماری اجازت کے محتاج رہین۔ سُنّیون مین علما کی گرفت ہلکی پڑی تو پیرزادون نے اُنکی مسند چھین کے اپنا سکہ جما لیا۔ اور ایسا کس کے باندھا کہ بغیر پیر و مرشد کی دستگیری کے انسان دنیا مین روسیاہ ہے اور آخرت مین بھی۔ شیعون مین پیرزادون کا زور نہ چلا تو علما ہی نے اپنی حکومت ایسی زبردست کر لی کہ بغیر قبلۂ و کعبہ کی وساطت کے انسان قرآن و حدیث تک سے کوئی فائدہ نہین اُٹھا سکتا مجبور ہے کہ شریعت کے تمام احکام اور نصوص قطعیہ تک کو جناب مجتہد العصر و الزمان کی نگاہ سے دیکھے۔

یہود و نصارےٰ مین بھی یہی حالت ہے۔ یہود پر اُنکے رَبّی حکومت کر رہے ہین اور عیسائیون مین کیتھولک فرقے والون پر پوپ روم کی جو حکومت ہے ظاہر ہے۔ اور جو فرقے پوپ کے حلقۂ اقتدارات سے باہر ہین وہ بھی اپنے اساقفہ (بشپون) اور پادریون کے فرمان بردار ہین۔ پراٹسٹنٹ عیسائی اپنے آپ کو زیادہ آزاد بتاتے ہین مگر انگلستان کے چھوٹے چھوٹے گانؤن پر بھی کلرجی مین (گرجے کے امام) کا جو زبردست اثر ہے دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ قرون وسطےٰ مین مسیحی مقتدایان ملت نے ساری امت مسیح کو

ایک نفو کہ جائداد کی طرح اس قدر اپنا اسیر دام بنا لیا تھا کہ اُنھین اپنے گھر بار اور جورو بچون تک پر بھی اختیار نہین باقی رہا تھا - تومین اُنکے قدمون پر لوٹا ہی تھین - اور بڑی بڑی زبردست شاہنشاہیان اُنکے آگے سر سجود تھکانے پر مجبور تھین -

یہ تو عقل پر نقل کی حکومت تھی - ایسا ہی واقعہ فی الحال نقل کی دنیا مین ملکۂ عقل کے ہاتھون پیش آیا - عقل کی شوخ اور تُند مزاج ملکہ کو اپنی چالاکیون سے نقل کی مملکت پر حکومت مل گئی تھی - اُسنے نقل کی حسین و نازنین بھولی بھالی اور سیدھی سادی نکیدل ملکہ کو دھوکے دے دے کے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا تھا - اور باتون باتون مین اُسے کسی سادہ دل امیرزادی کی طرح ایسا شیشے مین اُتار لیا کہ وہ اپنے اقتدارات اور اپنی قوت کو بھول کے اسی کا دم بھرنے لگی - اُسے بالکل اپنے بس مین پا کے ملکۂ عقل نے دوستی کے پردے مین اُسکے ساتھ دشمنی شروع کر دی - اور اخبار و روایات کے عالم پر تصرف کرنے مین حد سے آگے قدم بڑھا دیا - پھر جب دیکھا کہ آزادی کا خیال بھی ملکۂ نقل کے دل و دماغ مین نہین باقی رہا ہے تو نشۂ حکومت مین چند ہی روز کے اندر ملکۂ عقل اعتدال کے دائرے سے اس قدر باہر ہو گئی کہ دنیا کے سارے معلومات اور اخباری واقعات کو اپنے زرخرید لونڈی غلام تصور کر لیا - اور ملکۂ نقل کی مملکت مین نہایت ہی خودسری و بے پروائی سے حکومت شروع کر دی - مملکت نقل کے بڑے بڑے امرا و ارکان (احادیث و آثار) نے ملکۂ عقل کی اس ناجائز اور فرعونی حکومت کو پہلے تو ایک مدت تک برداشت کیا - لیکن کب تک؟ ظلم و جور اور بے اعتدالی و خودرائی کی آخر کوئی حد بھی ہونی چاہیے؟ آخر سب کے سب شکایت لیکے اپنی نکیدل ملکۂ نقل کے دربار مین حاضر ہوے - اور فریادیون کی طرح عرض کیا کہ "ہماری مملکت مین ملکۂ عقل کی بے اعتدالیون سے ایک ہلچل پڑ گئی ہے - اور غل مچا ہوا ہے کہ اب اس بے رحم ملکہ کے مظالم برداشت نہین ہو سکتے - جو سلف کے تمام واجب التعظیم علمی خزانون کو پاؤن سے ٹھکراتی اور محترم تبرکات سلف کی علانیہ تحقیر و توہین کر رہی ہے" ملکۂ نقل نے اپنے ملک کے ستم زدہ فریادیون کی تسلی و دلدہی کی اور کہا "تم اطمینان سے جا کے گھر مین بیٹھو مین اپنی ہوشیار اور عقلمند بہن ملکۂ عقل کو سمجھا دون گی کہ آیندہ تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرین"

ہنوز ملکۂ نقل کو جو ملکۂ عقل کی محکوم بنی ہوئی تھی اپنی رہائی کی سفارش کرنے کا موقع نہین ملا تھا کہ ملکۂ عقل خود ہی اپنی ذہانت سے تاڑ گئی کہ مملکت نقل مین سرکشی و بغاوت کے آثار پیدا ہونے لگے ہین۔ اور خود ملکۂ نقل کے دل مین بھی اس کا کچھ خیال ہے۔ بجاے اسکے کہ ان واقعات سے متاثر ہو کے اپنے طرز عمل کو درست کرے حکومت و ذکاوت کے غرور مین اور ضد پا گئی۔ چنانچہ اپنی خود رائیون کے جوش مین اُسے اس بات پر نہایت ہی طیش آیا۔ غیظ و غضب کے آثار چلبلی شوخ آنکھون سے ظاہر ہوے۔ اور سخت برہمی کے لہجے مین ملکۂ نقل کی طرف خطاب کرکے کہنے لگی: "سُنتی ہو؟ مین تمھاری طرح کسی سے دبنے والی اور ڈرنے والی نہین ہون۔ نہ کسی مین میری سی قوت ہے اور نہ کسی کو میری سی رسائی نصیب ہے۔ پھر بھلا کون میرا مقابلہ کر سکتا ہے؟ کون جگہ ہے جہان مین نہین پہونچ سکتی؟ اور کس کی مجال ہے کہ میرا راستہ روکے؟ جب چاہتی ہون عرش معلی پر جا کھڑی ہوتی ہون۔ اور جب دل مین آتا ہے تحت الثریٰ کے انتہائی حدود تک چلی جاتی ہون۔ میرا دامن پکڑنا کیسا کوئی میری گرد کو بھی نہین پا سکتا۔"

نقل کی حسین و پرجمال بھولی بھالی ملکہ جو اور شریف الاصل ملک کے خاندان کا سلسلہ ازل کے حدود سے ملا ہوا تھا۔ اور سچ پوچھیے تو ملکۂ عقل اُسی کے گھر کی خانہ زاد اور اُسی کے آغوش کی پروردہ تھی۔ اور محض اپنی اصالت۔ شریف النفسی اور پاک باطنی کی وجہ سے اپنی عزت و حرمت کا خیال چھوڑ کے ملکۂ عقل کی ایک پیش خدمت بن گئی تھی۔ اور ماما اصیلون کی طرح اسکے حکمون پر دوڑتی پھرتی تھی۔ اِسوقت اُس نے خود پرست ملکۂ عقل کے یہ دعوے سُنے تو جبین ناز پر بل آ گیا۔ تیور کہے دیتے تھے کہ اپنی عادت کے خلاف آج مخالفت پر آمادہ ہے۔ اور ملکۂ عقل کی اطاعت کی بیڑیون کو جو زیور بنا کے اُسکے پانوٗن مین ڈال دی گئی تھین اُتار کے پھینک دینا چاہتی ہے۔ چنانچہ ملکۂ عقل کے ان آشوب زا الفاظ پر اُس نے نہایت ہی متانت و سنجیدگی کے ساتھ آہستہ سے کہا "ہان تم سب جگہ پہونچ جاتی ہو اور تمھارا راستہ کوئی نہین روک سکتا۔ مگر جاتی نقل ہی کے پانوٗن سے ہو۔ تم عرش پر چڑھ جاتی ہو مگر اخبار و روایت کی سیڑھی لگا کے۔ مخبر و رہبر ساتھ نہ ہون تو خدا جانے کہان بھٹکتی پھرو۔"

یہ الفاظ اگرچہ نہایت ہی متانت کے ساتھ اور ناصحانہ پیرائے مین کہے گئے۔

مگر یہ مزاج ملکۂ عقل کو بہت بُرے لگے ۔ اور جیسے ہی اُسکے گوش گزار ہوے بگڑکے بجلی کی طرح تڑپی اور کہا "مین اپنے سامنے کسی کی کچھ اصل وحقیقت نہین سمجھتی ۔ اخبار و روایت میرے مزدور ہین ۔ اور مجبور ہین کہ غلامون کی طرح میری غلامی کرین ۔ مین ایک عالی مرتبہ تاجدار کی طرح اُنپر حکومت کرتی ہون ۔ اور کسی کی مجال نہین کہ میرے حکم سے سرتابی کرے "

اسکے جواب مین ملکۂ نقل نے کمال سنجیدگی سے مُسکرا کے کہا " مین نے تمھارا دل خوش کرنے اور حق دوستی ومحبت ادا کرنے کے لیے خود ہی تمھین اپنے قلمرو کا مختار کر دیا تھا ۔ لیکن افسوس تمھارا ظرف اسکے قابل نہ تھا ۔ یاد رکھو کہ غرور خدا کو اچھا نہین معلوم ہوتا ۔ غرور سے بے پروائی پیدا ہوتی ہے ۔ اور بے پروائی سے رعایا پر ظلم ہونے لگتا ہے "

سیماب وش ملکۂ عقل کے غصے کی اب کوئی انتہا نہ تھی ۔ وہ مہربان ونیک نفس ملکۂ نقل کے تمام احسانون اور وفاداریون اور اُسکے لطف ومحبت کے برتاؤن پر خاک ڈال کے بولی " مجھے کسی بات کی پروا نہین ۔ تم اور تمھاری رعایا سب میری لونڈی غلام ہین ۔ جسکے ساتھ جیسا سلوک چاہون کرون کسی کو عذر کرنے کا حق نہین ہے "

ملکۂ نقل نے اب بھی بُردباری سے کام لیا اور کہنے لگی " ایسی حکومت تو خدا کے سوا کسی کو نہین نصیب ہے "

ملکۂ عقل " مگر مجھے یہ حکومت و قدرت حاصل ہے ۔ خود خدا کی ہستی میرے دم سے ہے ۔ میری نیکی ہے جو خدا کو مانے جاتی ہون ورنہ میری قوت و قدرت اس درجے کی ہے کہ چاہون تو خدا کو بھی مٹا کے رکھ دون ۔ اور جب کبھی مین نے ایسا ارادہ کیا مٹا ہی کے رہی "

یہ کفر و بیدینی کے الفاظ سُن کے ملکۂ نقل سر سے پاؤن تک کانپ گئی ۔ سہم گئی کہ کہین آسمان نہ پھٹ پڑے ۔ لیکن ضبط کیا ۔ اور بولی " جس کام پر تم فخر کر رہی ہو یہ کام تو شیطان کا ہے ۔ اُس اتنا بڑا دعوے کرنے کی اُسے بھی جرأت نہین ہوئی "

اب ملکۂ عقل غیظ و غضب کے جوش مین ایک وحشی درندہ بنگئی تھی ۔ اُسکا خوبصورت چہرہ ڈراونا ہو گیا تھا ۔ پیشانی پر روشنی و خود پرستی ظلمت و تیرگی بنکے نمودار ہوئی اور گورے گالون سے آتش جہنم کے شعلے نکلنے لگے ۔ ایک آتشین نفس دیونی کی طرح جھنجھلا کے

بولی" شیطان بھی میرا بنایا ہوا ہے۔ میرے اختیار کی بات ہے کہ اُسے باقی رکھوں یا مٹا دوں۔ تم سے جاہل چاہیں مانیں یا نہ مانیں مگر مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ رحمٰن و شیطان دونوں کو میں ہی نے پیدا کیا۔ اور میں ہی نے اُنکے نام دنیا میں مشہور کیے۔ میں نہ قبول کرتی تو نہ خدا تھا نہ شیطان تھا۔"

یہ ملحدانہ خیالات سُن کے خدا پرست ملکۂ نقل اپنے بھول سے گالوں پر دونوں ہاتھوں سے تھپیڑے مارنے لگی۔ اور کمال خوف زدگی کے ساتھ بولی" توبہ الٰہی توبہ! خودی کا ایسا نشہ سر پر سوار ہوا کہ کمبخت اپنے خالق کو بھی بھول گئی؟"

ملکۂ عقل" خالق کیسا؟ میں ہی خلاقِ عالم ہوں۔ اور جو کچھ ہے مجھ سے ہے۔"

ملکۂ نقل" خود فراموش عورت! حواس کی باتیں کر۔ میرے گھر میں پیدا ہوئی۔ میری آغوش میں پل کے اتنی بڑی ہوئی۔ اور میرے ہی سہارے پر یہ بل اور حکومت ہے۔ ورنہ تجھ میں دھرا ہی کیا ہے؟ فقط اوہام باطل ہیں جنھوں نے دماغ بگاڑ دیا ہے۔ نہ تو کسی کو بنا سکتی ہے نہ کسی کو بگاڑ سکتی ہے۔ تجھ میں وہموں اور وسوسوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انھیں وسوسوں نے تجھے مجنون و دیوانہ بنا دیا ہے۔"

ملکۂ عقل" میری باتیں وہم و خیال نہیں بلکہ حقیقت و واقعات ہیں۔"

ملکۂ نقل" حقیقت سے تجھے کیا واسطہ؟ اور واقعات کو تو کیا جانے؟ یہ دونوں تو میرے علاقے کی چیزیں ہیں۔ دل میں سوچ تو سہی کہ تیری مملکت میں خیالات و اوہام اور بے بنیاد و موہوم فرضی باتوں کے سوا کچھ بھی ہے جن کی اصلیت جنون و مالیخولیا سے زیادہ نہیں؟ اور میری قلمرو میں فقط واقعات ہی واقعات ہیں۔ یہاں جو کچھ ہے اصلیت و حقیقت ہے۔ میرے علاقے میں تیرا آنا ویسا ہی ہے جیسے کسی مہذب محفل میں کوئی سڑی سودائی گھس آئے۔ اور اپنی بہکی بہکی باتوں سے شائستہ لوگوں کا دماغ خراب کرے۔"

ملکۂ نقل کو اپنے اس قدر مخالف دیکھ کے عقل کی ملکہ چکّر میں آ گئی۔ اور دل میں سوچی کہ زیادہ مخالفت اچھی نہیں۔ اگر اسنے بالکل ساتھ چھوڑ دیا تو مجھے ہر قدم پر دشواریاں پیش آئیں گی۔ اور ہر امر میں ناکامی ہوگی۔ ان اندیشوں نے اُسکا وہ برا شفتگی و خود پرستی کا لہجہ بدل دیا۔ پہلے تو دیر تک وہ ملکۂ نقل کی صورت دیکھتی رہی۔

جو مدت سے اُسکی لونڈی اور تابع فرمان بنی رہی تھی - اور آج غیظ و غضب کے ساتھ اُسکا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئی تھی - پھر دھیمی آواز مین بولی "تم تو آج آپے سے باہر ہو گئین - مگر یہین تم غلطی پر ہو - کسی امر کا تحقیق کرنا - جھوٹ سچ مین امتیاز کرنا ہمیشہ میرا کام رہا ہے - اور یہ میرا ہی کام رہے گا - تمھاری خاطر سے کہو کہدون کہ یہ تمھارا کام ہے"

ملکۂ عقل (متانت کے ساتھ) "مین مانتی ہون کہ یہ تمھارا کام ہے مگر کس کے برتے پر؟ فقط میرے برتے پر - اُنھین معلومون - واقعون اور شہادتون کی بنا پر تم فیصلہ کرتی اور جھوٹ سچ کا فرق بتاتی ہو جن کو مین فراہم کرکے تمھارے سامنے پیش کرتی ہون - ہر معاملے مین غور کرنے اور صحیح نتیجے تک پہونچنے کے لیے جتنی واقفیت تم کو ملتی ہے مجھ سے ملتی ہے - تم نے میری طرف سے ذرا بھی بے پروائی کی اور گمراہی مین پڑین"

ملکۂ نقل "اب تم لڑنے ہی پر آمادہ ہو تو مین جو کہو مان لون - لیکن اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ انسان کو جو کچھ فضیلت ہے علم سے ہے - اور علم مجھ سے ہے"

اس بات پر ملکۂ عقل قہقہہ مار کے ہنسی اور بولی "سمجھتی تو تم اپنے آپ کو بڑی عقلمند ہو مگر سچ یہ ہے کہ تم بڑی بے وقوف ہو - یہ تم سے کس نے کہدیا کہ علم تم سے ہے؟"

یہ سُن کر ملکۂ نقل بولی "علم نام واقفیت اور جاننے کا ہے - اور یہ چیز جہان اور جسقدر ہے سب مجھ سے ہے - دنیا مین جس کسی کو کوئی چیز معلوم ہوتی ہے محض نقل و روایت سے معلوم ہوتی ہے - تم اُن سے فائدہ اُٹھا کے کوئی نیا قیاس لگا لو یہ اور بات ہے - مگر تمھارے اُس قیاس کی بنیاد مجھ ہی سے ہے - جس کا اس سے بڑھ کے کیا ثبوت ہوگا کہ تمھارا وہی قیاس قبول کرنے کے قابل ہے جو میرے تجربون اور میری معلومات سے وابستہ ہے - اور جہان کہین تم نے خودسری اختیار کی اور میرے احکام سے باہر ہوئین تمھاری باتین مجذوبون کی بڑ اور مجنونون کا منصوبہ بن گئین"

(۲)

ملکۂ نقل کے یہ دعوے سُن کے ملکۂ عقل نے کہا "اب اس وقت تم آپے سے باہر ہو جو چاہو کہہ لو - اور جیسی باتین چاہو بنا لو - لیکن اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا اور نہ تم کو اسکے ماننے مین تامل ہوگا کہ تمھارا ملک صرف اسلیے ہے کہ مین اُسپر حکومت کرون - تم میری اطاعت کے لیے پیدا ہوئی ہو اور مین تمپر حکومت کرنے کے لیے"

ملکۂ نقل:" اسے مین مانتی ہون اور اسی لیے مین نے اپنا سارا علاقہ تمھارے قبضے مین دے دیا تھا۔ مین چاہتی ہون کہ میرے جمع کیے ہوے خزانے کو کوئی اپنے ہاتھ مین لے کے اچھی طرح صرف کرے۔ لیکن یہ اُسی وقت تک ہے جب تک تم اپنے آپے مین رہو اور انصاف سے حکومت کرو۔ حاکم کے لیے عدالت شرط ہے۔ اس مین اگر تم سے بے اعتدالی ہوئی تو ساری حکومت خاک مین مل جائیگی۔"

ملکۂ عقل:" کسی کو حق ہی کیا ہے کہ میرے فیصلون مین دخل دے؟ مین جو کچھ کرون وہی ٹھیک ہے۔ اور تمھارا فرض ہے کہ پوری پوری تقلید کرو۔ جسے سچ بتاؤن اُسے سچ جانو اور جسے جھوٹ کہدون اُسے سمجھو کہ حقیقت مین جھوٹ ہے۔ تمھین میری رائے مین دخل دینے یا مجھے مشورہ دینے کا حق حاصل نہین ہے۔"

ملکۂ نقل:" یہی خودسری تمھین تباہ و غارت کر رہی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بعض وقت تم خدا سے بھی برگشتہ ہو جاتی ہو۔"

ملکۂ عقل:" خدا کو مانون یا نہ مانون۔ اُسکی اطاعت کرون یا نہ کرون یا اُس سے پھر جاؤن یہ میرا فعل ہے تمھین اس مین کیا دخل؟ تمھین اتنا دماغ ہی نہین ملا کہ جھوٹ سچ اور بُرے بھلے کا امتیاز کرو۔"

ملکۂ نقل:" یہی تمھاری بیوقوفی اور نالائقی کی بنیاد ہے کہ اپنے آگے کسی کی کچھ ہستی نہین سمجھتین۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ جھوٹ سچ یا بُرے بھلے کا امتیاز تمھارے سوا کوئی کر ہی نہین سکتا۔ یا تحقیق کا ذریعہ دنیا مین اکیلی تم ہی ہو۔"

ملکۂ عقل:" حق کے پہچاننے کا سوا میرے تمھارے پاس جو اور ذریعہ ہو بتاؤ۔"

ملکۂ نقل:" ہر چیز کی تحقیق دو طرح ہوتی ہے۔ روایت سے یا درایت سے۔ روایت کے عالم سے تم کو کوئی علاقہ نہین۔ ہان درایت کا تعلق البتہ تم سے ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ روایت پہلے ہے اور درایت بعد۔ ہر امر کا ثبوت تاریخ مین دنیا کے تمام علوم و فنون مین۔ شرع مین۔ اخلاق مین پہلے روایت ہی کے ذریعے سے حاصل کیا جاتا ہے اور جب روایت اپنا کام پورا کر چکتی ہے اُسوقت ایک انسپکٹر کی حیثیت سے تمھین بھی تھوڑا موقع دیدیا جاتا ہے کہ درایت کے ذریعے سے جانچ لو۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اگر روایت کا کام اچھی طرح سے پورا ہو گیا تو درایت کی ضرورت ہی نہین باقی رہتی۔"

ملکۂ عقل :- مگر روایت کی جانچ مین بھی مین ہی تمھاری رہبر ہوتی ہون - راویون کو اور اُنکے احادیث و اخبار اور عام روایات کو تم میری عینک سے دیکھتی ہو - مین نہ ہون تو روایت کا سلسلہ قدم قدم پر منقطع ہو جائے ۔"

ملکۂ نقل :- اور مین دیکھتی ہون کہ تم روایت مین قدم قدم پر دشواریان پیدا کرتی ہو تمھارے مزاج مین وہم اور شک ہے - جس بات پر غور کرتی ہو اُس مین شک پیدا کر دیتی ہو - یقین جو خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور جسکے دامن مین پرورش پا کے دنیا نے اتنی ترقی کی ہے اُس سے تمھین بیر ہے - تمھارے سارے فیصلون کی بنیاد شکون اور شبہون پر ہوتی ہے - تم جو رائین قائم کرتی ہو اُنپر خود تمھین پورا پورا وثوق نہین ہوتا - زبان سے کچھ کہتی ہو اور دل مین کچھ ہوتا ہے - جن دماغون سے دنیا مین تمھارے کمالات کا ظہور ہوا ہے اُن مین ہر معاملے مین اس قدر اختلاف پڑا ہوا ہے کہ دنیا مین کوئی صحیح طور پر کہہ ہی نہین سکتا کہ کسی مسئلے مین عقل کا تقاضا کیا ہے - سچ یہ ہے کہ دنیا مین اگر انبیا کی شریعتین اور مذہبون کی عقیدتین نہ ہوتین جنکی بنا خالص نقل پر اور محض نقل پر ہے تو انسان یقین کی نعمت سے محروم رہ جاتا - اور حقائق اشیا کا انکشاف ہی نہ ہوتا - درحقیقت مین نے دنیا مین دلی اطمینان اور ناسا عالیا کو پیدا کیا - مانا کہ تم نے فلسفۂ و حکمت مین جسے حقائق اشیا سے تعلق ہے بہت سی نئی باتین نکالی ہین - مگر تمھین بتاؤ کہ دنیا کی تمام چیزون کے جزئی حالات تمھین کس نے بتائے جن پر تم نے اپنے کلیات کی عمارت قائم کی ہے؟ میرے سوا اور بھی کوئی بتانے والا تھا؟"

ملکۂ عقل :- جو کچھ بتایا تم نے بتایا - اور تم سے مجھے ہر بات مین مدد ملتی ہے - مگر تم اس سے زیادہ حیثیت نہین رکھتین کہ میری ملازم اور میری عدالت کی مخبر اور جاسوس ہو ۔"

بحث کو طول ہوتا جاتا تھا - دونون ملکائین اپنے اپنے دعوے اور فضائل پیش کر رہی تھین مگر فیصلہ کچھ نہ ہوتا تھا - اہل عالم جو اس مناظرے کو دیکھ رہے تھے رد و قدح سُنتے سُنتے اُکتا چلے تھے - اور دل مین کہہ رہے تھے کہ اب تو یہ تُو تُو مین مین جسمین صرف ناگوار و ناپسندیدہ خود ستائیان رہ گئی ہین ختم ہوتی - یہ رنگ اور ناظرین کی یہ حالت دیکھ کے حاضرین مین سے ایک معمر و مقدس فرشتہ صورت بزرگ نے آگے بڑھ کے ادب سے کہا " دنیا کو آپ دونون کی فرمان برداری کرنے مین کوئی عذر نہین - وہ دونون

کی خوبیون اور ضرورتون کو تسلیم کرتی ہے - اس لیے کہ اُسکی فلاح اسی مین ہے کہ آپ دونون مل کے رہین اور یہ باہمی رنجش دور ہو"

ملکۂ نقل :- مین نے تو بہت دنون تک نباہی مگر اب نہین نباہ ہو سکتا - مین یہی چاہتی تھی کہ ہم دونون مل کے رہین - اسی سبب سے باوجودیکہ اپنے ملک کی حاکم ہون - مدتون اُنکی اطاعت گزار خادمہ بنی رہی - مگر کبر و نخوت نے انکا دماغ بگاڑ دیا اور جب روز سے انھون نے ایسی بے اعتدالیان شروع کر دی ہین نہ میری رعایا ہی سے یہ سختیان برداشت ہو سکتی ہین اور نہ مین ہی اپنی مملکت مین انکے جبر و جور کو گوارا کر سکتی ہون - اب تو مین نے دل مین ٹھان لی ہے کہ دنیا مین یا یہی رہین گی یا مین ہی رہون گی"

ملکۂ عقل :- ہان ہان مین بھی یہی چاہتی ہون - ان کو تو خدا نے ایسی طبیعت دی بھی ہے کہ جب تک چاہین دوسرون کی لونڈی بنی رہین - مگر میرا مزاج ایسا نہین - مین تو ایک گھڑی کو بھی کسی کی ماتحت بنکے نہین رہ سکتی - اور اس کو کیا کرون کہ مجھ سے ان کی سُنی سُنائی باتون اور بے عقلی کی روایتون مین بے دخل دیبے رہا ہی نہین جاتا - انھون نے دنیا مین بہت دنون اپنا سکہ جما لیا - جب سے دنیا شروع ہوئی ہے انھین کا دَور دورہ رہا - ابتدا مین انکی بیہودہ باتون اور قابل مضحکہ کہانیون کو دنیا دین و ایمان سمجھ کے مانتی تھی - اور یہ لوگون کو بچون کی طرح جن بھل دبے اصل باتون مین چاہتی تھین لگا دیتی تھین - خدا نے انسان کو سمجھ بوجھ دی تھی - اور اُس مین اس بات کی تمیز دی تھی کہ جھوٹ سچ اور بُرے بھلے مین تمیز کرے - مگر انھون نے اس دانائی اور سمجھ بوجھ کو بالکل غارت کر کے انسان کو جانور سے بدتر بنا دیا تھا - مین نے بڑی مشکلون سے اور نہایت ہوشیاری اور خوبی کے ساتھ انکی غلطیان بتا بتا کے دنیا کو انکی حماقت کے پنجے سے چھڑایا - اور ایسی خوبصورتی کے ساتھ یہ کام کیا کہ انھین خبر بھی نہ ہونے پائی اور مین انکی ساری قلمرو پر چپکے ہی چپکے قابض ہو گئی"

ملکۂ نقل :- یہ تمھاری دانائی و ہوشیاری نہین بلکہ میری نیک نفسی اور بُردباری و مروت تھی کہ مزاحمت نہ کی اور تم جگہ پاکے پاؤن پھیلاتی چلی گئین - اور آخر یہان تک پاؤن پھیلائے کہ خدا تک کو بھول گئین"

ملکۂ عقل :- "اسے کوئی نہ مانے گا کہ تم نے جان بوجھ کے میری اطاعت قبول کی۔ تم تو وہ ہو کہ بس چلتا تو مجھے مٹا کے رکھ دیتین - مگر یہ میری ہوشیاری اور خوش تدبیری تھی کہ تمھاری ہزارہا سال کی احمقانہ سلطنت کو فتح کر کے تم پر حکومت کرنے لگی - مین نے یہ حکومت اپنی بہترین پالسی اور حکمت عملی سے حاصل کی ہے۔ اور قیامت تک نہ چھوڑونگی یہ حکومت تو میری جان کے ساتھ ہے "

ملکۂ نقل :- "اچھا تو اتنے دنون ہم دونون مین اتحاد رہا اب لڑائی رہے۔ بے لڑے اسکا فیصلہ نہین ہو سکتا۔ اس لیے کہ تمھارے بیان سے صاف کھل گیا کہ اس گذشتہ اتحاد کے ایام مین جو میرے خیال مین خالص محبت و الفت کا زمانہ تھا تم نیک نیت اور سچی دوست نہ تھین بلکہ ایک مکار و چلبازرفیق بنی ہوئی تھین - ظاہر مین دوستی و محبت کا دعوی کرتی تھین اور باطن مین میری تباہی و پامالی کی تدبیرین کر رہی تھین - خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ اُس نے تمھارا فریب آشکارا کر دیا۔ اور اب میری مملکت کا ایک متنفس بھی تمھارے پاس نہ پھٹکے گا "

ملکۂ عقل :- "مگر مجھے خدا نے وہ طاقت دی ہے کہ زبردستی تم کو اپنا مطیع بناؤن گی "

اب وہ فرشتہ صورت و محترم بزرگ جنھون نے صلح کی صلاح دی تھی پھر بڑھے اور کہا " اس بحث سے کیا نتیجہ ؟ کوئی اتحاد کی صورت پیدا ہونی چاہیے " یہ کہ کے ملکۂ نقل سے کہا " اس کو تو آپ مانتی ہین کہ آغاز تخلیق عالم سے آپ ہی کی سلطنت چلی آتی ہے ہان ادھر چند روز سے یہ آپ پر اور آپ کی مملکت پر حاوی ہو گئی تھین - اور انھون نے اس آخر زمانے مین موقع پا کے ایسا زور باندھ لیا کہ ان کی حکومت ہٹائے نہین ہٹتی ——"

ملکۂ نقل (بات کاٹ کے) " ہٹنے کیون نہ لگی ؟ مین ہٹاؤن گی "

بزرگ - "کوئی ایسی صورت ضرور نکلنی چاہیے کہ اتفاق و یکجہتی سے کام چلے - اسلیے کہ خدا کا کارخانہ آپ دونون کے اتفاق اور باہمی ربط و ضبط کے بغیر نہین چل سکتا - آپ مین یکرنگی و ہم آہنگی نہ رہی تو نظام عالم بگڑ جائے گا "

ملکۂ نقل :- "اس مین چاہے جو ہو - مین ان بے اعتدالیون کو تو قیامت تک نہ برداشت کرون گی کہ خدا سے بھی انکار کر دیا - قیامت اور جزا و سزا کو بھی جھوٹ اور بے اصل کہدیا - زبان کو لگام ہی نہین ہے - جو منہ مین آیا بک دیا - ایسے بے ایمانون کے ساتھ

میرا نباہ نہ ہوسکے گا۔"

بزرگ (ملکۂ عقل سے) "آپ اس بارے مین کیا کہتی ہین؟"

ملکۂ عقل "مین تو لاکھ باتون کی ایک بات کہے دیتی ہون کہ جو بات میری سمجھ مین آئیگی مانونگی اور جو سمجھ مین نہ آئیگی یہ ہزار بکا کرین حشر تک نہ مانونگی۔"

بزرگ "تو صلح کی کوئی صورت نہین؟"

ملکۂ عقل "کیا صورت ہوسکتی ہے؟ انکی اور میری فطرت ہی جدا گانہ ہے۔ انکو سمجھ سے تعلق نہین اور مین بے سمجھے کسی چیز کو مان نہین سکتی۔"

بزرگ "آخر مدتون سے اتفاق چلا آتا تھا یا نہین؟"

ملکۂ عقل "ہان چلا آتا تھا۔ مگر اُسوقت اسلیے سجتی رہی کہ یہ ایسی نہ تھین جیسی اب ہین پہلے یہ میری اطاعت کرتی تھین اور اب لڑنے کو تیار رہین۔"

بزرگ "لیکن اسکی بھی کوئی وجہ ہے کہ پہلے یہ کیون اطاعت کرتی تھین اور اب کیون خلاف ہین؟"

ملکۂ عقل "غالبًا اِسکی یہ وجہ ہو کہ پہلے مین انھین لیے دیے رہتی تھی اور کوشش کرتی تھی کہ میرا کوئی حکم انھین ناگوار نہ گزرے۔ اور اب زیادہ آزاد ہون۔"

بزرگ "بس صاف ہوگیا کہ سارا جھگڑا اور فساد آپ کی آزادی سے پیدا ہوگیا ہے۔ اگر آپ کا وہی اگلا سا طرز عمل رہے تو قیامت تک برابر نبھتی چلی جائیگی۔"

ملکۂ عقل "مگر اب تو اتنے دنون حکومت کرکے میری طبیعت ایسی ہوگئی ہے کہ اگلے زمانے کی طرح اب انکی ہان مین ہان نہ ملاسکون گی۔"

بزرگ "اصل مین ساری خرابی آپ کی اس عادت بگڑ جانے ہی سے اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ مین یا کوئی شخص ملکۂ نقل کو الزام نہین دے سکتا۔ یہ جیسی پہلے تھین ویسی ہی اب ہین۔ بلکہ اپنے قوانین اور اپنے فیصلون مین انھون نے آپ کے بہت سے اصول اختیار کرلیے ہین جو اگلے دنون مین نہ تھے۔ انھون نے قیاس کو ایک وسیع حد تک تسلیم کرلیا ہے۔ روایت مین درایت کو بھی شامل کرلیا ہے۔ اگر سچ پوچھیے تو یہ آپ کے اطمینان کے لیے بہت تھا۔ اور آپ غور کرین تو عالم نقل مین یہ آپ کی بہت بڑی حکومت تھی۔ مگر آپ اس حد سے آگے بڑھنا چاہتی ہین۔"

ملکۂ عقل :- کیون نہ بڑھون ؟ جو جو مجھے اپنے فیصلون اور اپنی تحقیقون کی خوبیان معلوم ہوتی جائین گی اُسی قدر زیادہ اپنی حقیت کا یقین ہوتا جائے گا "

بزرگ :- مین سمجھتا ہون کہ آپ کو اپنے فیصلون پر اتنا وثوق نہین ہے جتنا کہ اسوقت ملکۂ نقل کے مقابلے مین آپ دعوے کر رہی ہین "

ملکۂ عقل :- یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا ؟ "

بزرگ :- یہ نہ پوچھیے کہ کیونکر معلوم ہوا۔ مگر یہ بتائیے کہ مین سچ کہتا ہون یا نہین ؟ "

ملکۂ عقل :- مین تو سمجھتی ہون کہ مجھے اپنے فیصلون اور حکمون پر پورا وثوق ہے "

بزرگ :- یہ آپ کی غلطی اور بے بنیاد خود رائی ہے۔ اول تو عالم مین آپ کے لیے ایک حد معین ہے جس سے آگے آپ کی رسائی نہین ہو سکتی۔ ابھی دنیا ہی کی بہت سی روحانی باتین ایسی ہین جو آپ کے فہم سے بالا ہین۔ جن چیزون کا تجربہ سطحی طور پر ہو جاتا ہے وہ آپ کو معلوم ہو جاتی ہین مگر جن چیزون کا تجربہ نہین ہوا یا جو کیفیتین کسی خاص قسم کی تعلیم و ریاضت سے منکشف ہوتی ہین اُنکے بارے مین آپ سوا شبہے مین پڑنے کے کچھ نہین کہ سکتین۔ مگر آسمان پر کواکب اور فضاے بالا کے ہزار ہا عالم ہین جن تک آپ کا خیال پہونچ ہی نہین سکتا۔ اس لیے آپ اپنی واقفیت کے دعوے کو اُسی حد تک محدود رکھین جہان تک آپ کوئی قطعی اور یقینی راے قائم کر سکی ہین "

ملکۂ نقل :- یہ تو بے وقوفی سے یہ سمجھی بیٹھی ہین کہ عالم ہستی مین کوئی چیز بھی ایسی نہین جو مجھے معلوم نہ ہو۔ حالانکہ انکے دربار کے بڑے بڑے ارکان اپنی عقل آرائیون مین تھک کے اور عالم ہستی کی وسعت سے عاجز آ کے بارہا اپنی عاجزی اور لا علمی کا اقرار کر چکے ہین "

ملکۂ عقل :- مین نے مانا کہ بہت سی باتین مجھے نہین معلوم ہین۔ لیکن وہ انھین کیونکر معلوم ہو گئین ؟ جب میری سمجھ مین نہین آئین تو انکی سمجھ مین کیا خاک آئین گی ؟ "

بزرگ :- انھین اس سے نہین مطلب کہ سمجھ مین آتین یا نہین آتین۔ یہ تو اُن لوگون سے سُن کے کہتی ہین جن پر بھروسا ہے۔ جن کا جھوٹ بولنا کبھی ظاہر نہین ہوا۔ جو معصوم صفت اور نہایت ہی نیک نفس و پاک باطن ہین۔ اُن سے یہ جو کچھ سنتی ہین اُسے مان لیتی ہیں۔ مگر آپ کی یہ عادت پڑ گئی ہے کہ جو باتین سمجھ مین نہین آتین یا

جن کے حالات نہین معلوم ہین اُنکے ماننے سے بھی آپ انکار کرتی ہین۔"

ملکۂ عقل۔" کیون نہ انکار کرون جو بات سمجھ مین نہ آئے وہ بھلا ماننے کے قابل ہے؟"

بزرگ۔" یہی آپ کی زبردستی ہے۔ دنیا مین اگر آپ کا یہی اصول قائم کر دیا جائے کہ روایت و اخبار سے انسان کان بہرے کرلے اور بغیر یقینی تجربے کے کسی بات کو نہ مانے تو سارا کاروبار بند ہو جائے۔"

ملکۂ عقل۔" تو پھر آپ کے نزدیک دنیا کا کاروبار چلانے کے لیے مین کیا کرون؟"

بزرگ۔" وہی جو آج تک کرتی آئین۔"

ملکۂ عقل۔" صاف صاف بیان کیجیے کہ آپ کا مطلب میری سمجھ مین آئے۔"

بزرگ۔" آپ مذہب کو ادب و عزت کی نگاہ سے دیکھیے۔ کسی مذہب کے اختیار کرتے وقت آپ چاہین عقلی تنقیح کر لین۔ اُسکے اصول و عقائد کو جانچ لین۔ پھر اُسکے بعد جس عالم مین آپ کی رسائی نہین ہے وہان کے جو کچھ حالات پیغمبرون کی زبان سے معلوم ہون اُن مین چون و چرا نہ کرین۔ اس بات کا بھی آپ کو حق حاصل ہے کہ مذہبون مین اصلی رسولون اور پیغمبرون کی تعلیم کے سوا بعد کے علمائے جو کچھ بڑھا لیا ہے اُسے رد کر دین۔ اس لیے کہ اُن کو احکام الٰہی براہ راست نہین مل سکتے۔ مگر جتنی باتین خود خدا کے کلام اور پیغمبرون کے سچے پیام سے معلوم ہون اُنکو بے عذر مان لین۔ اسکے سوا آپ سے جو کچھ کہا جائے اُسے جی چاہے مانین اور نہ جی چاہے نہ مانین۔"

ملکۂ نقل۔" اگر یہی ہوتا تو پھر رونا ہی کاہے کا تھا؟ اگر ان کا اسی پر عمل درآمد ہوتا تو مین قیامت تک انکی لونڈی بنی رہتی۔ بلکہ ان کا احسان مانتی کہ جو غلط اور بے اصل باتین مجھ تک پہونچ جاتی ہین اُنکو یہ اپنے فہم و فراست سے الگ پھینک دیتین۔ مگر انھون نے تو یہ قیامت کر دی کہ خدا کے کلام پر اعتراض اور پیغمبرون کی سچی باتون پر ردو قدح کی زبان دراز کرتی ہین۔"

ملکۂ عقل (بزرگ سے)" اچھا آپ کی خاطر سے مین چند روز کے لیے آپ کا یہ اصول مانے لیتی ہون اور وعدہ کرتی ہون کہ اسکے خلاف نہ کرون گی۔ اور اپنے فہم سے شریعت اور شریعت لانے والون کے کلام مین اُس حد تک دخل نہ دون گی جہان تک خاص اُن کی زبان سے معلوم ہوگا۔ لیکن اگر چند روز کے تجربے مین اسپر میرا اطمینان نہ ہوا یا

مجھ سے اسرائیل کرتے نہ بن پڑی تو صاف کہدون گی کہ مجھ سے نہین ہو سکتا۔ مجھے اتنا بتا دیجیے کہ آپ کون ہین؟ اس لیے کہ آپ کا یہ فیصلہ یادگار رہے گا۔ اور جب تک مجھ سے بنے گا مین آپ کی پیروی کرون گی"۔

بزرگ:۔ "میرے نام سے کیا غرض؟ آپ میری رائے سے کام رکھین۔ اور امید ہے کہ اگر میرے مشورے پر آپ عمل کرین گی تو کبھی غلطی مین مبتلا نہ ہونگی۔ خوب یاد رکھیے کہ مطلق عقل و فہم کوئی چیز نہین ہے۔ اور نہ اُسکو کسی مذہب۔ کسی ملت۔ کسی علمی دربار۔ اور کسی فلسفے نے اعتبار کے قابل مانا ہے۔ اگر اُسپر ایسا ہی بھروسا ہوتا جیسا آپ کو ہے تو بڑے بڑے عقلا اور فلسفیون کی راؤن مین اختلاف نہ پڑتا بلکہ سب ایک ہی صحیح نتیجے کو پہونچ جاتے۔ قابل اتباع اور قابل قدر وہ عقل ہے جس کی نقل کے آغوش مین اچھی پرورش اور تربیت ہوئی ہو۔ عقل صرف تربیت سے اعتبار پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ایک جاہل انسان اور ایک عالم و فاضل کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہ ہوتا۔ حالانکہ جاہل کی عقل کا دنیا مین کوئی اعتبار نہین کرتا۔ اور ایک عالم و فاضل کی عقل کو سب لوگ مانتے ہین۔ اس لیے آپ اپنے کو جتنا آزاد خیال کرتی ہین اصل مین اُتنی آزاد نہین ہین۔ روایت کے دفتر مین صدہا صرف کرکے جب ہر مسئلہ کے متعلق پوری واقفیت حاصل کرلین اُس وقت آپ اعتبار پیدا کرسکتی ہین"۔

ملکۂ عقل:۔ "مین آپ کی رائے کو پسند کرتی ہون۔ اور اسی لیے پھر اصرار کرتی ہون کہ اپنا نام بتائیے تاکہ جب کبھی ضرورت پیش آئے آپ سے مل کے صلاح لے لون"۔

بزرگ:۔ "مین آپ سے دُور نہین بلکہ قریب ہی رہتا ہون۔ میرے مختلف نام ہین۔ کوئی مجھے "ضمیر" کہتا ہے۔ کوئی "ایمان" کہتا ہے۔ اگلے فیلسوف مجھی کو "نفس ناطقہ" کہتے تھے۔ آج کل کے لوگ "کانشنس" کہنے لگے ہین۔ مگر میرا اصلی لقب جو مجھے مذہب کے مقدس و محترم دربار سے ملا ہے "نفس مطمئنہ" ہے۔ آپ جب خارجی اثرون اور تعصب و عداوت کے جذبات سے علحدہ ہو کے یاد کرین گی مین فوراً حاضر ہو جاؤنگا۔

ملکۂ عقل:۔ "مین ہمیشہ آپ کی عزت کرونگی۔ اور آئندہ ہر امر مین آپ سے مشورہ کرون گی۔

بزرگ:۔ "لیکن اس بات کا خیال رہے کہ میری ہی قطع کے ایک اور ذات شریف بھی ہین

اُنکے دھوکے میں نہ آ جائیے گا - صورت اُنھون نے بھی مقدس پائی ہے - اور حلیہ مجھ سے بہت ملتا ہوا ہے مگر اُنکے خیالات نہایت ہی بُرے ہین - اور اُن کا کام صرف یہ ہے کہ لوگون کو بہکایا اور سیدھے راستے سے بھٹکایا کرین"

ملکۂ عقل "وہ کون ذات شریف ہین؟"

بزرگ "اُن کا نام "نفس امّارہ" ہے"

ملکۂ عقل "آپ نے تو مجھے اُن سے بہت ہی ڈرادیا - تو اب یہ بھی بتا دیجیے کہ اُنکی پہچان کیا ہے "تاکہ اُن کے شر سے محفوظ رہون"

بزرگ "صورت شکل مین تو آپ مجھ مین اُن مین بظاہر کوئی فرق نہ پائین گی - مگر اُنکے فریب سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ جب تک آپ اپنی خواہشون اور جذبات کی اطاعت کرین گی وہ آپ کو دوست اور ناصح مشفق بنکے بہکاتے رہین گے - لیکن جہان آپ نے اپنی خواہشون کو چھوڑا اور اپنے دل کے جذبات کو رخصت کیا وہ بھاگ کھڑے ہون گے - اور مین رہبری کے لیے آموجود ہون گا"

ملکۂ عقل "تو میرا اُنکے فریب سے بچنا دشوار معلوم ہوتا ہے - خیر جہان تک بنے گا اُن کے فریب سے بچنے کی کوشش کرون گی"

بزرگ "تو اب میری خوشی ہے کہ آپ دونون خوبصورت ملکاؤن مین ملاپ ہوجائے اور پھر دونون ایک دوسرے کے ساتھ لطف و محبت سے پیش آیا کرین"

ملکۂ نقل "مین تو ان سے دوستی رکھنے پر ہمیشہ آمادہ تھی اور اب بھی ہون"

ملکۂ عقل "اور اب ان بزرگ کے مشورے سے مین بھی تم سے مل ہی کے کام کرنا چاہتی ہون"

یون روشن ضمیر کانشنس نے اس جھگڑے کو ختم کرکے دونون ملکاؤن کو ملا دیا اور سب نے اپنی اپنی راہ لی -

قیامت کب آئے گی؟

(۱)

مرزا معصوم واقعی بہت سیدھے سادے اور بھولے بھالے آدمی تھے - یہ نہین کہ خدا نخواستہ بے وقوف ہون مگر خیالات - اعتقادات - صحبت - معاشرت اور

گردو پیش کی سدہا چیزین بعض وقت انسان کے دل پر کچھ ایسا اثر ڈال دیا کرتی ہین کہ اُسے اپنی باتون پر خود ہی ہنسی آجاتی ہے - اور وہ کام کرنے لگتا ہے جو یون لاکھ سر ماریئے نہ کرے گا -

خدا نہ کرے کہ انسان کو کسی بات کی دُھن ہو جائے - بس پھر نیک و بد کا امتیاز نہین باقی رہتا - آپ نے بہت سے دُھن والے دیکھے ہونگے - کسی صاحب کو کیمیا کا شوق ہے - لاکھون روپئے پھونک دیئے مگر ہمیشہ ایک آنچ کی کسر رہی - کسی صاحب نے ساری زندگی اسی کوشش مین صرف کردی کہ جھوٹے نگینے کو سچّا بنالین - یا بلّور مین یاقوت کا رنگ پیدا ہوجائے - بعض بزرگ اس فکر مین ہین کہ کاگا باسی (سیاہ) موتی کی سیاہی مٹا کے آبدار اور شفاف موتی بنالین - یا ننھے ننھے بہت سے موتیون کو پیس کے ایک بڑا موتی بنا کے ایسا طبخ دین کہ وہ اصلی موتی ہو جائے - بعض حضرات روحانی عملون کے پیچھے سرگردان ہین - اور چاہتے ہین کہ سورۂ مزمّل کے تمام مؤکل اُنکے تابع فرمان ہوجائین - یا اُتنل یا مریخ کا عمل ہاتھ آجائے اور جب چاہین خون ریزی مین قیصر ولیم کے کان کاٹ لین - اسی مذاق کے ہمارے ایک مہربان کو کسی عمل کی زکوٰۃ دینے کی غرض سے ایک ایسے سیاہ کُتّے کی دعوت کرنے کی ضرورت تھی جس کا کوئی بال سفید نہ ہو - چھ سات سال تک تلاش رہی - کُتّا نہ ملنا تھا نہ ملا - اور وہ بیچارے دنیا سے رخصت ہوگئے

اسی طرح ہمارے مرزا معصوم کو بیٹھے بٹھائے یہ مالیخولیا پیدا ہوگیا کہ "قیامت کب آئے گی؟" اب ایک ایک سے پوچھتے پھرتے ہین - مگر کوئی جانتا ہو تو بتائے - پہلے پہل تو لوگون نے اس خیال کو اُنکے دل سے دُور کرنا چاہا - سمجھایا - اس مسئلے کے پہلو دکھائے - مگر نہ سمجھنا تھا نہ سمجھے - اسی اثنا مین ایک عالم بے ہتا سے ملاقات ہوگئی - اُنھون نے کہا "قیامت اُن رموز آلٰہی مین سے ہے جنھین خدا نے خاص اپنی ہی ذات تک محدود رکھا ہے - سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا کہ قیامت کب آئے گی - حضرت رسول خدا صلعم سے جن لوگون نے اس امر کو پوچھا اُنکو بھی کوئی شافی و اطمینان بخش جواب نہین ملا - بس اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ آئیگی ضرور"

یہ باتین سُن کے مرزا صاحب بہت گرمے - آپے سے باہر ہوگئے - اور فرمایا

"آپ کو نہیں معلوم ہے کہ دیجئے کہ مجھے نہیں خبر۔ مگر اس کے کیا معنی کہ آپ میری زبان بند کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نہ کوئی مستند عالم ہیں نہ مجتہد۔ اور نہ بندہ آپ کا مقلد ہے ابھی پرسوں جناب قبلہ و کعبہ فرماتے تھے کہ "تمام رموز ربانی کو راسخین فی العلم جانتے ہیں" کہا گیا "تو قرآن میں غالباً راسخون فی العلم سے مراد آپ کے نزدیک ائمۂ معصومین ہونگے" خفا ہو کے بولے "یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ائمۂ معصومین کے سوا اور کوئی راسخ فی العلم نہیں ہے؟" بہت سے رمز شناس حقیقت پڑے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی مل گیا تو معلوم ہو جائے گا" مجبوراً یہ کہہ کے بلا ٹالی گئی کہ "بہتر ہے۔ آپ کسی راسخ فی العلم کو تلاش کریں"

جس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی ہمارے ایک بے تکلف انگریزی وضع کے جنٹلمین دوست بیٹھے سن رہے تھے۔ سب کو لاجواب دیکھ کے انھوں نے مرزا معصوم کی طرف متوجہ ہو کے کہا "حضرت! آپ کس پھیر میں ہیں؟ قیامت تو آگئی میرے کہنے کا یقین نہ ہو جا کے دیکھ آئیے" مرزا معصوم نے حیرت سے پوچھا "کہاں جا کے دیکھ آؤں؟" جنٹلمین "یورپ تشریف لیجائیے اور فرانس کے شمالی صوبوں میں دیکھ لیجیے کہ قیامت قائم ہے۔ اور اسکی ہولیں آپ یہیں دیکھ لیجیے کہ سرکار لاکھ سمجھاتی ڈھارس بندھاتی اور تسلیاں دیتی ہے مگر عوام کے دل سے یہ دھڑکا نہیں جاتا کہ قیامت آگئی۔ اور عنقریب یہاں بھی وہی قیامت بپا ہو جائیگی"

مرزا معصوم نے مسکرا کے کہا "جی ایسی قیامت کو میں نہیں پوچھتا۔ ایسی قیامتیں دنیا میں ہمیشہ آتی رہتی ہیں۔ لاکھوں ہزاروں آچکیں اور ابھی خدا جانے کتنی بار اور آئینگی۔ میری مراد تو اس قیامت سے ہے جب عالم زیر و زبر ہو گا۔ اور دنیا کی زندگی ختم ہو جائے گی"

جنٹلمین "نہ ماننے کی اور بات ہے مگر آپ فرانس میں جا کے دیکھیں گے تو یہی نظر آئے گا کہ یہ عالم زیر و زبر ہو رہا ہے اور دنیا فنا ہوئی جاتی ہے"

مرزا معصوم "جی معاف کیجیے۔ مجھے ایسی قیامت کے حالات دریافت کرنے کا شوق نہیں ہے"

اتفاقاً صحبت میں ہمارے رنگین مزاج دوست نواب بنّن صاحب بھی شریک

تھے - انھوں نے جو دیکھا کہ مرزا معصوم کسی طرح قائل ہی نہیں ہوتے تو فرمایا "مرزا صاحب! آپ کن لوگوں سے پوچھتے ہیں؟ یہ ملحدانہ خیال والے قیامت کے قائل ہی نہیں۔ بتائیں گے کیا خاک؟ ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند؟ کل شب کو غریب خانے پر تشریف لائیے میں انشاءاللہ آپ کا اطمینان کر دوں گا"

مرزا معصوم :- "یعنی آپ بتا دیں گے کہ قیامت کب آئے گی؟"

نبن صاحب :- "اجی بتانا کیسا میں آپ کو آنکھوں سے دکھا دوں گا۔ اُس کا ہنگامہ کانوں سے سنوا دوں گا"

مرزا معصوم :- "تو آپ کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی؟"

نبن صاحب (کمال متانت کے ساتھ) "جی بخوبی مشاہدہ کرا دوں تو سہی"

مرزا معصوم :- "اچھا کچھ مختصر طور پر بتائیے تو سہی کہ کب آئے گی؟"

نبن صاحب :- "کل! اور اسی لیے میں نے کل آپ کو بلایا ہے"

مرزا معصوم :- "قیامت کے بارے میں ہمیشہ ہی کہا گیا کہ کل آئے گی۔ مگر یہ اس قیامت کی کل ہے کہ ہزاروں برس سے برابر ٹلتی چلی آتی ہے - آپ کی یہ کل بھی ویسی ہی نہ ہو"

نبن صاحب :- "یہ کل نہ ٹلے گی" مرزا معصوم کو یقین تو نہ آیا مگر کل آنے کا وعدہ کر لیا کہ آخر دیکھوں کیا بات ہے؟

صحبت کا باقی زمانہ اس دلچسپ چھیڑ چھاڑ میں صرف ہوا کہ لوگ مرزا صاحب کو بنا رہے تھے - اور ہر شخص ایک نیا فقرہ کستا تھا - حریفان صحبت ایک دوسرے پر آڑی ترچھی آتے - بحث قیامت ہی کا رہنا - اور زد بیچارے مرزا معصوم پر پڑتی - مگر شوق نے اُن میں اس بلا کی متانت پیدا کر دی تھی کہ کسی کے کہنے کا خیال نہ کرتے -

دوسرے دن چراغ میں بتی پڑی اور مرزا معصوم نبن صاحب کے دروازے پر تھے - نبن صاحب کو اُنکے آنے کا یقین نہ تھا - صورت دیکھتے ہی متحیر ہو گئے - مگر ساتھ ہی جیسی بے تکلفی تھی اُسکے خلاف بہت زیادہ گرمجوشی سے استقبال کیا - صدر میں بٹھایا - پھر خاصدان منگوایا - حقہ اُنکی طرف بڑھایا - اور ادھر اُدھر

باتین شروع کی تھین کہ مرزا صاحب نے روک کے کہا "یہ سب باتین تو ہوتی رہین گی
پہلے اپنا وعدہ پورا کیجیے"۔
نبّن صاحب "جناب مین نے شب کا وعدہ کیا تھا آپ تو سرشام ہی نازل ہوگئے۔
اب تھوڑی دیر انتظار فرمائیے"۔
مرزا معصوم "انتظار کرتے کرتے ساری عمر کٹ گئی۔ مگر یہ فرمائیے کہ کل پر تو نہ اٹھا رکھیے گا؟"
نبّن صاحب "جی کل نہین آج ہی"۔
مرزا معصوم "خیر تو مجھے اطمینان ہوگیا۔ اب جتنی دیر کہیے انتظار کرنے کو تیار ہون"۔
نبن صاحب لکھنؤ کے ایک رندمشرب نواب اور دولتمند رئیس تھے اور اُن کے
مشاغل وہی تھے جو مسلمان رئیسون کے ہوا کرتے ہین۔ چند منٹ مین اُنکے مصاحبین
جمع ہونا شروع ہوے۔ جن مین دو ایک داستان گو تھے۔ کچھ شہر کے فلاکت زدہ
شریف زادے تھے۔ مگر اُن مین ایک صاحب بھی ایسے نہ تھے جن کا پیشہ اور
ذریعۂ معاش خوشامد اور ہان مین ہان ملانے کے سوا کچھ اور ہو۔ بظاہر سفید پوش
نفیس مزاج۔ خلیق و بذلہ سنج۔ زبان آور۔ تعلیم مین شُدبُد۔ اور باتون مین تعلقے
باندھ دینے والے تھے۔ اور معلوم ہوتا کہ نواب صاحب کے خالص اور جان نثار
دوست ہین۔ مگر اصل مین سب چھ پیسے روز کے ملازم تھے۔ شام سے بارہ بجے
تک اور کبھی کبھی صبح تک غپین اُڑا کرتین۔ جب نواب صاحب پر نیند کا غلبہ ہوتا
اور محل مین تشریف لے جانے کا قصد کرتے تو داروغۂ خانگی آکے چھ چھ پیسے ہر شخص
کے حوالے کرتا۔ اور سب صاحب خوش خوش اپنے گھر کا راستہ لیتے جن دنون
نواب صاحب کا وثیقہ آتا اس صحبت کی دلچسپی اور حریفان محفل کی گرمجوشی
زیادہ بڑھ جاتی۔ کیونکہ اس زمانے مین فراخ دستی کی بدولت دو چار دن
تک کوئی کرایہ کی شوخ ادا معشوقہ بھی شمع محفل بنجاتی۔ اور جب صحبت عیش مین
نواب صاحب اور اُنکے تمام رفقا اُسکی شمع رخسار کے پروانے بن جاتے تو
صحبت کی گرم بازاریان دیکھنے کے قابل ہوتین۔
اتفاقاً یہ شب بھی انھین چند پُرلطف راتون مین سے تھی جب کوئی محبوبۂ
شیرین ادا رونقِ محفل ہوتی۔ اور اُسکے حسن کی بہار سب صاحبون کو بُلبل

بلبل ہزار داستان بنا دیتی - چنانچہ آج بی بے نظیر تشریف لانے والی تھین جن کے حسن وجمال اور دلربا کا فرماجرائیون کی سارے شہر مین دھوم ہو رہی تھی - مرزا معصوم اگرچہ ایک خوش رُو نوجوان اور زندہ دل شریف زادے تھے مگر ایسی صحبتون مین شریک ہونے کا اتفاق نہین ہوا تھا - خاموش بیٹھے تھے اور ننّھن صاحب کے مصاحبون کی چہ میگوئیان سُن رہے تھے - آپس مین رمز وکنائے کی باتین ہوتین - اور سب اُن پر آڑیان آتے - مگر قیامت کی دُھن نے اُنھین متانت کے درجے سے بڑھا کے ایسا بچس بنا دیا تھا کہ خیال بھی نہ کرتے کون کیا کہہ رہا ہے -

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ بی بے نظیر ایک سفید ریشمی ساری باندھے سر پر ذرا بائین طرف ہٹا کے پر خم مے گون زلفون مین ایک ہلال نما انگریزی مرصع بروچ اٹکائے چھڑون کو بجاتی ہوئی نزاکت کے ساتھ آئین - ساری کی چُنٹ کو کئی بار سنبھال کے ناز و انداز سے بیچون بیچ مین بیٹھ گئین - اور یہ معلوم ہوا کہ اُن کے گورے گالون کی لَوؤن کے آگے پچاس بتیون کی قوت والا لیمپ ماند پڑ جاتا ہے - اب ایک زاہد فریب مہ جبین کے رونق محفل ہو جانے سے صحبت نے جو رنگ اختیار کر لیا اُسکے اعتبار سے مرزا معصوم بالکل انیلے تھے - اور اُن پر عجیب عالم طاری تھا - اخلاقی جذبات کہتے کہ "اس صحبت سے بھاگو" مگر مدہوش بے نظیر کے جمال جہان آرا نے دل مین جو ذوق وشوق پیدا کر دیا تھا وہ کہتا "کہان جاؤگے؟ بیٹھو بھی - ایسی پیاری صحبت کہین نصیب ہوتی ہے؟" ان کو حیران و پریشان دیکھ کے ننّھن صاحب نے بی بے نظیر کو اشارہ کیا اور وہ ایک عجیب ادائے دلربایانہ کے ساتھ اپنی جگہ سے اُٹھ کے مرزا معصوم کے پہلو مین آ بیٹھین - اب مرزا صاحب کا دل قابو سے باہر تھا - شوخ ادا بے نظیر نے اس پریشانی مین اُنھین چھیڑنا شروع کیا تھا - کہ ننّھن صاحب نے اُسکی کم سِنی کی نہ رُکنے والی طفلانہ شوخیون کو روک کے اور اُسکا نوٹ بنا کے کہا: "مرزا صاحب سُنئے - مصرع - "اب تو فتنہ ہے کوئی دن مین قیامت ہوگا" آپ نے اکثر احباب کی زبانون سے سُنا ہوگا - منشی ریاض احمد صاحب نے اور پھر اُن کے بعد حکیم برہم نے اُسے ہمیشہ اپنے چھوٹے سے شوخ رنگ وشوخ گفتار اخبار "فتنہ" کا شعار بنایا - مگر اُن کا وعدہ کبھی پورا ہونے کو نہین آیا

قریب قریب تیس چالیس برس گذر گئے اور فتنہ وہی فتنہ رہا۔ قیامت نہ بن سکا۔
مرزا معصوم نے مسکرا کے کہا "یہی تو مین بھی کہتا ہون کہ قیامت کا جہان تام بھی آجائے گا جان لیجیے گا کہ وہ بات پوری نہ ہوگی۔ اور اُسکے متعلق جتنے وعدے ہین ہمیشہ فرداے قیامت کے آغوش مین رہین گے۔"
نبن صاحب "۔ مگر بی بے نظیر کا معاملہ ایسا نہین ہے۔ چار پانچ سال ہوے اُن کی بچپن کی سادگیان دیکھ کے ایک آل اندیش عشق کی زبان سے نکل گیا تھا "اب تو فتنہ ہے کوئی دن مین قیامت ہوگی"۔ اور آج اُنکے حسن و جمال اور انکی چال ڈھال دیکھ کے دل مین ماننا ہی پڑتا ہے کہ اُس پیغمبر عشق کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی"
مرزا معصوم "۔ یہ کیونکر؟" نبن صاحب "۔ اس لیے کہ اب کسی صحبت مین بے نظیر کا آنا قیامت کا آنا ہے (بے نظیر سے) ذرا کھڑی ہوکے اپنی چال تو دکھاؤ"۔
بے نظیر "۔ (بگڑکے) اوئی! لو اور سنو! مین کچھ سٹرن تو ہون نہین جو خواہ مخواہ کو سب کے بیچ مین ٹہلنا شروع کرون"۔
نبن صاحب "۔ تمھین میرے سر کی قسم۔ خالی دلگی ہے۔ اور تمھارا اس مین کچھ بگڑ نہ جائے گا"۔ نواب صاحب کا اتنا کہنا تھا کہ مصاحبین پیچھے پڑ گئے۔ اور وہ وہ زبردست قسمین دلائین کہ بے نظیر کو شرما شرمی اُٹھنا ہی پڑا۔ اُنکے کھڑے ہوتے ہی نبن صاحب نے کہا "اس قد و قامت کو کون قیامت نہ کہے گا؟ یہ اٹھلا اٹھلا کے چلنا قیامت ہے کہ نہین؟ آہ! (کلیجے پر بیتابی سے ہاتھ مار کے) یہ چھڑون کی جھنکار جو عالم کو تہ و بالا کیے دیتی ہے یہی شور محشر ہے"۔ (بے نظیر سے) بس اب خدا کے لیے بیٹھ جاؤ۔ نہین تو مُردے قبرون سے نکل پڑین گے"۔
مرزا معصوم پر عجیب پریشانی اور اُلجھن طاری تھی۔ نہ کچھ کہتے بنتی تھی اور نہ کچھ زبان سے نکلتا تھا۔ اتنے مین بے نظیر پھر آکے اُنکے زانو سے زانو بھڑا کے بیٹھ گئین اور نبن صاحب نے کہا "جناب کس سوچ مین ہین؟ قیامت دیکھی؟ اور شور محشر سُنا؟"
مرزا معصوم نے کسی قدر تردد و تامل کے بعد کہا "مجھے تو اس مین قیامت کی کوئی بات نہین دکھائی دی"۔
نبن صاحب "۔ افسوس! خدا کسی کو بے حس نہ بنائے۔ ع خدا سر دے تو سودا دے

تری زلفِ پریشان کا "

مرزا معصوم "آخر اس کے قیامت ہونے کا کوئی ثبوت بھی ہے یا زبردستی مان لوں؟"

نبّن صاحب "ثبوت! مشاہدے کے لیے بھی ثبوت کی ضرورت ہے! اسے اس کا ثبوت اپنے دل سے پوچھیے۔ ان کی تو ہر ٹھوکر ایک نئی قیامت بپا کرتی ہے۔ اور اس پر بھی ثبوت کا شوق ہو تو فردوسی سے لے کے آج تک تمام شعرا کا کلام دیکھ جائیے۔ ایسا ایک بھی نہ ملے گا جو ان کا فرا و ان کے قامتِ دراز کو قیامت۔ ان کی متانۂ روی کی ٹھوکروں کو محشر زا۔ اور ان کے چھڑوں کی جھنکار کو شورِ محشر نہ مانتا ہو۔"

مرزا معصوم "ساری دنیا مانے مگر میں تو نہیں مانتا۔ میرے نزدیک تو اس میں قیامت کی کوئی بات نہیں۔ فقط شعرا کی فضول گوئیاں ہیں۔"

نبّن صاحب "تو جناب آپ قائل نہ ہونگے۔ خدا نے آپ کو دل ہی نہیں دیا۔ اور میری بات کو وہی حضرات مان سکتے ہیں جو اہل دل ہیں۔"

مرزا معصوم "خیر تو آپ کی قیامت یہی تھی؟"

نبّن صاحب "جی ہی۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کے قیامت کون ہوگی؟"

اِن باتوں کی متانت نے کچھ ایسا بے لطفی کا اثر ڈالا کہ صحبت کا رنگ بدل گیا۔ بی بے نظیر جن سے ایک گھڑی کے لیے بھی نچلا نہیں بیٹھا جاتا تھا ساری شوخیاں اور شرارتیں بھول کے مرزا معصوم کی تقریر کو اس سادگی۔ بھولے پن اور مرعوبیت سے سُن رہی تھیں جس طرح کوئی لڑکا اُستادِ علامہ کی تقریر یا کوئی مُرید اپنے رمز شناس وحدت پیر کی باتوں کو سُنتا ہو۔ انکی محویت کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ سناٹے میں صورت دیکھتی رہ گئیں۔ اور مرزا معصوم نہایت ناراضی کے ساتھ نواب نبّن صاحب کی اس لغویت پر بگڑ کے چلے گئے۔ اگر وہ متوجہ رہتیں اور اپنی کرشمہ سازیوں کو بھول کے شوخ ادائی و دلربایانہ ناز آفرینی سے غافل نہ ہو جاتیں تو کس کی مجال تھی کہ اُنکے پھندے سے یوں آسانی کے ساتھ نکل جاتا۔ یا اُنکے پہلو سے اُٹھ جاتا۔

مرزا معصوم کے چلے جانے کے بعد چند منٹ سکوت میں رہ کے نبّن صاحب نے کہا "اسوقت اُنکے چلے جانے سے صحبت بے مزہ ہو گئی۔ (بے نظیر سے) افسوس اسوقت تمھاری بھی کچھ نہ چلی؟"

بے نظیر "اب میں تو روکتی نگر تھا۔ یہ بحث میں کون دخل دیتا؟"

(۲)

مرزا معصوم اس صحبت سے منغص ہوکے گئے تو کچھ دیر تک بی بے نظیر کی ادا اون اور کا فرما جرائیون کا خیال دل ودماغ پر غالب رہا۔ مگر جیسے ہی حسن کی قوت کمزور پڑی پھر اُسی قیامت کی اُدھیڑبُن مین لگے ہوے تھے۔ بس یہی دُھن تھی کہ "قیامت کب آئیگی"۔ کسی صاحب علم۔ محقق اور واقف کار سُن پاتے عام ازین کہ پُرانے خیال کا ہو یا نئے خیال کا۔ اُس کے پاس دوڑے جاتے اور یہی سوال پیش کر دیتے کہ "قیامت کب آئے گی"۔ صدہا آدمیون کے پاس گئے۔ مگر کوئی اُن کے دل کی تشفی نہ کر سکا۔ آخر اُنکی یہ جستجوے لاحاصل مشہور ہونا شروع ہوئی۔ اور دُھن جنون کے درجے کو پہونچ گئی۔

اتفاقاً اُن کا یہ سوال ایک رندمشرب بزرگ کے گوشگزار ہوا جو بڑے بے تکلف زندہ دلون مین تھے اور منچلی مذاق پر آتے تو نہ مذہب کی پروا کرتے نہ اصول اخلاق وآداب کی۔ وہ بالطبع ایسے لوگون کو خود ہی ڈھونڈھتے پھرتے تھے جو بنانے کے قابل ہون اور جن مین بننے کی صلاحیت ہو۔ مرزا معصوم کا ذکر سنتے ہی اُنھین شکار ہاتھ آیا اور شوق ملاقات مین دوڑے گئے۔ مرزا معصوم کی اب یہ حالت تھی کہ لوگ اُنکے سامنے سے بھاگتے۔ دور سے صورت دیکھی اور اودھر اُدھر کترا گئے۔ اب ایک مہذب وشایستہ بزرگ خود اُنکے مشتاق بن کے آئے تو نہایت ہی اخلاق سے ملے۔ بعد تعظیم وتکریم کی۔ اور خاطر تواضع کے فرائض بجا لانے کے بعد کہنے لگے "حضرت کیا عرض کرون کہ کیسی سرگردانیون مین مبتلا ہون مدت سے ایک فکر دامنگیر ہے جس سے چھٹکارا نہین نصیب ہوتا۔ کس کس کے پاس گیا۔ اور کہان کہان کی خاک چھانی مگر ہنوز روز اول ہے"۔

رندمشرب "خیریت تو ہے؟ آخر وہ کون سی فکر ہے جس نے دشمنون کو اس قدر پریشان کر رکھا ہے؟"

مرزا معصوم "حضرت یہ معمہ کسی طرح نہین حل ہوتا کہ قیامت کب آئے گی؟"

رندمشرب "تو اپنی ان ناکامیون سے آپ نے کیا نتیجہ نکالا؟" جواب اِسکے سوا

کیا ہو سکتا تھا کہ "کچھ نہین"۔

رند مشرب: "تو پھر اب کس بات کی فکر ہے؟ یہ نتیجہ تو حاصل ہو گیا کہ کچھ نہین"۔

مرزا معصوم: "اس نتیجے سے کیا اطمینان ہو سکتا ہے؟"

رند مشرب: "معلوم تو ہو گیا کہ قیامت۔ ع۔ فتنہ ہے اک تری ٹھوکر کا مگر کچھ بھی نہین"۔

مرزا معصوم: "مین شاعرون کی باتون مین نہین آتا"۔

رند مشرب: "شاعری ہو یا فلسفہ۔ جس چیز کی نسبت با وجود مدتون جستجو کرنے کے کچھ پتہ نہ چلے سمجھ لینا چاہیے کہ اصل مین کچھ نہین ہے۔ مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ قیامت کبھی نہ آئے گی"۔

مرزا معصوم: "یہ مین کیونکر مان لون؟ قرآن مین صدہا جگہ موجود ہے۔ حدیث مین ہزارون جگہ ذکر آیا ہے۔ وعدے پر وعدے ہو رہے ہین۔ اللہ میان دھمکیون پر دھمکیان دے رہے ہین۔ اور آپ کہتے ہین کبھی نہ آئے گی"۔

رند مشرب: "بس اللہ میان کی دھمکیان ہی دھمکیان ہین"۔

مرزا معصوم: "استغفر اللہ! آپ تو مجھے ملحد و بے دین معلوم ہوتے ہین"۔

رند مشرب: "آپ میری نسبت جو رائے چاہین قائم کر لین۔ مگر اتنا بتائے دیتا ہون کہ قیامت قیامت تک نہ آئے گی"۔

مرزا معصوم: "معاف کیجیے گا۔ مین ایسے بے دین لوگون کی صحبت نہین پسند کرتا"۔

رند مشرب: "خیر معلوم ہوا کہ آپ کو دُھن سچی ہے۔ اور جب تک قیامت کا پتہ نہ لگا لین گے دم نہ لین گے۔ اچھا تو اب مین آپ کو بتا دون گا کہ قیامت کب آئے گی؟"

مرزا معصوم: "اے ابھی تو آپ قیامت کے قائل ہی نہ تھے یا اب قائل ہوے تو ایسے کہ مجھے زمانہ بتانے کو تیار رہین!"

رند مشرب: "فقط آزمانے کے لیے انکار کر رہا تھا۔ اب معلوم ہو گیا کہ آپ کسی کے بہکانے مین نہ آئین گے"۔

مرزا معصوم: "تو جناب کب بتائین گے؟"

رند مشرب: "یہ کوئی آسان بات تو ہے نہین۔ صحبت رہی تو چند روز مین آپ پر کُھل جائے گا۔ اور آپ قائل ہو جائین گے"۔

مرزا معصوم کی اب یہ حالت ہوگئی تھی کہ ہر شخص کی بات مان لیتے۔ چنانچہ ہمارے رند مشرب دوست نے وعدہ کیا تو مدت ہائے دراز کی مایوسیوں کے بعد پھر اُنکے دل مین امید کی شمع روشن ہوئی۔ اور اب خود ہی ان بزرگ سے صحبت بڑھانے لگے۔ روز شام کو اُنکے گھر جاتے۔ بہت سے بیفکروں کا وہان مجمع رہتا۔ جو حُقّے پیتے اور مرزا معصوم کو چٹکیوں پر اُڑاتے۔ کبھی اس بات کی تحقیق ہوتی کہ قیامت دن کو آئیگی یا رات کو؟ کبھی کوئی صاحب پوچھ بیٹھتے "کیون صاحب اگر روزون مین قیامت آگئی تو روزہ توڑ دینا جائز ہوگا یا نہین؟"

ایک دن اس صحبت مین ایک نئے صاحب تشریف لائے۔ اُنھون نے جب دیکھا کہ مرزا معصوم پر لوگ آڑیان آرہے ہین اور قیامت ہی کا تذکرہ رہتا ہے تو بولے "آخاہ! شاید آپ ہی وہ بزرگ ہین جنھین ہردم یہی فکر رہتی ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ مین آپ کا ذکر خیر سن چکا ہون۔ اور نہایت مشتاق تھا۔ افسوس آپ سے پہلے ملاقات نہ ہوئی۔ ورنہ آپ کو اتنے دنون پریشان نہ رہنا پڑتا۔ مین انشاءاللہ آپ کا اطمینان کردون گا۔"

مرزا معصوم "کیا آپ کو اس بارے مین کچھ تحقیق ہے؟"

نئے صاحب "جی بہت کچھ۔ مگر یہ صحبت اُسکے لیے موزون نہین ہے۔ کبھی اطمینان سے تنہائی مین ملاقات ہوئی تو آپ کے تمام شبہات مٹا دون گا۔"

اس جواب پر مرزا معصوم بہت خوش ہوے۔ اور کہا "تو جب فرمائیے مین جناب کے دولت خانے پر حاضر ہون۔"

نئے صاحب "آپ کو میرا مکان مشکل سے ملے گا۔ جس دن موقع ملا مین خود ہی آپ کو آکے لیجاؤن گا۔" مرزا معصوم نے التجا کے لہجے مین کہا "تو عجلت فرمائیے۔ مین بہت دنون سے پریشان ہون۔ اور اب صبر کی تاب طاقت نہین ہے۔" نئے صاحب نے فرمایا "آپ گھبرائین نہین۔ انشاءاللہ بہت ہی جلد انتظام ہوجائے گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو قیامت کا پورا حال معلوم ہوجائے گا۔ اور یہ سارے شبہات آپ کے دل سے نکل جائین گے۔"

مرزا معصوم "اتنا تو بتا دیجیے کہ مجھے کتنے دنون انتظار کرنا پڑے گا؟"

نئے صاحب "زیادہ نہین-کوئی ایک ہفتے مین آپ کا اطمینان ہو جائے گا"
اس موقع پر تمام حاضرین صحبت نے چلا چلا کے اور زور و شور سے کہنا شروع کیا "ہان بس آپ ہی سے ان کی آرزو پوری ہو سکے گی" نئے بزرگ نے جوش مین آ کے فرمایا "مرزا صاحب ہی پر موقوف نہین - مین آپ سب صاحبون کو عرصۂ حشر و نشر کا تماشا دکھا سکتا ہون" سب نے ہاتھ جوڑ جوڑ کے کہا "ہمین معاف ہی رکھیے - ہم تو قیامت کے نام سے ڈرتے ہین - ہماری مجال ہے کہ قیامت کے مشتاق بنین؟"

اب یہ صحبت ختم ہو گئی - اور مرزا معصوم کا ایک ہفتہ عجب کشش و پنچ مین بسر ہوا - اسی اُدھیڑبُن مین تھے کہ یہ نئے بزرگ کیا بتائین گے؟ اور کیونکر میرے دل کو اطمینان دلائین گے - ظاہر مین نہ کوئی بڑے عالم و فاضل ہین نہ اہل دل و ولی اللہ پھر یہ راز اُن سے کیونکر حل ہو گا؟ ہر طرف سے تھک کے یہ خیال ہوتا کہ معلوم ہوتا ہے یہ بھی نواب نبّن صاحب کی طرح کوئی دل لگی کی حرکت کرین گے - خیر مضائقہ نہین - یہ بھی لطف سے خالی نہ ہو گا - اور مین تو اب اضحوکۂ روزگار بنا ہی ہوا ہون - جس کا جی چاہے ہنس لے - مسخرا بنا لے"

انھین فکرون مین تھے کہ ٹھیک آٹھوین دن وہ بزرگ صبح سویرے اُنکے گھر پر آئے - اور کہا "چلیے - آج مجھے خدا خدا کرکے موقع ملا ہے - اور خدا نے چاہا تو آج کے بعد پھر آپ کو قیامت کے متعلق کوئی شبہہ نہ رہے گا" یہ مژدۂ جان فزا سنتے ہی مرزا معصوم ہنسی خوشی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کے ساتھ روانہ ہوئے - وہ بزرگ اپنے ساتھ گاڑی پر بٹھا کے شہر سے باہر نکال لے گئے - اور ایسی سڑکون پر سے گذرے جن سے مرزا صاحب بالکل ناآشنا تھے - پھر ایک بڑے بھاری اور نہایت ہی وسیع مکان کے دروازے پر گاڑی روک کے اُترے - ایک چھوٹی سی کوٹھی مین جو بہت ہی صاف خاموش اور پُر تکلف سامان سے آراستہ تھی لے جا کے بٹھایا - اور اِدھر اُدھر کی باتین کرنے لگے - اپنے ساتھ میز پر بٹھا کے کھلایا پلایا - اتنے مین ایک شخص نے آ کے اُن بزرگ کو ادب سے سلام کیا - اور اُنھون نے پوچھا "وہ انتظام جو مین نے کہا تھا ہو گیا؟"

شخص: "جی ہان ہو گیا" - اب مرزا معصوم کھانا کھا کے ہاتھ دھونے کے لیے اُٹھے۔ اور اُن کے میزبان اور تازہ وارد شخص مین چُپکے چُپکے کچھ باتین ہوتی رہین۔ مرزا صاحب تولیے مین ہاتھ پونچھتے ہوے واپس آئے اور کہنے لگے "مین سمجھا تھا کہ آج آپ نے اور تمام کامون سے فرصت کرلی ہوگی۔ اور تنہا بیٹھ کے قیامت کے معاملے مین بحث فرمائین گے"

نئے صاحب: "جی ہان مین نے یہی انتظام کیا ہے کہ آج قیامت کا ثبوت دینے اور اُس کا وقت بتانے کے سوا اور کوئی کام نہ ہو۔ مگر اُسکے لیے یہ مقام موزون نہین ہے۔ آپ انکے (تازہ وارد کی طرف اشارہ کرکے) ساتھ تشریف لے چلین۔ مین بھی ایک ضروری کام کرکے پانچ منٹ مین آجاؤن گا" مرزا معصوم نے "بہتر" کہا اور اُس شخص کے ساتھ روانہ ہوے۔

وہ اُنھین سنسان اور وحشتناک راستے سے ایک بڑے مکان مین لے گیا جسکے اندر جا کے مرزا معصوم نے دیکھا کہ اس سرے سے اُس سرے تک سیکڑون قبرین بنتی چلی گئی ہین۔ اور عجیب خوفناک تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ناگہان اُسکے سب دروازے بند ہو گئے۔ اور ایسا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو گیا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دیتا تھا۔ اب یکایک چارون طرف سے ایک عجیب قسم کا شور بلند ہوا۔ جس سے کان اُڑے جاتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ صدہا بادل گرج رہے ہین۔ اسی اثنا مین اُنھون نے سُنا کہ اس شور و ہنگامے کے اندر سے کسی نے پُر جلال آواز مین کہا "دیرِ توبہ بندا!" مرزا معصوم کے حواس باختہ تھے کہ چارون طرف سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ اور اُنکی روشنی مین نظر آیا کہ مُردے اُن قبرون سے نکل نکل کے ادھر اُدھر بدحواس بھاگ رہے ہین۔ اور پناہ لینے کے لیے ایک دوسرے سے لپٹنا چاہتے ہین۔ مگر جو جس کے پاس جاتا ہے وہ اُسے نہایت ہی مضطربانہ طور پر پیچھے ڈھکیل دیتا ہے۔ اور اُسکی صورت سے اس طرح وحشت کھا کے بھاگتا ہے جیسے کوئی کسی بھوت یا دیو کو دیکھ کے بھاگے۔ اس عالم کو دیکھ کے مرزا معصوم کے حواس جاتے رہے۔ اور جس شخص کے ساتھ آئے تھے اُسے گھبرا کے پکارا۔ اندھیرے مین اُسکی صورت تو نہین دکھائی دیتی تھی مگر یقین واثق تھا کہ پاس کھڑا ہو گا۔

لیکن اُس سے کچھ جواب نہ ملا - اور اتنے مین آگ کا ایک بڑا بھاری لُوکا اُنکی طرف آیا - جس کی روشنی مین معلوم ہوا کہ اُسکا پتہ نہین - اور خود آگ کی لپک سے بھُنے جاتے ہین -

بدحواس ہوکے مرزا صاحب نے ایک چیخ ماری کہ "ہاے قیامت آگئی!" اور ساتھ ہی کسی نے پیچھے سے اُنکے بائین ہاتھ مین ایک کاغذ دے دیا - اب اُنھین بالکل قیامت کا یقین تھا - بے تحاشا رونے لگے کہ ہاے مین بڑا گنہگار اور سخت مجرم ہون - نامۂ اعمال پیچھے سے ملا - اور بائین ہاتھ مین - اس سے بڑا ثبوت اپنے مجرم ہونے کا کیا ہو سکتا ہے؟ گھبرا کے اُس کاغذ کو جھٹک کے پھینکدیا - اور رو رو کے دُعا کرنے لگے "خداوندا! مین بڑا گنہگار ہون! مجھے اس عذاب سے بچا - اب میری نجات کی کوئی صورت نہین معلوم ہوتی" اتنے مین پھر کان مین آواز آئی کہ "در توبہ بند ہے"

اب شعلے اور لُوکے مرزا صاحب کے قریب ہوتے جاتے تھے - اُن کی گرمی اور حدت بھونے ڈالتی تھی - اُنکی تاریک اور ڈراونی روشنی مین جو لوگ اپنی طرف آتے اور لپکتے نظر آئے - اُنکے چہرے سیاہ اور حُلیے مہیب تھے - اُنکے ہاتھون مین آتشین گُرز تھے - اور اُس وحشتناک اُجالے مین معلوم ہوتا کہ وہ انسان نہین بلکہ آگ اور دھوئین کے بنے ہوے پُتلے ہین - ابھی تک تو یہ لوگ فاصلے ہی پر سے اُنکی طرف جھپٹتے نظر آتے تھے - اور اُن کی صورتین دیکھتے ہی مرزا صاحب سہم سہم کے آنکھین بند کر لیتے - اور بھینچ بھینچ کے بند رکھنا چاہتے مگر آپ سے آپ کھُل جاتین - اور پھر وہی روح فرسا منظر نظر کے سامنے ہو جاتا - لیکن اب یکایک ایک شخص آتشین گرز لیے ہوے سر پر آگیا - اور آتشین گرز رسید کر دیا -

اس ضرب سے اُن کو کچھ زیادہ چوٹ تو نہین لگی مگر دل و دماغ نے بالکل جواب دے دیا - اور غش کھا کے زمین پر گر پڑے - بہت دیر کے بعد ہوش آیا تو نہ وہ شور محشر تھا اور نہ عرصۂ محشر - شام کا وقت تھا - آفتاب غروب ہو رہا تھا - طیور سر پر ہنگامہ مچا رہے تھے - مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بیرونی شہر کے ایک وحشتناک قبرستان کے اندر ایک ٹوٹی قبر مین پڑا پایا - گھبرا کے اُٹھے - اور وحشت نے زور

گیا تو بے تحاشا اُٹھ کے بھاگے ۔ اور قریب کی ایک سڑک پر پہونچے ۔ راہگیروں سے پوچھا کہ ہم کہاں ہیں؟ اور معلوم ہوا کہ اپنے شہر کے قریب ہی ہیں ۔ چند دیہاتیوں کے ساتھ اپنے گھر میں آئے ۔ اور حیران تھے کہ یہ کیا آفت تھی ۔ کچھ کھانے پینے اور بعض مفرحات کے استعمال سے ہوش و حواس تو بخوبی درست ہو گئے مگر اس بات کا یقین دل میں موجود تھا کہ قیامت آگئی ۔ مگر پھر کہتے کہ قیامت آگئی تو دنیا میں امن و امان کیوں ہے؟ اور تمام لوگ اس بیفکری سے اپنے کاروبار میں کیوں مصروف ہیں؟ کیا یہ قیامت فقط میرے ہی لیے تھی؟ صدہا شبہات دل میں پیدا ہوتے مگر قیامت آنے کا یقین دل سے نہ نکلتا ۔ اور کہتے "خدا قیامت کے مسئلے کو راز رکھنا چاہتا ہے ۔ رسول خدا صلعم سے کفار نے لاکھ پوچھا مگر آپ نے نہ بتایا! اب میں نے جو اس رازِ سرمدی اور رمزِ صمدی کو زبردستی معلوم کرنا چاہا تو خدا نے سزا دہی کے طریقے سے مجھے عرصۂ حشر کا سماں دکھا دیا ۔ مگر پھر بھی اپنی شفقت و مرحمت سے بڑا فضل و کرم کیا کہ اُس مہیب مقام سے نکال کے پھر اپنے گھر پہونچا دیا ۔ آہ! میری بڑی غلطی تھی جو رموزِ ربّانی کے حرم میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا ۔ خداوندا! توبہ کی اور پھر مجھ سے ایسا قصور نہ ہوگا ۔ اور اس سے بھی کیا کم فائدہ ہوا کہ مجھے اپنے اعمال معلوم ہو گئے ۔ اپنی حالت سے متنبہ ہو گیا ۔ آہ! اُس وقت کی یہ صدائے غیب کس قدر حوصلہ شکن تھی کہ "در توبہ بند" میں ہمیشہ کے لیے قعرِ جہنم میں پہونچ گیا ہوتا ۔ مگر اُس حضرت رب العزت کی رحمت کام آگئی اور معلوم ہوا کہ ابھی میرے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ۔ بیشک میں توبہ کروں گا اور کبھی کسی گناہ میں مبتلا نہ ہوں گا ۔ خصوصاً قیامت کا تو کبھی کسی کے سامنے نام ہی نہ لوں گا ۔"

ساری رات ہمارے دوست مرزا صاحب کو انھیں خیالات میں گذری ۔ صبح اُٹھتے ہی عبادت اور زہد و تقویٰ میں مصروف ہو گئے ۔ رات دن عبادت کرتے ۔ دن کو بلا ناغہ روزے رکھتے ۔ اور ساری دنیا و ما فیہا سے بے تعلق تھے ۔ غرض پورے پورے اسم بامسمّیٰ مرزا معصوم بن گئے ۔ اُنھیں اسی خیال میں کئی دن گذر گئے ۔ نہ کسی سے ملے نہ کسی کے وہاں ملاقات کو گئے ۔ اور نہ کوئی اُن سے

ملنے کو آیا۔ اور کسی کو خبر نہین کہ وہ کس حال مین ہین۔
ایک ہفتے کے بعد اپنے بیرونی نشست کے کمرے مین عصر کی نماز پڑھ کے بیٹھے تھے اور افطار کے وقت کا انتظار تھا کہ اُنکے رندمشرب دوست نے آکے سلام کیا۔ اور کہا "مرزا صاحب! مزاج تو اچھا ہے؟ کئی دن سے تشریف کیون نہین لائے؟"
مرزا معصوم:۔ "اچھا ہون۔ مگر اب مجھے آنے کی فرصت نہین ہے۔"
رندمشرب:۔ "آپ تشریف نہ لائین گے تو قیامت کا مسئلہ کیونکر حل ہوگا؟"
قیامت کا لفظ سُنتے ہی مرزا معصوم دل مین کانپ گئے۔ مگر اس خوف کو سینے مین مخفی رکھ کے کہا "وہ مسئلہ تو حل ہوگیا۔ اور اب اُسکے دریافت کرنے کی ضرورت باقی نہین رہی۔"
رندمشرب۔ (نہایت حیرت سے) "حل ہوگیا! اکیلے اکیلے حل کرلیا اور ہمین نہ بتایا؟"
مرزا معصوم:۔ "اب مہربانی فرما کے اس کا تذکرہ نہ کیجیے۔ میری گذشتہ عبرتناک غفلت ہی مجھے زندگی بھر نادم رکھنے کے لیے کافی ہے نہ کہ پھر مین اسی حماقت مین مبتلا ہون؟"
رندمشرب:۔ "لیکن آخر کچھ معلوم تو ہو کہ آپ کے مزاج و مذاق مین فوراً اتنا بڑا انقلاب کیونکر ہوگیا؟"
مرزا معصوم:۔ "مین کچھ عرض نہین کرسکتا۔ اور امید ہے کہ آپ بھی اس بارے مین مجھ سے کوئی سوال نہ کرین گے؟"
رندمشرب:۔ "اچھا مین کچھ نہ پوچھون گا۔ مگر آپ شب کی صحبت مین تو شریک ہوا کیجیے۔"
مرزا معصوم:۔ "افسوس اب مجھے اتنی فرصت ہی نہین کہ احباب مین بیٹھ کے وقت ضائع کیا کرون۔"
رندمشرب:۔ "آخر آپ کے لیے کون سا بڑا کام پیدا ہوگیا ہے؟"
مرزا معصوم (آہ سرد بھر کے) "کام تو ہمیشہ موجود تھا مگر مین کرتا نہ تھا۔ اور اب عہد کرلیا ہے کہ اپنے فرائض سے غافل نہ ہون گا۔"
رندمشرب اپنے اُس دوست مین جسے روز بنایا کرتے تھے اور آماجگاہ ظرافت بنا رکھا تھا ایسا تغیر عظیم دیکھ کے بہت ہی حیران تھے۔ اور کوئی بات سمجھ مین نہ

نہ آتی تھی۔ اتنے میں مغرب کا وقت آگیا۔ اور مرزا معصوم نے کہا "بس اب خدا حافظ۔ مجھے روزہ افطار کرنا ہے اور نماز پڑھنی ہے۔ انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی"
رند مشرب مجبوراً اُٹھ کھڑے ہوے۔ اور چلتے چلاتے پھر تقاضا کیا کہ کبھی کبھی تو وہاں کی صحبت میں آیا کیجیے۔ مگر مرزا صاحب نے کوئی خاص وعدہ نہیں کیا اور رخصت ہو کے گھر کے اندر چلے گئے۔

اب رند مشرب بزرگ یہاں سے چلے تو اسی اُدھیڑ بن میں تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اور مرزا معصوم کی یہ حالت کیوں ہو گئی؟ بیسیوں وجہیں پیدا کرتے اور اطمینان نہ ہوتا۔ گھر پہونچ کے یاران صحبت سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور سب پر حیرت و استعجاب کا عالم طاری ہو گیا۔ اب ہر شخص اسی معاملے میں خیال آفرینیاں کر رہا تھا کہ وہ نئے صاحب آگئے جو قیامت کا ثبوت دینے کے لیے مرزا معصوم کو اپنے گھر لے گئے تھے۔ اُنھوں نے بیٹھتے ہی پوچھا "آج مرزا معصوم صاحب تشریف نہیں رکھتے؟ میں تو اُنھیں سے ملنے کو آیا تھا" صاحب خانہ رند مشرب نے مایوسی کے لہجے میں جواب دیا "حضرت وہ تو نہیں ہیں" نئے صاحب نے کہا "تو کسی کو بھیج کے اُنھیں بلوائیے"

رند مشرب "میں خود گیا تھا۔ مگر اُن میں کچھ ایسا انقلاب عظیم ہو گیا ہے کہ گویا وہ پہلے مرزا معصوم ہی نہیں ہیں۔ شب و روز نماز روزے عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں مصروف رہتے ہیں"
نئے صاحب (ایک ٹھٹھا مار کے) "اور وہ قیامت کا سوال نہیں کرتے؟"
رند مشرب "مطلق نہیں۔ سوال کیسا کسی کو اُسکا تذکرہ بھی نہیں کرنے دیتے"
نئے صاحب (اور زیادہ ہنس کے) "میں نے تو فقط مذاق کیا تھا مگر اُنھیں پورا سبق مل گیا ہے"۔

یہاں کسی کو مرزا معصوم کے اُن کے ساتھ جانے کی خبر نہ تھی۔ ان بزرگ نے یہ خیال اپنی زبان سے ظاہر کیا تو سب نے پوچھنا شروع کیا کہ "آخر آپ نے کیا مذاق کیا تھا؟ ہم سب اسی فکر میں تھے۔ اب معلوم ہوا کہ اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست"

نزا صاحب (تمسخر اور غرور کے لہجے میں) ؟" جی ہاں آوردہ کرنا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے اُن سے قیامت کا وقت بتانے اور قیامت کے دکھا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لیے اپنے جیل میں (یہ یاد رکھیے کہ یہ بزرگ داروغہ جیل ہیں) میں نے اس کا انتظام کیا۔ اور جس دن یقین تھا کہ صاحب نہ آئیں گے اُن کو اپنے ساتھ گھر سے لیجا کے نفرہ دیکے ایک شخص کے ہمراہ اندر بھیجا اور قیامت دکھا دی۔"

رندِ مشرب (حیرت سے) "آخر کیونکر قیامت دکھائی ؟"

داروغہ جیل: "قیدیون کے بڑے بارک میں وہ اُن کو لے گیا۔ جس میں قیدیون کے سونے کے بہت سے چبوترے دُور تک بنے ہوے ہیں۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوے سب دروازے بند کر کے اندھیرا گھُپ کر دیا گیا۔ اوپر کے ونٹی لیٹر (روشندان) پہلے سے بند کرا دیے تھے۔ ساتھ ہی سیکڑون ٹین کے پیپون اور مختلف آوازون کی چیزون پر لکڑیاں مار مار کے لوگون نے ایک ایسا شور و ہنگامہ مچایا کہ کان پڑی آواز نہ سُنائی دے۔ یہ سب آوازیں مل کے بادل کی گرج کی سی مہیب صدائیں پیدا کرتی تھیں اسی اثنا میں اندر جابجا رال اور تیل سے شعلے بلند کیے گئے۔ جن کو پھکنیون سے پھونکا جاتا تو اِدھر اُدھر لپکتے۔ ان کی روشنی میں اُن کو دکھایا گیا کہ قبرون (اُن چبوترون) سے مُردے نکل نکل کے بھاگتے ہیں جس خدمت پر بہت سے قیدی مامور تھے۔ بہت سے بدصورت اور بد قطع آدمیون کے چہرے کالک لگا کے اور زیادہ بھیانک بنا دیے گئے۔ اور لوہے کی سلاخون میں کپڑے کے بڑے بڑے لٹّو باندھ کے اور تیل میں ڈبو کے گرزِ آتشین بنائے گئے۔ جن کو مہیب صورتون والے جلا کے ایک دوسرے پر لپکتے تھے اور پکارا جاتا تھا کہ "دِرِ توبہ بند" اتنے میں ایک شخص نے مرزا صاحب کی پشت کی طرف سے جا کے اُن کے بائیں ہاتھ میں ایک کاغذ دیدیا جسے وہ نامۂ اعمال سمجھے۔ اور چونکہ پشت سے اور بائیں ہاتھ میں دیا گیا تھا۔ اُنھیں یقین ہو گیا کہ میرے اعمال بُرے ہیں۔ اُسے سہم کے پھینک دیا اور سمجھے کہ میں دوزخ میں ہون۔ اُسوقت ایک شخص نے ایک آتشین گرز اُنکو مارا اور وہ بیہوش ہو کے گر پڑے۔ تب میں نے اُٹھوا کے اُنھیں قریب کے قبرستان میں ایک ٹوٹی قبر کے اندر ڈلوا دیا اور آدمی مقرر کر دیا کہ دُور سے دیکھتا رہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ شام کے قریب اُنھیں ہوش آیا اور اُٹھ کے اپنے گھر گئے۔"

رندمشرب ۔ "اُفوہ! آپ نے غضب کر دیا۔ مگر اُنکے ساتھ بڑی ہی بے رحمی کی۔ یہ کہیے کہ وہ دل کے مضبوط تھے۔ اور کوئی ہوتا تو مر ہی جاتا۔"

داروغۂ جیل ۔ "اُنھین قیامت کا سبق تو مل گیا؟ اب آپ جا کے اُنھین اصلی حالات بتا کے یقین دلا دیجیے کہ یہ سب فریب تھا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد اُن کے مزاج مین جو کچھ تغیر ہوا ہے جاتا رہے گا۔ اور پھر وہی پُرانے مرزا معصوم ہو جائینگے۔"

اس مشورے کے مطابق رندمشرب بزرگ نے دوسرے ہی دن مرزا معصوم سے مل کے بیان کر دیا کہ آپ کو مصنوعی قیامت کیونکر دکھائی گئی اور چاہا کہ اُنھین پھر پُرانے رنگ اور مذاق پر لے آئین۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ اول تو مرزا معصوم کو یقین ہی نہ آتا تھا۔ مگر جب رندمشرب دوست نے قسمین کھائین تو اُنھون نے کہا "اگر یہ فریب بھی تھا تو مجھے اس سے بہت اچھا سبق مل گیا۔ مجھے اپنے حالات اور اعمال معلوم ہو گئے۔ اور تجربہ ہو گیا کہ جس راز کو خدا نے سربستہ رکھا ہے اُسکا نہ معلوم ہونا ہی مصلحت ہے۔ اور جو کوئی اُس راز کو کھولنا چاہے وہ سوا نقصان اور تکلیف کے فائدہ نہین اُٹھا سکتا۔ بہرحال کسی نہ کسی طریقے سے میرا اطمینان ہو گیا۔ مین اب قیامت کے بارے مین کسی سے کوئی سوال نہ کرون گا بس اتنا ہی یقین رکھون گا کہ کبھی آئے گی ضرور۔ اور اپنی آیندہ زندگی اس کوشش مین صرف کرون گا کہ قیامت کے دن اگر اچھا نہین تو بُرا بھی نہ رہون۔ اس لیے اب مجھے کسی سے بیکار ملنے جُلنے اور دل لگی اور ہنسی مذاق کی صحبتون مین عمر ضائع کرنے کی فرصت نہین ہے۔"

اس تقریر نے رندمشرب بزرگ کو خاموش کر دیا۔ اور پھر اسکے بعد مرزا معصوم کسی صحبت مین بہت ہی کم دیکھے گئے۔ اُنھین عبادت سے فرصت ہی نہ تھی۔

بھول

ہمارے ایک عاشق مزاج دوست اپنی وعدہ فراموش محبوبہ کی یاد مین بیٹھے سر دُھن رہے تھے۔ زندگی سے بیزار تھے۔ اور بار بار جوش مین آ کے کہتے۔ ع

"وہ بھولے ہم کو بیٹھے ہین جنھین ہم یاد کرتے ہین۔" آخر اُن کی جنون زا وحشت نے

ہمیں اس قدر پریشان کیا کہ پھر جیسے ہی اُنھوں نے جھوم کے یہ مصرع پڑھا - جھنجلا کے
کہا " تو آپ بھی اُنھیں بھول جائیے " - اُنھوں نے بگڑ کے کہا " کیسے بھول جاؤں ؟ " جواب
دیا " جیسے وہ آپ کو بھول گئے " - اور وہ سوچنے لگے کہ اب کیا جواب دیں ۔

با مذاق حریفانِ صحبت تو اس سوال و جواب کو ایک لطیفہ اور دل لگی سمجھے
مگر اُن دل از دست دادہ دوست پر لاجوابی نے عجب اثر کیا - ہمارا زبردست
جادو ایک چشم زدن میں اُنھیں عشق کے عالم بیقراری سے عالم اسباب میں اُڑا لایا
اور سوچنے لگے کہ کسی خیال کو ہم دل سے بھلا سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور بھلا سکتے ہیں
تو اس بھول سے کیا کیا فائدے اُٹھائے جا سکتے ہیں ؟ " اچھی خاصی طالب علمانہ
بحث چھڑ گئی - وہ نسیان کی مذمت کر رہے تھے اور ہم اُسکے مداح تھے - وہ
کہتے تھے کہ نسیان ایک خوفناک مرض ہے جس سے آدمی کو ضرر کے سوا کسی قسم
کا فائدہ نہیں پہونچ سکتا - بات وقت پر یاد نہیں آتی - ضروری فرائض چھوٹ
جاتے ہیں - انسان طرح طرح کے اوہام میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اُس کی حالت
اُن بزرگ کی سی ہو جاتی ہے جو ہینڈ بیگ ہاتھ میں لیے اپنے دروازے پر کھڑے
سوچ رہے تھے کہ " مجھے گھر میں جانا ہے یا گھر سے نکلا ہوں ؟ " ہم نے کچھ دیر
خموشی اختیار کی اور اُنھیں موقع دیا کہ نسیان کی مذمت میں جو کچھ کہنا چاہیں
کہہ لیں - اُنھوں نے بھی ہمارے ایک قدیم سراپا جوش مہربان کی طرح یہ شان
اختیار کر لی کہ اپنی کہے جاتے ہیں اور کسی کی نہیں سنتے - اور اسوقت چونکہ وہ
بہت ہی جھنجلائے ہوے اور برہم تھے - سلسلۂ استدلال کسی طرح رُکتا ہی نہ تھا -
مُنہ میں کف آ گیا تھا - اعضا و جوارح میں کہیں تشنّجی اور کہیں استرخائی کیفیت
پیدا ہو گئی تھی - لیکن حالت یہ تھی کہ گویا جو کچھ دل میں ہے یا تو اُسے کہہ نہیں سکتے
اور یا کہہ سکتے ہیں مگر کہہ نہیں چکتے - بہر حال جو کچھ ہو وہ کہتے چلے جاتے تھے اور ہم
سُنتے سُنتے جب دیکھتے کہ ہمارے شفاہ خو دوست کی قوت گویائی کمی کرنے لگی ہے ذرا
پھر چھیڑ دیتے - اور اختلاف کے خفیف اشارے سے اُن میں نیا جوش پیدا کر کے
اور تیس چالیس منٹ بکوا لیتے - جب اس حالت کو کئی گھنٹے ہو گئے اور ہمارے
مہربان تھک کے خاموش ہوے تو بادب عرض کیا " کہ اب تو بھول کی سمجھ تا

قوت و برکت کا آپ کو یقین آیا؟ اس لیے کہ اب آپ کو مجالِ انکار نہیں ہے"۔
تھکی ہوئی زبان نے تو یاری نہیں دی مگر میری طرف گھور کے دیکھا اور غیظ و غضب کی آواز میں پوچھا "کیونکر؟" کہا "کوئی دو تین گھنٹے ہوے ہوں گے۔ آپ نے شکایت کی تھی کہ:ع۔ وہ بھولے ہم کو بیٹھے ہیں جنھیں ہم یاد کرتے ہیں۔ میں نے علاج بتایا تھا کہ آپ بھی اُنھیں بھول جائیے۔ آپ نے فرمایا کیونکر بھول جاؤں؟ میں نے ایک بحث میں لگا دیا جس میں آپ کئی گھنٹے بہلے رہے۔ اور آپ کو بتا دیا کہ اُنکو کیونکر بھول جائیے۔ لہذا التماس ہے کہ یوں ہی بھول جایا کیجیے جیسے اس وقت کئی گھنٹوں تک بھولے رہے۔ اس قدر بک بک کے اگرچہ آپ تھک گئے ہونگے مگر جو صورت آپ کی آنکھوں کے سامنے سے نہ ہٹتی تھی وہ تو ہٹ گئی؟ کسی کا وعدہ کسی طرح خیال سے نہ اُترتا تھا اُتر تو گیا؟ اور جس کسی کی یاد ستا رہی تھی اب تو اُسکا خیال نہیں ہے؟"

اس کا جواب ہمارے دوست کے پاس نہ تھا۔ مگر خفت مٹانے کے لیے بولے "آپ کے بہکانے سے میں اِن باتوں میں پھنس کے بیشک اُس کی یاد کو بھول گیا۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ اس بھول سے اتنی دیر کے لیے میری تکلیف دُور ہو گئی۔ مگر میں تو بھول کو بُرا ہی کہوں گا۔ اسی کمبخت بھول کی وجہ سے اس ستم شعار کو میں یاد نہیں آیا"۔

زندہ دل حریفانِ صحبت میں سے ایک نے ہنس کے کہا "یہ بھی کیا بُرا ہوا کہ ایک ستم شعار کو آپ یاد نہیں آئے اور اُسکے ظلم سے بچ گئے؟" اس پر پھر برافروختہ ہو کے ہمارے دوست نے کہنا شروع کیا کہ "افسوس آپ کو اس ستم کی قدر نہیں یہ تو وہ ستم ہے کہ بغیر اُسکے زندگی بے مزہ ہے"۔ جب یہ نظر آیا کہ وہ پھر حُسن و عشق کے عالم میں آگئے ہیں اور اسکے ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ اتنی دیر تک بکتے رہے ہیں اب ذرا اور بکے تو دماغ بگڑ جائے گا۔ بہرحال مجھے اُن کی حالت پر ترس آیا اور روک کے کہا "حضرت بحث بدلنے کی سند نہیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ آپ کی محبوبہ کا ظلم مزے کا ہے یا بے مزہ۔ یا اُس ظالم کے ستم کے بغیر زندگی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ مجھے تو بھول کی برکتوں سے تعلق ہے۔

"آپ بھول کی مذمت کر رہے ہیں اور مین کہتا ہون کہ بھول بڑی بھاری نعمت ہے افسوس! آپ کو بھول کی قدر نہین - مگر خوب یاد رکھیے کہ بھول دُنیا مین خدا کی سب سے بڑی رحمت و برکت ہے - بھول ہی کے سہارے پر ہم جی رہے ہین - بھول وہ جادو بھری لوری ہے جسے ہر تکلیف و مصیبت کے وقت جنت کی حورین اپنے شیرین نغمون کے ساتھ سُناتی اور ہمین تھپک تھپک کے سُلا دیتی ہین - بھول وہ گہوارہ ہے جس مین لیٹ کے ہم زندگی کی ساری فکرون اور نامرادی و ناکامی کی تمام مصیبتون سے بیان چھٹ جاتے ہین

"آہ! آپ کو تو ایک بے وفا کی یاد مین دُنیا و مافیہا سے علاقہ نہین رہا - آپ کیا جانین کہ ہماری یہ زندگی کیسے کیسے صدمات و آلام سے بھری ہوئی ہے؟ اگر یہ نعمتِ الٰہی - یہ رحمت ربانی "بھول" نہ ہوتی تو کیا ہم جی سکتے تھے؟ استغفراللہ! دو گھڑی بھی زندگی دشوار تھی -

"اپنے بچپن کو کیا بتائین کہ کیسا پُر لطف تھا؟ کیسی بے فکری تھی؟ کیسی بے غمی تھی؟ مسرت کا باغ نظر کے سامنے تھا جسکے پھولون کو دیکھ کے ہنستے ہی گذرتی تھی - اگرچہ یاد ہے کہ جتنی جلدی ہنسنا آتا تھا اُتنی ہی جلدی رونا بھی آجاتا تھا - مگر وہ ایسا بے غمی اور بے فکری کا رونا تھا کہ آپ کی اور ہماری اب کی دو ہزار ہنسیان اُسپر قربان ہین - عہد طفلی کا شوق - اُسوقت کی سہل الحصول ہوسین - اور اُس سادگی کے زمانے کی فکرین اس درجہ آسان تھین کہ ہماری خواہش کے ساتھ ہی پوری ہو جاتین - اور اگر نہ بھی پوری ہوتین تو اُن دنون خدا کے خزانۂ غیب سے ہمین یہ "بھول" کی برکت اس قدر زیادہ اور بے حساب عطا ہوئی تھی کہ کسی آرزو مین ناکامی ہوئی اور بھول گئے - کبھی یاد ہی نہ آتا تھا کہ ہماری کوئی تمنا بے برآئے رہ گئی ہے یا کسی نعمت سے ہم محروم القسمت ہین -

"جوانی کا دَور اگرچہ لطف و مسرت اور ذوق و شوق مین بچپن سے بڑھا ہوا اور اُس کے ولولے اور حوصلے بمقابل سابق کے بہت زیادہ پُر لطف تھے - مگر صرف ایک بھول کی نعمت کے کم ہو جانے سے اُس وقت کا عیش اکثر بے مزہ ہو جایا کرتا - اکثر نامرادیان دل پر نقش ہو جاتین - بُھلائے نہ بھولتین - اور مدتون اذیت دیتین - آہ! اُسوقت کی ہزارون حسرتین دل مین کانٹون کی طرح چُبھتی اور ذرا ذرا سی حرکت پر سینے مین کھٹکنے

لگتی تھین ۔ زندگی سچ پوچھیے تو کامیابیون اور ناکامیون کا ایک غیر متناسب سلسلہ ہے اور رشتۂ حیات کو باغبان قدرت نے مختلف رنگ، و بو کے ہزارہا پھولون سے گوندھ کے ایک عجیب خوشنما اور دلکش ہار بنا دیا ہے ۔ مگر اس باغبان (نیچر) نے دیا تو اسلیے کہ بقول بے دین ملاحدہ کے یہ اندھا اور بے شعور ہے ۔ یا اسلیے کہ حسب ہدایت عقلا ملل باوجود ذی شعور اور سمیع و بصیر ہونے کے ہمین آزمایش مین مبتلا کرتا اور ہمارا امتحان لیتا رہتا ہے) اس دلکش ہار مین پھولون کے ساتھ لاکھون کانٹے بھی گوندھ دیے ہین جو لطف اُٹھاتے وقت چبھ جاتے ہین ۔ لوگون کو اس مین اختلاف ہے کہ انسانی زندگی کے اِس ہار مین پھول زیادہ ہین یا کانٹے ۔ اس بارے مین اورون کا فیصلہ چاہے جو ہو مگر ہم اپنے دل و جگر کی بے شمار پھانسون کا اندازہ کرتے ہین تو ہمین کانٹے پھولون سے بہت زیادہ معلوم ہوتے ہین ۔

ان لاکھون کانٹون کی خلش مین جینا کوئی آسان کام تھا ؟ نہین ۔ بہت مشکل تھا جس دل پر اتنے ایک نشتر ایک ساتھ اپنا کام کر رہے ہون وہ ایک گھڑی بھی اس اذیت کو نہین برداشت کر سکتا ۔ مگر بھول ۔ تسلی بخش بھول ۔ ان تمام زخمون پر آکے مرہم رکھتی ہے ۔ اور ہم اُن سب اذیتون اور تکلیفون کو اُسکے آغوش مین سوتے ہی بھول جاتے ہین ۔

بچپن اور جوانی کی دلچسپیان درکنار ۔ وہ مبارک زمانے اور اُمید بھرے عہد ہی ہم سے چھین لیے گئے ۔ کیا اُن کے بعد والے دور یعنی بُڑھاپے کی ناقابل برداشت زندگی جھیلی جا سکتی تھی ؟ یا عمر کے ان مسرت بخش ایام کا ہاتھ سے نکل جانا کوئی آسان معاملہ تھا ؟ اتنا بڑا ملال اور صدمہ تھا کہ اُنکی یاد مین سر پٹک کے مر جاتے ۔ مگر کس نے ہمین اس کمزوری اور خودکشی کے ارادے سے روکا ؟ یہی بھول جو ہمیشہ ہماری انیسِ زندگی رہا کرتی ہے ۔

اسکو بھی جانے دو ۔ دنیا مین ہم نے جس وقت آنکھ کھولی ہے کتنی محبت بھری صورتون کو اپنا والہ و شیدا پایا تھا ؟ جو لوگ وفور محبت سے ہمین زمین پر پاؤن نہین رکھنے دیتے تھے ۔ ہم اپنے اوپر جانین فدا کرنے والون کے آغوش ہی مین رہتے ۔ اُنھین ہماری صورت ۔ ہماری باتین ۔ اور ہماری تمام بُری بھلی حرکتین سب

اچھی معلوم ہوتی تھین - ہماری باتون مین اُنھین مزہ آتا تھا - ہماری بے عقلی کی حرکتون پر وہ خوش ہوتے تھے - آپ تکلیف اُٹھاتے اور ہمین راحت پہونچاتے - اذیتین برداشت کرتے مگر ہماری ضد ضرور پوری کرتے - غرض صبح زندگی کی اُس سہانی گھڑی مین جو ملتا اور جسکے پاس جاتے اُسے اپنا عاشق وشیدا اور اپنا ناز بردار ہی پاتے - مگر آہ وہ خالص وبے ریا دوست ایک ایک کرکے سب رخصت ہوگئے - سبنے قبرستان آباد کیے - اور آج اُن مین سے کوئی بھی باقی نہین - ایسے سچے ہمدردون اور جانباز مہربانون سے چھوٹنا کوئی معمولی مصیبت تھی؟ سچ یہ ہے کہ اُن مین سے ہر ایک کا رخصت ہونا بجاے خود ایک قیامتِ کبریٰ تھا - دُنیا اُن سے خالی ہوتی جاتی تھی - ہمارے محافظ ومہربان اور ہماری مصیبتون کو اپنے سر لینے والے ہمین سہام حوادث کی زد پر چھوڑ کے دوسرے عالم کی طرف کوچ کرتے جاتے تھے - آہ! قدرت نے ہمین جس امن وامان کے آہنی قلعے مین پیدا کیا تھا اُسکے بُرج وحصار ایک ایک کرکے سب ٹوٹ گئے - اور ہم میدانِ بلا مین بے یار ومددگار تھے - اور ہدف حوادث تھے - غرض اُس خامی دناتجربہ کاری ہی کے زمانے مین ہم نے یکے بعد دیگرے سیکڑون قیامتین دیکھ ڈالین - ہر ایک کے فتنون سے پریشان ہوئے - روئے پیٹے اور بیٹھ رہے - اور جانتے ہو کہ کیون خاموش بیٹھا گیا؟ محض اس لیے کہ اسی بھول کے فرشتۂ رحمت نے آکے دل پر تسلی کا ہاتھ رکھا - اور دماغ کو اُن پُرحسرت واقعات کے صدمون سے خالی کر دیا - یہ رحمت الٰہی اُس نازک وقت مین ہم پر نازل نہ ہوتی تو آج تم ہمین یون باتین بنانے کے لیے زندہ نہ پاتے -

اسکے بعد کا زمانہ چاہے حقیقت مین اس سے زیادہ پُرخطر نہ ہو مگر ہمنے پہلے سے زیادہ محسوس کیا اور عہد اوّلین کے دیکھتے اب بدرجہا زیادہ مصیبتین اُٹھائین پہلے تو ہم اپنے عاشقون کے ہجوم مین تھے اب ہم خود عاشق جانباز اور معشوقون کے نازبردار تھے - آہ! ان دنون کیسی کیسی پیاری صورت والون سے سابقہ پڑا ہے اور کیسے کیسے محشر خرامون کے شیدا بنے؟ جدھر نظر اُٹھ جاتی - ع - کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست - ذوق وشوق کا زمانہ اور جوش وخروش کا عہد تھا جس سے ملتے اُسکے دوست ہو جاتے - جسکی صورت اچھی پاتے بے اختیار دل دیدے

کیا کہین کہ جن جن احباب کو ہم نے دوستی کے لیے منتخب کیا اور جن جن حور تمثال پری جمالون کو دلدار ناز آفرین بنایا - اُن کی کیسی باتین تھین ؟ کیسی صورتین تھین ؟ اُنکے ساتھ کیسے لطف تھے ؟ کیسی محبتین تھین ؟ صحبت مین بیٹھ جاتے تو اُٹھنے کو دل نہ چاہتا - افسوس وہ عیش و عشرت کا زمانہ گذر گیا اور اپنے ساتھ اُن پیاری صورتون کو بھی لے گیا - سیکڑون دُرہاے ابدار اور ہزارون جواہرات کے ٹکڑے خاک مین مل گئے - اور ہماری نگاہ مین جیسے دنیا ہی لپٹ گئی - اب نہ کوئی جشنِ طرب تھا نہ کوئی صحبت عیش تھی - غرض جو کچھ تھا ہماری جوانی کے ساتھ رخصت ہو گیا جتنے اچھے اور ملنے کے قابل لوگ تھے عدم آباد کو سدھارے اور جو دو چار باقی رہ گئے ملنے اور بات کرنے کے قابل نہ رہے -

یہ قیامت کبرٰے اور اتنے ایک جانی دوستون اور جانستان دلربأون کی مفارقت ہم سے کیونکر برداشت کی گئی ؟ اور ہم بھی اُنکے ساتھ ہی دنیا سے کیون نہ چلے گئے ؟ محض اسی بھول کی قوت اور اسی کی دستگیری و اعانت سے -

اکثر باتین یاد بھی رہتی ہین - اور یاد نہ ہوتین تو ہم یہ مصیبتین بیان کیونکر کرتے ؟ مگر بھول اور نسیان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ ایک ایسا ہلکا سا پردہ ہماری آنکھون اور ہمارے تمام حواس پر لاکے ڈال دیتے ہین - کہ نہ گذشتہ واقعات سامنے سے اس قدر ہٹ ہی جائین کہ یاد آنے کی لذت بھی جاتی رہے - اور نہ ویسے ہی تازے بنے رہین کہ دنیا کی کسی لذت مین مزہ نہ آئے - اور زندگی گران بار معلوم ہو - ہماری یہ طولانی تقریر ختم ہوئی تو اُن مہربان نے پھر کچھ بکنے کا ارادہ کیا - مگر ہم یہ دیکھ کے کہ وہ اتنی دیر ستا کے پھر بکنے کے لیے تیار ہو گئے ہین بھاگ آئے اور صحبت ختم ہو گئی -

نگاہِ شوق

خدا نے باغ عالم سے لطف اُٹھانے کے لیے ہمین پانچ حواس دیے ہین - آنکھون سے پیاری صورتین اور خوشنما مناظر دیکھتے - کانون سے نغمۂ جان فزا اور سُریلی آوازین سُنتے - ہاتھون سے گُدگُدے پنڈون اور نرم چکنے جسمون کو چھوتے - نتھنون سے

روح افزا خوشبوئین اور زندگی بخش عطریون کو سونگھتے - اور زبان سے الوانِ نعمت اور انواع و اقسام کی لذتون کا مزہ لوٹتے ہین - ان پانچون مخبرانِ عالمِ ارواح اور حسی قوتون مین سے ہر ایک نئی جنت تیار کرکے ہمارے سامنے پیش کرتی اور ہمارے قبضے مین دیدیتی ہے - اور کوئی نہین جس کی کمی ہماری زندگی کو بے مزہ نہ کردیتی ہو مگر ہمین تو اپنے محلّے کے اُس اندھے فقیر کا یہ فقرہ کبھی نہ بھولے گا جسکی صدا تھی کہ "آنکھیان بڑی نعمت ہین"! واقعی آنکھین سب سے بڑی نعمت ہین اور جو مزہ لذتِ دیدار مین ہے کسی چیز مین نہین"

آنکھین تمام اعضاے حس اور آلاتِ ادراک کی سردار ہین - اُنکو جتنا تعلق نزدیک سے ہے اُتنا ہی دُور کی چیزون سے ہے - جس شوق سے اس چاند کو دیکھتی ہین جو پہلو مین ہے اُسی لطف سے اُس چاند پر بھی ٹکٹکی باندھتی ہین جو آسمان پر روشن ہے اور حواسون کی حالت یہ ہے کہ ایک ہی لذت دیر تک قائم رہے تو جی اُکتا جاتا ہے - اور تھکن اُسکے شوق کو بے مزہ کرنے لگتی ہے - مگر پُرشوق آنکھین جس پیاری صورت پر جم گئین ہٹنے کا نام ہی نہین لیتین - جس صورت زیبا کو دیکھ رہی ہین وہ ہماری گرمی شوق سے نازک پھول کی طرح کُمھلائی جاتی ہے - اُسکی شرم آلود نرگسین آنکھین جھکی پڑتی ہین - جبین ناز پر پسینہ آگیا ہے - اور تاؤ کھاتے ہوے رخسارون پر ایک رنگت آتی ہے اور ایک جاتی ہے - مگر یہان ٹکٹکی باندھی تو نظر اُسی رُخِ زیبا پر جم کے رہ گئی - اور شوق مین ڈوبی ہوئی آنکھین زبانِ حال سے کہہ رہی ہین -

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار گلچینِ بہارِ تو ز دامان گلہ دارد

لمس اور مس مین بھی بے شک مزہ ہے - کسی جسم کی وسعت - ہیئت - وضع قطع - نرمی - نزاکت - گُدگُداپن - چکناہٹ ان سے معلوم ہو جاتی ہین - مگر آہ وہ رنگ روپ نہین معلوم ہو سکتا جو ہماری مسرت کی جان اور ہمارے شوق کی روح رواں ہے - پھر اسکے ساتھ شمار و تعداد - قرب و بُعد - نشیب و فراز - اور مسافت اور فاصلے کے معلوم کرنے مین اکیلا لامسہ کام بھی نہین دے سکتا - مگر نظر مین یہ نقصان نہین ہے وہ گویا زیادہ قوی درجے کی قوت لامسہ ہے جو ہم پہلو دلدار ناز آفرین کے چہرے سے لیکے صحن چمن کے چپے چپے تک پہونچتی - سبزے کے فرش زمردین پر دوڑتی - نرگس

کی آنکھوں اور پھولوں کے رخساروں کو چومتی - سنبل کی زلفوں میں اُلجھتی اور سرو کے قدرعنا سے بغلگیر ہوتی ہے - پھر اُسکے بعد دم بھر میں سب کا مقابلہ کرتے کرتے فیصلہ کرلیتی ہے کہ جو لطف کسی کی مستانہ آنکھوں - پھول کے سے گالوں - نازک ہونٹوں - اور قدرعنا میں ہے کسی میں نہیں -

آہ! تم اِس پُرشوق نظر کے کمالات ومعجزات تو دیکھو - کوسوں کا میدان ایک لمحے میں طے کرتی - وسیع مرغزاروں میں گشت لگاتی - پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہونچتی وہاں کی برف پر پھسلتی - گھاٹیوں میں ٹہلتی - جنگلوں میں پھرتی - دشت ناپیدا کنار میں چھلی چھلیاں کھیلتی - پانی کی نہروں سے لڑتی - آسمان سے تارے توڑلاتی - اور ایک چشم زدن میں ہمیں وہ معراج کرادیتی ہے جو ہمارے وہم وگمان اور اندازہ و قیاس سے باہر ہے - پھر اس آناً فاناً کی معراج - اس گلچینی کی سیر سے جب واپس آتی ہے تو ہماری دلچسپی اور ہمارے لطف کے لیے کتنا ایک سامان مسرت اپنے ساتھ لیتی آتی - اور لانے کے بعد اُسکو کس حفاظت اور احتیاط سے خزانۂ دماغ میں رکھوادیتی ہے کہ اس وسیع وبے پایان سامان عیش میں سے جب جس چیز کو جی چاہے نکال کے ہم لطف اُٹھاتے - دل بہلاتے - اور اُس سے کھیلنے لگتے ہیں -

اس خزانۂ دماغ میں کوئی صورت اور کوئی لذت بھی ایسی ہے جو نظر شوق کے علاوہ کسی اور ذریعے سے ہم پہونچی ہو؟ بعض لذتیں اور اچنبیوں کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہیں مگر اُنکی مقدار وتعداد بہت کم ہے - اور اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا سارا سامان عیش اور سرمایۂ مسرت اسی نظر شوق کا اندوختہ ہے - مگر خداوند جل وعلا نے ہمیں جیسا یہ سامان عیش کا فراہم کرنے والا دیا ہے ویسا ہی اس خزانے کی حفاظت وداشت کے لیے سلیقہ مند اور مزاج شناس مہتمم بھی عطا کیا ہے - اور اُن دل لُبھانے والی صورتوں اور مسرت بخش چیزوں میں سے دو دو چار چار بلکہ سو سو اور دو دو سو کے جوڑ ملا کے اور لطیف ترین ترتیبوں سے مرتب کرکے وقتاً فوقتاً اس شان سے ہمارے سامنے پیش کرتا ہے کہ ہماری خوشیوں کی کوئی حد نہیں باقی رہتی - اپنے خزانۂ عیش کے اس داروغہ کا نام ہم نے "خیال" رکھ لیا ہے - مگر ذرا اسکی کارگزاریاں بھی تو دیکھو -

ہم ہجران زدگی کے کلبۂ احزان اور شب فراق کے غمکدۂ تار مین پڑے تھے۔ یاس نصیبی نے زندگی کو بے مزہ بلکہ جینے سے نا اُمید کر دیا تھا۔ ناگہان ہمارا یہ داروغۂ عیش آ پہونچا۔ اُمید کی شمع روشن کی اور جسکے شوق مین بیتاب تھے اُسی کو ہمارے پہلو مین لا کے بٹھا دیا۔ اور پھر اس آزادی و لطف کے ساتھ کہ اُسے جس لباس مین چاہین دیکھین۔ اُسکی جس ادا کا چاہین لطف اُٹھالین۔ اور اُسکے ساتھ جو سلوک چاہین کرین۔ چاہے اُسے اپنے دل مین بٹھالین اور چاہین خود اُسکے دل مین جا بیٹھین۔

ہم وشتِ غربت مین خاک چھان رہے تھے۔ احباب سے چھوٹنے کا صدمہ تھا۔ جلا وطنی کی مصیبت مارے ڈالتی تھی۔ اور قسمت پر زور نہ چلتا تھا۔ یکا یک اس داروغۂ نشاط نے اندوختہ نظر مین سے چھانٹ چھانٹ کے ہمارے سامنے وطن کی تمام چیزون کا انبار لگا دیا۔ ساتھ ہی سوادِ وطن نگاہ کے سامنے تھا۔ یاران وطن پاس بیٹھے تھے۔ عزیز۔ آشنا۔ زن و فرزند کوئی نہین جو نظر کے سامنے موجود نہ ہو۔ جس سے جی چاہا ہنسے بولے۔ جس سے دل مین آئی باتین کین۔ اور وطن کے جتنے مزے تھے دم بھر مین اُٹھا لیے۔

ہم قید خانے مین بند تھے۔ نہ کہین آنے پاتے تھے اور نہ کہین جانے پاتے تھے۔ محبس جفا کا داروغہ ظالم و سنگدل تھا۔ اور اس زندگی سے موت اچھی معلوم ہوتی تھی۔ نہ کسی سے مدد کی اُمید تھی نہ کسی سے ہمدردی کی آس۔ بس یاس ہی یاس تھی۔ یک بیک یہ ہمارا نشاط بخش انیس زندگی آیا۔ دل پر تسکین کا ہاتھ رکھا اور کہا " تم قید مین کیون گھُلتے ہو؟ اور یہ یاس و عُسرت کس لیے؟ تمھین قیدی کون کہتا ہے؟ آزاد ہو۔ میرے ساتھ چلو۔ اور جہان کی کہو سیر کرا لاؤن۔ پس اُس کے ہاتھ مین ہاتھ دے کے جو آزادی کے ساتھ قید خانے سے نکلے تو جدھر جی چاہا قدم اُٹھا دیا اور جس طرف دل مین آئی نکل گئے۔

مذکورہ باتون سے ہمین اندازہ ہو جاتا ہے کہ نظر شوق کی مسرتون کے دو درجے ہین۔ پہلا درجہ تو وہ ہے جب کہ ہم باغ عالم کی تفریح کرتے وقت نظر کے معرفت عالم کے مسرت بخش مناظر کو دیکھ کے لطف اُٹھاتے ہین۔ اور دوسرا درجہ وہ جب ہمین اپنی جگہ سے ہٹنے کی زحمت بھی نہین گوارا کرنا پڑتی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

کہ جیسے ہمارے عوض ہمارا دماغ باغِ قدرت کی سیر کرکے گوناگون مسرتین اور اقسام و انواع کی دلچسپیان ہمارے لیے فراہم کرلاتا ہے اور ہماری یہ حالت ہوتی ہے جو غالب مرحوم نے بتائی ہے

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن — بیٹھے رہین تصورِ جانان کیے ہوے

لہذا نگاہ کی حاصل کی ہوئی مسرتون کے ان دونون درجون پر ہم جدا جدا غور کرنا چاہتے ہین - پہلا درجہ ہماری ذاتی سیر نظر کا ہے - بعض اوقات ہماری نظر کے سامنے مہیب ڈراؤنی صورتین بھیانک اور بدقطع شکلین بھی آ جاتی ہین جن سے دل و دماغ کو سخت اذیت پہونچتی ہے اور خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے - مگر یہ کبھی کبھی کے خطرے اور وقتی زحمتین ہین جو اسکے بعد ہماری مسرتون اور دلچسپیون کا لطف دوبالا کر دیا کرتی ہین -

ایک پیارا چہرہ سارا غم غلط کر دیتا ہے - ایک خوبصورت پھول آنکھون کو روشن کر دیتا ہے - ایک خوشنما چڑیا یا ایک خوش رنگ تتلی ہمارے دل کو شگفتہ کر دیتی ہے اور انکے دیدار مین وہ مزہ آتا ہے جو ساری کلفتون کو دور اور تمام اگلی اذیتون کو کافور کر دیتا ہے - یاد بھی نہین رہتا کہ ان آنکھون کو کبھی کسی بری چیز کے دیکھنے سے تکلیف ہوئی تھی - اس دلخوش کن نظر شوق کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ بہت سی چیزین جو بجاے خود کوئی خوبی و رعنائی نہین رکھتین. مشاطۂ نظر کی سحر طرازی سے ہمارے لیے ایسے دلچسپ بنجاتے ہین کہ دیکھتے ہی زبان سے کلمۂ تحسین نکل جاتا ہے - لق و دق میدان - ناپیداکنار ریگزار - سر بہ فلک پہاڑ - بڑی بڑی سنگلاخ چٹانین انکے درمیان کی خوفناک گھاٹیان - متلاطم سمندر - اور گھنے وحشت ناک جنگل - ان سب مین کیا خوبصورتی اور کون سی زیب و زینت ہے؟ مسطح میدان جس مین گھانس کی کثرت سے کوئی سیدھی طرح نہ چل سکے - بالو کا عظیم الشان ریگزار جس مین بگولے اڑتے اور خاک اڑاتے پھرتے ہین اور جو تشنہ لب مارتا ہے - آسمان سے باتین کرنے والے پہاڑ انکی گھاٹیان اور چٹانین جن کو پاس جاکے دیکھیے تو انسان کے لیے ان سے زیادہ ہولناک منظر مشکل گذرگاہ اور پراذیت جگہ نہین ہو سکتی جہان قدم قدم پہ ٹھوکرین لگتی ہین - اور ایک ادنی لغزش تحت الثری تک پہونچا دیتی ہے -

م متلاطم سمندر جس کی لہریں دنیا کا سخت ترین عذاب ہیں - اور جو انسان کو ایک گھڑی بھر میں غرق کرکے قعرِ فنا میں پہونچا دیتا ہے -

وحشتناک جنگل جس مین درختون کے ناہموار جھنڈون - ناقابلِ گذر بھول بھلیون اور خونخوار درندون کے سوا کچھ نہین - ان سب مین کیا خوبی رکھی ہے؟ مگر ان خوفناک اور اذیت رسان چیزون کو دُور سے کھڑے ہوکے دیکھیے تو یہ پُرشوق نگاہ اُنکو کیسا دلچسپ - کس قدر خوشنما - کس درجہ پُرلطف - اور کس حد تک سرمایۂ مسرت بنا دیتی ہے؟

انھین آسمان کے تارون کو دیکھو جو ہمارے کلبۂ احزان کے چراغ اور ہماری صحبت عیش کی جان ہین - نظر کو کس قدر بھلے معلوم ہوتے ہین - مگر علم ہیئت کی ترقی و تحقیق انھین یا تو آگ کے ہولناک گولے یا ہماری زمین ہی کے مانند جنگلون - پہاڑون - سمندرون اور بیابانون کے وحشتناک ذخیرے ثابت کر رہی ہے -

ان باتون سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری نظر شوق محض ہمارا دل بہلانے اور ہماری دلچسپی کے لیے کیسے کیسے معجزے دکھاتی ہے؟ اور مہیب و خوفناک - بدقطع اور کاواک چیزون کو کیسا اچھا اور دلکش و دلکشا بنا کے پیش کرتی ہے؟ بلکہ سچ یہ ہے کہ دنیا کی کسی چیز مین لطف و خوبی اور دلکشی و رعنائی نہین - ساری دلچسپی و دلکشی ہماری نظر شوق کی ہے جو بُری سے بُری چیزون کو نظر فریب خلعت پہنا کے ہمارے سامنے لاتی اور ہمین لُبھاتی ہے -

ہماری طبیعتین آزادی پسند واقع ہوئی ہین - ایک حالت مین پڑے رہنے کو ہمارا مضطرب دل ایک قید تصور کرتا ہے - اسی وجہ سے نظر کے سامنے چاہے کیسا ہی خوشنما منظر ہو اگر اُس مین تغیر نہ ہوا تو دَم اُلجھنے لگتا ہے - اور جی چاہتا ہے کہ چل پھر کے سیر کرین - اگرچہ ہماری اس خصلت کی نبض شناسی کر کے قدرت نے بہار و خزان کے موسم پیدا کر رکھے ہین جو صفحۂ عالم کو بدل بدل کے نئی نئی صورتون مین پیش کیا کرتے اور دنیا کو ایک حالت پر قرار نہین لینے دیتے ہین - مگر اتنا سکون بھی ہمین ناگوار گذرنے لگتا ہے جو ایک موسم کے قیام کے لیے لازم ہے - اپنی اس فطرت ہی کی وجہ سے ہماری یہ حالت ہے کہ چاہے کیسا ہی نشاط افزا سمان نظر کے سامنے بندھا ہو مگر ہمین جو لطف چل پھر کے سیر کرنے مین آتا ہے ایک جگہ بیٹھے رہنے مین نہین آتا - جسکا سبب یہ ہے کہ چلنے پھرنے مین نظر شوق کے سامنے نئی نئی صورتین گذرتی رہتی ہین - ایک پھول سامنے سے ہٹتا ہے اور دوسرا سامنے آ جاتا ہے - دریاؤن کی روانی یا ریل مین بیٹھ کے

سیر کرنے مین ہمین زیادہ لطف آتا ہے - اس لیے کہ دریا بہتا رہتا ہے - جو دم بھر کے لیے بھی قرار نہین لیتا - اور ریل خود ہم کو اس طرح لے کے بھاگتی ہے کہ ایک دلچسپ چیز پر نظر نہین جمنے پائی تھی کہ غائب ہو گئی اور دوسری اُسکی جگہ آگئی -

ہماری نگاہِ شوق کے اسی لطف کے بڑھانے کے لیے قدرت نے یہ انتظام کر دیا ہے کہ آسمان ایک حالت پر قرار نہین لیتا - اس بحث کو چھوڑ دو کہ وہ حرکت کر رہا ہے یا خود ہماری روانی اُسکو متحرک دکھا رہی ہے - اور مشاطۂ قدرت کی اس مزاجداری کی داد دو کہ بزم انجم کے یہ نورانی اجرام جو خدا جانے کتنے کتنے بڑے عالم ہین اور اُن مین کیا ہو رہا ہے - مگر فقط یہ خیال کر کے کہ ہمین روانی و حرکت پسند ہے شب و روز چلتے پھرتے ہی رہتے ہین - اور اس پُر لطف سیر مین ہم اس قدر بہلے رہتے ہین کہ زندگی کی دشواریان اور قسمت کی نامرادیان سب بھول جاتی ہین - آفتاب نکلتا ہے - بلندی پر آتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے - ماہتاب ایک چاندی کے خمیدہ بال کی طرح نمودار ہو کے بڑھنے لگتا ہے - بڑھتے بڑھتے بدر کامل بنتا - پھر زوال کی صورت اختیار کر کے گھٹتا - اور گھٹتے گھٹتے نظر سے غائب ہو جاتا ہے - یون ہی تمام تارے رات کو نکلتے - فلک کی قوس علوی کو طے کرتے اور صبح ہوتے ہی پیارے ہم پہلو مہمانان شب کی طرح غائب ہو جاتے ہین - یہ سب کیون ہے ؟ اسلیے کہ ہم متحرک منظر کے شیدا ہین اور سکوت و سکون مین ہمارا دم اُلجھنے لگتا ہے -

اجرام فلکی کی رفتار کی تیزی ہمارے وہم و گمان سے بالاثابت ہوتی ہے - مگر فضاے ہستی کی فضا اس قدر وسیع ہے کہ اتنی سرعت پر بھی ہمین اکثر بطی السیری کا شبہہ ہو جاتا ہے - محض اس خیال سے کہ شاید یہ تاخیر بھی ہماری نظر شوق کو ناگوار گذرے سطح فلک پر بدلیان اُڑنا شروع ہوتی ہین - اور اپنے چلنے پھرنے کی دلچسپی کے علاوہ ہمین یہ تماشا دکھانے لگتی ہین کہ حسینانِ فلک کے چہرون پر کبھی ابر کی نقاب پڑ جاتی ہے اور کبھی ہٹ کے پھر اُن کا پیارا چہرہ دکھاتی ہے -

بہرحال اے نگاہ شوق تیری دلچسپی کے لیے قدرت نے تو یہ سامان فراہم کر رکھا ہے مگر افسوس تجھے تسکین نہ ہونا تھی نہ ہوئی - تو اچھی صورتون کی جستجو مین

مصروف ہی رہی اور ہمیشہ رہے گی

دل سے شوقِ رُخِ نکو نہ گیا تاکنا جھانکنا کبھو نہ گیا

سمجھ مین نہین آتا کہ نگاہ کو یہ لپکا اور دل مین یہ شوق کیون پیدا ہو گیا کہ بے اچھی صورت دیکھے قرار نہین آتا۔ صوفی صافی مشرب اس کا سبب یہ بتاتا ہے کہ مخلوق کی ہر صورتِ زیبا مین خالق کا جلوہ عیان ہے۔ اس لیے دل اُدھر کھنچتا ہے۔ رند مشرب اس شوق کو فقط فطری تقاضائے نفس پر محمول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اِس سامنے کی لذت کے اُدھر کچھ نہین فلسفۂ مادّی اور سائنس کا دلدادہ کہتا ہے کہ قدرت نے ہمین محض بقائے نسل کے لیے اس عالم مین بھیجا ہے۔ مگر ہمارا مقولہ یہ ہے کہ "کس نکشود و نکشاید بہ حکمت این معمّا را"

نہ ہمین روح انسانی کی اصلی ماہیت معلوم ہے نہ یہ خبر ہے کہ یہ کشش ہے کیا۔ نہ یہ جانتے ہین کہ کسی خوبصورت چیز کی طرف شوق کیون کھینچتا ہے اور کسی بدصورت شے سے دل کو نفرت ہے تو کیون؟ ہم سے یہ معمّہ بھی تو آج تک حل نہ ہو سکا کہ حُسن کیا ہے اور بدصورتی کیا؟ کوئی چیز خوبصورت ہے تو کیون؟ اور بدصورت ہے تو کس لیے؟ معمولی کہنے والا کہدے گا اس لیے کہ حُسن کی طرف دل مائل ہوتا ہے اور بدصورتی سے نفرت کرتا ہے۔ لیکن اس سے خود بدصورت چیز مین نہ کوئی بدصورتی ثابت ہو سکی اور نہ خوبصورت شے مین خوبصورتی۔ جناب صوفی صاحب نے خدا کا جلوہ گاہ فقط خوبصورتی کو بتا دیا۔ مگر اس کا جواب نہ دے سکیں گے کہ بُری صورت مین بھی تو اُسی کا جلوہ نظر آ رہا ہے۔ رند مشرب حقیقت طرازی کے پُرخطر مسلک سے بھاگا۔ دل مین کہا ان سب کو بکنے دو۔ اور اپنا تقاضائے نفس پورا کرکے خاموش ہو گیا۔ فلسفی نے دنیا مین نوعِ انسان کو کثرت سے بڑھا دیا۔ مگر یہ کوئی نہ بتا سکا کہ عالم مین یہ تماشا کیون ہو رہا ہے؟ اور باوجودیکہ ایک ایک کا دشمن ہے اور ہر فرد دوسرے کو کھائے جاتا ہے۔ مگر دشمن کی اسی نبردگاہِ عام ہی مین حُسن عشق کا قصہ بھی چھڑا ہوا ہے۔ اور جسے دیکھیے کسی محبوب رعنا کے شوق مین سرگردان و بیقرار نظر آتا ہے۔

بہرحال تم فلسفی کو بکنے دو۔ سبب و علت نہ پوچھو۔ اور ان فکرون سے آزاد ہو کر اس صورتِ زیبا کو جی بھر کے دیکھ لو جسے نظرِ شوق دیکھنا چاہتی ہے۔ خدا جانے

اسکے بعد پھر زیارت کی فرصت ملے گی یا نہین -

ہماری خود پرستیان و خود ستائیان

(یہ مضمون اگرچہ اپنا بنا لیا گیا ہے مگر گولڈ اسمتھ سے ماخوذ ہے)

ہمین اِس پُرانے رسالے کی اشاعت و مقبولیت کا جب کبھی خیال آجاتا ہے۔ اسکی تعداد اشاعت پر نظر پڑتی ہے -اور اپنے ناولون اور مضمونون کو اکابر قوم کی نظر سے گذرتے دیکھتے ہین تو بے اختیار جی خوش ہوجاتا ہے -اور دل آپ ہی آپ کہنے لگتا ہے کہ "مجھے ایک کامیاب و مقبول قوم مصنف ہونے کا حق حاصل ہے" لیکن جب انگریزی اور دوسری زبانون کے رسالے یاد آتے ہین جن کی اشاعت دلگداز سے بدرجہا زیادہ ہے اور جن کی شہرت و پسندیدگی کا حلقہ زیادہ وسیع ہے - تو دل کو ایک نامرادی و ناکامی کی سی تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے -اور کشت اُمید پر یک بیک اوس پڑجاتی ہے۔ گو کہ اس موقع پر مین اپنے دل کو تسلی دیتا ہون کہ "ناموری و شہرت مین چاہے کوئی بڑھ جائے - مگر در اصل جو خوبیان مجھ مین اور میری تحریرون مین ہین اور کسی کے زبان و قلم مین نہین ہوسکتین" یہ تسلیان اگرچہ بہت کچھ حوصلہ افزائی کرتی ہین لیکن جب اِس بات کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے کہ فلان انگریزی پرچہ اُس معزز سوسائٹی مین پہونچتا ہے جہان دلگداز کا گذر نہین - اُنکو کثرت سے سمندر کی لہرین ہندوستان کے باہر ممالک دور دراز مین لیجاتی ہین - ڈاک کے تھیلے اُنکی کاپیون سے بھرے ہوتے ہین جہان دلگداز کے چند ہی پرچے ہوتے ہین - تو اُن سب تسلی و دلدہی کی باتون پر خاک پڑجاتی ہے - اور یہ ہمت شکن واقعات حوصلون کو پھر بالکل پست کردیتے ہین -

لیکن اب بھی مین مُردہ اُمیدون کو جلاتا - پست و پامال حوصلون کو اُبھارتا اور اپنے دل سے کہتا ہون "مین کسی سے کم نہین - مجھے بھی اتنا ہی نام و نمود اور فخر و امتیاز حاصل ہے جتنا اُن لوگون کو ہے جن کی کتابین پڑھنے والے میری کتابون کے شایقین سے اور جن کی تحریرون کی قدردان میرے قدردانون سے دس گُنے بلکہ سو گُنے ہین - جو تشفی و تسلی دینے والے خیالات میرے دل کو بھیا رہے دیکھے

بڑھاتے ہین اُن کا پوری طرح بیان کر دینا میرے امکان مین نہین ۔ مگر با وجود اسکے حتی الامکان مین بتاؤن گا کہ وہ کون سی دل خوش کن باتین ہین جن سے ایک شکستہ خاطر مصنف کے دل کو تسکین ہو سکتی ہے ۔ مین اپنے دلی منصوبون سے اس نتیجے کو پہونچا ہون کہ اورون کی شہرت محض ظاہری و نمایشی دلفریبیون کی وجہ سے ہے ۔ مگر میری تحریرین معنوی خوبیان اور حقیقی دلچسپیان ہین " میرا خود پرست نفس مجھے باور کراتا ہے کہ میرے قدردان سچا مذاق سخن رکھنے والے اور ذی علم و صاحب فضل لوگ ہین ۔ میرا اسلوبِ بیان کچھ ایسے اعلیٰ مذاق کا ہے کہ بجز مہذب و شائستہ ۔ ذی ہوش و ذی عقل اور سخن فہم و سخن سنج لوگون کے جہلا کو اُس مین لطف نہین آ سکتا ۔ بخلاف اسکے اور مصنفون کا یہ حال ہے کہ جاہلون مین زیادہ مقبول و پسندیدہ ہین ۔ جن مین مجھ سے صاحب کمال کو شہرت نہین نصیب ہو سکتی ۔ بہرحال ان باتون سے آپ کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک مصنف کو اُسکا غرور اُبھارتا ہی رہتا ہے ۔ چاہے ساری دُنیا اُسے چھوڑ دے اور ایک شخص بھی شوق سے اُسکے کلام کو نہ پڑھے مگر وہ یہی سمجھتا رہتا ہے کہ مین ہی سب سے اچھا ہون ۔ دنیا اگر مجھ کو نہین پسند کرتی تو وہ خود بُری ہے مین بُرا نہین ہو سکتا ۔

لیکن باوجود خود پسندی کے ان بہلاؤن اور فریبون کے ایک بار جبکہ سالانہ ناول نذرانہ کے سیکڑون وی ۔ پی واپس آ گئے تو ناقدری کے خیال نے مجھے بیحد تکلیف دی ۔ ناقدرشناس پبلک پر مجھے سخت غصہ آیا اور طیش مین آکر مین آمادہ ہو گیا کہ یہ علمی دلچسپیان پیدا کرنے کا جو شغلہ اختیار کر رکھا ہے اُسکو مطلق چھوڑ دون ۔ پھر کبھی پبلک کے سامنے آنے کا نام نہ لون اور جتنے غیر شائع شدہ مسودے پڑے ہین اُنھین کو نہین جتنی اپنی مطبوعہ کتابون کو بھی اپنے کتبخانے مین پاؤن جلا دون ۔ ساتھ ہی دل مین خیال آیا کہ میری اس جلد بازی کی حرکت سے اُن چند لوگون کو کتنا بڑا صدمہ ہوگا جو میری تحریرون کے شیدا ہین ۔ اور ایک پرچے کے نکلنے مین ذرا سی بھی دیر ہوتی ہے تو فورِ شوق سے خطوط بھیجنا درکنار بعض اوقات تار بھیج کے خیریت دریافت کرتے ہین ؟ غرض میرے دل نے کہا کہ میری اس کمزوری ۔ لغویت ۔ اور بیہودگی سے بہت سے قابل و فاضل لوگون اور مکرم دوست احباب پر سخت ظلم ہو جائے گا ۔

ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ مین نے لکھنا اور اپنی کتابون کو شائع کرنا چھوڑ دیا یا
مین مر بھی گیا تو اس سے دُنیا کو کیا نقصان پہونچے گا؟ دوسرے دن آفتاب اُسی
آب و تاب سے طلوع ہوگا - لوگ یون ہی آپس مین بیٹھ کے ہنسین بولین گے اور
گائین بجائین گے - اور ایسی ہی دلچسپیان قائم رہین گی - بالفرض چند رونے والے
ہوے بھی تو دو گھڑی یا زیادہ سے زیادہ دو دن رو پیٹ کے اور حسرت کی باتین
کر کے پھر اُسی طرح دنیا سے لطف اُٹھانے لگین گے - اور اپنے کام مین مصروف
ہو جائین گے - اس سے جو اصلی نقصان اُٹھانے یا کفِ افسوس ملنے والا ہوگا
وہ خود مین ہون گا"

انھین خیالات کے سلسلے مین مجھے ایک اگلے احمق وزیر کا قصہ یاد آگیا - اُس نے
بادشاہ کو کسی بات کا مشورہ دیا - بادشاہ نے اُسکی بات نہ مانی بلکہ سخت ناراض
ہوکے اُسے بُرا بھلا کہا - وزیر نے فوراً استعفا پیش کر دیا - اور آکے گھر مین بیٹھ رہا -
اور اسپر بھی صبر نہ آیا تو شہر چھوڑ کے ایک گانوٴن مین چلا گیا کہ جب مین نہ ہون گا
تب بادشاہ سلامت کو قدر و عافیت معلوم ہوگی - مگر دوسرے ہی دن اپنے ایک
خادم کو شہر مین بھیجا کہ جاؤ پتہ لگاؤ میرے علٰحدہ ہو جانے کا کیا اثر ہوا؟ وہ ملازم
گیا اور واپس آیا - اُسکی صورت دیکھتے ہی اپنے حُسن تدبیر پر ناز کرنے والے وزیر صاحب
نے پوچھا "بتاؤ تمھین دربار شاہی مین کچھ ہلچل اور گھبراہٹ نظر آئی؟" اُس نے کہا
"جی ہان بڑی ہلچل پڑی ہوئی ہے - تمام ارا کینِ دولت قصر شاہی مین جمع ہین اور
ہر شخص سخت پریشانی مین مبتلا ہے" وزیر بولا "یہ تو مین پہلے سے سمجھا ہوا تھا کہ تمام
معززینِ دربار اور ارا کینِ سلطنت میرے نہ ہونے سے پریشان ہو جائین گے - اور
سب کے سب متفق اللفظ ہوکر بادشاہ سے عرض کرین گے کہ اُنھین جلدی بُلوائیے
ورنہ ایک دن بھی کام نہ چل سکے گا" خادم نے کہا "جی نہین آپ کے بُلوانے
یا آپ کے حقوق ظاہر کرنے کا تو کسی کو خیال بھی نہین ہے - وہان تو ہلچل اس بات
کی پڑی ہوئی ہے کہ دیکھیے اب کون وزیر ہوتا ہے؟ اور پریشانی اس وجہ سے ہے
ہر شخص اس فکر مین سرگردان و حیران ہے کہ معزز خدمت وزارت اُسی کو ملے اور
وہی آپ کی جگہ پر مقرر کیا جائے" یہ سنتے ہی وزیر صاحب اپنا سا منہ لیکے رہ گئے -

اس خود پرستانہ بد قوتی و زیرکی کی طرح اگر میں نے بھی جھنجھلا کے اپنی تحریریں جلا ڈالیں اور سب سے الگ ہو کے بیٹھ رہا تو دنیا ایسی ہی رہے گی۔ مزے اٹھانے والے یونہی مزے اٹھاتے رہیں گے۔ علمی تحریریں یونہی شایع ہوتی رہیں گی۔ داد سخن دینے والے یونہی داد سخن دیں گے۔ بے قوت بنوں گا تو خود میں۔ ساری دنیا میری اس حماقت پر ہنسے گی۔ اور جب تک زمانہ رہے گا اُلّو بنایا جاؤنگا۔

ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اپنے ارادے سے باز آگیا اور دل میں ٹھان لی کہ چاہے کچھ ہو۔ لوگ پسند کریں یا نہ کریں میں یونہی لکھتا رہوں گا۔ اور میرا شعار یہ رہے گا کہ "کس بشنود یا نشنود من گفتگوے میکنم"۔ اس ارادے کے ساتھ ہی دل نے تسلی دی کہ موجودہ نسل اگر میری قدر نہ کریگی اور آج کی دنیا میری آواز نہ سنے گی تو مضائقہ نہیں۔ بعد والی نسلیں میری قدر کریں گی۔ اور آنیوالی دنیا میرے کلام کو پوجے گی۔ میں نہ ہوں گا۔ مگر میرے مضامین اور میری کتابیں ہونگی جن کے ہر ہر لفظ کی قدر ہوگی۔ قرون آیندہ کے اُدبا و فصحا میرے ہر ہر فقرے کی تشریحیں کریں گے اُن میں نکات و رموز پیدا کریں گے۔ میرے کمالات کے قائل ہونگے۔ اور ان بد مذاق جاہلوں سے دنیا خالی ہو جائے گی۔ جو میری اور میرے مضامین کی قدر نہیں کرتے۔ حسد و رقابت کے شیطان نے چپکے سے میرے کان میں یہ پھونک دیا کہ آج کل کے اور مصنفین جن کی تحریریں زیادہ مقبول و معروف ہیں اُس دن گمنامی میں پڑے ہوں گے۔ دنیا اُنکو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوگی۔ میری تحریروں کے شیدا اُن پر اعتراض کرینگے۔ اور اُن کی شہرت کو مٹا دیں گے۔

اور بس یہی میں چاہتا ہوں۔ اس سے زیادہ سختی کا میں روادار کبھی نہیں۔ اور نہ معاصر ہم فنون کو کوئی جسمانی اذیت پہونچانا چاہتا ہوں۔ جانتا ہوں کہ شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی کو جو علم و فضل میں فارابی و ابن سینا کا مد مقابل تھا بعض علما ہی کی سازش نے قتل کرایا۔ ابن تیمیہ کا سا فاضل گراں پایہ ہم عصر عالموں ہی کی دشمنی سے سات برس تک قیدخانے میں پڑا رہا۔ قدردان صاحبان علم ہی کی ریشہ دوانی نے محمود غزنوی کو فردوسی کا ایسا دشمن بنا دیا کہ اُس غریب کو جان لے کے بھاگنا پڑا۔ مجھے اپنے معاصروں سے ایسی ذلیل دشمنی نہیں ہے۔ میں ایسی حرکتوں کو شاعری

وادب کے مذاق کے خلاف۔ اور ایک صاحب علم شخص کی شان کے لیے ننگ سمجھتا ہون۔ مین تو اتنا ہی چاہتا ہون کہ تمام لوگ میرے قدردان ہو جائین - اور جو لوگ محض بیجا اعتراض یا نکتہ چینی کرتے ہین اُنکی اتنی شہرت ہی نہ رہے کہ اُنکی آواز کسی کے کان تک پہونچ سکے -

بہرحال اب میری ساری امیدین آیندہ نسلون سے وابستہ ہین - خودفراموشی کے جوش مین یہ بھی کہتا ہون کہ "اگر میری تحریرین خراب ہین تو اُن کا مٹ جانا ہی اچھا ہے - اور اُنکے مٹ جانے سے مین بہت خوش ہونگا - لیکن وہ تحریرین جو اچھی ہین وہ عزت کی نظر سے دیکھی جائین - اُنکی قدر ہو - آیندہ نسلون مین جو تحریرین رہ جائینگی وہ اچھی ہی ہون گی - اور وہی میری کامیابی کا اصلی ذریعہ ہونگی -"

تاہم اپنی آنکھون کے سامنے کی ناقدری و عیب چینی تکلیف ضرور دیتی ہے - اور جس طرح کوئی شاعر جنت کی شراب طہور پر شراب شیراز کے ایک موجودہ اور نقد جام کو - اور حور جنت کے عوض ایک دنیوی مہ پارہ کو ترجیح دیتا ہو اُسی طرح مجھے بھی بعض اوقات بے اختیار جی چاہنے لگتا ہے کہ قرون آیندہ کی ناموری و مقبولیت کے خیال کو لات مار کے سامنے سے ہٹا دون اور وہ مضمون لکھنے لگون جو عوام الناس کو پسند ہون - اور مجھے اُن لوگون سے زیادہ شہرت حاصل ہو جائے جو بدمذاق اور جاہل لوگون کو خوش کرکے نام پیدا کر رہے ہین -

اب تو مجھے یہ نظر آ رہا ہے کہ دینی علما کی طرح شعرا و اُدبا کی قسمت بھی عوام کے ہاتھ مین دیدی گئی ہے - عالمون فاضلون خصوصاً علمائے دین کے لیے یہ پُرانی مصیبت چلی آتی ہے کہ بڑے بڑے محقق و فلسفی اور عالی مرتبہ محدث و فقیہ جنھین اعلیٰ درجے کا تبحر حاصل ہو کونے مین بیٹھے رہ جاتے ہین اور جاہل واعظین مسند ارشاد پر بیٹھ کر اور جھوٹی سچی باتین بنا کے اپنی یاوہ گوئی و طلاقت لسانی سے عام لوگون کو گرویدہ بنا لیتے ہین - مگر اب تو بازار معانی مین بھی کھرے کھوٹے اور جانچ پرتال کی کسوٹی اُنھین جہلا کے ہاتھ [illegible] ہماری بدقسمتی سے اُسی مذاق سخن کو اچھا سمجھتے ہین جو نفس الامر مین بھونڈا اور خراب ہے اور جسکی اچھے مذاق والون کے نزدیک وقعت نہ ہونی چاہیے -

مگر نہین - مین ان دھوکون مین پڑکے اپنی متانت کو ہاتھ سے نہین دینا چاہتا - یہی سنجیدہ اور گہرا رنگ میرے خیال مین زیادہ موزون و مناسب ہے - اُن مبتدی داد دینے اور لطف اُٹھانے والون سے جو ظاہری نمایش اور سطحی دلفریبیون مین محو ہوکر آپے سے باہر ہو جاتے ہون اور دم بھر کے لیے قدردان سخن بن جاتے ہون - وہ تھوڑے سے سخن شناس اچھے جو سمجھ کر قدر فرمائین اور غور و خوض کے بعد داد دین اور مجھے میرے دل نے اطمینان دلا دیا ہے کہ میرے قدردان ایسے ہی ہین -

ایک شخص نے ایک بار نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہا "بیوقوف لوگ تعریف کرنے لگتے ہین - لیکن عقلمند آدمی خوبیون کو دل ہی دل مین تسلیم کرتا ہے - زبان سے نہین کہتا - اُسکی یہ شان نہین ہوتی کہ کسی نئی چیز کو دیکھ کے بے اختیار اُٹھ کھڑا ہو اور بے تحاشا تعریف کرنے لگے - بلکہ میلان اور پسند کرنے کے خیال کو وہ دل مین دباتا ہے اور اُسکے چہرے بشرے اور لب و لہجے سے خودداری کے سوا کوئی بات نہین ظاہر ہوتی - اپنے قدردانون کو مین اسی گروہ مین تصور کرتا ہون - اور دل کو یہ کہکے تسلی دیتا ہون کہ اگرچہ اُن کی زبان سے اُنکی وضع کے مطابق "واہ" کا کلمہ نہین نکلا مگر میری خوبیون اور میرے کلام کی لطافت کے معترف ہین -

ان دنون جب کہ اُردو لٹریچر کو ترقی ہو رہی ہے - تصنیف و تالیف اور اشاعت کا بازار خوب گرم ہے - زمانے نے عجیب عجیب لوگ پیدا کر دیے ہین جن کی دست بُرد سے بچنا نہایت دشوار ہے - اور اُنھین کی بدولت اعلیٰ مصنفون اور ادیبون کے لیے منزل مقصود کا راستہ نہایت ہی خوفناک ہفتخوان بن گیا ہے جس کی تفصیل آپ کو بعد کے فقرون مین مل جائیگی -

ایک بزرگ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی اور اُسکی اس قدر تعریف نہ ہوئی جتنی وہ چاہتے تھے - نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بزرگ بھی کسی کی تعریف نہین کرتے - کیسی ہی اعلیٰ درجے کی تو تصنیف کتاب اُنکے سامنے پیش ہو جائے اُن کا دل معترف ہو جائے مگر زبان اس اعتراف کا اقرار نہین کرتی - اور ایک متعصبانہ جوش کے ساتھ وہ ہر مصنف کے راستے مین ایک مہیب دیو بن کر آکھڑے ہوتے ہین -

اب ان دوسرے بزرگ کو دیکھیے - آپ نے شہرت عام حاصل کر لی ہے - زمانہ

آپ کے لٹریچر کا قدردان ہے - اور مقبولیت کی حیثیت سے آپ کو دنیا سے کوئی شکایت
نہین - مگر آپ کے دل مین یہ خیال جوش زن ہے کہ جس جگہ مین پہونچ گیا ہون وہان
تک کوئی اور نہ پہونچنے پائے - اس کا انجام یہ ہے کہ جو لوگ ان بزرگ کو اپنا مربی
بنا کے شہرت کے میدان مین قدم رکھین اُن کو تو آپ اپنے ایک خادم یا پرستار
کی حیثیت سے اہل عالم کے سامنے پیش کر دیتے ہین اور انکی پیٹھ پر آپ کا بزرگانہ
دست شفقت نظر آیا کرتا ہے - مگر یہ مجال نہین کہ کوئی شخص چاہے کیسا ہی باکمال ہو
بغیر آپ کے سلسلۂ ارادت مین داخل ہوے پبلک سے روشناس ہو سکے - اور
اگر کسی نے علم خود مختاری بلند کر دیا یا بدقسمتی سے آپ کی ہمسری کا مدعی ہوا تو آپ
اُسکے مارنے ہٹانے - پیچھے ڈھکیلنے اور ذلیل وخوار کرنے مین کوئی دقیقہ
نہین اُٹھا رکھتے -

ان تیسرے بزرگ کو بھی پہچان لیجیے - آپ سب سے زیادہ ذی علم ہین -
عالم اجل اور فاضل بے بدل ہین - مقتدائی وامامتِ قوم کا عمامہ بھی آپ کے
سر مبارک پر ہے - آپ فقط پُرانی عربی - فارسی - یا سنسکرت کی کتابون کا مطالعہ
فرماتے ہین - جدید انشاپردازی اور دورِ جدید کی ترقیون کو نہ آپ ترقی تصور کرتے
ہین اور نہ اس قابل سمجھتے ہین کہ اُنکی طرف کوئی عاقل وقابل توجہ کرے - آپ کا
اصلی منشا یہ ہے کہ علوم وفنون ہی نہین دنیا کی تمام واقفیتون حتیٰ کہ دین کے
ضروری مسائل کو بھی لوگ آپ ہی کی وساطت سے حاصل کرین - آپ نئی کتابون
کو کبھی بہ تکلف ملاحظہ بھی فرماتے ہین تو فقط عیب نکالنے - مضحکہ اُڑانے - اور
عام لوگون کو اُنکی طرف سے متنفر کرنے کے لیے - اور آپ کی نظر سے گذرنے کا یہ فخر
بھی فقط دو ہی ایک خوش نصیب مصنفون کو نصیب ہو سکتا ہے - ورنہ مادری زبان
کے سارے ادبی ذخیرے کو آپ اُسی طرح ملاحظہ فرماتے ہین جس طرح کسی میلے
مین ایک کوٹھے پر بیٹھنے والا ہزارون آدمیون کی بھیڑ کو دیکھے جس مین کالے کالے
سر تو بیشمار دکھائی دیتے ہین مگر یہ پتہ نہین لگ سکتا کہ اُن سرون مین دماغ کیسا ہے
اور اس انبوہ مین کس کس شان اور کس کس درجے کے لوگ ہین - یہ بزرگ سچ پوچھیے
تو ایک زندہ مصنف اُردو کی ہفتخوان ادب کے سفید دیو ہین - جن کے ہاتھ سے جان بچا

ہونا نہایت دشوار ہے۔

آخر میں اس ہفتخوانِ ترقی کے کالے دیو کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کالا کوٹ اور اُس سے کھلتے رنگ کا پتلون پہنتے ہیں۔ بسا اوقات سر پر ہیٹ بھی نظر آتی ہے۔ آپ جدید تہذیبِ مغربی کے دلدادہ اور یونیورسٹی کی سند یافتہ فاضل ہیں بی۔اے سے کم نہیں۔ اور اُسکے اوپر خدا جانے کون کون ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کو ان مقدس صورت بزرگ پر جن کا ابھی اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے بڑا بھاری اعتراض ہے کہ وہ چند حکماء یونان اور چند اپنے اکابر سلف کے سوا اور کسی کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اُسکے خیالات۔ اور اُسکی تحریروں کی طرف توجہ کی جائے۔ اور جدید مغربی ترقیوں کی طرف سے اُنھوں نے آنکھیں اور کان دونوں بند کر لیے ہیں۔ مگر باوجود اس اعتراض کے اُردو کی نسبت آپ کا خیال ہے کہ اُس میں کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اس کا لٹریچر لغو ہے۔ اُس کی کتابیں مہمل ہیں۔ اور اُس کے مصنف جاہل ہیں۔ لہذا آپ سے اُردو کے کسی خون جگر کھانے والے مصنف یا شاعر کو جیسا سارٹیفکیٹ مل سکتا ہے معلوم ہے۔

سچ یہ ہے کہ اُردو سے زیادہ بدنصیب زبان شاید دُنیا کے پردے پر نہ ہوگی۔ اُردو بولنے والوں میں پُرانے مذاق کے علما عربی لٹریچر کے دلدادہ ہیں۔ جدید کالجوں کے تعلیم یافتہ انگریزی کے شائق ہیں۔ ہندو برادرانِ وطن جن کے آغوش میں یہ مدتوں پلتی رہی سنسکرت اور ہندی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رہ گئے فقط اُردو بولنے والے مسلمان۔ اُن کو جتنی اُردو اپنے گھروں میں آجاتی ہے اُسکو سررشتۂ تعلیم اپنے اُردو ورنیکیولر اسکولوں کے ذریعے سے غارت کر کے بھلا دیتا ہے۔

ایسی بدنصیب زبان کا مصنف و انشا پرداز ہو کر کسی کو اُمید ہی کیا ہو سکتی ہے؟ اور بیوقوف ہے وہ اگر پبلک سے کسی اچھے سلوک کا امیدوار اور دوسری زبانوں کے مصنفوں کی ہمسری کا دعویدار ہے۔

ہماری قدردانیِ حسن

ہم حسینوں پر فریفتہ ہیں۔ حُسن کے دلدادہ ہیں۔ ہر پیاری چیز کی طرف ہمارا

دل کھینچتا ہے - ہر خوشنما شے کے شوق مین ہاتھ بڑھا دیتے ہین - مگر آج تک پتہ نہ چلا کہ یہ ذوق و شوق کیون ہے اور اس دل دینے اور بازار عشق کا سودا کرنے مین ہمارا اصلی مقصد کیا ہے؟ ہم باتین بہت بناتے ہین اور اظہار شوق مین حد سے گذرے جاتے ہین لیکن اس چیز کو کبھی صاف صاف نہین بیان کرتے کہ ہمین یہ بیقراری و بیتابی کیون ہے؟ اور جس چیز کو ہم چاہتے ہین اُسے لیکر کیا کرین گے؟

شیر خوبصورت اور مستانہ آنکھون والی نازنین ہرن کی طرف بیتابانہ شوق سے گیا - مگر جب پاس پہونچا اور اُسکو پا لیا تو پھاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے باز بھولی خوبصورت اور معصوم صفت قمری پر کیسی ہوس اور کیسے ذوق و شوق سے جھپٹا - مگر جب اُس کا سخت گیر پنجہ نازک بدن فاختہ پر پڑ گیا تو دم بھر مین اُسکی ہستی مٹا دی - اس شوخ ادا پر یجبال نے خوبصورت - خوش رنگ اور نازک و شاداب پھول کو بڑے ذوق و شوق سے توڑا اور دم بھر مین کسی کے دل کی طرح مل دل کے پھینک دیا - اُس معصوم بچے نے اُس نظر فریب - خوشنما - اور اپنے پیارے کھلونے کو جسے خدا جانے کیسی ضد اور ہٹ سے حاصل کیا تھا - تھوڑی ہی دیر مین توڑ کے کوڑے مین ڈال دیا -

کیا تمھارے دل کے جذبات بھی یہی ہین؟ کیا تم بھی وہی شیر - وہی باز - وہی شوخ چشم حسینہ - اور وہی ضدی بچے ہو؟ جسے چاہتے ہو اصل مین اُسکے دشمن ہو؟ دوستی کی نقاب منہ پر ڈال کے آتے ہو اور اُس محبوب کو خاک مین ملانا چاہتے ہو جس کی محبت کے دعویدار ہو؟ کیا تم ہی یورپ کی اسٹیج کے بلو بیرڈ ع یا حرام پور کے نواب ہو جو جور و ستم اور مکر و فریب سے حسینون کو حاصل کرتے اور لطف اُٹھاتے ہی قتل کر ڈالا کرتے تھے؟

تم تو اپنے اس جرم اور اپنے ہاتھ کے جور و ستم کا اقرار نہ کرو گے - مگر یہین تم پر منحصر نہین ساری دنیا اسی جُرم کی مجرم نظر آ رہی ہے - اور اوراق تاریخ بتاتے ہین کہ دنیا مین ابتدا سے آج تک یہی ہوتا آیا ہے کہ جس چیز کا کوئی سب سے زیادہ خواہان ہے وہی اُسکا بڑا دشمن ہے - اُن کا دعوٰے یہ ہے کہ ہم اس لیے آئے ہین کہ دُنیا کو

ع بلو بیرڈ کے معنی نیلی ڈاڑھی والے کے ہین - یورپ کے ناٹکون مین یہ کیرکٹر گزشتہ [illegible] دکھایا جاتا ہے اس شخص کا طرز عمل یہ تھا کہ شادی کے بہانے حسین عورتون کو پھانستا اور چند روز مین قتل کر ڈالتا تھا -

بنائین سنواریں آراستہ کرین اور خوب ترقی دین۔ مگر عمل یہ ہے کہ جس چیز کا شوق ہوا اُسے غارت کر کے اور حد سے زیادہ بگاڑ کے رکھ دیا۔ سچ یہ ہے کہ مرغوب و محبوب چیز اُسکے بگاڑنے کا یہ بےپایان شوق ہمین اپنے مورث اولین حضرت آدمؑ سے ورثے مین ملا ہے۔ سارے گلشنِ جنان پر اُنھین تصرف کرنے کی اجازت تھی۔ فقط ایک درخت کی نسبت کہا گیا تھا کہ اسے یونہی لگا رہنے دینا۔ اسکے پاس نہ جانا۔ اسکو ہاتھ نہ لگانا۔ اور اسکی شان رعنائی مین فرق نہ ڈالنا۔ مگر وفور شوق نے اُنھین بیتاب کر دیا۔ نہ رہا گیا۔ رہ گئے۔ اُسکو چھوا۔ اُسکا پھل توڑا۔ اور اُسکو چبا کے نگل گئے۔ اور اس جرم کی سزا مین فردوس برین کو ہاتھ سے کھو دیا۔

ہمارے اکثر دوستون کو جنت کے ہاتھ سے نکل جانے کا بڑا افسوس ہے۔ اُن مین سے جو زیادہ بیوقوف ہین فقط بیٹھے ہاتھ ملا کرتے ہین۔ اور جنھین خدا نے عاقبت اندیشی کا جوہر دیا ہے۔ پاکبازی و پارسائی کو دستور العمل بنا کے۔ نمازین پڑھ کے۔ روزے رکھ کے۔ اور خیراتین کر کے اس کوشش مین لگے رہتے ہین کہ اُس جنت کو اب نہین تو مرنے کے بعد ہی سہی پھر جیت لین۔ ہم دعا کرتے ہین کہ خدا اُنکی کوششون مین برکت دے۔ اور اس مقصد مین کامیاب کرے۔

لیکن نماز روزہ ہے۔ زہد و اتقا ہے۔ اور سب طرح کی کوششین ہین۔ اصلی غلطی پر چاہے تنبیہ ہوا ہو۔ یہ آج تک نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ ممکن نہین کہ انسان کے دل سے وہ اصلی خرابی دُور ہو جس نے جنت سے نکلوایا تھا۔ غور سے دیکھو اور انصاف کرو تو یہ دُنیا خود ہی ایک اعلیٰ ترین جنت ہے۔ جسے خدا نے محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ تمھارا ہر طرح کا شوق پورا کرے۔ جنت مین کونسی چیز ہے جو یہان نہین؟ خود خدا نے فرما دیا کہ "جنت مین یہین کی سی چیزین ملین گی۔" یہ نہین کہا کہ دنیا مین جنت کی سی چیزین ہین۔ مطلب یہ کہ دنیا کی نعمتون سے جنت کی نعمتون کو تشبیہ دی گئی۔ اور اسکو سب مانتے ہین کہ جس صفت مین کسی چیز کو کسی سے تشبیہ دیجائے اس مین اُس کا درجہ بڑھا ہوتا ہے جس سے تشبیہ دی گئی ہو۔

[illegible] ہے کہ موجود چیز کی قدر نہین کرتا اور جو چیز پاس نہین اُسکی ہوس مین دوڑتا ہے۔ اُسی [illegible] ایک جلوہ ہے کہ ہم جنتِ دنیوی کی قدر نہین کرتے اور

جنت موعودہ کے شوق مین ایسی بیقراری و بدحواسی سے دوڑتے ہین کہ قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتے ہین۔

دنیا کو ہوش و بصیرت کی نگاہ سے دیکھو۔ جدھر دیکھیےگے عروس بہار اپنا جلوہ دکھاتی نظر آئے گی۔ ایک سے ایک اچھا چمن کھلا ہوا ہے۔ ساری وادیون اور تمام مرغزارون مین سبزے کا فرش مخملین بچھا ہوا ہے۔ جسپر رنگ برنگ پھولون نے اپنی بوقلمونی سے ہر جگہ ایک نیا نظرفریب اور دلکش قالین بچھا دیا ہے۔ اُس مین شہد اور دودھ کی نہرین نہ ہون مگر سیماب اور سُنہرے پانی کے پُرلطف چشمے جاری ہین جن کی ننھی ننھی نازک لہرین شوخ ادا مہ جبینون کی پُرشکن پیشانیون کو بھی مات کرتی ہین۔ ایک طرف تو یہ مست خرام ندیان جو عروس بہار پر فریفتہ ہین چلتے چلتے بڑھ کے دامن چمن کو چومتی اور سبزۂ خوابیدہ کو چھیڑ چھیڑ کے جگانے لگتی ہین۔ دوسری طرف سبزپوش نونہالان چمن اُنکے دیوانے ہو رہے ہین۔ اگرچہ وہ رقص نسیم و نغمۂ طیور پر مست ہو کے جھوم رہے ہین اور بالکل ازخود رفتہ ہین مگر اس بیخودی مین بھی جدول طلا کی دلکشی اور نہر سیمین کی مست خرامی اُنھین کچھ ایسا بیتاب کرتی ہے کہ رہ رہ کے جھکتے اور بار بار اُسکی جبین ناز کو چوم لیتے ہین اور پھر بھی جی نہین بھرتا۔ طیور اپنا ارغنون بجا رہے ہین۔ اور اُسکے تال سُر پر بُلبل گا گا کے پھولون کو اپنی عاشقانہ غزل سُنا رہی ہے کیا یہ بہار جنت کی بہار سے کم ہے؟ اور کیا یہ منظر ایسا نہین کہ اگر سچا شوق ہے تو ہم اسپر اپنی جان نثار کر دین؟

مگر نہین۔ ہم زبان سے تو ہر وقت جان فدا کرنے کو تیار نظر آتے ہین مگر عمل یہ ہے کہ سبزے کو پاؤن سے روندتے ہین۔ پھولون کو توڑ توڑ کر سینے پر لگاتے یا ہار بنا کے گلے مین ڈالتے ہین۔ اور اُنکی تازگی و شادابی کو اپنی ہوس کے بھوت پر بھینٹ چڑھاتے ہی اُنھین مل دل کے پھینک دیتے ہین۔ نہرون مین نہانے کو اُترتے اور اپنے ناپاک قدمون سے کھندل کھندل کر اُنکے پانی کو گندلا کرتے ہین۔ نونہالان چمن کی کاٹ چھانٹ کرتے ہین۔ اور بلبل کو اسیر کر کے پنجرے مین بند کرتے ہین۔ تاکہ ہماری خوابگاہ مین بیٹھی فراق گل کی داستانین سُنائے اور سُناتے ہی سُناتے تڑپ کے مر جائے۔

ہمین سب سے زیادہ شوق پریجمال حسینون اور دلربا نازنینون کا ہے۔ جنکے شوق مین ہم ہر روز مرتے اور ہر بار مر کے جیتے ہین۔ جن کے ظلم بھی بھلے معلوم ہوتے ہین اور جن کی کج رُخیون کو بھی ہم نے ایک ادائے معشوقانہ خیال کر رکھا ہے۔ اُنھین کے ساتھ دیکھو تمھارا برتاؤ کیا ہے؟ کہنے کے لیے تو تم اُنکے رُخ زیبا کے عاشق ہو فقط دکھانے کو تم اُنپر جان دیا کرتے ہو۔ یہ سب ظاہری مکاریان ہین۔ اصل مین تم اُنکی آبرو کے خواہان ہو۔ اُنکے حُسن کی بہار کے شایق نہین بلکہ اُسکو لوٹنا چاہتے ہو جس طرح شیر نے اُس معصوم بھیڑ کو چیر پھاڑ ڈالا۔ جس طرح باز نے اُس ست خرام کبک کو نوچ کے رکھ دیا۔ اُسی طرح تم چاہتے ہو کہ ہر ماہوش حسینہ اور ہر خوبرو جمیلہ کو اپنی ہوس پر قربان کرو اور پھر اُسے کسی کام کا نہ رکھو۔

سچ پوچھو تو یہی زمین جسکو تم زال دُنیا کہتے ہو مشاطۂ قدرت کے ہاتھ کی بنائی سنواری اور آراستہ کی ہوئی دُلھن ہے جسکو خدا نے حسن لازوال عطا کیا ہے اور اُسکا شباب روز افزون ترقی کرتا رہے گا۔ مگر تمھارا مجنونانہ اور ظالمانہ جوش چاہتا ہے کہ اُس کا جوبن اس طرح لُوٹو کہ اُسکا سارا بناؤ سنگار اور حُسن و جمال دم بھر مین مٹا کے رکھ دو۔ جسے تم عشق یا ذوق و شوق کہتے ہو یہ اصل مین کسی محبت کا تقاضا نہین بلکہ بہیمیت کا جذبہ ہے۔ جو اُسکی قدر کرنے یا اُسکی داشت اور خدمت کے لیے نہین بلکہ اُسکے تباہ و برباد کرنے کے لیئے ہے۔

تمھاری ہی بیجا دست بُرد اور حد سے گذری ہوئی بے اعتدالی دیکھ کر بہت سے اگلے مذاہب کے عقلا نے تم کو روکا اور یہ سمجھایا کہ دنیا اختیار کرنے کے لیے نہین بلکہ ترک کرنے کے لیے ہے۔ تم اس مین جس قدر مبتلا ہوتے جاؤ گے اُسی قدر خدا سے دُور ہوتے جاؤ گے۔ مگر تم مین سے چند ہی تھے جنھون نے اُن بزرگون کا کہنا مانا۔ ورنہ عموماً حسینون اور دنیا کی خوبصورت چیزون پر تمھارے عشق اور شوق کے ہاتھون ظلم ہی ہوتا رہا۔ مگر یہ تعلیم بھی خدا کی مرضی اور فطرت کے تقاضے کے خلاف تھی۔ اور غیر ممکن تھا کہ دنیا کا یونیورسل (علی الاطلاق) مذہب بن سکے۔

آخر عرب کے دشت و جبل سے چشمۂ نبوت جاری ہوا۔ اور اُس نے صاف دو ٹوک آواز مین اصلی منشأ ربانی بتا دیا کہ دنیا چھوڑنے کے لیے نہین بلکہ برتنے

کے لیے ہے۔ اُسکی خوبیوں سے لُطف اُٹھاؤ۔ اُسکی خوبصورتیون کے مزے لوٹو۔اور اُسکی برکتون سے فائدہ حاصل کرو۔ مگر اعتدال کے ساتھ۔ اور وہ اعتدال یہ ہے کہ تمھارا لطف اُٹھانا۔مزے لوٹنا اور برکتین حاصل کرنا ایسا بیجا نہ ہو کہ اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز کو غارت کرکے رکھ دو۔

حُسن و خوبی کے شوقینو! پھول کو توڑو نہین اُسے اسکے گُلبن پر رہنے دو تاکہ اپنے شباب اور اپنی شادابی کی بہار دکھائے اور باغبان قدرت کی نگرانی مین اپنی عمر پوری کرکے وہ امانت دنیا کے سپرد کردے جسکے لیئے آیا ہے۔ بُلبُل کو پکڑو نہین۔ اُسکو پنجرے مین بند کرکے رکھنے سے تمھین کچھ نہ مل جائے گا۔ اسلیے اُسے صحن چمن مین نغمہ سرائی کرنے دو۔ تاکہ دنیا سے رخصت بھی ہو تو اپنے بچون کو چمن مین اپنا جانشین بنا کے چھوڑ جائے۔

اس طرح کا اعتدال تم کو ہر حُسن کی قدردانی مین اور ہر نعمت سے لطف اُٹھانے مین قائم رکھنا چاہیے۔ اور یہی سچا کیش وآئین اور برگزیدہ وبے عذر اخلاق ہے۔

حصّہ دوم

تصانیف مولانا محمد عبدالحلیم صاحب شرر مدظلہ العالی

(۱) جنید بغدادی۔ حضرت ابوبکر شبلی عہ
تاریخ سندھ۔ سندھ کی محققانہ تاریخ عہ
قصر قدیم عہ حروب صلیبیہ عہ
خاتم المرسلین۔ سرور عالم کے حالات ۸ ر
صقلیہ میں اسلام .. .. .. ۱۲ ر
خواجہ معین الدین۔ خواجہ اجمیری کے حالات ۶ ر
سکینہ بنت امام حسین .. .. ۶ ر
افسانۂ قیس۔ مجنون عامری کے حالات ۴ ر
حسن بن صباح .. .. .. ۶ ر
قرۃ العین۔ مجتہد قزوینی کے حالات ۴ ر
شیریں ملکہ عجم۔ شیرین فرہاد کی عاشقانہ داستان ۴ ر
ملکہ زنوبیہ۔ عرب کی شاہزادی ملکہ ۳ ر
جویائے حق۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے سوانح عمری بطور ناول عہ حصہ دوم ۱۲ ر
بابک خرمی۔ سلطنت عباسیہ کے زمانے کا
ایک تاریخی واقعہ ہر دو حصہ عہ
مفتوح فاتح۔ دلچسپ تاریخی ناول عہ
الفانسو .. .. ۱۲ ر
خوفناک محبت۔ ہندوستانی شریف زادیوں کی
بالکل سچی تصویر اس سے اچھی تصویر نہیں ہوسکتی عہ
حسن کا ڈاکو۔ رام پور کے نواب کی سرگذشت ہر دو حصہ عہ

اسرار دربار حرام پور۔ ہر دو حصہ .. ۱۰ ر
غیب داں دلہن۔ حیرت انگیز غیب دانی عہ
روما الکبریٰ۔ روم پر گاتھ لوگوں کا حملہ عہ
نعمت جبیں۔ پہلی صدی کا تاریخی ناول عہ
ماہ ملک۔ خور زمین کا عروج .. .. عہ
ایام عرب۔ جاہلیت عرب کی تصویر مکمل ہر حصہ عہ
مقدس نازنین۔ ایک حسینہ کا پوپ بن جانا عہ
شوقین ملکہ۔ دوسری صلیبی لڑائی .. عہ
قیس لبنیٰ۔ عہد صحابہ کا ایک سچا عشق عہ
فلورا فلورنڈا۔ اندلس میں سلطنت عرب عہ
آغا صادق کی شادی۔ ایک دلچسپ قصہ ۱۰ ر
لیلیٰ۔ عہد صحابہ کا ایک سچا واقعہ عہ
فردوس بریں۔ جیتے جی جنت کی سیر عہ
یوسف نجمہ کامل .. .. .. عہ
الحکم الرفاعیہ۔ معرفت میں سید احمد رفاعی کے
ایک رسالہ کا ترجمہ .. .. ۳ ر
سر سید کی دینی برکتیں .. .. ۲ ر
ہندوستان کی موسیقی پر مولانا شرر کا لکچر ۲ ر
اردو سے ہندوستان کا تعلق ۲ ر
پاداش عمل۔ ایک نہایت دلچسپ ناول موسوم
بہ کنتھہ کا ترجمہ کامل ۱۲ ر

المشتہران

ایس عبدالرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

دیوان ذوق

پوری سوانح عمری

چپا لوستان

نوادر فارسی

ادبیات آزاد

نیئی کہانیاں

دیگر کتابیں

خرابیاں مردوں کی

قیمت صرف تین آنے ... ۳ر

رنج و راحت

گھر والی اپنی بربادی کے سامان پیدا کر رہی ہے

قیمت صرف ۴ر

جمیلہ خاتون

ایک ضدی اور نا سمجھ خاتون کا بالآخر توبہ کر کے راہ راست اختیار کرنا نادر کتاب حجم ۸۰ صفحات قیمت صرف ۳ر

زندگی کے ...

۵ر

رسول کی ...

ازواج محترم کی ...

اصحاب رسول کے مختصر حالات

نہایت موثر قابل مطالعہ

قیمت صرف دو آنے ۲ر

حضرت امام حسن اور امام حسین

قیمت صرف ۳ر

قومی گیت

آداب

[illegible]

تصنیفات [illegible] نگار جناب [illegible]

[illegible]

ناول بے حد دلچسپ ہیں قیمت [illegible]

[illegible] کہانیوں کا مجموعہ [illegible] ان کہانیوں کا [illegible]

[illegible] زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے [illegible] صرف چودہ آنے ۔۔۔۔ ۱۴ر

عورت کی محبت [illegible]

[illegible] خوبصورتی اور [illegible]

بہادی ہیں قیمت صرف ایک روپیہ ۔۔۔ عہ

محبت کا انتقام [illegible]

[illegible] فطرت [illegible] کا تصنیف کردہ بہترین [illegible] گجرات اور بنگال اور یوپی [illegible]

[illegible] قیمت صرف [illegible] ۲ر

[illegible] زبردست ریویو کئے ہیں قیمت ۔۔۔ عہ

[illegible] اپنی ایک ناٹک ہے [illegible]

[illegible] شائع نہیں ہوا قیمت صرف ایک روپیہ ۔۔۔ عہ

[illegible] ظرافت کی لاجواب کتاب ۸ر

ملنے کا پتہ - [illegible] عبدالرشید [illegible] تاجران کتب [illegible] دروازہ - لاہور

تصنیفات علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

پیام مشرق [illegible]

[illegible]

تصنیفات علامہ شبلی نعمانی مرحوم

سیرۃ النبی [illegible]

الفاروق [illegible]

[illegible]

اس کتاب کی نہایت مقبولیت [illegible]

دیوان حافظ [illegible]

مشاہیر اسلام [illegible]

صدیق اکبر [illegible]

[illegible]

سیرتیسویں سالانہ چھپے ہیں

[illegible]

اُردو زبان کی تجارتی انسائیکلوپیڈیا

[illegible]

تجارت کی پہلی

[illegible]

تجارت کی دوسری

[illegible]

تجارت کی تیسری

[illegible] کی تعلیم ہے دکان کیسی ہو؟ سامان ہو؟ چیزیں کیسے آراستہ کی جائیں؟ مال کیونکر [illegible] جائے ، نفع لگایا جائے ، گاہکوں کو کیونکر خوش رکھا جائے ، بکری اور نفع بڑھانے کے لئے کن کن اصولوں پر عمل کیا جائے ، دکان کی شہرت [illegible] کے لئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں ، گاہکوں سے [illegible] کیونکر وصول کیا جائے ، دوکان کا [illegible] کیونکر رکھا جائے ، الغرض اس قسم کی [illegible] باتیں دوکان داری کے متعلق اس کتاب [illegible]

تجارت کی چوتھی

[illegible]

تجارت کی پانچویں

[illegible] مفید کتاب ہندوستانیوں کے لئے اب تک اردو [illegible] نہیں لکھی گئی [illegible] انشاءاللہ ملک کے تجارتی [illegible] اضافہ ہوئی ہے جس کو [illegible] کی نگاہ سے دیکھیں گے [illegible] چھوٹے اور بڑے سے بڑے تاجر کے لئے نہایت ضروری ہے کتاب کی ضخامت قریبا ۵۰۰ صفحات قیمت [illegible] مجلد دو روپے

تاریخ لاہور

مصنفہ رائے [illegible] صاحب [illegible] قابل دید کتاب ہے قیمت دو روپیہ [illegible]

مولینا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کے مشہور زمانہ اور مقبول عام تصانیف

ملنے کا پتہ — امین عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

نیز یہ کتابیں حکیم محمد سراج الحق میلسی ... سے ملتی ہیں

آپ کو یہ مرتب اور مدون ہو کر مل جائیں تو سر انکھوں پر رکھیں جیسے ایسی قابل ہستیوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے علامہ موصوف کو تکلیف دی تو انہوں نے مہربانی فرمائی اور میری التماس کو شرف قبولیت بخش کر علیحدہ علیحدہ عنوانوں سے مضامین کو مرتب فرما دیا۔ جنکے [illegible] کرکے چھپے طبع کرانا شروع کر دیا ہے۔ جن میں سے عاشقانہ و شاعرانہ مضامین کے تین حصے چھپ کر شائع ہو گئے ہیں۔ اور تاریخی و جغرافی مضامین کے دو حصے [illegible] ہیں [illegible] ہندوستان [illegible] مشرقی تمدن [illegible] بصورت حصہ سوم [illegible] عاشقانہ و شاعرانہ مضامین حصہ اول [illegible] قیمت دو روپے آٹھ آنے (عہ) ایضاً حصہ دوم قیمت (عہ) [illegible] واقعات [illegible] سال قیمت عہ تاریخی و جغرافی مضامین حصہ اول قیمت (عہ) حصہ دوم دو روپے آٹھ آنے (عہ)

جلد دلگداز ۱۸۸۸ء

[illegible] تین [illegible] شائع [illegible] کے [illegible] قلفیہ کے [illegible] مکمل [illegible] کو طبع کرایا ہے [illegible] جلد طلب فرمائیں قیمت [illegible] چار آنے عہ

جلد دلگداز ۱۸۸۹ء

[illegible] کو طبع کرایا ہے [illegible] قیمت صرف عہ

[illegible]

[illegible] اور [illegible] مرحوم کی [illegible] نہایت خوشخط [illegible] ہوئے [illegible] مرحوم [illegible] کتاب سامنے [illegible] ہے۔ مولانا کے [illegible] شائع [illegible] اس کتاب کی [illegible] کر دیا ہے [illegible] قیمت صرف عہ

سمرنا کا چاند

مصنفہ مصنف موصوف مولانا راشد الخیری دہلوی اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پہلی بار چھپتے ہی اتنی جلد ختم ہوئی کہ چھ ماہ کے اندر اندر دوسری دفع طبع کرانے کی دقت اٹھانی پڑی اب پھر تھوڑی سی جلدیں ہیں جلد طلب فرمایئے۔ یہ کتاب تربیت نسواں کے لئے ایک

سبق آموز اضافہ ہے قیمت ایک روپیہ چار آنے عہ

آفتاب دمشق

عہد صدیقی کا اسلام۔ مسلمانوں کے عظیم الشان جنگی کارنامے مسلمانوں نے دمشق اور بصرے وغیرہ شہروں پر قبضہ کرنے اور اسلام کی اشاعت کے لئے جو عظیم الشان قربانیاں کی ہیں ان کا ذکر اور ایسے دردناک پیرائے میں مصنف علامہ راشد الخیری کا مخصوص اعجاز ہے ایک مسلمان مجاہد اور مسلمان خاتون کی موت ان کے [illegible] دیکھئے اور سبق حاصل کیجئے۔ [illegible] کا اسلام پر شیدا ہو کر مسلمان ہونا۔ قید کیا جانا۔ اور فصیل کے کنگوروں پر سے گرائے جانے پر بھی اسلام سے روگردانی نہ کرنا۔ اس کتاب میں [illegible] ہے [illegible] اسلامی حمیت اسلامی عدل اسلامی [illegible] کا مجموعہ ہے [illegible] کتاب کے مطالعہ سے [illegible] [illegible] انتظام چھپائی [illegible] نہایت [illegible] قیمت عہ

رہنمائے قانون معروف بہ آنحضرت وکیل کا منشی

وکلاء کے [illegible] کتب [illegible] رہتی ہیں لیکن منشی صاحبان [illegible] کم [illegible] نہیں [illegible] کتاب [illegible] منشی [illegible] اور [illegible] قانون [illegible] وغیرہ [illegible] مفید ہے اس کتاب میں قانون مروجہ ہند کو نہایت آسان و عام فہم زبان میں بیان کیا ہے [illegible] اور [illegible] اصطلاحات [illegible] قیمت [illegible]

تصنیفات مسٹر ظفر عمر صاحب بی۔ اے علیگ

نیلی چھتری سراغرسانی کا نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول قیمت (عہ)

بہرام کی گرفتاری نیلی چھتری کے ہیرو بہرام کے حیرت انگیز کارنامے حصہ دوم قیمت ایک روپیہ چار آنے ... (عہ)

چوروں کا کلب [illegible] بچانے اور چوری کے خطرات سے بچنے [illegible] نادر خزانہ عہ

لوپین [illegible] پولیس کے لئے ہر زبان میں چھپا ہے قیمت صرف [illegible] آنے ۸

مستنصر باللہ [illegible] فیسر و امیری کی کتاب کا [illegible] ترجمہ قیمت صرف (عہ)

نہایت نتیجہ خیز دلچسپ قابل دید ممدنی اخلاقی ناول فی رامہ کہانیاں

نظیر بیگم یہ اپنے رنگ کا بے نظیر ناول ہے جس میں ایک سیرت کی وفادار [illegible] اور ایک [illegible] بیوفائی دکھائی گئی ہے۔ شوہر کو بدنامی اور بے اتفاقی سے بیوی کا مرجانی سے آخر [illegible] زندگی کے مظالم سے تنگ آکر شوہر [illegible] جاتا ہے۔ اور بیوی کی قبر کی تلاش میں قبرستان جاتا ہے وہاں ایک نقاب پوش عورت کو پاتا ہے۔ جو در اصل اس کی بیوی ہے مرنا تھا بعد اسے بیوی کیونکر زندہ مل گئی یہ راز صرف کتاب پڑھنے پر معلوم ہوگا۔ انداز [illegible] کی مصنف کا تو بھی درج ہے قیمت عہ

حسرت یہ ناول اسم با مسمیٰ ہے جس میں عالم کی نیرنگیاں اور قلب ستمگار کی جفا آرائیاں دکھائی گئی ہیں۔ یہ درد و غم کا فسانہ چوٹ کھائے ہوئے دلوں کے لئے مرقع عبرت ہے جہان فانی کی لذتیں اس قابل نہیں کہ کوئی سمجھ دار انسان ان سے دل لگائے۔ یہ دنیا کسی کی نہیں کبھی بھی اس نے کسی کے ساتھ وفا نہ کی شاد [illegible] [illegible] امید [illegible] اپنی قبروں میں جا سوئے۔ [illegible] ہی ہے ایک مظلوم [illegible] کامیابی کی تھوڑی دیکھی لیکن وہ [illegible] سے زیادہ پائدار نہ تھی۔ [illegible] ساتھ چند دن بھی بسر نہ کر سکا بدقسمتی نے بیوی بچوں کو [illegible] غربت کے مصائب ہیں۔ [illegible] دیکھئے کہ [illegible] [illegible] شروع سے [illegible] دلکش ہے لیکن ساتھ ہی [illegible] قیمت عہ

[illegible] عورت کی بربادی اور مکاری کی داستان۔ عورت کی بے وفائی [illegible] کی [illegible] خود غرضی اور خود کامی کے نتائج رنج و اندوہ کا فسانہ۔ درد و غم کی کہانی۔ زمانہ کی نا مساعدت دنیا کے نشیب و فراز [illegible] بھروسہ کا انجام بے وفائی اور بے مہری کی داستان عورت کی [illegible] ظالم کا ظلم اور اس کا نتیجہ [illegible] ضبط و تحمل [illegible] بہت ہی دلچسپ و دلکش انداز میں [illegible] ہے۔ اس کو پڑھ کر انسان مبہوت ہو جاتا ہے۔ مصنف کا فوٹو ساتھ ہے قابل دید [illegible] قیمت عہ

آہ محبت! آہ محبت!! کیا غضب ہے یہ ایک محبت ایک آفت ہوتی اور فلسفی چاہے جو کچھ کہیں لیکن [illegible] ہے۔ یہاں تو جو کچھ [illegible] ہے وہ یہ [illegible] ہوں محبت کے دام میں پھنسا اور گویا محبت ایک [illegible] دونوں کو لے ڈوبتی ہے اس کی ابتدا اور انتہا دونوں [illegible] اس میں سوائے [illegible] اور نامرادی کے رکھا ہی کیا ہے [illegible] [illegible] شمار نہیں ان کا زمانہ [illegible] سے زیادہ نہیں پھر وہی جدائی ہے اور رنج و غم اور اس سے اگر کچھ حاصل ہوتا ہے تو صرف آہ! اور یہیں پر سب ختم ہو جاتی ہے اس آہ سے آشنا ہونا چاہتے ہو تو اسے پڑھو اور سبق حاصل کرو۔ اور دنیاوی چیزوں کی محبت [illegible] قیمت صرف عہ

آئینہ روزگار زمانہ سازوں اور فتنہ پردازوں کی چالیں ہے وقوفوں کی غلطیاں، بدسلوکی کے خطرناک نتائج، بچوں کو زیور پہنانے کا برا انجام، ہوس و ناک [illegible] [illegible] بھروسہ کرنے کا دردناک نتیجہ، دالہ عورتوں کی کارستانیاں، دولت کا لالچ، چور بدمعاشوں کی سازشیں اور ان کے مضر نتائج، ایک غریب عورت کا شریف [illegible] لوگوں کی سازش سے نجات پانا [illegible] بدمعاشوں کا [illegible] کو پہنچنا۔ علاوہ ایک دوسرا قصہ بھی آگیا ہے جس میں ایک سندر کے بیوپاری کے [illegible] کا اور ایک لڑکی کی [illegible] کا ذکر ہے جس نے ناول کو اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے قیمت صرف عہ

شمع سحر یہ ایک انگریزی ناول کا قابل دید ترجمہ ہے۔ مترجم نے کوشش کر کے قصہ کو ایشیائی مذاق کے موافق بنا دیا ہے اصل کتاب انگلستان کے ایک مشہور ناولسٹ کی تصنیف ہے۔ اصل کتاب کی خوبی کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ ٹیکسٹ بک کمیٹی کی فہرست میں شامل ہے جس پایہ کی یہ کتاب ہے۔ اسی پایہ کا یہ ترجمہ بھی ہے پڑھنے سے ترجمہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ اوریجنل تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ واقعی قابل دید کتاب ہے۔ قیمت [illegible] ۱۲ آنے